قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم
انا خاتم النبيين لا نبي بعدي

ختمِ نبوّت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴

(Quranic Studies Publishers)

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ
(فرمانِ باری تعالیٰ)
اور لیکن آپ ﷺ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں

ختمِ نبوّت کامل

جس میں ایک سَو سے زائد آیاتِ قرآنی اور دو سَو دس احادیثِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور اجماعِ اُمّت اور سینکڑوں اقوالِ صحابہؓ و تابعینؒ و ائمۂ دین سے مسئلۂ ختمِ نبوّت کے ہر پہلو کو واضح کیا گیا ہے، اور شبہات کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتیٔ اعظم پاکستان

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴

جملہ حقوق ملکیت بحق مکتبہ معارف القرآن کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خضر اشفاق قاسمی
طبع جدید : محرم الحرام ۱۴۳۰ھ - جنوری 2009ء
مطبع : زمزم پرنٹنگ پریس، کراچی
ناشر : مکتبہ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)
فون : 021-5031566, 021-5031565
ای میل : info@quranicpublishers.com
ویب سائٹ : www.quranicpublishers.com

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
تمہیدِ طبعِ چہارم	۹
تمہیدِ طبعِ اوّل	۱۱
مقدّمہ	۱۵
پہلا دور	۱۶
نبی اور رسول کی تعریف ۱۸۹۱ء میں	۱۶
دُوسرا دور ۱۸۹۹ء کے بعد	۲۰
نبی کی تعریف میں تبدیلی	۲۰
ختمِ نبوّت کے معنی کی تحریف اور دبے دبے لفظوں میں دعوائے نبوّت	۲۰
تیسرا دور	۲۴
کھلے طور پر دعوائے نبوّت و رسالت و وحیٔ نبوّت	۲۴
تشریعی نبوّت اور صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ	۲۸
تمام انبیاء علیہم السلام کی ہمسری بلکہ ان سے افضلیت کا دعویٰ اور ان کی توہین	۲۹
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے افضلیت کا دعویٰ	۳۰
حدیثِ رسول کی توہین	۳۱
اپنے نہ ماننے والے تمام مسلمانوں کو مغلّظ گالیاں اور سب کی تکفیر	۳۲

عنوان	صفحہ نمبر
ختمِ نبوّت کے معنی کی تحریف و تاویل میں متضاد اور بے تکی باتیں	۳۶
مقصود کی تقسیم چار حصوں میں	۳۸
ختم النبوۃ فی القرآن	
حصۂ اوّل	۴۱
تفسیرِ قرآن کا معیارِ صحیح کیا ہے؟	۴۲
تفسیرِ قرآن کا معیار اور اس کا صحیح طریق	۴۵
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۵۵
مرزا صاحب کے نزدیک تفسیرِ قرآن کا معیار	۵۷
ختمِ نبوّت کے ثبوت میں پہلی آیت	۶۱
شانِ نزول، یعنی نازل ہونے کا سبب	۶۱
آیتِ مذکورہ کے دونوں جملوں میں ربط	۶۵
آیتِ مذکورہ کی تفسیر لغتِ عرب سے	۷۱
حلِ لغت	۷۱
رسول اور نبی کے معنی میں فرق	۷۲
لفظِ خاتم کی لغوی تحقیق	۷۴
لفظِ "النَّبِیّن" کی لغوی تحقیق	۸۴
آیتِ مذکورہ کی تفسیر خود قرآن مجید سے	۹۰
آیتِ مذکورہ کی تفسیر احادیث سے	۹۴

عنوان	صفحہ نمبر
آیتِ مذکورہ کی تفسیر صحابہؓ و تابعینؒ سے	۱۰۰
آیتِ مذکورہ کی تفسیر ائمہ تفسیر کے اقوال سے	۱۰۷
آیت ''خاتم النبیّین'' میں تأویل کرنے والا قتل کیا گیا	۱۲۰
چند اوہام اور ان کا ازالہ	۱۲۰
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۱۳۲
ایک اور قلابازی	۱۴۴
ایک نئی کروٹ	۱۴۵
ظلّی اور بروزی نبوّت کی کہانی	۱۴۷
ختمِ نبوّت کے ثبوت میں دُوسری آیت	۱۵۵
شانِ نزول	۱۵۶
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۱۶۴
ختمِ نبوّت کے ثبوت میں تیسری آیت	۱۶۵
فائدہ	۱۷۳
ایک لطیفہ	۱۸۶
ایک نرالی منطق	۱۸۹
تنبیہ	۲۱۵
غیرتشریعی یا ظلّی، بروزی نبوّت کا انقطاع بلکہ اِبطال	۲۲۳
ایک ضروری تنبیہ	۲۳۴
ضمیمہ ختمِ نبوّت حصہ اوّل	۲۳۵
ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ	۲۳۵

عنوان	صفحہ نمبر
ختم النبوۃ فی الحدیث حصہ دوم	۲۳۷
ختمِ نبوّت کی احادیث متواتر ہیں	۲۳۸
صحیحین یعنی بخاری و مسلم کی احادیث	۲۴۱
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۲۴۳
حدیثِ مذکور سے غیرتشریعی یا ظلّی اور بروزی یا لغوی نبوّت کا اِنقطاع	۲۴۶
ایک اور شبہ اور اس کا جواب	۲۴۸
حضرت عائشہؓ خود ختمِ نبوّت کی قائل ہیں اور اس کی احادیث روایت کرتی ہیں	۲۴۹
ایک اور شبہ اور اس کا جواب	۲۵۱
ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ	۲۵۳
ایک شبہ اور اس کا جواب	۲۵۴
ایک لطیفہ	۲۵۶
محدَّث یا مکلَّم کون ہوتے ہیں؟	۲۵۹
ایک سوال	۲۶۲
جواب	۲۶۲
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۲۶۵
نبوّت بروزیہ یا ظلّیہ وغیرہ بالفرض اگر نبوّت ہے تو وہ بھی آپؐ کے بعد منقطع ہے	۲۶۷
صحیحین کے علاوہ وہ احادیث جن کو ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہے	۲۷۳

عنوان	صفحہ نمبر
سننِ اربعہ یعنی صحاحِ ستہ کی باقی احادیث نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ	۲۸۳
خیر الامم اور کمالاتِ نبوت	۲۸۳
نبوتِ بروزیہ اگر بالفرض نبوت ہے تو وہ بھی آپؐ کے بعد منقطع ہے	۲۸۶
مسندِ امام احمد بن حنبلؒ کی احادیث	۲۸۹
باقی مستند کتب کی احادیث	۲۹۶
ایک حیرت انگیز واقعہ	۳۳۵
وہ احادیث جن سے مسئلۂ ختمِ نبوت بطور استنباط سمجھا جاتا ہے	۳۴۱
نادرہ	۳۵۲
احادیث مذکورۃ الصدر سے ختمِ نبوت کا ثبوت	۳۶۴
ختم النبوۃ فی الآثار	
حصۂ سوم	۳۶۷
ایک ضروری گزارش	۳۶۹
اجماع کی حقیقت اور اس کی عظمت	۳۶۹
صحابہ کرامؓ کا سب سے پہلا اجماع مسئلۂ ختمِ نبوت پر اور اُس کے منکر کے مرتد، واجب القتل ہونے پر ہوا ہے	۳۷۲
مسیلمہ کذاب کا دعویٔ نبوت اور صحابہ کرامؓ کا اس پر جہاد	۳۷۲

عنوان	صفحہ نمبر
نتائج	۳۷۵
دُوسرے مدعیانِ نبوت اور سلف صالحینؒ کا ان کے ساتھ برتاؤ	۳۷۷
حضرات صحابہؓ و تابعینؒ کی شہادتیں ختمِ نبوت پر	۳۸۱
ان صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی جو ختمِ نبوت کے شاہد ہیں	۳۸۷
ضروری اطلاع	۳۸۹
طبقاتُ المحدّثین	۳۹۰
طبقاتُ المفسّرین	۳۹۷
حضراتِ فقہاء	۳۹۸
حضراتِ متکلمین	۴۰۳
صوفیائے کرامؒ	۴۰۹
کتبِ قدیمہ توراۃ و انجیل میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور مسئلہ ختمِ نبوت پر انبیائے سابقین اور ان کی اُمتوں کی شہادتیں	۴۱۸
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم	۴۱۹
حضرت شعیب علیہ السلام	۴۲۱
حضرت دانیال علیہ السلام	۴۲۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کی شہادت اور اُس کا قابلِ دید واقعہ	۴۲۲

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت ابراہیم علیہ السلام	۴۲۷
حضرت یعقوب علیہ السلام	۴۳۰
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتامِ نبوّت کی عقلی دلیلیں	۴۳۱
مرزائیوں سے میرا سوال	۴۳۷
قادیانیوں سے ایک سوال	۴۴۳
قانونِ فطرت بھی ختمِ نبوّت کا مقتضی ہے	۴۴۵
قانونِ فطرت کی دُوسری نظیر	۴۴۵
تیسری نظیر	۴۴۵
مسئلۂ زیرِ بحث یعنی ختمِ نبوّت پر میرے گواہ	۴۴۷
خداوندِ عالم جل ذکرہٗ ومجدہٗ	۴۴۷
انبیاء علیہم السلام	۴۴۷
حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	۴۴۸
صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین	۴۴۸
حضراتِ محدثینؒ	۴۴۹
حضراتِ مفسّرینؒ	۴۴۹
حضرات فقہائےؒ مذاہبِ اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ	۴۵۰
حضراتِ متکلمینؒ	۴۵۰
صوفیائے کرامؒ	۴۵۰
قادیانیوں کی خدمت میں ایک دردمندانہ و مخلصانہ گزارش	۴۵۳
ضمیمہ نمبر۱ — مسیحِ موعودؑ کی پہچان	۴۵۵
مسیحِ موعودؑ کا نام، کنیت اور لقب	۴۶۰
مسیحِ موعودؑ کے خاندان کی پوری تفصیل	۴۶۰
والدہ مسیح موعود علیہ السلام حضرت مریمؑ کے بعض حالات	۴۶۱
حضرت مسیح علیہ السلام کے ابتدائی حالات استقرارِ حمل وغیرہ	۴۶۲
آپؑ کی ولادت کس جگہ اور کس طرح پر ہوئی؟	۴۶۲
حضرت مسیحِ موعودؑ کے خصائص	۴۶۳
حضرت مسیحِ موعودؑ کا حلیہ	۴۶۴
آخرِ زمانہ میں آپؑ کا دوبارہ نزول	۴۶۵
بوقتِ نزول آپؑ کے بعض حالات	۴۶۵
مقامِ نزول اور وقتِ نزول کی مکمل تعیین و توضیح	۴۶۵
بوقتِ نزول حاضرین کا مجمع اور اُن کی کیفیت	۴۶۶
بعد نزول آپؑ کتنے دنوں دُنیا میں رہیں گے؟	۴۶۶
بعد نزول آپؑ کا نکاح اور اولاد	۴۶۷
نزول کے بعد مسیحِ موعودؑ کے کارنامے	۴۶۷

عنوان	صفحہ نمبر
مسیحِ موعودؑ لوگوں کو کس مذہب پر چلائیں گے؟	۴۶۸
مسیحِ موعودؑ کے زمانے میں ظاہری و باطنی برکات	۴۶۹
یہ برکات کتنی مدّت تک رہیں گی؟	۴۷۰
لوگوں کے حالاتِ متفرقہ جو مسیح موعودؑ کے وقت میں ہوں گے	۴۷۰
پہلے خروجِ دجال کی غلط خبر مشہور ہونا	۴۷۰
اس زمانے میں عرب کا حال	۴۷۰
لوگوں کے بقیہ حالات	۴۷۱
غزوۂ ہندوستان کا ذکر	۴۷۱
مسیحِ موعودؑ کے زمانے کے اہم واقعات	۴۷۲
آپؑ کے نزول سے پہلے دجال کا خروج	۴۷۲
دجال کی علامات	۴۷۲
دجال کی ہلاکت اور اس کے لشکر کی شکست	۴۷۴
یأجوج مأجوج کا نکلنا اور ان کے بعض حالات	۴۷۵
مسیحِ موعودؑ کا یأجوج مأجوج کے لئے بددُعا فرمانا اور ان کی ہلاکت	۴۷۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جبلِ طور سے اُترنا	۴۷۶

عنوان	صفحہ نمبر
مسیحِ موعودؑ کی وفات اور اس سے قبل و بعد کے حالات	۴۷۶
مرزائیوں سے چند سوال	۴۷۹
ضمیمہ نمبر۲	
دعاویٔ مرزا	۴۸۵
مرزائیوں کے تمام فرقوں کو کھلا چیلنج	۴۸۶
نقل عبارتِ مرزا مع حوالۂ کتابِ مرزا	۴۸۶
مبلغ اسلام اور مصلح ہونے کا دعویٰ	۴۸۷
مجدّد ہونے کا دعویٰ	۴۸۸
محدّث ہونے کا دعویٰ	۴۸۸
اِمامِ زماں ہونے کا دعویٰ	۴۸۸
خلیفۂ الٰہی اور خدا کا جانشین ہونے کا دعویٰ	۴۸۸
مہدی ہونے کا دعویٰ	۴۸۸
حارث مددگارِ مہدی ہونے کا دعویٰ	۴۸۸
نبی اُمتی اور بروزی اور ظلّی یا غیرتشریعی ہونے کا دعویٰ	۴۸۹
نبوّت و رسالت اور وحی کا دعویٰ	۴۸۹
اپنی وحی کے بالکل قرآن کے برابر واجب الایمان قطعی ہونے کا دعویٰ	۴۸۹
سارے عالم کے لئے مدارِ نجات ہونے کا دعویٰ اور یہ کہ اپنی اُمت کے سوا اُمتِ محمدیہ کے چالیس کروڑ مسلمان کافر و جہنمی ہیں	۴۸۹

عنوان	صفحہ نمبر
مستقل تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ اور یہ کہ وہ احادیثِ نبویہ پر حاکم ہے جس کو چاہے قبول کرے اور جس کو چاہے رَدّی کی طرح پھینک دے	۴۹۰
اپنے لئے دس لاکھ معجزات کا دعویٰ	۴۹۱
تمام انبیائے سابقین سے افضل ہونے کا دعویٰ اور سب کی توہین	۴۹۱
آدم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ	۴۹۲
ابراہیم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ	۴۹۲
حضرت نوح، یعقوب، موسیٰ، داوٗد، شیث، یوسف، اسحاق، یحییٰ، اسماعیل علیہ السلام ہونے کا دعویٰ	۴۹۲
عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ	۴۹۲
عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ اور اُن کو مغلظات بازاری گالیاں	۴۹۲
نوح علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ اور ان کی توہین	۴۹۳
مریم علیہا السلام ہونے کا دعویٰ	۴۹۳
عبارتِ مرزا مع حوالہ کتاب وصفحات مصنفہ مرزا	۴۹۳
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کا دعویٰ	۴۹۴
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضلیت کا دعویٰ	۴۹۴
میکائیل علیہ السلام ہونے کا دعویٰ	۴۹۴
خدا کے مثل ہونے کا دعویٰ، اپنے بیٹے کے خدا کا مثل ہونے کا دعویٰ، خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ، اپنے اندر خدا کے اُتر آنے کا دعویٰ، خود خدا ہونا بحالتِ کشف اور زمین و آسماں پیدا کرنا	۴۹۴
مرزاجی میں حیض کا خون ہونا اور پھر اس کا بچہ ہوجانا	۴۹۵
حاملہ ہونا	۴۹۵
حجرِ اَسود ہونے کا دعویٰ، بیت اللہ ہونے کا دعویٰ	۴۹۶
کرشن ہونے کا دعویٰ، آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ	۴۹۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمہید طبعِ چہارم
ختمِ نبوّت کامل

مسئلۂ ختمِ نبوّت پر سب سے پہلے احقر نے ایک رسالہ "ھدیة المھدیّین فی اٰیة خاتم النّبیّین" اپنے اُستاذِ محترم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرہٗ صدر مدرّس دار العلوم دیوبند کے ارشاد پر عربی زبان میں لکھا تھا تا کہ عراق اور مصر وغیرہ عرب ممالک میں جہاں فتنے کے آثار پھیل رہے ہیں بھیجا جاسکے، یہ ۱۳۴۲ھ-۱۹۲۴ء میں شعبۂ تبلیغ دار العلوم دیوبند کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔

اس کے بعد ۱۳۴۳ھ-۱۹۲۵ء میں اپنے اُستاذِ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور ناظم شعبۂ تبلیغ دار العلوم حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن صاحبؒ کے ارشاد پر اُردو زبان میں اس مسئلے پر مزید تفصیل وتوضیح کے ساتھ تین حصوں میں ایک کتاب بنام "ختمِ نبوّت" لکھی۔ پہلا حصہ ختم النُّبوّۃ فی القراٰن ہے، جس میں تقریباً ایک سَو آیاتِ قرآنی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوّت ختم ہوجانے کا ثبوت اور تشریعی اور غیر تشریعی، ظلّی، بروزی وغیرہ کے شبہات کے کافی جوابات علمی اور تحقیقی طریق سے پیش کئے گئے ہیں۔ دُوسرا حصہ ختم النُّبوّۃ فی الحدیث ہے، جس میں اسی مضمون کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو سَو دس احادیث سے ثابت کیا گیا ہے۔ تیسرا حصہ ختم النُّبوّۃ فی الاٰثار ہے، جس میں اِجماعِ اُمت اور سینکڑوں آثار و اقوالِ صحابہؓ و تابعینؒ و ائمۂ مجتہدینؒ و علمائے اسلام سے اس مضمون کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

یہ تینوں حصے پہلی مرتبہ ۱۳۴۳ھ - ۱۹۲۵ء میں مکتبہ دار الاشاعت دیوبند سے شائع ہوئے، پھر دُوسری مرتبہ بھی اسی مکتبہ سے ۱۳۵۵ھ - ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئے، اور عرصۂ دراز سے نایاب تھے۔ اس کے بعد ۱۳۷۵ھ - ۱۹۵۵ء میں برخوردار عزیز محمد رضی سلّمہٗ ناظم دارالاشاعت کراچی نے اس کی مکرّر طبع کا ارادہ کیا تو اس پر نظرِ ثانی کی فرمائش کی، نظرِ ثانی میں بہت سے مواقع میں حذف و ازدیاد اور ترمیم کی نوبت آئی، خصوصاً اس مرتبہ اس کا اہتمام کیا کہ مناظرانہ عنوان چھوڑ کر ناصحانہ عنوان اختیار کیا گیا، تاکہ وہ لوگ جو کسی شبہ میں مبتلا ہوکر اس مسئلے میں غلطی کا شکار ہوئے ہیں دِلچسپی کے ساتھ پڑھ سکیں، اور ان کے احساسات مجروح نہ ہوں، شاید اللہ تعالیٰ اس کو ان کے لئے بھی ذریعۂ ہدایت بنادیں۔

اب چوتھی مرتبہ برخوردار مولوی محمد رفیع سلّمہٗ مدرّس دار العلوم کراچی نے اپنے مکتبہ ''ادارۃ المعارف'' سے اس کی اشاعت کا ارادہ کیا تو پچھلی طباعت میں رہے ہوئے اغلاطِ کتابت کی تصحیح کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے، اور رَدِّ قادیانیت کے سلسلے میں احقر کے دو اور رسالے بھی اس کے ساتھ شامل کردیئے گئے ہیں، ایک ''دعاویٔ مرزا'' دُوسرا ''مسیحِ موعودؑ کی پہچان''۔ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ، اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
دار العلوم کراچی ۳۰
۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ
یکم ستمبر ۱۹۶۵ء

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمہید طبعِ اوّل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الْأَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ سَيِّدِنَا وَشَفِيْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

مسئلۂ ختمِ نبوّت، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوّت اور وحی کا اختتام اور آپؐ کا آخری نبی و رسول ہونا اسلام کے اُن بدیہی مسائل اور عقائد میں سے ہے جن کو تمام عام و خاص، عالم و جاہل، شہری اور دیہاتی مسلمان ہی نہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی جانتے ہیں۔ تقریباً چودہ سو برس سے کروڑہا مسلمان اسی عقیدے پر رہے، لاکھوں علمائے اُمت نے اس مسئلے کو قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے واضح فرمایا، کبھی یہ بحث پیدا نہیں ہوئی کہ نبوّت کی کچھ اقسام ہیں، اور ان میں سے کوئی خاص قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہے، یا نبوّت کی تشریعی، غیر تشریعی یا ظلّی و بروزی یا مجازی اور لغوی وغیرہ اقسام ہیں۔ قرآن و حدیث میں اس کا کوئی اشارہ تک نہیں، پوری اُمت اور علمائے اُمت نے نبوّت کی یہ قسمیں نہ دیکھی نہ سنی، بلکہ صحابہؓ و تابعینؒ سے لے کر آج تک پوری اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس عقیدے پر قائم رہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی نبوّت و رسالت ختم ہے، آپؐ بلا استثناء آخری نبی ہیں، آپؐ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں

ہوگا، (حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آپؐ سے پہلے پیدا ہوکر منصبِ نبوّت پر فائز ہوچکے ہیں، اُن کا آخرِ زمانہ میں آنا اس کے قطعاً منافی نہیں)۔

اس مسئلے کے اتنا بدیہی اور اجماعی ہونے کے ساتھ اس پر دلائل جمع کرنا اور اس کا ثبوت پیش کرنا درحقیقت ایک بدیہی کو نظری اور کھلی ہوئی حقیقت کو پیچیدہ بنانے کے مرادف معلوم ہوتا ہے، بلکہ اس مسئلے کا ثبوت پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص مسلمانوں کے سامنے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کا ثبوت پیش کرے۔ ان حالات میں کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس موضوع پر کوئی مستقل رسالہ یا کتاب لکھی جائے، لیکن تعلیماتِ اسلام سے عام غفلت و جہالت اور روز پیدا ہونے والے نئے نئے فتنوں نے جہاں بہت سے حقائق پر پردہ ڈال دیا ہے باطل کو حق اور حق کو باطل کرکے ظاہر کیا ہے، وہیں یہ مسئلہ بھی تختۂ مشق بن گیا۔

اس مسئلے میں فرقہ اور جماعت کی حیثیت سے سب سے پہلے باب و بہاء کی جماعت فرقۂ بابیہ نے اختلاف کیا، مگر وہ علمی رنگ میں اس بحث کو آگے نہ پہنچا سکے، اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے اس میں خلاف و اختلاف کا دروازہ کھولا، اور اُن کی چھوٹی بڑی بہت سی کتابوں میں یہ بحث ایسی منتشر اور متضاد ہے کہ خود ان کے ماننے والے بھی اس پر متفق نہ ہوسکے کہ وہ کیا کہتے ہیں اور ان کا کیا دعویٰ ہے؟ کہیں بالکل عام مسلمانوں کے اجماعی عقیدے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے اور وحیٔ نبوّت کے اِنقطاعِ کلی کا اقرار اور آپؐ کے بعد مطلقاً کسی نبی یا رسول کے پیدا نہ ہونے کا اعتراف ہے، کہیں اپنے آپ کو مجازی اور لغوی نبی کہا گیا ہے، کہیں نبوّت کی ایک نئی قسم ظلّی و بروزی بتلاکر بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے، کہیں نبوّت کو تشریعی اور غیرتشریعی میں تقسیم کرکے تشریعی کا اِختتام اور غیرتشریعی کا جاری ہونا بیان کیا گیا، اور اپنے آپ کو غیرتشریعی نبی بتلایا، اور وحیٔ غیرتشریعی کا دعویٰ کیا گیا ہے، کہیں کھلے طور پر صاحبِ شریعت نبی ہونے اور وحیٔ تشریعی کا دعویٰ کیا گیا۔

یہی وجہ ہے کہ ان کے متبعین تین فرقوں میں تقسیم ہوگئے، ایک فرقہ اُن کو صاحبِ شریعت اور تشریعی نبی و رسول مانتا ہے، یہ ظہیرالدین اروپی کا فرقہ ہے۔ دُوسرا

فرقہ ان کو باصطلاحِ خود غیر تشریعی نبی کہتا ہے، یہ قادیانی پارٹی ہے، جو مرزا محمود صاحب کی پیرو ہے۔ تیسرا فرقہ ان کو نبی یا رسول نہیں بلکہ مسیحِ موعود اور مہدیٔ موعود قرار دیتا ہے، یہ مسٹر محمد علی لاہوری کے متبعین ہیں۔

غرض مرزا غلام احمد قادیانی اور اُن کے متبعین نے اس قطعی اور اجماعی مسئلے میں خلاف و شقاق کا دروازہ کھولا، عوام کی جہالت اور مغربی تعلیم سے متأثر، دِینی تعلیم سے بیگانہ افراد کی ناواقفیت سے ناجائز فائدہ اُٹھایا، کہ اس مسئلے میں طرح طرح کے اوہام و شکوک اُن کے دِلوں میں پیدا کردیئے، اور اُن کی نظر میں اس بدیہی مسئلے کو نظری بنادیا، اسی لئے اہلِ علم و اہلِ دِین کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا، کہ اُن کے شبہات و شکوک دُور کئے جائیں، اور قرآن و حدیث کی صحیح روشنی اُن کے سامنے لائی جائے۔

میں اس سے پہلے ایک رسالہ ختمِ نبوّت پر عربی زبان میں بحکم سیّدی و اُستاذی حضرت العلامہ مولانا سیّد محمد انور شاہ صاحب کشمیری دامت برکاتہم صدر مدرّس دار العلوم دیوبند بنام ”ھدیۃ المھدیین“ لکھ چکا تھا، تاکہ مصر و عراق میں شائع کیا جائے جہاں قادیانی جماعت نے اپنا پروپیگنڈا کیا ہوا ہے۔ اس وقت میرے اُستاذِ محترم حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد عثمانی دامت برکاتہم محدّث دار العلوم دیوبند اور حضرت مولانا سیّد مرتضیٰ حسن صاحب ناظم شعبۂ تبلیغ دار العلوم دیوبند نے احقر کو فرمایا کہ اس مسئلے پر اُردو زبان میں ایک تحقیقی کتاب لکھی جائے، حسب الارشاد یہ زیرِ نظر کتاب مسمّٰی بہ ”ختمِ نبوّت“ لکھی گئی۔

اللہ تعالیٰ اس کو سب مسلمانوں کے لئے اور ہمارے ان بھائیوں کے لئے جو کسی شبہ میں مبتلا ہوکر اپنی ملت سے بچھڑ گئے ہیں، نافع و مفید اور قبولِ حق کا ذریعہ بنائیں، وَمَا ذٰلِکَ عَلَى اللهِ بِعَزِیْزٍ، ہم کیا اور ہماری تحقیق و تصنیف کیا، یہ بھی اُسی کے لطف و کرم کا نتیجہ ہے، اور اس سے کوئی فائدہ پہنچانا بھی اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہی دِلوں کو پھیرنے والا مصرِّف القلوب ہے ؎

نہ بحرف ساختہ سرخوشم نہ بہ نقش بستہ مشوّشم
نفسے زیادِ تو می زنم چہ عبارت و چہ معانیم

مخلصانہ گزارش

میں نے اس کتاب کی جمع و تصنیف میں محنت صرف اس لئے اُٹھائی کہ قرآن و حدیث کا صحیح فیصلہ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا صحیح عقیدہ مسلمانوں کے سامنے پیش کردُوں تاکہ ان لوگوں کے شبہات و اوہام دُور ہوسکیں جو فرقۂ مرزائیہ کے پروپیگنڈے سے پیدا ہوئے ہیں یا ہوسکتے ہیں۔

اِنْ أُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

ترجمہ:- میرا اس کے سوا کوئی مطلب نہیں کہ اپنی مقدور بھر اصلاح کی کوشش کروں اور اس کام میں میرا بھروسہ صرف اللہ عظمت والے پر ہے۔

میری درخواست ہے کہ یہ معاملہ عقیدے کا ہے، جس کا تعلق براہِ راست خدا تعالیٰ سے ہے، جس کے سامنے ہر شخص کو ایک روز پیش ہونا اور اپنے اعمال و افعال کا حساب دینا ہے، اس معاملے میں ضد اور ہٹ یا جماعتی تعصب سے متأثر ہونا خسارۂ دِین و دُنیا ہے۔

خدا کے لئے ان اوراق کو بات کی پچ یا جماعتی تعصب سے خالی الذہن ہوکر قرآن و حدیث کا صحیح منشاء معلوم کرنے کی طلب دِل میں لے کر ملاحظہ فرمائیں، اور دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم کی ہدایت، اپنے کلام کا صحیح منشاء معلوم کرنے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں، وَاللہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

مقدّمہ

چونکہ مسئلۂ ختمِ نبوّت پر بحث اور تصنیفِ رسالہ کا سبب مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ اور ان کے اقوال ہیں، اور وہ اتنے متضاد و متہافت ہیں کہ خود اُن کے متبعین بھی تعیینِ دعویٰ میں حیران ہیں، اور بعض مرتبہ مسلمانوں پر تلبیس کے لئے مرزا صاحب کے وہ اقوال پیش کردیئے جاتے ہیں جن میں ختمِ نبوّت کا اعتراف اسی تفسیر کے ساتھ ہے جو تمام اُمتِ مرحومہ کا عقیدہ ہے، اور ایسے اقوال پیش کرکے ناواقف مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنا یا بوقتِ ضرورت اپنی جماعت کا ملتِ اسلامیہ کے ساتھ اشتراک مقصود ہوتا ہے،(۱) جو قطعاً واقعہ کے خلاف ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسئلۂ ختمِ نبوّت پر شواہد و دلائل اور ''خاتم النبیّین'' کی تفسیر پر کلام کرنے سے پہلے خود مرزا صاحب اور ان کے خلفاء کے مستند بیانات سے یہ واضح کردیا جائے کہ مسئلۂ ختمِ نبوّت کے متعلق ان کے خیالات کیا ہیں، اور پوری اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کا کیا سلوک ہے، یہاں ان کی سینکڑوں عبارات واقوال میں سے چند پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ختمِ نبوّت کے اقرار و انکار اور ختمِ نبوّت کے معنیٰ اور نبوّت و وحی کے دعووں سے متعلق مرزا صاحب کے تضاد میں اگر کوئی معقولیت اور تطبیق پیدا کی جاسکتی ہے تو صرف اس طرح کہ ان کو مختلف ادوارِ عمر اور مختلف زمانوں سے متعلق قرار دیا

---

(۱) جیسا کہ حال میں پاکستان اور خصوصاً پنجاب میں تحریکِ ختمِ نبوّت پر ہنگامے ہوئے تو مرزا محمود خلیفۂ قادیان کی طرف سے ایک ایسا ہی بیان اخبارات میں نکلا جس میں ظاہر کیا گیا کہ ہم سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین مانتے ہیں، اور یہی مرزا صاحب کا دعویٰ تھا۔ حالانکہ ان کی مستقل تصانیف اور بے شمار بیانات اس کے خلاف موجود ہیں، اور ان سے آج رُجوع کرنے یا ان کے غلط قرار دینے کا اعلان بھی کوئی نہیں، جس سے ثابت ہے کہ یہ بیان بجز تلبیس کے کچھ نہیں۔

جائے، جس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں مرزا صاحب پر تین دور گزرے ہیں۔

پہلا دور:- وہ تھا جب مرزا صاحب سب مسلمانوں کی طرح مسلمان تھے اور اُمت کے اجماعی عقائد و نظریات کو بلا کسی جدید تأویل وتحریف کے تسلیم کرتے تھے، اور ایک مبلغِ اسلام کی حیثیت سے کچھ چیزیں لکھتے تھے۔

دُوسرا دور:- وہ تھا جس میں انہوں نے کچھ دعوے شروع کئے، اور ان میں تدریج سے کام لیا، مجدّد ہوئے، مہدی بنے، یہاں تک کہ مسیحِ موعود بنے، یہاں پہنچ کر یہ خیال آنا ناگزیر تھا کہ مسیحِ موعود تو اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم رسول و نبی اور صاحبِ وحی تھے، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے ہوتے ہوئے کسی نئے شخص کا مسیحِ موعود بننا تو ختمِ نبوّت کے خلاف ہے، اُس وقت انہوں نے ختمِ نبوّت کے معنیٰ میں تحریفیں شروع کیں، نبوّت کی خودساختہ چند قسمیں تشریعی، غیرتشریعی، ظلّی، بروزی، لغوی اور مجازی بتلاکر ختمِ نبوّت کے یقینی عموم و اطلاق کو مشکوک کرنا چاہا، اور اپنی مزعومہ اَقسامِ نبوّت سے بعض قسموں کا بعدِ وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جاری رہنا بتلایا اور اپنے حق میں اسی جاری رہنے والی نبوّت کے مدعی بن گئے۔

تیسرا دور:- وہ تھا جس میں تأویل وتحریف سے بے نیاز ہوکر کھلے طور پر ہر قسم کی نبوّت کے بلاتفریق تشریعی و غیرتشریعی سلسلے جاری قرار دیئے اور خود کو صاحبِ شریعت نبی بتلایا۔

دُوسرا دور اُنیسویں صدی عیسوی کے آخر یا بیسویں صدی کے شروع میں تھا، پہلا اس سے پہلے اور تیسرا اس کے بعد، بیانِ مذکور کی تصدیق میں مرزا صاحب کی اپنی تصانیف سے نیز اُن کے خلیفہ سوم کی چند تحریروں سے نقل کیا جاتا ہے۔

پہلا دور

نبی اور رسول کی تعریف ۱۸۹۱ء میں

۱:- اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنیٰ ہوتے ہیں

کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں، یا بعض اَحکامِ شریعتِ سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں، یا نبیٔ سابق کی اُمت نہیں کہلاتے اور براہِ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(خط مسیحِ موعود، ۱۷/اگست ۱۸۹۱ء مطبوعہ مباحثہ راولپنڈی ص:۱۴۵)

۲:- جیسا کہ حضرتِ اقدس نے حضرت عیسیٰ کی اس اُمت میں بحیثیت نبی آسکنے کے دلائل میں فرمایا:

۱:- یہ دونوں حقیقتیں (نبوّت اور اُمتیّت، ناقل) متناقض ہیں۔ (ریویو ص:۸)[1]

۲:- رسول اور اُمتی کا مفہوم متباین ہے۔

(ازالۂ اوہام ص:۵۷۵)[2]

۳:- مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. اَلَا تَعْلَمُ اَنَّ الرَّبَّ الرَّحِيْمَ الْمُتَفَضِّلُ يُسَمّٰى نَبِيُّنَا صلعم خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ اسْتِثْنَاءٍ وَفَسَّرَهُ نَبِيُّنَا فِيْ قَوْلِهٖ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ.

(حمامۃ البشریٰ ص:۲۰ مصنفہ مرزا غلام احمد)[3]

۴:- قرآن شریف میں ختمِ نبوّت کا بکمال تصریح ذکر ہے، اور پُرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے، حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں نفی عام ہے۔ (ایام الصلح ص:۱۴۶)[4]

۵:- کیا تو نہیں جانتا کہ پروردگار رحیم و صاحبِ فضل نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر کسی استثناء کے خاتم النبیین نام رکھا ہے، اور ہمارے نبیؐ نے اہلِ طلب کے لئے اس کی تفسیر اپنے قول "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" میں واضح طور پر فرمادی، اور اگر ہم

---

(۱) ریویو مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی ج:۱۹ ص:۲۱۶۔ (۲) رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۴۱۰۔

(۳) ایضاً ج:۷ ص:۲۰۰۔ (۴) ایضاً ج:۱۴ ص:۳۹۳۔

اپنے نبی کے بعد کسی نبی کا ظہور جائز قرار دیں تو گویا ہم بابِ وحی بند ہوجانے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے، اور یہ صحیح نہیں ہے، جیسا کہ مسلمانوں پر ظاہر ہے، اور ہمارے رسول کے بعد نبی کیونکر آسکتا ہے، درآں حالیکہ آپؐ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ فرمادیا۔

(حمامۃ البشریٰ ص:۳۴، از مرزا غلام احمد قادیانی)

۶:- آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور حدیث "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا، اور قرآن شریف جس کا ہر لفظ قطعی ہے اپنی آیت "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ" سے اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ختم ہوچکی ہے۔ (کتاب البریہ ص:۱۸۴، حاشیہ از مرزا غلام احمد قادیانی)[1]

۷:- ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیتِ خاتم النبیین میں وعدہ کیا گیا ہے، اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفاتِ رسول اللہ ہمیشہ کے لئے وحیٔ نبوّت لانے سے منع کیا گیا ہے، یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلعم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا۔ (ازالہ اوہام ص:۵۷۷، از مرزا غلام احمد قادیانی)[2]

۸:- قرآنِ کریم بعد خاتم النبیین کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا، خواہ وہ نیا ہو یا پرانا، کیونکہ رسول کو علمِ دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے، اور اب نزولِ جبرئیل بہ پیرایہ وحیٔ رسالت مسدود ہے، اور یہ

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۳ ص:۲۱۷، ۲۱۸۔

(۲) ایضاً ج:۳ ص:۴۱۲۔

بات خود ممتنع ہے کہ رسول تو آوے مگر سلسلۂ وحیٔ رسالت نہ ہو۔

(ازالہ اوہام ص:۷۶۱، از مرزا غلام احمد قادیانی)(۱)

۹:- رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ اَمر داخل ہے کہ نبی دینی علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کرے، اور ابھی ثابت ہوچکا ہے کہ اب وحیٔ رسالت تاقیامت منقطع ہے۔ (ازالہ اوہام ص:۶۱۴)(۲)

۱۰:- اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزمِ محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرئیل علیہ السلام کی وحیٔ رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہوجائے، اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہے، پیدا ہوجائے، اور جو مستلزمِ محال ہو وہ محال ہوتا ہے، فتدبر۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص:۵۸۳)(۳)

۱۱:- اور اللہ کو شایانِ شان نہیں کہ خاتم النبیین کے بعد نبی بھیجے، اور نہ یہ شایانِ شان ہے کہ سلسلۂ نبوّت کو دوبارہ ازسرِنو شروع کردے بعد اس کے کہ اسے قطع کرچکا ہو۔

(آئینۂ کمالات انسان ص:۳۷۷، از مرزا غلام احمد قادیانی)(۴)

۱۲:- ان تمام اُمور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہلِ سنت و جماعت کا ہے، اب میں مفصلہ ذیل اُمور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانۂ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں، کہ جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کا قائل ہوں، اور جو شخص ختمِ نبوّت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔

(مرزا غلام احمد کا تحریری بیان جو بتاریخ ۲۳ر اکتوبر ۱۸۹۱ء جامع مسجد دہلی کے جلسہ میں دیا گیا، مندرجہ تبلیغِ رسالت حصہ دوم ص:۴۴)(۵)

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۵۱۱۔ (۲) ایضاً ج:۳ ص:۴۳۳۔ (۳) ایضاً ج:۳ ص:۴۱۴۔
(۴) ایضاً ج:۳ ص:۳۷۷۔ (۵) مجموعۂ اشتہارات ج:۱ ص:۲۵۵۔

۱۳:- ہم مدعیٔ نبوّت پر لعنت بھیجتے ہیں، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختمِ نبوّت پر ایمان رکھتے ہیں۔

(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مؤرخہ ۲۰ر شعبان از تبلیغِ رسالت ص:۲)(۱)

۱۴:- وما کان لی ان ادعی النبوّۃ واخرج عن الاسلام والحق بقوم کافرین (مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوّت کا دعویٰ کرکے اسلام سے خارج ہوجاؤں اور کافروں کی جماعت سے جاملوں)۔ (حمامۃ البشریٰ ص:۹۶)(۲)

دُوسرا دور ۱۸۹۹ء کے بعد

نبی کی تعریف میں تبدیلی

۱۵:- اب بجز محمدی نبوّت کے سب نبوّتیں بند ہیں، شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا، اور بغیر شریعت کے آسکتا ہے، مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو، پس اس بناء پر میں اُمتی بھی ہوں اور نبی بھی۔

(تجلیاتِ الٰہیہ ص:۲۵)(۳)

ختمِ نبوّت کے معنی کی تحریف اور دبے دبے لفظوں میں دعوائے نبوّت

۱۶:- نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرفِ مکالمہ ومخاطبۂ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مأمور ہو، یہ نہیں کہ کوئی دُوسری شریعت لاوے، کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔

(تجلیاتِ الٰہیہ ص:۹)(۴)

---

(۱) مجموعۂ اشتہارات ج:۲ ص:۲۹۷۔ (۲) رُوحانی خزائن ج:۷ ص:۲۹۷۔

(۳) ایضاً ج:۲۰ ص:۴۱۲۔ (۴) ایضاً ج:۲۰ ص:۴۰۱۔

۱۷:- تم بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ وہ نعمتیں کیونکر پا سکتے ہو، لہٰذا ضرور ہوا کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ پر پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً فوقتاً آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ، اب کیا تم خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرو گے، اور اس کے قدیم قانون کو توڑ دو گے۔ (لیکچر سیالکوٹ ص:۳۲)[1]

۱۸:- خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کلام پاکر جو غیب پر مشتمل ہو، زبردست پیشین گوئیاں ہوں، مخلوق کو پہنچانے والا اسلامی اصطلاح کی رُو سے نبی کہلاتا ہے۔

(تقریر حجۃ اللہ ص:۲، نیز اخبار الحکم ۲ مئی ۱۹۰۸ء، مباحثہ راولپنڈی ص:۱۲۱)

۱۹:- یہ تمام بدقسمتی دھوکے سے پیدا ہوئی کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی، نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرفِ مکالمہ و مخاطبۂ الٰہیہ سے مشرف ہو، شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں، اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ (ضمیمہ براہین پنجم ص:۱۳۸)[2]

۲۰:- میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو، جو غیب پر مشتمل ہو، اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا، مگر بغیر شریعت کے۔ (تجلیاتِ الٰہیہ ص:۲۶)[3]

۲۱:- میں کوئی نیا نبی نہیں، مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں۔

(الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء)

۲۲:- اس اُمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں، اور ایک وہ بھی ہوا جو اُمتی بھی ہے اور نبی بھی۔ (حقیقۃ الوحی ص:۲۸ حاشیہ)[4]

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۰ ص:۲۲۷۔ (۲) ایضاً ج:۲۱ ص:۳۰۶۔
(۳) ایضاً ج:۲۰ ص:۴۱۲۔ (۴) ایضاً ج:۲۲ ص:۳۰۔

۲۳:- خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا اس درجہ کو پہنچا کہ ایک پہلو سے وہ اُمتی ہے اور ایک پہلو سے نبی ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص:۹۶ حاشیہ)[۱]

۲۴:- اور خود حدیثیں پڑھتے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں اسرائیلی نبیوں کے مشابہ لوگ پیدا ہوں گے، اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے نبی ہوگا اور ایک پہلو سے اُمتی، وہی مسیحِ موعود کہلائے گا۔

(حقیقۃ الوحی ص:۱۰۱ حاشیہ)[۲]

۲۵:- جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء، ابدال، اقطاب اس اُمت میں سے گزر چکے ہیں، ان کو حصۂ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا، پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں، اور دُوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص:۳۹۱)[۳]

۲۶:- اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہوکر اور اس نام محمد اور احمد میں مسمّٰی ہوکر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص:۴)[۴]

۲۷:- ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں، دراصل یہ نزاعِ لفظی ہے، خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظِ کمیّت و کیفیت دُوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشین گوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں، اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے، پس ہم نبی ہیں۔

(بلد ۵ رمارچ ۱۹۰۸ء از مباحثہ راولپنڈی ص:۱۳۷)

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۹۹۔ (۲) ایضاً ج:۲۲ ص:۱۰۴۔

(۳) ایضاً ج:۲۲ ص:۴۰۶۔ (۴) ایضاً ج:۱۸ ص:۲۱۱۔

۲۸:- میں مسیحِ موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرورِ انبیاء نے نبیؐ اللہ رکھا ہے۔ (نزول المسیح ص:۴۸)(۱)

۲۹:- میں رسول اور نبی ہوں، یعنی باعتبار ظلّیتِ کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوّت کا کامل انعکاس ہے۔ (نزول المسیح ص:۳ حاشیہ، از مباحث راولپنڈی ص:۱۳۰)(۲)

۳۰:- اس طرح پر میں خدا کی کتاب میں عیسیٰ بن مریم کہلایا، چونکہ مریم ایک اُمتی فرد ہے، اور عیسیٰ ایک نبی ہے، پس میرا نام مریم اور عیسیٰ رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا کہ میں اُمتی بھی ہوں اور نبی بھی۔ (ضمیمہ براہین پنجم ص:۱۸۹)(۳)

۳۱:- اس مرکب نام (اُمتی نبی) کے رکھنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ تاکہ عیسائیوں پر ایک سرزنش کا تازیانہ لگے، کہ تم تو عیسیٰ بن مریم کو خدا بناتے ہو مگر ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کا نبی ہے کہ اس کی اُمت کا ایک فرد نبی ہوسکتا ہے اور عیسیٰ کہلاسکتا ہے، حالانکہ وہ اُمتی ہے۔ (ضمیمہ براہین پنجم ص:۱۸۴)(۴)

۳۲:- پس باوجود اس شخص (مسیحِ موعود، ناقل) کے دعوائے نبوّت کے جس کا نام ظلّی طور پر محمد و احمد رکھا گیا، پھر بھی سیّدنا محمد خاتم النبیّین ہی رہا۔ (ایک غلطی کا ازالہ)(۵)

۳۳:- اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی، اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیّین ٹھہرا، یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوّت بخشتی ہے، اور آپ کی توجہ رُوحانی

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۴۲۷۔
(۲) ایضاً ج:۱۸ ص:۳۸۱۔
(۳) ایضاً ج:۲۱ ص:۳۶۱۔
(۴) ایضاً ج:۲۱ ص:۳۵۵۔
(۵) ایضاً ج:۱۸ ص:۲۰۹۔

نبی تراش ہے، اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔
(حقیقۃ الوحی ص:۹۷ حاشیہ)[۱]

۳۴:- جس جس جگہ میں نے نبوّت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں، اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں، مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیض حاصل کرکے اور اپنے لئے اسی کا نام پاکر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علمِ غیب پایا ہے، رسول اور نبی ہوں، مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا، بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کرکے پکارا ہے، سو اَب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)[۲]

۳۵:- **ونؤمن بانّه خاتم الانبياء لا نبيّ بعدهٗ الّا الّذی رَبّی من فيضه واظهره وعده۔** (از مباحثہ راولپنڈی ص:۱۴۳)

تیسرا دور

کھلے طور پر دعوائے نبوّت و رسالت و وحیٔ نبوّت

۳۶:- میں اس خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص:۶۸، از مباحثہ راولپنڈی ص:۱۳۵)[۳]

۳۷:- **وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا**، پس اس سے آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے، اور وہی

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۰۰۔ (۲) ایضاً ج:۱۸ ص:۲۱۰، ۲۱۱۔
(۳) ایضاً ج:۲۲ ص:۵۰۳۔

مسیحِ موعود ہے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص:۶۵، از مباحثہ راولپنڈی ص:۱۳۵)[1]

۳۸:- وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ، یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیش گوئی ہے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص:۶۱، از مباحثہ راولپنڈی ص:۱۳۵)[2]

۳۹:- صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص:۱۵۰، از مباحثہ راولپنڈی ص:۱۳۵)[3]

۴۰:- اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں اُن کے نمونے ظاہر کئے جائیں، سو وہ میں ہوں، اسی طرح اس زمانہ میں تمام بدوں کے نمونے بھی ظاہر ہوئے، فرعون ہوں یا وہ یہود ہوں جنہوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا، یا ابوجہل ہو، سب کی مثالیں اس وقت موجود ہیں۔

(براہین پنجم ص:۹۰، از مباحثہ راولپنڈی ص:۱۳۵)[4]

۴۱:- خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو بھی اس سے نبوّت ثابت ہوسکتی ہے، لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں نہیں مانتے۔

(چشمۂ معرفت ص:۲۱۷)[5]

۴۲:- خدا نے میرے ہزارہا نشانوں سے میری تائید کی ہے کہ بہت کم نبی گزرے ہیں جن کی یہ تائید کی گئی ہو لیکن پھر بھی جن

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۵۰۰۔ (۲) ایضاً ج:۲۲ ص:۵۰۲۔
(۳) ایضاً ج:۲ ص:۱۵۴۔ (۴) ایضاً ج:۲۱ ص:۱۱۷، ۱۱۸۔
(۵) ایضاً ج:۲۳ ص:۳۳۲۔

کے دِلوں پر مہریں ہیں وہ خدا کے نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ (تمہ حقیقۃ الوحی ص:۱۴۸)[1]

۴۳:- میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے، اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے، اور اسی نے مجھے مسیحِ موعود کے نام سے پکارا ہے، اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے، جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ (تمہ حقیقۃ الوحی ص:۶۸)[2]

۴۴:- سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔
(دافع البلاء ص:۱۷۰)[3]

۴۵:- حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے اُوپر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ (ایک غلطی کا ازالہ ج:۱۸ ص:۲)
(نیز یہی مضمون اربعین ص:۴ و ۶ اور نزول المسیح ص:۹۹، حقیقۃ الوحی ص:۱۰۲ و ۱۰۷ اور انجام آتھم ص:۶۲ و حقیقۃ النبوۃ مرزا محمود ص:۲۰۹ و ۲۱۴ وغیرہ وغیرہ کتابوں میں بکثرت موجود ہے)۔[4]

۴۶:- میں خدا کی تیئس برس کی متواتر وحی کو کیسے رَدّ کرسکتا ہوں، میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہوچکی ہیں۔
(حقیقۃ الوحی ص:۱۵۰ و ۲۱۱، انجامِ آتھم ص:۶۲)[5]

۴۷:- اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ میری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے، اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے: "هُوَ الَّذِیْ

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۵۸۷۔ (۲) ایضاً ج:۲۲ ص:۵۰۳۔
(۳) ایضاً ج:۱۸ ص:۲۳۱۔ (۴) ایضاً ج:۲۲
(۵) حقیقۃ الوحی ص:۱۵۴ - ۲۲۰۔

اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ"۔ (اعجازِ احمدی ص:۷)[1]

۴۸:- آنچہ من بشنوم از وحیٔ خدا
بخدا پاک دانمش زخطا
ہمچو قرآن منزّہش دانم
از خطاہا ہمیں است ایمانم
(رسالہ نزول المسیح مصنفہ مرزا صاحب ص:۹۹)[2]

نیز اسی رسالے کے صفحہ:۹۹ ہی میں فرماتے ہیں:-

۴۹:- انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم زکسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں
ہر کہ گوید دروغ ہست ولعین

۵۰:- آنچہ دادہ است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بہ تمام
(رسالہ نزول المسیح، صفحہ مذکور)

۵۱:- چنانچہ وہ مکالماتِ الٰہیہ جو "براہینِ احمدیہ" میں شائع ہوچکے ہیں، ان میں سے ایک یہ وحی ہے: "ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ" (براہینِ احمدیہ ص:۴۹۸) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کرکے پکارا گیا ہے، پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحیُ اللہ ہے: "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" میں، اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔ (تبلیغِ رسالت ج:۱۰ ص:۱۰۴)[3]

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۹ ص:۱۱۳۔ (۲) ایضاً ج:۱۸ ص:۴۷۷۔ (۳) ایضاً ج:۳ ص:۴۳۱، ۴۳۲۔

تشریعی نبوّت اور صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ

۵۲:- اگر کہو کہ صاحب الشریعت افتراء کرکے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری، تو اوّل تو یہ دعویٰ بلادلیل ہے، خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی، ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند اَمر و نہی بیان کئے، اور اپنی اُمت کے لئے قانون مقرر کیا، وہی صاحبِ شریعت ہوگا، پس اس تعریف کی رُو سے ہمارے مخالف ملزم ہیں، کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی، مثلاً: "قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ"، یہ براہینِ احمدیہ میں درج ہے، اور اس میں اَمر بھی ہے اور نہی بھی، اور اس پر برس کی عمر گزر گئی، اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں اَمر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی، اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے اَحکام ہوں تو یہ باطل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى" یعنی قرآنی تعلیم میں بھی موجود ہے۔

اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے کہ جس میں باستیفاء اَمر و نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے، کیونکہ اگر توراۃ یا قرآن میں باستیفاء اَحکامِ شریعت کا ذکر ہوتا تو اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی، غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں۔[1]

اسی کتاب کے حاشیہ نمبرے میں لکھتے ہیں:-

چونکہ میری تعلیم میں اَمر بھی ہے اور نہی بھی، اور شریعت کے

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۴۳۵، ۴۳۶۔

ضروری اَحکام کی تجدید ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے اُوپر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے، جیسا کہ ایک الہامِ الٰہی کی یہ عبارت ہے: "وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللهَ یَدُ اللهِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ" یعنی اس تعلیم وتجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری وحی سے بنا، جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں، یہ خدا کا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھ خدا نے میری وحی اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا، اور تمام انسانوں کے لئے اسے مدارِ نجات ٹھہرایا، جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔ (حاشیہ اربعین ص:۷)(۱)

تمام انبیاء علیہم السلام کی ہمسری بلکہ ان سے افضلیت کا دعویٰ اور ان کی توہین

۵۳:- میں آدم ہوں، شیث ہوں، نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحٰق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا مظہرِ اتم ہوں، یوں ظلّی طور پر میں محمد اور احمد ہوں۔

(حاشیہ حقیقۃ الوحی ص:۷۲، نزول المسیح ص:۴، از ختمِ نبوّت ص:۸)(۲)

۵۴:- ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑ دو، اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

(دافع البلاء ص:۲۰، از ختمِ نبوّت ص:۸)(۳)

---

(۱) حاشیہ ص:۴۳۵۔ (۲) رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۷۶، ج:۱۸ ص:۳۸۲۔

(۳) ایضاً ص:۲۴۰۔

۵۵:- خدا نے اس اُمت میں مسیح بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے، مجھے قسم ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر مسیح ابنِ مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں، ہرگز نہ دکھلا سکتا۔

(حقیقۃ الوحی ص:۱۳۵، ۱۴۸)[۱]

۵۶:- آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (حاشیہ انجامِ آتھم ص:۷) پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی کیوں نام رکھا۔ (حاشیہ ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۴)[۲] یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کچھ جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔

(حاشیہ ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۵، ازالہ کلاں ص:۳، اعجازِ احمدی ص:۱۳ و ۱۴، ازالۂ اوہام ص:۱۳۲ و ۱۳۳، وکشتیٔ نوح ص:۱۶، از ختمِ نبوت ص:۸)[۳]

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے افضلیت کا دعویٰ

۵۷:- ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد صرف تین ہزار لکھی ہے۔ (تحفۂ گولڑویہ ص:۴۰)[۴]

اور اپنے معجزات کی تعداد براہینِ احمدیہ حصہ پنجم صفحہ:۵۶ پر دس لاکھ بتلائی ہے۔[۵]

۵۸:- لہ خسف القمر المنیر وان لی غسا القمران المشرقان اتنکر. اس کے لئے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۵۲۔
(۲) ایضاً ج:۱۱ ص:۲۹۱۔
(۳) ایضاً ج:۱۱ ص:۲۸۹۔
(۴) ایضاً ج:۱۷ ص:۱۵۳۔
(۵) ایضاً ج:۲۱ ص:۷۲۔

وسلم کے) چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں، اب کیا تو انکار کرے گا۔ (اعجازِ احمدی ص:۷۱)[1]

۵۹:- ایک غلطی کا ازالہ (اشتہار) میں حضرت مسیحِ موعود نے فرمایا "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ" کے الہام میں محمد رسول اللہ سے میں مراد ہوں اور محمد رسول اللہ خدا نے مجھے کہا ہے۔

(اخبار الفضل قادیان جلد:۱۰ مؤرخہ ۱۵/فروری ۱۹۱۵ء)

۶۰:- پس ظلّی نبوّت نے مسیحِ موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا، بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریمؐ کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔ (کلمۃ الفصل، مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی، مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز ص:۱۱۲ نمبر:۲ جلد:۱۴)

۶۱:- محمد پھر اُتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(از قاضی ظہیر الدین صاحب اکمل قادیانی، منقول از اخبار "پیغامِ صلح" لاہور مؤرخہ ۱۴/مارچ ۱۹۱۶ء)

۶۲:- محمد میں اور ہمارے میں بڑا فرق ہے، کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔

(نزول المسیح مرزا غلام احمد صاحب ص:۹۶)

حدیثِ رسول کی توہین

۶۳:- اور ہم اس کے جواب میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعوے کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۹ ص:۱۸۳۔

ہے جو میرے اُوپر نازل ہوئی، ہاں تائیدی طور پر وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں، اور دُوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ (اعجازِ احمدی ص:۳۰، تحفۂ گولڑویہ ص:۱۰)[(۱)]

اپنے نہ ماننے والے تمام مسلمانوں کو مغلظ گالیاں اور سب کی تکفیر

۶۴:- جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔

(الہام مرزا غلام احمد صاحب، تبلیغِ رسالت ج:۹ ص:۲۷)[(۲)]

۶۵:- کل مسلمانوں نے مجھے قبول کرلیا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرلی ہے، مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔ (آئینۂ کمالات ص:۵۴)[(۳)]

۶۶:- جو شخص میرا مخالف ہے وہ عیسائی، یہودی، مشرک اور جہنمی ہے۔

(نزول المسیح ص:۴، تذکرہ ص:۲۲۷، تحفہ گولڑویہ ص:۲۱، تبلیغِ رسالت ج:۹ ص:۲۷)

۶۷:- بلاشبہ ہمارے دُشمن بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئیں۔

(نجم الہدیٰ ص:۱۰، دُرِّثمین ص:۲۹۴)[(۴)]

۶۸:- جو شخص ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۹ ص:۱۴۰۔

(۲) مجموعۂ اشتہارات ج:۳ ص:۲۷۵۔

(۳) رُوحانی خزائن ج:۵ ص:۵۴۷، ۵۴۸۔ (۴) ایضاً ج:۱۴ ص:۵۳۔

کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے۔ (انوار الاسلام ص:۴۰)(۱)

۶۹:- ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص:۱۶۳)(۲)

۷۰:- کفر دو قسم پر ہے (اوّل) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا، (دوئم) دُوسرے یہ کفر کہ مثلاً مسیحِ موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمامِ حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا و رسول نے تائید کی اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں تاکید پائی جاتی ہے، پس اس لئے کہ وہ خدا و رسول کے فرمان کا منکر ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص:۱۷۹)(۳)

۷۱:- دُنیا میں مأموروں کے انکار جیسی کوئی شقاوت نہیں اور ان مقبولوں کے مان لینے جیسی کوئی سعادت نہیں، اور وہ امن و امان کے قلعہ کی چابی اور داخل ہونے والوں کی پناہ ہیں، تو پھر کیا حال ہوگا اس کا جس نے اس کی چابی کو کھول دیا، اور قلعہ میں داخل نہ ہوا، اور باہر نکالے ہوئے لوگوں کے ساتھ مل کر بیٹھ رہا، اور فی الحقیقت دو شخص بڑے ہی بدبخت ہیں اور اِنس و جن میں سے ایسا کوئی بھی بدطالع نہیں، ایک وہ جس نے خاتم الانبیاء کو نہ مانا، دُوسرا وہ جو خاتم الخلفاء پر ایمان نہ لایا۔ (الہدیٰ ص:۴، غلام احمد)(۴)

۷۲:- کافر کہنے والا بہرحال منکر ہوگا اور جو شخص اس دعوے سے منکر ہے وہ بہرحال کافر ٹھہر گیا۔

(براہینِ احمدیہ حصۂ پنجم طبع دوم ص:۶۴، خاتمہ بحث ص:۲۶)(۵)

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۹ ص:۳۱۔ (۲) ایضاً ج:۲۲ ص:۱۶۷۔ (۳) ایضاً ج:۲۲ ص:۱۸۵۔
(۴) ایضاً ج:۱۸ ص:۲۵۰۔ (۵) ایضاً ج:۲۱ ص:۸۲۔

۷۳:- الجواب، یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں، حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے، کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے، پس جبکہ میں نے ایک مکذّب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا ہے اس صورت میں نہ میں کافر بلکہ بڑا کافر ہوا، علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا و رسول کو بھی نہیں مانتا، کیونکہ میری نسبت خدا و رسول کی پیشین گوئی موجود ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص:۱۶۳، از غلام احمد)(۱)

۷۴:- فضل حسین بیرسٹر نے کوئی چھ مرتبہ التجا کی کہ ہم لوگ کافر نہیں کہتے یا جو لوگ کافر نہیں کہتے ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے، تو حضرت (مرزا غلام احمد) نے بجائے اجازت کے فرمایا: نہیں ہم ایسا نہیں کرسکتے، ہم تو کافر نہ کہنے والوں کو بھی کافر کہنے والوں کے ساتھ ہی سمجھتے ہیں ....الخ۔

(فیصلہ حکم نمبر:۳۳، منقول از مناظرۂ راولپنڈی ص:۲۶۵)

۷۵:- جو شخص ظاہر کرتا ہے کہ میں نہ اِدھر کا ہوں نہ اُدھر کا ہوں، اصل میں وہ بھی ہمارا مکذّب ہے، اور جو ہمارا مصدق نہیں اور کہتا ہے کہ میں ان کو اچھا جانتا ہوں وہ بھی مخالف ہے، ایسے لوگ دراصل منافق طبع ہیں۔ (بدر ۲۴راپریل ۱۹۰۳ء)

۷۶:- بہرحال کسی کے کفر اور اس کے اتمامِ حجت کے بارے میں فرد فرد کا حال دریافت کرنا ہمارا کام نہیں ہے، یہ اس کا کام ہے جو عالم الغیب ہے، ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۶۷، ۱۶۸۔

اس لئے ہم منکر کو مؤمن نہیں کہہ سکتے، اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مؤاخذہ سے بری ہے، اور کافر کو منکر ہی کہتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص:۱۷۱)[1]

۷۷:- پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر نہیں کہتا مگر آپ کے دعوے کو نہیں مانتا کافر قرار دیا، بلکہ وہ بھی جو آپ کو دِل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اُسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے، پس سوچنے کا مقام ہے کہ حضرت صاحب نے اس معاملہ میں کس قدر تشدّد سے کام لیا ہے، اور عقل بھی یہی چاہتی ہے، کیونکہ اگر ایک ہندو رسول اللہ کو سچا مانے اور دِل میں اقرار بھی کرے اور ظاہر طور پر انکار بھی نہ کرے، ہاں بعض واقعات کی بناء پر ابھی کھلم کھلا اسلام لانے سے پرہیز کرے تو ہم اسے کبھی بھی مسلمان نہیں سمجھتے، بلکہ اُسے کافر ہی سمجھتے ہیں، اور شریعتِ اسلام کبھی اس کے ساتھ ناتہ رشتہ کو جائز نہیں رکھتی، یعنی اس کے ساتھ کسی مسلمان عورت کے بیاہ دینے کی اجازت نہیں دیتی، پس اسی طرح غیراحمدی کا حال ہے، جو ہمارے حضرت صاحب کو دِل میں سچا جانتا ہے لیکن ابھی بیعت کرنے میں متردّد ہے، پس جو لوگ ابھی آپ کے دعوے کے ماننے میں متردّد ہیں اُن کی نسبت حضرت صاحب نے کفر کا فتویٰ دِیا ہے، جیسا کہ میں حضرت صاحب کی عبارتیں اُوپر نقل کر آیا ہوں۔

(تشحیذ الاذہان ص:۴۱، ۴۲ بابت اپریل ۱۹۱۱ء مرزا بشیرالدین محمود قادیانی)

۷۸:- اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیراحمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ

---

(۱) ایضاً ج:۲۲ ص:۱۸۵۔

کے ایک نبی کے منکر ہیں، یہ دین کا معاملہ ہے، اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔

(انوارِ خلافت، مرزا بشیر الدین محمود قادیانی ص:۹۰)

۷۹:- کل مسلمان جو حضرت مسیحِ موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیحِ موعود کا نام بھی نہ سنا ہو وہ کافر اور اسلام سے خارج ہیں، میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔ (آئینۂ صداقت ص:۳۵)

ختمِ نبوّت کے معنی کی تحریف و تأویل میں متضاد اور بے تکی باتیں

۱:- اپنی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' صفحہ:۹۷ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں[۱]:-

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا، یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی، اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا، یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوّت بخشتی ہے، اور آپ کی توجہِ رُوحانی نبی تراش ہے، اور یہ قوّتِ قدسیہ کسی اور کو نہیں ملی۔

گویا خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں، بلکہ انبیاء کی مہر ہیں کہ نبی بنانے کی قدرت و اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے چاہیں نبی بنا سکتے ہیں۔[۲]

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۰۰۔

(۲) مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب کی تحریریں ایسا جنگل ہیں کہ کچھ دُور نکل جانے کے بعد انہیں خود بھی اپنا پہلا کلام یاد نہیں رہتا، اپنی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' صفحہ:۳۹۱[۱] پر یہ لکھتے ہیں: ''جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء، ابدال، اقطاب اس اُمت میں گزر چکے ہیں ان کو حصۂ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا، پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دُوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔'' یہاں ان کو یہ بھی دھیان نہیں رہا کہ خاتم النبیین میں............ (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[۱] رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۴۰۶۔

۲:- اور اپنی کتاب ''نزول مسیح'' کے صفحہ:۳ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں[1]:-

میں رسول اور نبی ہوں، یعنی باعتبار ظلّیتِ کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوّت کا کامل انعکاس ہے، پس باوجود اس شخص (مرزا صاحب) کے دعوائے نبوّت کے جس کا نام ظلّی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا، پھر بھی سیّدنا محمد خاتم النبیّین ہی رہا۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

اس سے معلوم ہوا کہ خاتم النبیّین کے معنی تو وہی ہیں جو سب مسلمان سمجھتے ہیں، لیکن مرزا صاحب کا نبی ہونا اس کے منافی نہیں، کیونکہ (معاذ اللہ) عین محمد و احمد ہیں۔

۳:- تجلیاتِ الٰہیہ صفحہ:۹ کے حاشیہ میں ہے[2]:-

نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرفِ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدیدِ دین کے لئے مأمور ہو، یہ نہیں کہ کوئی دُوسری شریعت لاوے، کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔

اس میں ختمِ نبوّت کے معنی کا یہ حاصل ہوا کہ شریعت ختم ہے، نبوّت ختم نہیں، غرض جب سے مرزا صاحب دُوسرے دور میں داخل ہوئے اور نبی بننے کا شوق دامن گیر ہوا تو خاتم النبیّین اور مسئلۂ ختمِ نبوّت کو اپنی راہ میں حائل پاکر اس کی تحریف و

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) .... لفظ ''نبیّین'' جمع ہے، اگر مرزا صاحب کے ایجاد کردہ معنی خاتم النبیّین کے لئے جاویں تو وہ اس وقت تک صادق نہیں آسکتا جب تک ایک سے زائد نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے نہ بنے ہوں، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اس میں ہے کہ آپؐ کے ذریعے لوگ نبی بنیں تو کیا ساری اُمت میں سے صرف ایک شخص کو، وہ بھی تیرہ سو برس کے بعد، آپؐ نبی بنا سکے، صحابہؓ و تابعینؒ اور اُمت کے تمام اکابر میں کوئی اس قابل نہ تھا کہ آپؐ کی مہر سے نبی بن جاتا؟ ۱۲ منہ

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۳۸۱۔ (۲) ایضاً ج:۲۰ ص:۴۰۱۔

تأویل شروع کی، لیکن اس میں بھی حسبِ دستور کسی ایک تحریف پر قائم نہ رہے، کبھی خاتم النبیّین ہی کے معنی بدل کر مہرِ نبوّت قرار دیا، کبھی ختمِ نبوّت کے معنی کو اپنے معروف ومشہور معنی میں رکھ کر ظلّی و بروزی نبوّت کی قسمیں ایجاد کیں اور ظلّی نبی کو عین محمد و احمد بتلاکر ختمِ نبوّت کی زَد سے باہر آنے کی سعی فرمائی، اور کہیں ختمِ نبوّت میں ایک قید بڑھاکر اس سے گلوخلاصی کی فکر کی کہ ختم ہونے والی نبوّت وہ ہے جس کے ساتھ شریعت بھی ہو، مطلق نبوّت کا اختتام مراد نہیں۔ مرزا صاحب کی نبوّت اور قادیانی تعلیمات اور عقائد سے توبہ کرنے کے لئے تو میرے خیال میں قرآن و حدیث سے دلیل لانے کی ضرورت نہیں، خود مرزا صاحب کی متضاد اور بے تکی باتیں پڑھ لینا ایک منصف مزاج، سلیم الفہم اِنسان کے لئے کافی ہے، اور تمام لٹریچر پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں، جتنی باتیں اس مقدمے میں نقل کردی گئی ہیں، ان کا بھی ہر اہلِ عقل و دیانت پر بلاشبہ یہی اثر ہوگا، لیکن عام مسلمانوں کے سمجھنے اور نفسِ مسئلہ کو سمجھانے کے لئے فی الجملہ اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن و حدیث اور سلف صالحین صحابہؓ و تابعینؒ کے آثار واقوال کے ذریعہ اس مسئلہ کے ہر پہلو کو واضح کردیا جائے، اسی مقصد کے لئے یہ کتاب بنام ''ختمِ نبوّت'' لکھی گئی ہے، واللہ الموفق والمعین.

مقصود کی تقسیم چار حصوں میں

چونکہ اس بحث میں ہمارا رُوئے سخن ایک ایسی جماعت کی طرف ہے جو مدعیٔ اسلام ہے، اور قرآن و حدیث اور اِجماعِ اُمت کا اِتباع کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مسئلۂ زیرِ بحث کو اُصولِ اسلام اور اَحکامِ شرعیہ کی تینوں قطعی حجت (یعنی قرآن، حدیث، اِجماع) سے علیحدہ علیحدہ تین حصوں میں واضح کرکے پیش کریں، اس لئے ابتداءً اس رسالہ کے تین حصے قرار دیئے گئے:-

اوّل:- **ختم النُّبُوَّة فی القراٰن**، جس میں آیاتِ قرآنیہ سے اس مسئلہ کا قطعی اور واضح ثبوت پیش کیا جائے اور ان کے متعلق جو مخالف کے شبہات ہیں اُن کا منصفانہ جواب دیا جائے۔

دُوسرے:- **ختم النُّبُوَّۃ فی الحدیث**، جس میں احادیثِ نبویہ سے اس مسئلہ کو منقح کیا جاوے اور شبہاتِ مخالفین کے جوابات دیئے جاویں۔

تیسرے:- **ختم النُّبُوَّۃ فی الآثار**، جس میں اِجماعِ اُمت اور اقوالِ سلف صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمۂ دِین اور ہر طبقہ کے علمائے راسخین یعنی علمائے عقائد و کلام، مفسرین، محدثین، فقہاء، صوفیاء وغیرہم کی تحقیقات و تصریحات اس مسئلہ کے متعلق پیش کی جاویں، اسی کے آخر میں کتبِ قدیمہ توراۃ و انجیل وغیرہ سے بھی اس مسئلہ کے ہر پہلو کو کھولا جاوے اور عقلی دلائل سے بھی ختمِ نبوّت کا ثبوت دیا جاوے۔

چوتھے:- اس کے بعد اس کی ضرورت باقی رہتی ہے کہ جن چیزوں کو قادیانی اُمت اپنے مذہب یعنی بقاءِ نبوّت کے دلائل کہہ کر لوگوں کو فریب دیتی ہے، اُن کے جوابات تحقیق و انصاف کے ساتھ دیئے جاویں۔

پانچویں:- مرزا کے ذاتی حالات و مقالات اور اخلاق و اعمال کو جمع کیا جاوے، جس سے معلوم ہوسکے گا کہ اگر بالفرض نبوّت ختم بھی نہ ہو اور دُنیا کا ہر مسلمان نبی بن سکے تب بھی مرزا جی کو نبوّت حاصل ہونا محال ہے۔

ابتدائی تین حصے اس کتاب میں موجود ہیں، چوتھے اور پانچویں حصہ کا ارادہ اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ اس موضوع پر بہت سی مختصر و مفصل کتابیں شائع ہوچکی ہیں، اس کے لئے اب کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہ رہی۔

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ

ختم النبوة

فی القرآن

حصہ اوّل

ختم النبوۃ فی القرآن

حصۂ اوّل

قرآن مجید وہ کتابِ عزیز ہے کہ جس کی ایک ایک ادا پر اہلِ علم کی جانیں اور اَموال قربان ہیں، اور اس کے ہر اشارے پر مسلمانوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں، بہت کافی تھا کہ مسئلہ زیرِ بحث میں بھی ایک اشارہ پر کفایت کرتا، لیکن خدائے علیم وخبیر ہی خوب جانتا ہے کہ کون سا مسئلہ زیادہ قابلِ اہتمام ہے، اور اس مسئلے کے بیان کی آئندہ ضرورت پڑنے والی ہے، اس نے اپنے ازلی کلام میں اس مسئلہ کا ہر پہلو اس قدر واضح کردیا کہ کسی مسلمان کو جس کے دماغ میں فہم کا کچھ مادّہ اور قلب میں تھوڑا سا خدا کا خوف اور اس کی کتاب کی کچھ عظمت ہو، اس کے لئے کسی قسم کے شک بلکہ تأویل و تخصیص کی بھی گنجائش نہیں چھوڑی، پھر نہ صرف ایک مرتبہ اور ایک جگہ بلکہ متعدّد مرتبہ اور مختلف مقامات میں مختلف طرزِ بیان سے اس مسئلے کو ذہن نشین کیا گیا، جس کو میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتا ہوں۔

تفسیرِ قرآن کا معیارِ صحیح کیا ہے؟

ہر زبان اور ہر لغت میں کسی کلام کی مراد معلوم کرنے کے لئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ اس لغت کے مفردات اور قواعدِ ترکیب وغیرہ معلوم کئے جائیں، اسی طرح ہر کلام کی مراد متعین کرنے کے لئے یہ بھی نہایت ضروری ہے کہ متکلم اور مخاطب کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

کیونکہ عموماً لغت اور زبان کے اعتبار سے ہر کلام کے مختلف معنی اور مختلف مرادیں ہوسکتی ہیں، جب تک کہ خصوصیاتِ متکلم ومخاطب کو حَکَم نہ بنایا جائے معنیٔ مراد

اور مقصود کو متعین نہیں کیا جاسکتا، اور جب کہیں ان خصوصیات سے قطعِ نظر کر کے کلام کی مراد بتلائی جاتی ہے، تو اکثر ٹھوکریں کھانا پڑتی ہیں، اور بہت سی غلطیوں کا شکار ہونا پڑتا ہے۔

معانی اور بلاغت کے فنون میں اس مضمون کو بوضاحت بیان کیا گیا ہے، اس جگہ صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

دیکھئے! اگر ایک شخص کہتا ہے کہ ''بارش نے زمین میں گھاس اور درخت اُگائے ہیں'' تو اگر اس کا کہنے والا ایک توحید پرست مسلمان ہے تو ہر عقل مند اس کلام کے یہ معنی سمجھے گا کہ بارش گھاس اُگانے کا ظاہری سبب ہے، اور اگر کہنے والا کوئی دہریہ مادّہ پرست ہے تو یہی کلمۂ کفر سمجھا جائے گا، اور اس کی مراد یہ قرار دی جائے گی کہ وہ بارش کو گھاس، درخت وغیرہ پیدا کرنے میں مؤثرِ حقیقی کہتا ہے، جو قطعاً کفر ہے۔ دیکھئے کہ متکلم کے اَحوال کے مختلف ہونے کی وجہ سے ایک کلام کی مراد میں کس قدر شدید اختلاف ہوگیا، ایک کلمہ جبکہ مسلمان کہتا ہے تو اس کی مراد صحیح ہے، اور کفر کی کوئی وجہ نہیں، اور کوئی دہریہ کہتا ہے تو یہی کلمہ کلمۂ کفر بن جاتا ہے (دیکھو مختصر معانی ومطوّل وغیرہ)۔

اسی طرح بعض اوقات میں مخاطب کے بدل جانے سے کلام کی مراد بدل جاتی ہے، ایک عالم فاضل کے لئے جب ''علامہ'' کہا جاتا ہے تو اس کی اعلیٰ درجے کی تعظیم وتوقیر ہوتی ہے، اور یہی لفظ جب کسی اَن پڑھ جاہل کے حق میں بولا جاتا ہے تو اس کا استہزاء اور ٹھٹھا کرنا منظور ہوتا ہے۔

اسی طرح بیوی کو ''حرّہ'' کہہ کر طلاق مراد لی جاسکتی ہے جو ابغض المباحات اور نہایت مکروہ چیز ہے، اور دُوسری عورتوں کو یہی لفظ کہنا ان کی تعظیم وتعریف میں داخل ہے، اسی طرح زمانہ اور مکان اور دیگر خصوصیاتِ متکلم ومخاطب کے اختلاف سے کلام کی مراد میں شدید اختلاف پیدا ہوجاتا ہے۔ تھوڑے سے غور کرنے سے ہر ایک زبان میں ہر انسان اس قسم کی ہزاروں مثالیں بیان کرسکتا ہے جن کی تفصیل اس جگہ بے موقع ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر زبان میں جس طرح کلام کی مراد معلوم کرنے کے

لئے اس زبان کی لغت اور قواعدِ صَرفیہ ونحویہ کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے، اسی طرح یہ بھی اہم ضرورت میں سے ہے کہ خصوصیاتِ متکلم ومخاطب کو زیرِ نظر رکھ کر مراد متعین کی جائے، اور جو کلام کی مراد اُس کے بغیر بیان کی جائے وہ بالکل ناقابلِ اعتبار ہے، کیونکہ اکثر کلام میں نفسِ لغت کے اعتبار سے چند اِحتمال ہوسکتے ہیں، ان میں سے معنی مراد کی تعیین صرف خصوصیاتِ مذکورہ پر موقوف ہوتی ہے۔

اسی اُسلوب پر خدائے قدوس کا کلام بھی باعتبارِ لغت وقواعدِ ترکیب اکثر مواضع میں مختلف معانی کا متحمل ہوسکتا ہے، اور ان کی متعدّد مرادیں بن سکتی ہیں، اور حسبِ دستور ان میں بھی فیصلہ صرف خصوصیاتِ مذکورہ سے کرنا ہوتا ہے۔

ابنِ سعد نے بروایت عکرمہؒ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ:-

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے خوارج سے مناظرہ کرنے کے لئے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو مقرّر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آیاتِ قرآنیہ کو مناظرہ کا معرکہ مت بناؤ بلکہ احادیث کو پیش کرو۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: امیرالمؤمنین! قرآن مجید ہی سے مناظرہ کرنے میں کیا اندیشہ ہے؟ ہم بفضلہٖ تعالیٰ قرآن مجید کو ان سے زیادہ سمجھتے ہیں، ہمارے ہی گھروں میں قرآن نازل ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: یہ تو آپ نے سچ کہا، لیکن قرآن مجید ایک مختصر اور معجز کلام ہے جو مختلف احتمالات کا تحمل کرنے والا اور ذُو وجوہ ہے، اگر اس کے سمجھنے اور اس کی تفسیر کا معیار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپؐ کی احادیث کو نہ بنایا گیا تو ایک آیت کی تفسیر میں تم بھی کچھ کہتے رہوگے اور وہ بھی کچھ بولتے رہیں گے، کوئی بات فیصلہ کن نہ ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو تسلیم کرکے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ خوارج کے ہاتھ میں سوائے رُسوائی کے کچھ نہ رہا۔ (کذا فی الاتقان ج:۱ ص:۱۴۳)

اس روایت میں اِدھر تو حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے فرمان سے صاف ظاہر ہوگیا کہ قرآن مجید ذُو وجوہ ہے، اس کے ایک کلام میں بحیثیت زبان مختلف معانی کا احتمال ممکن ہے، اور جب تک اس کی مراد متعین کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور خصوصیاتِ مذکورہ کا لحاظ نہ رکھا جائے اس کی حقیقی اور صحیح مراد کو پہنچنا مشکل ہے، اور دُوسری طرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ قرآن ہمارے گھروں میں نازل ہوا اس لئے ہم قرآن مجید کو ان سے زیادہ سمجھتے ہیں، اس سے یہ ثابت ہوا کہ خصوصیاتِ متکلم ومخاطب کو کلام کے سمجھنے میں بڑا دخل ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کے اکثر جملوں میں لغتِ عرب اور قواعدِ نحو وصَرف کے اعتبار سے مختلف معانی کا احتمال ہوسکتا ہے، ان احتمالات میں سے کیا صحیح ہے کیا غلط؟ اس کے پہچاننے کے لئے کوئی معیار ہونا ضروری ہے، ورنہ ہر شخص جو معنی چاہے گا وہ اختیار کرلے گا اور فیصلہ کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

اس سے پہلے کہ ہم ختمِ نبوّت کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات پیش کریں، اس اَمر کا طے کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ تفسیرِ قرآن کا صحیح معیار کیا ہے جس سے ہم یہ معلوم کرسکیں کہ فلاں تفسیر صحیح ہے اور فلاں غلط۔

تفسیرِ قرآن کا معیار اور اس کا صحیح طریق

جن حضرات نے علومِ قرآنیہ کے اُصول پر کتابیں لکھی ہیں، انہوں نے اس مسئلے کو اہم قرار دے کر مفصل تقریر فرمائی ہے، ہم اس جگہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب ''الاتقان فی علوم القرآن'' کی عبارت کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس کو انہوں نے جمہور علماء سے نقل فرمایا ہے:-

قرآن مجید کی تفسیر مذکورۂ ذیل طریقوں پر علی الترتیب[1] قابلِ اعتماد ہوگی، اور

---

(۱) کما فی تفسیر قولہ تعالیٰ: "یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ" من روح المعانی قال الألوسی: جمع القراٰن علوم الاوّلین والأخرین بحیث لم یحط بھما علماء حقیقۃ الا المتکلم بھا ثم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلا ما استأثر بہ سبحانہٗ، ثم ورث عنہ معظم ذٰلک سادات الصحابۃ واعلامھم .... (باقی اگلے صفحے پر)

جو تفسیر ان طریقوں میں سے کسی طریق پر بھی نہ ہو وہ قرآن کی تحریف سمجھی جائے گی۔

۱:- مقدّم اور سب سے زیادہ قابلِ اعتماد اس باب میں وہ تفسیر ہے جو خود قرآن مجید ہی کی دُوسری آیات سے مستفاد ہو، کیونکہ اس کلامِ پاک میں اگر ایک مسئلے کو کسی جگہ مبہم ارشاد فرمایا ہے، تو اکثر دُوسری جگہ اس کی تفصیل کردی گئی ہے۔ علامہ ابنِ جوزی رحمہ اللہ نے تفسیر القرآن بالقرآن پر مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے، جس میں قرآن کی مبہم آیات کی دُوسری آیات سے شرح کی گئی ہے، اور حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر میں اس کا التزام کیا ہے کہ ایک آیت کی تفسیر اگر کسی دُوسری آیت سے ہوسکتی ہے تو سب سے پہلے اسی کو لاتے ہیں۔

۲:- دُوسرے درجے میں سب سے زیادہ قابلِ اعتماد وہ تفسیر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آیت کے متعلق اپنے قول یا فعل سے بیان فرمائی ہو، کیونکہ یہ کتابِ مبین آپؐ پر نازل ہوئی، اور آپؐ کو رسول بناکر بھیجنے کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ آپؐ اس کتاب کی تعلیم دیں اور اس میں جو اُمور مبہم ہیں اُن کو بیان فرمائیں، قرآن مجید میں بار بار اس کا ذکر آیا ہے:-

۱:- يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے بھیجا گیا کہ آپ قرآن مجید کی تعلیم دیں اور کام کی باتیں بتلائیں۔

۲:- لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ.

تاکہ آپ بیان کردیں لوگوں کے لئے وہ آیات جو اُن کی طرف نازل کی گئی ہیں۔

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قرآن کو صحیح سمجھنے کے لئے رسولؐ کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ...... مثل الخلفاء الأربعة ومثل ابن مسعود وابن عباس حتّٰی قال: لو ضاع لی عقال بعیر لوجدته فی کتاب الله. ثم ورث عنهم التابعون باحسان ثم تقاصرت الهمم وفترت العزائم عن حمل ما حمله الصحابة والتابعون فنوّعوا فنونهٗ فقامت کل طائفة بفن من فنونه. (رُوح المعانی ص:۱۷۰ پارہ:۶)

تعلیم و تبیین کی ضرورت ہے، اگر قرآن کو سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان جاننا اور کتاب اللہ کا مطالعہ کافی ہوتا تو رسولؐ کے بھیجنے کی اور ان کے فرائضِ منصبی میں قرآن کی تعلیم و تبیین داخل کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔

جبکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض میں داخل ہے کہ آپ قرآن مجید کی تعلیم دیں اور اس کے مجمل و مبہم کی شرح اور تفسیر بیان فرمائیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کل فرمان وحیٔ الٰہی ہیں، اس لئے دُوسرے درجے میں سب سے زیادہ قابلِ اعتماد وہ تفسیر ہوگی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔

۳:- تیسرے درجے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفاسیر قابلِ اعتماد ہیں، کیونکہ انہوں نے قرآن کے نزول کا مشاہدہ کیا، انہی کے سامنے اور اکثر انہی کے واقعات پر قرآن مجید نازل ہوا، اور پھر قرآن مجید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا، اور ظاہر ہے کہ کوئی انسان جب کوئی کتاب، دین کی ہو یا دُنیا کی، کسی شخص سے پڑھتا ہے تو اس کے پڑھنے کی غرض صرف عبارت پڑھنا نہیں ہوتی، بلکہ اس کے معانی کا سمجھنا اہم مقصود ہوتا ہے، اور جب طب یا نحو وصَرف کی کتاب کوئی ادنیٰ طالبِ علم بے سمجھے پڑھنا حماقت اور تضییعِ عمر سمجھتا ہے تو آپ خود فیصلہ کریں کہ جب اُستاذ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں جن کی غرضِ بعثت تعلیمِ کتاب ہے، اور شاگرد وہ صحابہ کرام کہ تمام اُمت کے اذکیاء ان سے کوئی نسبت نہیں رکھتے، اور کتاب وہ اہم کتاب کہ جس پر اُن کے اور تمام اُمت کے دینی و دُنیوی مقاصد اور دارین کی فلاح موقوف، پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محض الفاظِ قرآن پڑھنے پر اکتفاء کرتے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خود فرماتے ہیں کہ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید پڑھتے تھے تو مطالب و معانی کو بھی آپؐ سے ہی پڑھتے تھے۔ سیوطی رحمہ اللہ نے بحوالۂ ابوعبدالرحمٰن سلمی حضرت عثمانِ غنی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:-

اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا تَعَلَّمُوْا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ اٰيَاتٍ لَمْ يَتَجَاوَزُوْهَا حَتّٰى يَتَعَلَّمُوْا فِيْهَا مِنَ الْعِلْمِ

وَالْعَمَلِ، قَالُوْا: فَتَعَلَّمْنَا الْقُرْاٰنَ وَالْعِلْمَ وَالْعَمَلَ جَمِيْعًا.

(الاتقان ج:۱ ص:۱۷۶)

ترجمہ:- صحابہ کرامؓ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں پڑھتے تھے تو اس وقت تک آگے نہ پڑھتے تھے جب تک اس کے تمام علمی اور عملی مطالب پوری طرح معلوم نہ کرلیں، صحابہ فرماتے ہیں: ہم نے قرآن مجید کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا، اور اس کے علم وعمل وغیرہ سب کو معلوم کیا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی کو ایک سورۂ بقرہ کے پڑھنے میں آٹھ سال صَرف ہوئے۔ (رواہ مالک فی المؤطا) خدا ہی جانتا ہے کہ انہوں نے آٹھ سال میں کیا کیا علوم و معارف اس سورت کے حاصل کئے ہوں گے، ورنہ صرف حفظ کے لئے چند روز کافی تھے۔ اور چونکہ صحابہ کرامؓ کے علومِ قرآنیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ ہیں، اس لئے امام الحدیث حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ تفاسیرِ صحابہ سے اس جگہ صرف وہ تفاسیر مراد ہیں جو شانِ نزول وغیرہ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، مطلقاً اقوالِ صحابہ مراد نہیں، خود حاکم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''علوم الحدیث'' میں اس کی تصریح فرمادی ہے۔

۴:- چوتھے درجے میں تابعین رحمہم اللہ کے اقوال دربارۂ تفسیر قابلِ وثوق سمجھے جاتے ہیں، کیونکہ بہت سے تابعینؒ نے پورا قرآن مجید صحابہ کرامؓ سے پڑھا، اور اس کے وہ علوم و معارف حاصل کئے جو صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے تھے۔

۵:- پانچویں درجے میں وہ تفسیر قابلِ عمل ہے جو ائمۂ تفسیر رحمہم اللہ نے تحریر فرمائی ہے، جن کی عمریں اسی میدان کی سیاحت میں ختم ہوگئیں، اور جنہوں نے تفسیر کے باب میں اُصولِ سابقہ کو پیشِ نظر رکھ کر احادیثِ رسول اور اقوالِ صحابہ و تابعین کو اپنا امام بنالیا، اور اس باب میں جو کچھ کہا، صحابہ و تابعین کے اقوال کی ترجمانی کی، اور اسی لئے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہیں کہ یہ پانچواں درجہ کوئی مستقل درجہ نہیں، بلکہ

تیسرے اور چوتھے درجے میں داخل ہے، کیونکہ صحابہ و تابعین کے آثار بھی انہی تفاسیر سے معلوم ہوسکتے ہیں۔

اس قسم کی تفسیروں میں سے سیوطی رحمہ اللہ نے کتبِ ذیل کا نام لیا ہے:-

ابنِ جریر، ابنِ ابی حاتم، ابنِ ماجہ، حاکم، ابنِ مردویہ، ابوالشیخ ابنِ حبان، ابن المنذر وغیرہ، اور کتبِ متداولہ میں سے ابنِ کثیر، دُرِّ منثور وغیرہ بھی اسی قسم کی تفسیریں ہیں، لیکن ان سب میں سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیرِ ابنِ جریر کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا ہے:-

اَجْمَعَ الْعُلَمَآءُ الْمُعْتَبَرُوْنَ عَلٰی اَنَّهٗ لَمْ يُؤَلَّفْ فِي التَّفْسِيْرِ مِثْلُهٗ.

ترجمہ:- علمائے معتبرین نے اس پر اجماع و اتفاق کیا ہے کہ فنِ تفسیر میں اس جیسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔

یہ پانچ اُصول ہیں جو قرآنِ عزیز کی صحیح تفسیر کا معیار ہیں، جو تفسیر اُن اُصول کے مطابق ہے وہ علماً قابلِ اعتماد ہے، اور جو اس معیار پر دُرست ثابت نہ ہو، وہ قرآن مجید کی تحریف اور زندقہ و اِلحاد ہے، اسی کو "تفسیر بالرائے" کہا جاتا ہے، جس کے متعلق حدیث میں ہے:-

مَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقُرْاٰنِ بِرَأْيِهٖ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ.

(رواہ النسائی وابوداؤد والترمذی)(از اتقان ص:۱۷۹)

ترجمہ:- جو شخص قرآن کی تفسیر میں اپنی رائے سے کلام کرے اور (اتفاقاً) تفسیر صحیح بھی کردے تب بھی اس نے خطا کی۔

اور حدیث میں ہے:-

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْاٰنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ.

(ابوداؤد)

ترجمہ:- جو شخص قرآنِ کریم کی تفسیر بغیر علم کے کرے، اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں سمجھ لے۔

وجہ ظاہر ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ اور اسلافِ متقدمینؒ کی تفسیروں کے بعد ان کے خلاف کوئی قول ایجاد کرنا اور آیت کی مراد اُن سب کے خلاف قرار دینا صاف یہ معنی رکھتا ہے کہ العیاذ باللہ تیرہ سو برس تک تمام اُمت نے قرآن کا مطلب غلط سمجھا، اور صحابہ کرامؓ اور پھر تابعینؒ اور تبع تابعینؒ اور پھر تمام ائمہ سلف صالحین میں سے کسی کو حق کی طرف ہدایت نہ ہوئی، یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کا کوئی مسلمان جو قرآن مجید کو خدا کی کتاب جانتا ہے، قائل نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ وہ مفسدۂ عظمیٰ ہے کہ اسلام کی بیخ و بنیاد کو ہلا دینے والا ہے، بلکہ اگر انصاف سے کام لیا جائے تو کوئی منصف کافر بھی اس بیہودگی کو اختیار نہیں کرسکتا، تمام اسلافِ اُمت کا کسی آیت کی مراد کو نہ سمجھنا یا غلط سمجھنا بوجوہ ذیل باطل ہے:-

۱:- اوّل تو یہ کہ اس صورت میں قرآن مجید خدا تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ کسی سمجھدار انسان کا کلام بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس کا دعویٰ ہے کہ عالم کی ہدایت کے لئے نازل ہوا، اور جب تمام عالم باوجود اپنی امکانی کوششوں کے صَرف کردینے کے تیرہ سو برس تک اس کی مراد کو نہ پاسکا تو معاذ اللہ گمراہی پر گمراہی بڑھانے والی چیستان ہوگئی، کوئی قابلِ عمل کتاب نہ رہی۔

۲:- دوم اس صورت میں قرآن مجید کوئی قابلِ عمل اور قابلِ اعتماد کتاب نہیں رہتی اور اس کتابِ مبین سے العیاذ باللہ امن اُٹھ جاتا ہے، کیونکہ جب یہ ممکن ہے کہ تیرہ سو برس تک تمام اُمت کی عرق ریزی اور جانکاہی اس کی صحیح مراد پر نہ پہنچا سکی اور ان سب کے ناخنِ تدبیر اس گتھی کو نہ سلجھا سکے، اور اُمت کے سب سے بڑے ارکان صحابہؓ و تابعینؒ اس چیستان کے حل کرنے سے عاجز رہ کر معاذ اللہ ہمیشہ گمراہی میں پھنسے رہے تو جو صاحب آج اس کے نئے معنی کو صحیح بتلاتے ہیں، کیا اس میں بھی یہ احتمال نہیں کہ وہ بھی پہلے معنی کی طرح آئندہ چل کر غلط ثابت ہوں، جس کا ظہور آئندہ تیرہ سو برس کے بعد ہو؟ ورنہ وہ بتلائیں کہ ان کے پاس اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ جو کچھ مراد سمجھتے ہیں وہ ہرگز غلط نہیں ہوسکتی۔

بلکہ اس صورت میں ہر شخص کو یقین کرلینا پڑے گا کہ جب اس ذاتِ مقدس

نے اس معمہ کو حل نہ کیا جس پر قرآن نازل ہوا اور ان کو اس کے پڑھانے اور بیان کرنے کے لئے ہی خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا، پھر صحابہ کرامؓ پر اس کی صحیح مراد ظاہر نہ ہوسکی، حالانکہ انہوں نے اسی کے حاصل کرنے اور پڑھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور خدمت میں عمر گزار دی، اور بیچاروں نے آٹھ آٹھ اور بارہ بارہ برس صرف ایک سورت کے پڑھنے اور سمجھنے میں صَرف بھی کئے، پھر اسلافِ اُمت میں سے ہر قرن اور ہر زمانہ میں اس کے حل کرنے کے لئے ان حضرات نے زور لگائے جن کی ذکاوت اور تیزیٔ طبع اور فہمِ خداداد کا کفار کو بھی طوعاً و کرہاً اعتراف کرنا پڑا ہے، لیکن ان سب اُمور کے ہوتے ہوئے وہ سب اس کے صحیح معنی سمجھنے سے عاجز رہے، تو پھر یہ کتاب کیا اس قابل ہوسکتی ہے کہ کسی عقل مند کو اس کی طرف دعوت دی جائے یا کوئی اس کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوسکے؟

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ و تابعین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاواسطہ یا ایک واسطے سے شاگرد ہیں، اور تعلیمِ قرآن جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اعلیٰ مقصد ہے اس کے قابل یہی لوگ ہیں، اگر یہ لوگ بھی قرآن کو صحیح نہ سمجھے تو لازم آتا ہے کہ قرآن مجید ایک غیر مأمون کلام ہوجائے کہ اب تک جو اُمت نے معنی سمجھے وہ آج غلط ثابت ہوئے، پھر جو معنی آج قرار دیئے گئے اس پر کیا اطمینان ہے کہ وہ بھی آئندہ غلط ثابت نہ ہوں گے، اور ان اُمور کے ہوتے ہوئے کیا کسی مسلمان کا منہ ہوسکتا ہے کہ وہ کفار کو اس کتابِ عزیز پر ایمان لانے اور اس کے اِتباع کی دعوت دے؟

۳:- سو بتصریحات احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہر حیثیتِ علم و عمل سے اس اُمت کا افضل ترین طبقہ ہے، صحابہؓ ہی کی شان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے:-

اُولٰٓئِکَ اَبَرُّھُمْ قُلُوْبًا وَّاَعْمَقُھُمْ عِلْمًا۔

ترجمہ:- صحابہؓ سب انسانوں سے زیادہ پاک دِل والے اور سب سے گہرے علم والے ہیں۔

اور حدیث معروف "خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ

یَلُوْنَھُمْ“ بھی اس معنی کی شاہد ہے۔

پھر اس ذہن و ذکاوت کے ساتھ وہ قرآن کے ہم زبان اور اس کی آیات کے نزول کا رات دن آنکھ سے مشاہدہ کرنے والے بھی ہیں، اور اس پر مزید یہ کہ پھر اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں بارہ بارہ برس ایک ایک سورت پر صَرف بھی کرتے ہیں، اور سب سے زیادہ یہ کہ اس کے مطالب کو خاص اُس مبارک ذات سے سیکھتے ہیں جس پر قرآن نازل ہوا، اور جس کے مبارک سینے کو علومِ اوّلین و آخرین سے معمور کیا گیا، اور ان کو اسی کتابِ عزیز کا معلّم بنا کر بھیجا گیا، اور خود صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کے الفاظ ہی نہیں سیکھے، بلکہ اس کے معانی و مطالب اور علم و عمل سب چیزیں آپ سے ہی حاصل کیں، پھر کیسے ممکن ہے کہ قرآن مجید کے صحیح معنی ان سب حضرات سے مخفی رہ جائیں۔

اسی طرح تابعین رحمہم اللہ نے قرآنِ کریم صحابہؓ سے حاصل کیا، تو کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ سب کے سب اس کی صحیح مراد پر نہ پہنچیں، اور اگر یہ حضرات باوجود ان اوصاف و حالات کے اس کی صحیح مراد پر نہیں پہنچ سکتے تو دُنیا میں کوئی انسان اس کی صحیح مراد پر نہیں پہنچ سکتا۔

۴:- چہارم قرآن مجید خود ارشاد کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تعلیم و تبیین کے لئے بھیجا گیا ہے، جیسا کہ پہلے چند آیات سے ثابت ہوچکا ہے، پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے تشریف لے گئے اور معاذ اللہ قرآن اسی ابہام اور اخفاء کی تاریکی میں باقی رہا تو (خاکم بدہن) خدا کا یہ ارادہ پورا نہ ہوا اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کارِ منصبی کو پورا نہ کیا۔

اسی لئے امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: جو شخص آج کوئی نئی بات ایجاد کرتا ہے، وہ درحقیقت یہ کہتا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) اپنے فریضۂ رسالت میں خیانت کی اور پورا دین اُمت کو نہیں پہنچایا۔

الحاصل آج جو شخص کسی آیت کی تفسیر معلوم کرنا چاہے، اس کے لئے نہایت سہل اور سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ وہ سلف صالحین، صحابہ و تابعین کی تفاسیر کو اپنا قدوہ

بنا کر ان کی اختیار کردہ تفسیر کو قرآن کی مراد سمجھے۔

اور جو کوئی معنی جمہور صحابہ و تابعین اور اسلافِ اُمت کے خلاف سمجھ میں آئیں ان کو اپنی غلط فہمی اور قصورِ علم کا نتیجہ سمجھے، اگرچہ اس کے گمان میں وہ معنی قرآن کا مدلول معلوم ہوتے ہوں۔ غرض صحابہؓ و تابعینؒ جو کہ اس کتاب کے علوم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاواسطہ یا صرف ایک واسطے سے شاگرد ہیں، ان کے اقوال سے تجاوز کرنا، اور اُن سب اقوال کے علاوہ کوئی نئے معنی ایجاد کرنا قرآن کو ناقابلِ اعتماد اور ناقابلِ عمل چیز قرار دینا ہے۔

اس بارے میں امام الحدیث والتفسیر حافظ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی ایک عبارت علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''اتقان'' میں معتمد علیہ ہونے کی حیثیت سے نقل کی ہے:-

فَاِنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِيْنَ وَالْاَئِمَّةَ اِنْ كَانَ لَهُمْ فِى الْاٰيَةِ تَفْسِيْرٌ وَّجَاءَ قَوْمٌ فَسَّرُوا الْاٰيَةَ بِقَوْلٍ اٰخَرَ لِاَجْلِ مَذْهَبٍ اِعْتَقَدُوْهُ وَذٰلِكَ الْمَذْهَبُ لَيْسَ مِنْ مَّذَاهِبِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ صَارَ مُشَارِكًا لِّلْمُعْتَزِلَةِ وَغَيْرِهِمْ مِنْ اَهْلِ الْبِدَعِ فِىْ مِثْلِ هٰذَا، وَفِى الْجُمْلَةِ مَنْ عَدَلَ عَنْ مَذَاهِبِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَتَفْسِيْرِهِمْ اِلٰى مَا يُخَالِفُ ذٰلِكَ كَانَ مُخْطِئًا فِىْ ذٰلِكَ بَلْ مُبْتَدِعًا لِاَنَّهُمْ اَعْلَمُ بِتَفْسِيْرِهٖ وَمَعَانِيْهِ كَمَا اَنَّهُمْ اَعْلَمُ بِالْحَقِّ الَّذِىْ بَعَثَ اللهُ بِهٖ رَسُوْلَهٗ.

(از اتقان ج:۲ ص:۱۷۸)

ترجمہ:- اس لئے کہ اگر آیت میں صحابہ و تابعین اور ائمۂ تفسیر کی کوئی تفسیر منقول ہے اور پھر کوئی شخص آئے جو اپنے معتقد علیہ مذہب، کے لئے آیت کی تفسیر کسی نئے قول سے کرے، اور یہ مذہب مذاہبِ صحابہ و تابعین میں سے نہ ہو تو یہ شخص فرقۂ معتزلہ اور دُوسرے اہلِ بدعت کے فرقوں میں داخل ہوگیا۔ اور حاصلِ کلام یہ ہے کہ جو شخص مذاہبِ صحابہ و تابعین اور ان کی تفسیر سے

عدول کرکے کوئی مخالف قول اختیار کرے تو وہ اس تفسیر میں خطاکار بلکہ متبدع ہے، اس لئے کہ صحابہ و تابعین قرآن مجید کے معانی اور اس کی تفسیر کے زیادہ عالم ہیں، جیسا کہ وہ اس دینِ حق کے زیادہ عالم ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بھیجا۔

خلاصہ یہ کہ آج قرآن مجید کی تفسیر اور تعیینِ مراد کے لئے سب سے زیادہ اَسہل اور اَسلم طریقہ یہ ہے کہ:-

۱:- اوّل سلف صالحین صحابہؓ و تابعینؒ و تبعِ تابعینؒ اور ائمۂ مفسرینؒ کے اقوال اور تفاسیر پر نظر ڈالے، اور جب کسی آیت کی تفسیر ان حضرات سے مل جائے تو اسی کو قرآن کی مراد سمجھ کر مطمئن ہوجائے، البتہ مزید اطمینان اور شرحِ صدر کے لئے اگر احادیث اور قرآن مجید کی دُوسری آیات سے اس تفسیر کے مأخذ کو بھی دریافت کرے اور معلوم کرے کہ صحابہؓ و تابعینؒ نے آیت کی یہ تفسیر کہاں سے لی ہے؟ تو یہ بھی ایک مفید علم اور خداوندِ عالم کی بڑی نعمت ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ محض اپنی نارسا فہم کے اعتماد پر صحابہؓ و تابعینؒ کے خلاف کسی مضمون کو قرآن کی مراد اور مدلول بنانا جائز نہیں۔

۲:- اور اگر کسی آیت کی تفسیر صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمۂ مفسرینؒ کی نقل سے نہ ملے تو خود احادیث میں غور کرے، اور اگر وہاں کچھ صراحت یا اشارہ سے آیت کی مراد متعین ہوجائے تو اسی کو مراد سمجھی جائے۔

۳:- ورنہ پھر خود اس آیت کے اگلے پچھلے مضمون اور دُوسری آیات میں غور کرکے جو کچھ مراد سمجھ میں آوے اس پر اعتماد کیا جائے۔

۴:- اور اگر بالفرض ان میں بھی کسی صورت سے آیت کی تفسیر واضح نہ ہو، حالانکہ یہ تقریباً ناممکن ہے، تو پھر نفسِ لغتِ عرب اور قواعدِ نحو و صَرف اور معانی و بلاغت کے اعتبار اور سیاق و سباق کے دیکھنے سے جو معنی سمجھے جاتے ہوں انہی کو اس کی تفسیر قرار دیا جائے، کیونکہ صحابہ کرامؓ کا بھی اس قسم کی آیات میں یہی طریق تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:-

اَلشِّعْرُ دِیْوَانُ الْعَرَبِ فَاِذَا اَخْفٰی عَلَیْنَا حَرْفٌ مِنَ الْقُرْاٰنِ الَّذِیْ اُنْزِلَ بِلُغَةِ الْعَرَبِ رَجَعْنَا اِلٰی دِیْوَانِهَا۔

(الاتقان ج:۱ ص:۱۲۱)

ترجمہ:- شعر عرب کا دیوان ہے (جس میں مبہمات اور مشکلات کے فیصلے ہوتے ہیں)، تو جب کوئی لفظ قرآن کا ہم پر مخفی ہو جاتا ہے تو ہم اس دیوان کی طرف رُجوع کرتے ہیں۔

لیکن اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ اَخیر کی تین صورتیں اور بالخصوص چوتھی صورت بالکل نادر اور قلیل ہیں، بلکہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ بالکل موجود نہیں تو شاید بے جا نہ ہو کیونکہ تقریباً تمام قرآن مجید کی تفسیر صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمۂ متقدمینؒ سے منقول اور کتابوں میں مدوّن ہے، محض اِحتمال کے طور پر اَخیر کے تین درجات کو عرض کیا گیا ہے۔

غرض آج ہمارے لئے تفسیرِ قرآن کے بارے میں سیدھا راستہ اور سہل طریق اور سب سے زیادہ قابلِ اطمینان ذریعہ جس میں غلطی کا اِحتمال نہیں وہ صرف یہی ہے کہ ہم صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمۂ متقدمینؒ کی تفسیروں پر اعتماد کریں اور ان کے خلاف اگر کوئی معنی سمجھ میں آئیں تو اس کو اپنا قصورِ فہم خیال کریں، کیونکہ ہم اُوپر تفصیلاً عرض کر آئے ہیں کہ تمام دُنیا جمع ہوکر بھی اس بارے میں صحابہؓ کے برابر نہیں ہوسکتی، علاوہ نقلِ صحیح کے عقلِ سلیم اور تجربہ اور عادتِ جاریہ کا بھی یہی مقتضیٰ ہے کہ کلام کی مراد جس قدر کہ اس کا مخاطب یا مخاطب کا شاگرد سمجھ سکتا ہے کتابوں میں لکھی لکھائی دیکھنے والا ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ممکن ہے کہ کسی کو یہ خیال ہو کہ صحابہؓ و تابعینؒ کے اقوال دربارۂ تفسیر اکثر مختلف ہوتے ہیں، تو ایسی حالت میں وہ کیسے فیصلہ کن ہوسکتے ہیں؟ لیکن اوّل تو ان اختلافات میں غور کرنے والا بلاتکلف اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ وہ اختلافات درحقیقت اختلاف نہیں ہوتے، بلکہ محض تعبیر و تمثیل اور ان الفاظ و عنوان کا فرق ہوتا ہے، سرسری نظر سے دیکھنے والا اس کو اختلاف سمجھتا ہے۔

مثلاً صراطِ مستقیم کی تفسیر میں بعض صحابہؓ نے فرمایا ہے کہ اس سے اتباعِ قرآن مراد ہے، اور بعض نے اسلام سے تفسیر کی، اور بعض نے سنت و جماعت سے، اور بعض صحابہؓ نے طریقِ عبودیت، اور بعض حضرات نے اطاعتِ خدا و رسولؐ سے، یہ اقوال اگرچہ بصورت مختلف نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت ان میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ اتباعِ قرآن ہی درحقیقت اسلام ہے، اور اسی کا نام سنت و جماعت ہے، اور وہی طریقِ عبودیت اور اطاعتِ خدا و رسولؐ ہے، بیشتر صحابہ کرامؓ کے اختلافات اسی قسم کے ہیں بہت سے شاذ و نادر ایسے خلاف ہیں جن کا مراد پر اثر پڑتا ہو، شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

وَلِهٰذَا كَانَ النِّزَاعُ بَيْنَ الصَّحَابَةِ فِیْ تَفْسِيْرِ الْقُرْاٰنِ قَلِيْلًا جِدًّا.

ترجمہ:- چونکہ صحابہؓ نے علومِ قرآنیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ حاصل کئے ہیں، اس لئے اس بارے میں اختلاف بہت کم ہے۔

پھر جن آیات میں حقیقۃً صحابہؓ کے اقوال میں کچھ اختلاف ہے (اس میں تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ نے اسناد کی تحقیق اور رُواۃ کے ضبط و اِتقان اور ثقاہت کے اعتبار سے ترجیح کی صورتیں قائم کردی ہیں)، پس بحمد اللہ اس طریق پر کوئی غبار نہیں اور تفسیرِ قرآن کے بارے میں اس راستے پر چلنے والے کے لئے گمراہی کا کوئی خطرہ نہیں، اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا سُلُوْكَهٗ۔

یہ وہ معیار ہیں کہ جن سے تفسیر کے معاملے میں صحیح اور غلط اور حق و باطل کا فیصلہ ہوسکتا ہے، اور یہی وہ طریق ہے جس پر تیرہ سو برس سے جمہور اہلِ سنت والجماعت کا عمل ہے اور اِن شاء اللہ تا قیامت رہے گا۔

اس کے بعد ہم دِکھلانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر کے لئے کیا معیار قرار دیا ہے اور کیا وہ قابلِ اعتماد اور فیصلہ کن معیار ہے یا نہیں؟

مرزا صاحب کے نزدیک تفسیرِ قرآن کا معیار

چونکہ جمہور اہلِ سنت والجماعت اور صحابہؓ وتابعینؒ کے طریق پر مرزا صاحب کی تحریفات اور اوہام کے لئے قرآن مجید کی آیاتِ بینات میں کوئی راستہ نہ رہتا تھا، اس لئے انہوں نے ضروری سمجھا کہ قرآن کے اُصول اور معیار ہی کو بدلنا چاہئے، اپنے رسالے ''برکات الدعا'' ص:۱۳ [1] لغایہ صفحہ:۱۵ میں اس مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے تفسیرِ قرآن کے لئے سات معیار تجویز کئے اور اس میں اپنی قدیم عادت کے موافق عوام کو لبھانے کے لئے چند متفق علیہ معیاروں کو بھی ذکر کردیا، ورنہ درحقیقت ان کے نزدیک صرف ساتواں معیار قابلِ عمل ہے، چنانچہ خود ان کی تصریح ہے کہ یہ معیار سب معیاروں پر حاوی ہے۔

ان سات معیاروں میں چار تو وہی ہیں جو ہم نے جمہور سے نقل کئے، یعنی خود قرآن کی دُوسری آیات اور احادیث اور اقوالِ صحابہؓ اور اقوالِ تابعین، اور تین معیار اپنی طرف سے ایسے ایجاد کئے جو مرزا صاحب کی ہر ضرورت کو قرآن مجید سے پورا کرسکیں، اور ان کی سب تحریفات کو تفسیرِ قرآن میں داخل کرسکیں، چنانچہ فرماتے ہیں:-

> ۵:- پانچواں معیار خود اپنا نفسِ مطہر لے کر قرآن میں غور کرنا ہے۔
>
> ۶:- چھٹا معیار رُوحانی سلسلے کے سمجھنے کے لئے جسمانی سلسلہ ہے، کیونکہ خداوندِ کریم کے دونوں سلسلوں میں بالکل تطابق ہے۔
>
> ۷:- ساتواں معیار وحی ولایت اور مکاشفاتِ محدثین ہیں، اور یہ معیار گویا سب معیاروں پر حاوی ہے۔

ہم اس معاملہ کو منصف ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ کیا وہ تین معیار جو مرزا صاحب نے گھڑے ہیں، قرآن کی مراد متعین کرنے کے لئے معیار ہوسکتے ہیں اور ان سے ہم تفسیر کے باب میں کھرے کھوٹے کی تمیز کرسکتے ہیں یا نہیں؟

جس شخص میں فہم وادراک کا کچھ مادّہ موجود ہے، وہ بلاتأمل سمجھ سکتا ہے کہ یہ معیار کسی طرح فیصلہ کن نہیں ہوسکتے!

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۶ ص:۱۷ تا ۲۰۔

کیونکہ ان میں سے اوّل معیار کی بناء پر ہر شخص قرآن کی مراد پر حاکم بن جاتا ہے، ہر ایک جاہل کہہ سکتا ہے کہ میرا نفسِ مطہر اس آیت کے یہ معنی تجویز کرتا ہے اور بمقتضائے آیت "کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ" ہر شخص اپنے ہی تجویز کردہ معنی کو حق اور دُرست خیال کرتا ہے، اور اس بناء پر قرآنِ کریم کی تفسیر "جتنے منہ اُتنی باتیں" بن جائے گی، بجائے اس کے کہ معیار سے کھرے کھوٹے کی تمیز ہوتی، حق و ناحق کا فیصلہ ہوتا، اس نرالے معیار کی بناء پر کسی باطل سے باطل اور بیہودہ سے بیہودہ خیال کو بھی لغو اور باطل کہنے کا کسی کو استحقاق نہیں رہتا۔

اسی طرح دوسرا معیار بھی ایک عجیب چیستان ہے، جس سے کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ غالباً مرزا صاحب کی مراد اس سے یہ ہے کہ قرآن کی آیات کی تفسیر اسی طریق کے موافق کرنی چاہئے جو نظامِ جسمانیات میں محسوس اور مشاہد اور عادتِ جاریہ کے موافق ہو، کسی آیت کی تفسیر ایسی نہ کرنی چاہئے جو خرقِ عادت اور خلاف مشاہداتِ عامہ کے ہو۔

لیکن ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ اس کا حاصل محض معجزات کا انکار ہے جو خود قطعیاتِ اسلام میں داخل ہیں، اور جن پر قرآن و حدیث کی متواتر اور قطعی نصوص شاہد ہیں، تو یہ معیار علاوہ اس بات کے کہ دربارۂ تفسیر کوئی فیصلہ کن نہیں، خود بھی بالکل قطعیاتِ اسلام کے خلاف اور محض باطل ہے۔

اور تیسرا معیار بھی جس کو مرزا صاحب تمام معیاروں پر حاوی قرار دیتے ہیں، درحقیقت قرآنِ عزیز کی آیاتِ بینات کی تحریف اور مسخ کرنے کی ایک ابلہ فریب اور خوش نما تدبیر ہے، کیونکہ اولیاء و محدثین کے مکاشفات دخلِ نفس و شیطان سے معصوم نہیں، بخلاف وحیٔ رسولؐ اور قرآن مجید کے کہ وہ اس سے بالکل پاک اور معصوم ہیں، وحی کے ساتھ خدا کی پولیس (فرشتے) آگے پیچھے حفاظت کے لئے آتے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:-

وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا. (ایک رصد (پہرہ) بھیجتا ہے)

پس ایک معصوم کلام کی مراد غیر معصوم کشف پر موقوف نہیں ہوسکتی، لیکن اہلِ فہم ذرا سے غور سے بلاتکلف اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کی غرض اس

معیار سے بھی قرآن مجید پر حکومت کرنا ہے، کیونکہ دُوسری جانب آپ کو محدث اور مجدّد بلکہ نبی ہونے کا بھی دعویٰ ہے۔

حدیثِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو اپنے رسالے ''شہادۃ القرآن'' میں صاف طور سے یہ اعلان کر چکے ہیں کہ: ''جو حدیث میری وحی کے خلاف ہو وہ ردّی کی ٹوکری میں ڈال دینے کے قابل ہے۔''

اس معیارِ تفسیر کی غرض بھی صاف یہی ہے کہ جو تفسیر مرزا صاحب کے مکاشفات اور من گھڑت وحی کا اِتباع نہ کرے وہ ردّی اور محض ناقابلِ اعتبار ہے۔

تمام معیاروں کا لبِ لباب اور خلاصہ یہ ساتواں معیار ٹھہرا اور اس کا حاصل یہ ہوا کہ تفسیرِ قرآن وہ معتبر ہے جو مرزا صاحب فرمائیں، مرزا صاحب چاہتے ہیں کہ اس فریب سے حدیث و قرآن دونوں کو اپنا محکوم و مطیع بنائیں، لیکن یاد رہے کہ خدا کا پاک کلام اور اس کا سچا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دُنیا میں اس لئے آیا ہے کہ دُنیا اس کا اِتباع اور اطاعت کرے، نہ اس لئے کہ وہ ہر ہوس ناک انسان کی خواہشات کا پیرو ہوجائے، اور اگر ایسا ہو تو اہلِ علم مصیبت میں پڑ جائیں، خداوندِ عالم فرماتے ہیں:-

لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ.

ترجمہ:- اگر وہ بہت سے اُمور میں تمہارا اِتباع کرنے لگے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ۔

اور میں کہتا ہوں کہ اگر قرآن کی تفسیر کے لئے یہ تین چیزیں، جن کو مرزا صاحب پیش کرتے ہیں، معیار قرار دی جائیں تو قرآن میں ہر ملحد و زندیق کی تحریفات کی کھپت ہوجائے گی؛ بلکہ اس صورت میں قرآن مجید ہر ہوس ناک ملحد و زندیق کا کھلونا بن جائے گا، جس طرح چاہا اُلٹ دیا، کیونکہ ان تینوں معیاروں کا تقریباً خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر محض ایک شخص کی فہم اور اس کے مکاشفہ پر موقوف کردی گئی (اور ظاہر ہے کہ دُنیا کا کوئی انسان اپنے کو فہم اور عقل سے خالی ہونے کا اقرار نہیں کرسکتا) ۔

گر از بسیط زمیں ہم خرد شود معدوم
بخود گماں نبرد ہیچ کس کہ نادانم

ہر شخص اپنے اوہام کو قرآن کی تفسیر بنائے گا، اسی طرح ولایت اور مکاشفات کا دعویٰ بھی کسی کے لئے مشکل نہیں، ہر شخص جو چاہے گا کہے گا، اور اس وقت العیاذ باللہ قرآن کی تفسیر بے اصل بکواس ہوجائے گی، اور اسی لئے علمائے اُمت نے اس مرحلہ کو پہلے ہی طے کرنے کے لئے اس مسئلے کو مسائلِ عقائد میں درج کیا ہے۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ اپنے رسالے عقائد میں اور علامہ تفتازانی رحمہ اللہ اس کی شرح میں اور سیوطی رحمہ اللہ اتقان میں اس کو جمہور اہلِ سنت والجماعت کا متفقہ قاعدہ قرار دیتے ہیں۔

اَلنُّصُوْصُ عَلٰی ظَوَاھِرِھَا وَالْعُدُوْلُ عَنْھَا اِلٰی مَعَانٍ یَدَّعِیُھَا اَھْلُ الْبَاطِنِ اِلْحَادٌ. (عقائدِ نسفی)

ترجمہ:- آیات کے معنی وہی حق ہیں جو ان کے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں، اور ان کو چھوڑ کر ایسے معنی لینا جن کا فرقۂ باطنیہ والے دعویٰ کرتے ہیں، الحاد اور بددینی ہے۔

مرزا صاحب تو موجود نہیں، اُن کے متبعین ذرا خدا سے شرمائیں، اور اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے قرآن مجید کو بازیچۂ طفلاں اور ٹھٹھا نہ بنائیں۔

منصف حضرات نے غالباً خود فیصلہ کرلیا ہوگا کہ قرآن مجید کی مراد متعین کرنے کے لئے صحیح طریقہ وہی ہے جو بحوالۂ علامہ سیوطی رحمہ اللہ جمہور علمائے اُمت کا طریق اور اُسلوب نقل کیا جاچکا ہے، جس کے دِل میں خدا کا خوف اور اس کے کلام کی کچھ عظمت ہے وہ غور کرے اور قبول کرے، ورنہ اللہ تعالیٰ تمام عالم سے بے نیاز ہے۔

یہ بحث اگرچہ اس وقت ہمارے مقصد میں داخل نہ تھی، جس میں بلااختیار کچھ طول بھی ہوگیا، لیکن اس غرض سے یہاں درج کی گئی کہ راستہ صاف ہوجائے اور آئندہ جو کچھ ہم عرض کریں یا جماعتِ مرزائیہ پیش کرے، ناظرین اس کو خود جانچ لیں کہ کون قابلِ قبول ہے اور کون قابلِ ردّ۔

اس کے بعد ہم اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور قرآن مجید سے مسئلۂ ختمِ نبوّت کو ثابت کرتے ہیں، وعلی اللہ التکلان۔

ختمِ نبوّت کے ثبوت میں پہلی آیت

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ، وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا.

ترجمہ:- نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا۔

شانِ نزول، یعنی نازل ہونے کا سبب

اس آیتِ شریفہ کا یہ ہے کہ آفتابِ نبوّت کے طلوع ہونے سے پہلے تمام عرب جن تباہ کن اور مضحکہ خیز رُسوماتِ قبیحہ میں مبتلا تھے، ان میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ متبنّیٰ یعنی لے پال بیٹے کو تمام اَحکام و اَحوال میں حقیقی اور نسبی بیٹا سمجھتے، اسی کا بیٹا کہہ کر پکارتے تھے، اور مرنے کے بعد شریکِ وراثت ہونے میں اور رشتہ ناتے اور حلت و حرمت کے تمام اَحکام میں حقیقی بیٹا قرار دیتے تھے، جس طرح نسبی بیٹے کے مرجانے یا طلاق دینے کے بعد باپ کے لئے بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے، اسی طرح وہ لے پالک کی بیوی سے بھی اس کے مرنے اور طلاق دینے کے بعد نکاح کو حرام سمجھتے تھے۔

یہ رسم بہت سے مفاسد پر مشتمل تھی، اختلاطِ نسب، غیر وارثِ شرعی کو اپنی طرف سے وارث بنانا، ایک شرعی حلال کو اپنی طرف سے حرام قرار دینا وغیرہ وغیرہ۔

اسلام جو کہ دُنیا میں اسی لئے آیا ہے کہ کفر و ضلالت کی بیہودہ رُسوم سے عالم کو پاک کردے، اس کا فرض تھا کہ وہ اس رسم کے استیصال (جڑ سے اُکھاڑنے) کی فکر کرتا، چنانچہ اس نے اس کے لئے دو طریق اختیار کئے، ایک قولی اور دُوسرا عملی، ایک طرف تو یہ اعلان فرمادیا:-

وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَکُمْ اَبْنَآءَکُمْ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاهِکُمْ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ. اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ. (الاحزاب:۴، ۵)

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ نے نہیں کیا تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے، یہ بات ہے اپنے منہ کی، اور اللہ کہتا ہے ٹھیک بات، اور وہی راستہ سمجھاتا ہے، پکارو لے پالکوں کو ان کے باپ کے نام سے، یہی پورا انصاف ہے اللہ کے یہاں۔

اصل مدعا تو یہ تھا کہ شرکتِ نسب اور شرکتِ وراثت اور اَحکامِ حلّت وحرمت وغیرہ میں اس کو بیٹا نہ سمجھا جائے، لیکن اس خیال کو بالکل باطل کرنے کے لئے یہ حکم دیا گیا کہ متبنّیٰ یعنی لے پالک بنانے کی رسم ہی توڑ دی جائے، چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہوگیا کہ لے پالک کو اس کے باپ کے نام سے پکارو۔

نزولِ وحی سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو (جو کہ آپؐ کے غلام تھے) آزاد فرما کر متبنّیٰ (لے پالک بیٹا) بنالیا تھا، اور تمام لوگ یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ بھی عرب کی قدیم رسم کے مطابق ان کو "زید بن محمد" کہہ کر پکارتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیتِ مذکورہ نازل ہوئی، اس وقت سے ہم نے اس طریق کو چھوڑ کر اُن کو "زید بن حارثہ" کہنا شروع کیا۔[1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس آیت کے نازل ہوتے ہی اس رسمِ قدیم کو خیرباد کہہ چکے تھے، لیکن چونکہ کسی رائج شدہ رسم کے خلاف کرنے میں اعزّاء واقارب اور اپنی قوم وقبیلہ کے ہزاروں طعن وتشنیع کا نشانہ بننا پڑتا ہے جس کا تحمل ہر شخص کو دُشوار ہے، اس لئے خداوندِ عالم نے چاہا کہ اس عقیدہ کو اپنے رسول ہی کے ہاتھوں عملاً توڑا جائے، چنانچہ جب حضرت زیدؓ نے اپنی بی بی زینبؓ کو باہمی ناچاقی کی وجہ سے طلاق دے دی، تو خداوندِ عالم نے اپنے رسولؐ کو حکم فرمایا کہ ان سے نکاح کرلیں، تاکہ اس رسم وعقیدہ کا کلیۃً استیصال ہوجائے، چنانچہ ارشاد ہوا:-

---

(۱) حضرت زیدؓ کو اس کا قلق تھا کہ ان کے نام کو آپؐ کی نسبت سے علیحدہ کردیا گیا، شاید اسی رنج کو دفع کرنے کے لئے قرآنِ کریم نے صراحت کے ساتھ اُن کا نام لیا اور فرمایا: "قَضٰی زَیْدٌ" الآیۃ حالانکہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ میں سے کسی کا نام بھی قرآنِ کریم میں مذکور نہیں، ان کی تخصیص میں شاید یہی بھید ہے (وھذا ما افادنی شیخی ومولائی العثمانی الدیوبندی متّعنا اللہ بطول بقائہ، وجدتہٗ فی تفسیر فتح البیان أیضًا)۔

فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِهِمْ. (الاحزاب:۳۷)

ترجمہ:- پس جبکہ زیدؓ، زینبؓ سے طلاق دے کر فارغ ہوگئے تو ہم نے ان کا نکاح آپ سے کردیا، تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیبیوں کے بارے میں کوئی تنگی واقع نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بأمرِ خداوندی نکاح کیا، اِدھر جیسا کہ پہلے ہی خیال تھا، تمام کفارِ عرب میں شور مچا کہ ''لو اس نبی کو دیکھو کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر بیٹھے۔''

ان لوگوں کے طعنوں اور اعتراضات کے جواب میں آسمان سے وہ آیت نازل ہوئی جو اس وقت ہمیں استدلال میں پیش کرنی ہے، یعنی:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ.

ترجمہ:- نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں۔

جس میں یہ بتلادیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے نسبی باپ نہیں، تو حضرت زیدؓ کے باپ بھی نسبی نہ ہوئے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی مطلقہ بی بی سے نکاح کرلینا بلاشبہ جائز اور مستحسن ہے، اور اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطعون کرنا سراسر نادانی اور حماقت ہے۔

اُن کے دعوے کے ردّ کے لئے اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زیدؓ کے باپ نہیں، لیکن خداوندِ عالم نے ان کے مطاعن کو مبالغے کے ساتھ ردّ کرنے اور بے اصل ثابت کرنے کے لئے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا کہ یہی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زیدؓ کے باپ نہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی مرد کے بھی باپ نہیں، پس ایک ایسی ذات پر جس کا کوئی بیٹا ہی موجود نہیں، یہ الزام لگانا کہ اس نے اپنے بیٹے کی بی بی سے نکاح کرلیا کس قدر ظلم اور کج روی ہے۔

اور اگر کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرزند ہوئے ہیں، قاسمؓ اور طیبؓ اور طاہرؓ حضرت خدیجہؓ سے اور ابراہیمؓ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے، پھر یہ ارشاد کیسے صحیح ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں؟

تو اس کا جواب خود قرآنِ کریم کے الفاظ میں موجود ہے، کیونکہ اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں، اور آپؐ کے چاروں فرزند بچپن ہی میں وفات پاگئے تھے، ان کو مرد کہے جانے کی نوبت ہی نہیں آئی، آیت میں "رِجَالِکُمْ" کی قید اسی لئے بڑھائی گئی ہے۔

نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نزولِ آیت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرزند موجود نہ تھا، قاسمؓ اور طیبؓ اور طاہرؓ کی وفات ہوگئی تھی[1]، اور ابراہیمؓ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے، لہٰذا اس وقت کے لحاظ سے تو مطلقاً یہ کہنا بھی دُرست تھا کہ آپؐ کسی مرد یا لڑکے کے باپ نہیں۔

بالجملہ اس آیت کے نزول کی غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار و منافقین کے اعتراضات کا اُٹھانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی براءت اور عظمتِ شان بیان فرمانا ہے، اور یہی آیت کا شانِ نزول ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:-

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ.

ترجمہ:- مگر آپؐ اللہ کے رسول اور آخر الانبیاء ہیں۔

اس آیتِ مذکورۂ بالا میں ہمارے مقصد کا زیادہ تعلق صرف اسی جملے سے ہے، لہٰذا آئندہ ہماری بحث بیانِ معنی اور تفسیر وغیرہ میں صرف اسی جملے کے متعلق ہوگی، لیکن اس سے پہلے کہ میں آیت کی تفسیر اُصولِ مذکورہ کے مطابق قرآن و حدیث وغیرہ سے پیش کروں، یہ بتلادینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جملے کو پہلے جملے سے کیا ربط ہے؟ کیونکہ آیت کی مراد اور غرض متعین کرنے میں اس سے بھی مدد ملے گی۔

---

(۱) کذا فی تفسیر رُوح المعانی۔ ۱۲ منہ

آیتِ مذکورہ کے دونوں جملوں میں ربط

پہلے جملے میں یہ بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں، اس پر سرسری نظر میں چند شبہات پیدا ہوسکتے ہیں، ان کے ازالے کے لئے یہ دُوسرا جملہ لفظ "وَلٰــــکِنْ" کے ساتھ فرمایا ہے، کیونکہ یہ لفظ لغتِ عرب میں اسی لئے وضع کیا گیا ہے کہ پہلے کلام میں جو شبہ ہوتا ہے اس کو دفع کرے۔

وہ شبہات یہ ہیں:-

۱:- اوّل یہ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اُبوّت ثابت نہیں تو شفقتِ پدری جو کہ لازمۂ اُبوّت ہے، وہ بھی آپؐ میں موجود نہ ہوگی، حالانکہ ایک نبی اور رسول کے لئے اُمت پر غایت درجہ شفیق ہونا ضروری ہے۔

۲:- دُوسرے یہ کہ یہ بات مشہور ہے کہ ہر نبی اپنی قوم اور اُمت کا باپ ہوتا ہے، امام راغب اصفہانی نے کہا ہے:-

وَیُسَمّٰی کُلُّ مَنْ کَانَ سَبَبًا فِیْ اِیْجَادِ شَیْءٍ اَوْ اِصْلَاحِہٖ اَوْ ظُھُوْرِہٖ اَبــًا، وَلِذٰلِکَ سُمِّیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبـَا الْمُؤْمِنِیْنَ، قَالَ اللّٰہُ: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُـہٗ اُمَّھَـاتُھُـمْ، وَفِیْ بَعْضِ الْقِرَاءَاتِ وَھُوَ اَبٌ لَّھُمْ.

(مفردات القرآن للراغب)

ترجمہ:- اور ہر وہ شخص باپ کہا جاتا ہے جس کو اس کی ایجاد یا اصلاح یا ظہور میں دخل ہو، اور اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو المؤمنین کہا جاتا ہے، دیکھو خداوندِ عالم فرماتا ہے: نبیؐ مؤمنین پر ان کی جانوں سے زیادہ حقدار ہیں، اور اُن کی ازواجؓ مؤمنین کی مائیں ہیں، اور بعض قراءات میں یہ بھی ہے کہ آپؐ مؤمنین کے باپ ہیں۔

غرض نبی ہونے کے لئے باپ ہونا لازم ہے، پس جبکہ آیتِ مذکورہ میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُبوّت (باپ ہونے) کی نفی کی گئی تو کسی سطحی نظر والے کو یہ وہم پیدا ہوسکتا ہے کہ جب اُبوّت نہیں جو کہ لازمِ نبوّت ہے، تو شاید نبوّت بھی نہ ہوگی۔

۳:- تیسرے یہ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُبوّت کی نفی کی گئی تو اس میں بظاہر آپؐ کی ایک قسم کی تنقیص لازم آتی ہے کہ آپؐ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں، نیز ان کفار کو ہنسنے کا موقع ملتا ہے جو آپؐ پر اَبتَر (لا ولد) ہونے کا عیب لگاتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ آیتِ کریمہ کے پہلے جملے سے اس قسم کے چند شبہات و اَوہام ایک ظاہر بیں نظر کے لئے ممکن تھے، ان کے ازالے کے لئے ارشاد فرمایا گیا:-

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ (لیکن آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں)

جس میں لفظ لٰکِنْ سے ان اَوہامِ مذکورہ کا دفعیہ اس طرح کیا گیا کہ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی صلبی فرزند نہیں، اور آپؐ اس اعتبار سے کسی مرد کے باپ نہیں، لیکن آپؐ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں، اور رسول اپنی اُمت کا باپ ہوتا ہے، جیسا کہ ہم اُوپر امام راغب رحمہ اللہ سے نقل کر آئے ہیں کہ بعض قراءات میں قرآنِ عزیز نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کا باپ قرار دیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی اُمت کی لڑکیوں کے متعلق فرمایا:-

هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ (یہ میری بیٹیاں ہیں)

اس اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کروڑوں فرزند ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کروڑوں مردوں کے باپ ہیں۔

حاصل اس کا یہ ہوتا ہے کہ اُبوّت دو قسم پر ہے، ایک اُبوّتِ جسمانیہ (نسبیہ و رضائیہ) جس پر اَحکام حرمت وحلت کے دائر ہوتے ہیں، اور جس کی وجہ سے بیٹے کی بی بی حرام ہوجاتی ہے، وغیر ذالک۔

اور دُوسری اُبوّتِ رُوحانیہ جس پر احکامِ حرمت وحلت دائر نہیں ہوتے، البتہ اولاد کی جانب سے تعظیم اور باپ کی جانب سے شفقت مثل صلبی اور نسبی باپ کے بلکہ اس سے بھی کہیں زائد ہونا ضروری ہے، جیسے اُستاذ کی اُبوّت شاگرد کے لئے، یا پیر کی مرید کے لئے، یا رسول کی اپنی ساری اُمت کے لئے، پس آیتِ کریمہ "مَا کَانَ

"مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ" میں پہلے معنوں سے اُبوّت کی نفی کی گئی ہے، اور "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ" میں دُوسرے معنی سے اُبوّت کا اِثبات کیا گیا ہے۔

اس ایک جملے نے تینوں شبہات کو اُٹھادیا، کیونکہ:-

۱:- اس سے معلوم ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے رُوحانی باپ ہیں، اور رُوحانی باپ یعنی رسول کی شفقت اور عنایت اپنی اولاد پر بہ نسبت نسبی باپ کے بہت زائد ہوتی ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسبی باپ نہ ہونے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور رحمت میں کمی آنا لازم نہیں آتا۔

۲:- یہ بھی ثابت ہوگیا کہ نبی کے لئے جس قسم کا باپ ہونا لازم ہے، اس کی نفی آیت میں نہیں کی گئی، بلکہ صرف نسبی اور رضائی باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے، اس لئے دُوسرا شبہ بھی زائل ہوگیا۔

۳:- یہ بھی بخوبی معلوم ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لاولد اور مقطوع النسل (ابتر) نہیں، جیسا کہ کفار کہتے ہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنی اولاد ہے کہ دُنیا میں نہ آج تک کسی کے لئے ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے غیرمحصور افراد کے باپ ہیں، اس سے تیسرا شبہ بھی اُٹھ گیا، وللہ الحمد۔

یہ تینوں شبہات جملہ مذکورہ سے اُٹھ چکے ہیں، لیکن خدائے عزّ وجل چاہتا ہے کہ اپنے پیارے رسولؐ کی براءت خوب آشکارا فرماکر ان کے فضائل وکمالات اور اعلیٰ درجے کے شفیق ومہربان ہونے پر قوموں کو مطلع فرمادے، تاکہ غافل لوگ ہوش میں آجائیں اور اس خدا کے آخری رسول کے قدم چوم لیں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ. (اور آپ تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں)

خدائے علیم وحفیظ ہی خوب جانتا ہے کہ اس نے اپنے کلامِ پاک کے ایک ایک لفظ میں کیا کیا اسرار اور نکات رکھے ہیں اور کیا کیا اس کے فوائد ہیں، ہم اپنے ذرّۂ علم سے جس قدر سمجھ سکتے ہیں، پیش کرتے ہیں، کلامِ پاک کے اس جملے میں چند فوائد مدِ نظر نہیں:-

ا:- اوّل ان لوگوں کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتر اور مقطوع النسل ہونے کا الزام لگاتے تھے، یہ بتلادینا کہ اے غافلو! تم جس پاکباز انسان پر ابتر ہونے کا عیب لگاتے ہو وہ اتنی مخلوق کا باپ ہے کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی، کیونکہ اوّل تو اکثر رسول اپنی اُمت کے باپ ہونے کی وجہ سے اتنی کثیرالتعداد نسل اور اولاد رکھتے ہیں کہ کسی انسان سے متصوّر نہیں، اور اُن کی وفات کے بعد بھی جب تک کوئی دُوسرا رسول نہ بھیجا جائے اس وقت کی تمام پیدا ہونے والی اُمت اسی کی اولاد ہے، اور اس کا سلسلۂ اُبوّت جاری ہے، پھر بالخصوص یہ برگزیدہ نبی (فداہ اَبی واُمی) جو خاتم النبیین ہے، اس کے بعد تو کوئی دُوسرا رسول بھی آنے والا نہیں، اس کا سلسلۂ اُبوّت تو قیامت تک چلنے والا ہے، اور صبحِ قیامت تک جتنے غیر محصور مسلمان پیدا ہونے والے ہیں وہ سب اس کی اولاد ہیں، اور اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و رُسل میں سب سے زیادہ کثیرالاولاد ہوئے، اور اسی بناء پر اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل مخلوق اوّلین وآخرین سے زیادہ اولاد والے ہیں، اور یہی غرض ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی:-[1]

اِنِّیْ اُبَاھِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ.

ترجمہ:- میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دُوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔

خلاصہ یہ کہ آیت میں لفظ "رَسُوْلَ اللہِ" سے تو صرف یہی معلوم ہوا تھا کہ آپ مقطوع النسل نہیں بلکہ آپ رسول ہونے کی وجہ سے کثیرالتعداد اولاد رکھتے ہیں، پھر لفظ "خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" بڑھا کر کفار کو اچھی طرح ذلیل کرنے اور آپؐ کے کامل ہونے کو خوب روشن کرنے کے لئے گویا یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہی نہیں کہ آپؐ کثیرالاولاد ہیں، بلکہ اس نیلے سائبان اور خاکی فرش کے درمیان پیدا ہونے والی تمام ہستیاں اس کثرت میں آپؐ کے ہم پلہ نہیں ہوسکتیں، کیونکہ آپؐ کا سلسلۂ اُبوّت تاقیامت چلنے والا ہے، کوئی نبی آپؐ کے بعد پیدا ہونے والا نہیں، اور اِدھر یہ بھی وعدہ ہے کہ یہ دینِ متین محرّف نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ لوگ اس میں داخل ہوتے رہیں گے، اس لئے اس کی

(۱) کذا فی حدیث ابی مالک الاشعریؓ عند الطبرانی از کنز العمال ج:۶ ص:۲۳۲۔ ۱۲ منہ

کثرت ظاہر ہے کہ اندازہ سے بھی باہر ہوگی۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز ملائکہ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنے آدمی آئے ہیں اتنے کسی نبی کے ساتھ نہیں آئے۔

۲:- اس جگہ لفظ "خَاتَمَ النَّبِیِّنَ" کے اضافے کی دُوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اُممِ دُنیا کو اس پر متنبہ کرنا منظور ہے کہ اے ہوا و ہوس کے بندو! یہ ہمارا آخری رسول ہے جو ہمارا آخری پیغام لے کر تمہاری طرف آیا ہے، اب بھی ہوش میں آجاؤ اور اس کے اِتباع سے دین و دُنیا، معاش و معاد کو دُرست کرلو، اس کے بعد پھر کوئی جدید آسمانی پیغام زمین والوں کی طرف نہ بھیجا جائے گا، اور نہ کوئی جدید پیغمبر مبعوث ہوگا، اس لئے اب دین و دُنیا کی اصلاح اور وصول الی اللہ صرف اسی کی تصدیق اور اسی کے اِتباع میں منحصر ہے، اس کی ہدایت کو غنیمت سمجھو، طعن و تشنیع سے باز آجاؤ۔

اور یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کسی شخص کو متوجہ کرنے کے لئے اُردو، فارسی وغیرہ ہر زبان میں کہا جاتا ہے کہ دیکھو! یہ ہمارا آخری کلام یا آخری وصیت ہے، اس کو پلے باندھ لو۔

۳:- تیسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب "مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ" میں نفیٔ اُبوّت سے یہ وہم ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں شفقتِ پدری بھی موجود نہ ہوگی تو اس کو دفع کرنے کے لئے لفظ "وَلٰـکِنْ رَّسُوْ لِ اللّٰہِ" بڑھا کر یہ بتلایا گیا کہ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے نسبی باپ نہیں، لیکن آپؐ اللہ کے رسول ہونے کی وجہ سے نسبی باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں۔

اس کے بعد اسی کمالِ شفقت کو بیان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا: "وَخَاتَمَ النَّبِیِّنَ" یعنی اوّل تو ہر رسول اپنی اُمت کا باپ ہے، اور شفقت میں باپ سے بھی زیادہ، پھر خصوصاً یہ رسولؐ تو خاتم النبیّین ہیں جن کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا، ایسی حالت میں تو ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں بھی زیادہ شفیق ہوں گے، اور اُمت کی ہدایت اور نصیحت و خیرخواہی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں گے، کیونکہ وہ رُسل جن کے بعد دُوسرے رسول اور انبیاء کے آنے کی توقع ہو ان سے اگر کوئی چیز رہ

جائے تو بعد میں آنے والے انبیاء اس کی تکمیل کر سکتے ہیں، لیکن جو تمام انبیاء کا خاتم اور آخر ہو اس کو یہ فکر ہوگی کہ مخلوق کے لئے راستے کو ایسا صاف کردیا جائے کہ اُن کو کسی وقت گمراہی کا خطرہ نہ ہو، غرض وہ اپنی اُمت کے لئے انتہائی شفقت کا برتاؤ کریں گے۔

جیسے ایک نسبی باپ جبکہ اپنے پیچھے اولاد چھوڑنے والا ہو، اور کوئی ایسا شخص اس کے متعلقین میں نہ ہو جو اس کی اولاد کی نگرانی کر سکے، اور ان کے مصارف کی کفالت کرے تو باپ کی شفقت و محبت میں جس قدر ہیجان ہوگا وہ ظاہر ہے، اپنے بعد کے لئے اپنی حیات ہی میں ایسے سامان مہیا کرنے کی فکر کرے گا کہ آئندہ اس کی اولاد کسی کی محتاج نہ ہو۔

چنانچہ ہمارے آقائے نامدار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے شریعت کے صراطِ مستقیم کو اس قدر ہموار چھوڑا ہے کہ جس میں رات اور دن برابر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ ہمیں کسی شریعتِ سابقہ کی حاجت ہے اور نہ لاحقہ کی، اور نہ کسی نبیٔ جدید کی ضرورت ہے، اور نہ شریعتِ جدیدہ کی، قرآن مجید اس شریعت کی ابدی تکمیل کا اعلان ان الفاظ سے کر چکا ہے:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ.

ترجمہ:- آج ہم نے تمہارے لئے دین کامل کردیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی۔

اس سے ظاہر ہے کہ شرائعِ سابقہ کی تکمیل ابدی اور علی الاطلاق تکمیل نہ تھی، اگرچہ اپنے اوقات کے لحاظ سے وہ سب کامل و مکمل تھیں، اور یہی آیت کی مراد ہے، جیسا کہ امام رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیرِ کبیر میں اس کی تصریح فرماتے ہیں۔

الغرض بتصریحِ نصِ قرآن یہ شریعت ابدالآباد کے لئے کامل اور مکمل کردی گئی، اس کو اپنے نبیؑ کے بعد نہ کسی نبی کی ضرورت، نہ محدث کی حاجت، علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

بِخِلَافِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللّٰهَ اَغْنَاهُمْ

بِهٖ فَلَمْ يَحْتَاجُوْا مَعَهٗ لَا اِلٰى نَبِيٍّ وَّلَا اِلٰى مُحَدِّثٍ بَلْ جُمِعَ لَهٗ مِنَ الْفَضَائِلِ مَا فَرَّقَهٗ فِيْ غَيْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ.

(رسالہ الفرقان ص:۵۶)

ترجمہ:- بخلاف اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کی وجہ سے مستغنی فرمادیا ہے، نہ وہ کسی نبی کے محتاج ہیں اور نہ محدّث کے، بلکہ وہ تمام فضائل آپ میں جمع کردیئے گئے ہیں جو دُوسرے تمام انبیاء میں متفرق ہیں۔

الغرض اس لفظ "خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت دُوسرے انبیاء علیہم السلام کے بھی سب سے زیادہ شفیق و مہربان ہیں۔

اس کے بعد ہم آیت کی مفصل تفسیر ناظرین کے سامنے انہی اُصول کے مطابق پیش کرتے ہیں، جن کو علمائے اُمت نے تفسیر کا معیار قرار دیا ہے، لیکن ہر شخص کی نظرِ اوّل عبارت اور اس کے لغات پر پڑتی ہے، اور وہ پہلے اسی زبان کے قواعد سے اُس کی مراد معلوم کرنا چاہتی ہے، اس لئے بیان کی ترتیب میں ہم پہلے لغتِ عرب کو رکھتے ہیں، اور پھر باقی طریقوں کو بترتیب پیش کیا جائے گا۔

آیتِ مذکورہ کی تفسیر لغتِ عرب سے

حلِ لغت

اس آیت میں چند کلمات ہیں:-

و، لکن، رسول، اللہ، خاتم، النبیین، جن میں سے واؤ عطف کے لئے ہے اور لکن استدراک یعنی ازالۂ شبہ کے لئے اور لفظ اللہ محتاجِ بیان نہیں، البتہ باقی تین لفظ یعنی رسول اور خاتم اور النبیّین زیادہ تفصیل طلب ہیں، اور بالخصوص آخر کے دو لفظ کیونکہ فرقۂ مرزائیہ نے اس آیت کی تحریف کا راستہ انہی دو لفظوں کو بنایا ہے، لہٰذا ان

الفاظ کے متعلق کسی قدر تفصیل ہدیۂ ناظرین کرنے کی ضرورت ہے۔

رسول:- جس شخص کو خداوندِ عالم اپنی وحی کے ساتھ مشرف فرماکر مخلوق کی طرف تبلیغ و ہدایت کے لئے بھیجتا ہے، اس کو "رسول" اور "نبی" کہتے ہیں۔ پھر ان دونوں لفظوں کی شرح میں علمائے عربیت و اُصول کے مختلف اقوال ہیں۔

رسول اور نبی کے معنی میں فرق

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اصطلاحِ شرع میں یہ دونوں لفظ مترادف ہیں، یعنی ان کے معانی میں باہمی کوئی فرق نہیں ہے، یہ حضرات ان آیات اور احادیث اور کلماتِ عرب سے استدلال کرتے ہیں جن میں سے ایک ہی شخص کی نسبت کبھی لفظِ رسولؐ بولا گیا ہے اور کبھی لفظِ نبیؐ، اور یہ مذہب جمہور معتزلہ کا ہے۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ رسولؐ بہ نسبت نبیؐ عام ہے، کیونکہ نبی کے لئے انسان ہونا ضروری ہے، فرشتے کو نبی نہیں کہا جاتا، اور رسول جس طرح انسان ہوتے ہیں اسی طرح ملائکہ بھی ہوسکتے ہیں، قرآنِ عزیز کی بہت سی آیات ملائکہ کو بھی رسولؐ کا لقب دیتی ہیں، کما فی قولہ تعالیٰ:-

لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى.

ترجمہ:- بے شک ہمارے رسول (یعنی ملائکہ) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔

اور جمہور اہلِ سنت والجماعت اور علمائے سلف کی تحقیق یہ ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص، کیونکہ اصطلاحِ شرع میں "رسول" صرف اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کو خداوندِ عالم کی طرف سے کوئی کتاب دی گئی ہو یا وہ نبی جو مستقل شریعت لے کر آیا ہو، اور نبی کے لئے ان دونوں میں سے کوئی شرط نہیں، بلکہ نبی اس شخص کو بھی کہا جاتا ہے جو صاحبِ شریعت و کتاب ہو، اور اس شخص کو بھی جس کو خداوندِ عالم کی جانب سے وحی ہو اور وہ تبلیغِ اَحکام کرتا ہو، لیکن اس کے لئے کتاب یا شریعتِ جدیدہ نہیں، اور قرآنِ کریم کی متعدد آیات اس تحقیق پر شاہد ہیں:-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ. الاٰية.

ترجمہ:- نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول اور نہ نبی مگر اس طرح ....الخ۔

جس میں لفظِ ''رسول'' کے بعد لفظِ ''نبی'' بغرضِ تعمیم بعد التخصیص ذکر کیا گیا ہے، نیز حدیث میں ہے:-

عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ الْاَنْبِيَآءُ مِائَةَ اَلْفٍ وَّاَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ اَلْفًا، وَكَانَ الرُّسُلُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَثَلٰثُمِائَةِ رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَوَّلُهُمْ اٰدَمُ ... اِلٰى قَوْلِهٖ ... اٰخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ.

(رواه اسحق بن راهويه وابن ابی شيبه ومحمد بن ابی عمرو ابويعلیٰ) (از حاشيه مسامره مصری ص:۱۹۳، وكذا اخرجه ابن حبان فی صحيحه وصحّحه ابن حجر فی الفتح)

ترجمہ:- حضرت ابوذرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوئے ہیں، اور رسول تین سو پندرہ، جن میں سے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (یہ حدیث اسحٰق بن راہویہ، ابن ابی شیبہ، ابویعلیٰ نے روایت کی ہے، اور ابنِ حبان اور ابنِ حجر نے اس کو صحیح فرمایا ہے)

اس حدیث نے بالکل صاف کردیا کہ رسول اور نبی میں فرق ہے، اور انبیاء بہ نسبت رسول کے زیادہ ہوئے ہیں، نیز اس حدیث میں خط کشیدہ الفاظ بھی قابلِ غور ہیں۔

اس لئے جمہور اہلِ سنت والجماعت نے اسی تحقیق کو اختیار کیا ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے شرح صحیح بخاری جلد:۱۲ صفحہ:۳۳۱ کتاب التعبیر میں اس کی تصریح فرمائی، اور زرقانی رحمہ اللہ نے شرح مؤطا میں، ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے مسامرہ میں، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے شفا میں اس کی تصدیق فرمائی ہے، ومثلہٗ فی حواشی شرح العقائد النسفیۃ۔

ہاں! اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتلادینا ضروری ہے کہ جمہور اہلِ سنت کو بھی اس سے انکار نہیں کہ بعض مواضع میں لفظِ رسولؔ، نبیؔ کی جگہ پر، یا نبیؔ، رسولؔ کی جگہ پر توسعاً ومجازاً بولا جاتا ہے، اور اسی بات کے سمجھنے سے پہلے دونوں مذہبوں کی دلیلوں کا جواب بھی ہوجاتا ہے (کما لا یخفٰی علی المتیقّظ)۔

اس کے بعد ہم باقی ان دونوں لفظوں کی شرح علیحدہ علیحدہ لغت کی معتبر کتابوں سے پیش کرتے ہیں، اور پھر پورے جملے کے معنی اَز رُوئے قواعدِ عربیت ذکر کئے جائیں گے۔

لفظِ خاتم کی لغوی تحقیق

اس لفظ کے بارے میں آیتِ مذکورہ میں دو قراءتیں ہیں، یعنی جن حضرات نے اس لفظ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اُن میں سے بعض نے خاتَم، ت کے زبر کے ساتھ، بعض نے خاتِم، ت کے زیر کے ساتھ نقل کیا ہے۔

پھر امام المفسّرین والمحدّثین ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ اور جمہور مفسرین نے اپنی اپنی تفسیروں میں فرمایا ہے کہ دُوسری قراءت یعنی خاتَم، ت کے زبر کے ساتھ صرف دو قاریوں حسنؔ اور عاصمؔ کی قراءت ہے۔

ان کے علاوہ تمام قاریوں کے نزدیک پہلی قراءت یعنی خاتِم بکسر تاء مختار ہے۔ (ابنِ جریر ج:۲۲ ص:۱۱)

اور جب آیت میں زیر اور زبر دونوں قراءتیں موجود ہیں تو ضروری ہے کہ ہم خاتِم بالکسر اور خاتَم بالفتح دونوں لفظوں کی مفصل شرح ناظرین کے سامنے پیش کریں، وہو ہذا۔

یہ دونوں لفظ کلامِ عرب میں چند معانی کے لئے مستعمل ہوتے ہیں جن کو ذیل میں ایک نقشہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے:-

لفظ	لفظ	نمبر شمار	معانی	حوالہ کتبِ لغت
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	۱	نگینۂ مہر جس پر نام وغیرہ کندہ کئے جاتے ہیں۔	لسان العرب، تاج العروس، صحاح جوہری، قاموس۔
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	۲	انگشتری یعنی انگوٹھی، مثلاً خاتم ذہب، یعنی سونے کی انگوٹھی۔	لسان العرب، تاج العروس، صحاح وغیرہ۔
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	۳	آخرِ قوم بھی اکثر مستعمل ہے۔	قاموس، تاج العروس، منتہی الادب۔
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	۴	گھوڑے کے پاؤں میں جو تھوڑی سی سفیدی ہو اس کو بھی خاتم کہتے ہیں۔	ایضاً
خاتم بالفتح	خاتم بالکسر	۵	گدی کے نیچے جو گڑھا ہے اس کو بھی خاتم کہتے ہیں۔	ایضاً
-	خاتم بالکسر فقط	۶	بمعنی اسم فاعل، کسی چیز کو ختم کرنے والا۔	ایضاً
بالفتح فقط	-	۷	مہر کا جو نقش کاغذ وغیرہ پر اُتر آتا ہے۔	لسان العرب وغیرہ۔(۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں لفظ سات معانی میں مستعمل ہوتے ہیں، جن میں اوّل کے پانچ دونوں میں مشترک ہیں، اور نمبر۶ فقط خاتم بالکسر کے ساتھ مخصوص ہے، اور نمبر ۷ خاتَم بالفتح کے ساتھ خاص ہے۔

اس کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ آیتِ مذکورہ میں خاتم بالکسر کے چھ معنوں میں کون سے معنی ہوسکتے ہیں؟ اور خاتَم بالفتح کے چھ معنوں میں سے کون سے؟

سو یہ بھی ظاہر ہے کہ پہلے اور دُوسرے معنی یعنی نگینۂ مہر اور انگشتری آیت

---

(۱) اس تخصیص و تفصیل میں علمائے لغت کے اقوال کچھ اور بھی ہیں، مگر عام کتبِ لغت سے یہی تفصیل مستفاد ہوتی ہے۔ ۱۲ محمد شفیع غفرلہٗ

میں کسی طرح حقیقت کے اعتبار سے مراد نہیں ہوسکتے، اور باجماعِ علمائے لغت اور باتفاقِ عقلائے دُنیا جب تک حقیقی معنی دُرست ہوسکیں، اس وقت تک مجازی کو اختیار کرنا باطل ہے، لہٰذا پہلے اور دُوسرے معنی ہرگز مراد نہیں۔

چوتھے پانچویں معانی کا تو آیت میں کسی انسان کو وہم بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ اس آیت میں نہ حقیقۃً دُرست ہیں نہ مجازاً۔

اسی طرح ساتویں معنی یعنی مہر کا نقش، یہ بھی حقیقی معنی کے لحاظ سے آیت میں مراد نہیں ہوسکتے، اور مجازی معنی مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں۔

ولہٰذا اب صرف دو احتمال باقی ہیں، تیسرے معنی یعنی آخرِ قوم اور چھٹے معنی یعنی ختم کرنے والے، اور یہ دونوں معنی بلاتکلف آیت میں حقیقت کے اعتبار سے دُرست ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ ان میں سے پہلے معنی دونوں قراءتوں یعنی خاتِم بالکسر اور خاتَم بالفتح پر دُرست ہیں، اور دُوسرے معنی صرف خاتِم بالکسر کے ساتھ مخصوص ہیں۔

الحاصل لفظِ خاتم کی دونوں قراءتوں اور ان کے معانیٔ لغویہ پر مفصل بحث کا نتیجہ انشاء اللہ تعالیٰ ناظرینِ کرام نے یہ نکال لیا ہوگا کہ اگر قرآن و حدیث کی تصریحات اور صحابہؓ و تابعینؒ کی تفاسیر اور ائمۂ سلف کی شہادتوں سے بھی قطعِ نظر کرلی جائے اور فیصلہ صرف لغتِ عرب پر رکھ دیا جائے تب بھی لغتِ عرب یہ فیصلہ دیتا ہے کہ آیتِ مذکورہ کی پہلی قراءت پر دو معنی ہوسکتے ہیں، آخر النبیین اور نبیوں کے ختم کرنے والے، اور دُوسری قراءت پر ایک معنی ہوسکتے ہیں یعنی آخر النبیین۔

لیکن اگر حاصل معنی پر غور کیا جائے تو دونوں کا خلاصہ صرف ایک ہی نکلتا ہے، اور بہ لحاظ مراد کہا جاسکتا ہے کہ دونوں قراءتوں پر آیت کے معنی لغۃً یہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام کے آخر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا، جیسا کہ تفسیر رُوح المعانی میں بتصریح موجود ہے:-

وَالْخَاتَمُ اِسْمُ اٰلَةٍ لِمَا یُخْتَمُ بِهٖ كَالطَّابِعِ لِمَا یُطْبَعُ بِهٖ فَمَعْنٰی خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ الَّذِیْ خَتَمَ النَّبِیُّوْنَ بِهٖ وَمَآلُهٗ اٰخِرُ النَّبِیّٖنَ۔ (رُوح المعانی ج:۷ ص:۵۹)

ترجمہ:- اور خاتَم بالفتح اس آلہ کا نام ہے جس سے مہر لگائی جائے، پس خاتَم النبیّین کے معنی یہ ہوں گے "وہ شخص جس پر انبیاء ختم کئے گئے" اور اس معنی کا نتیجہ بھی یہی آخر النبیّین ہے۔

اور علامہ احمد معروف بہ مُلّا جیون صاحب نے اپنی تفسیرِ احمدی میں اسی لفظ کے معنی کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

وَالْمَآلُ عَلٰی کُلِّ تَوْجِیْہٍ ھُوَ الْمَعْنَی الْاٰخِرُ وَلِذٰلِکَ فَسَّرَ صَاحِبُ الْمَدَارِکِ قِرَاءَۃَ عَاصِمٍ بِالْاٰخِرِ وَصَاحِبُ الْبَیْضَاوِیُ کُلَّ الْقِرَاءَتَیْنِ بِالْاٰخِرِ.

ترجمہ:- اور نتیجہ دونوں صورتوں (بالفتح و بالکسر) میں وہ صرف معنی آخر ہی ہیں، اور اسی لئے صاحبِ تفسیر مدارک نے قراءتِ عاصم یعنی بالفتح کی تفسیر آخر کے ساتھ کی ہے، اور بیضاوی نے دونوں قراءتوں کی یہی ایک تفسیر کی ہے۔

رُوح المعانی اور تفسیرِ احمدی کی ان عبارتوں سے یہ بات بالکل روشن ہوگئی کہ لفظِ خاتَم کے جو دو معنی آیت میں بن سکتے ہیں اُن کا بھی خلاصہ اور نتیجہ صرف ایک ہی ہے، یعنی آخر النبیّین، اور اسی بناء پر بیضاوی رحمہ اللہ نے دونوں قراءتوں کے ترجمے میں کوئی فرق نہیں کیا، بلکہ دونوں صورتوں میں آخر النبیّین تفسیر کی ہے۔

پھر خداوندِ عالم ائمۂ لغت کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے صرف اسی پر بس نہیں کی کہ لفظِ خاتَم کے معنی کو جمع کر دیا، بلکہ تصریحاً اس آیتِ شریفہ کے متعلق جس پر اس وقت ہماری بحث ہے صاف طور پر بتلادیا کہ تمام معانی میں سے جو لفظ خاتَم میں لغۃً محتمل ہیں اس آیت میں صرف یہی معنی ہوسکتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے ختم کرنے والے اور آخری نبی ہیں۔

خدائے علیم وخبیر ہی کو معلوم ہے کہ لغتِ عرب پر آج تک کتنی کتابیں چھوٹی بڑی اور معتبر وغیر معتبر لکھی گئیں، اور کہاں کہاں اور کس صورت میں موجود ہیں، ہمیں تو نہ اُن سب کے جمع کرنے کی ضرورت ہے، اور نہ یہ کسی بشر کی طاقت ہے، بلکہ صرف

اُن چند کتابوں سے جو عرب و عجم میں مسلَّم الثبوت اور قابلِ استدلال سمجھی جاتی ہیں ''مشتے نمونہ از خروارے'' ہدیۂ ناظرین کر کے یہ دِکھلانا چاہتے ہیں کہ لفظِ خاتَم بالفتح اور بالکسر کے معانی میں سے ائمۂ لغت نے آیتِ مذکورہ میں کون سے معنی تجویز کئے ہیں۔

مفردات القرآن:- یہ کتاب امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عجیب تصنیف ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی، خاص قرآن کے لغات کو نہایت عجیب انداز سے بیان فرمایا ہے، شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اتقان میں فرمایا ہے کہ لغاتِ قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی، آیتِ مذکورہ کے متعلق اس کے الفاظ یہ ہیں:-

وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ لِأَنَّهُ خَتَمَ النُّبُوَّةَ أَيْ تَمَّمَهَا بِمَجِيْئِهِ.

(مفردات راغب ص:۱۴۲)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپؐ نے نبوّت کو ختم کردیا، یعنی آپؐ نے تشریف لاکر نبوّت کو تمام فرمایا۔

المحکم لِابن السیّدہ:- لغتِ عرب کی وہ معتمد علیہ کتاب ہے جس کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ان معتبرات میں سے شمار کیا ہے کہ جن پر قرآن کے بارے میں اعتماد کیا جاسکے۔

وَخَاتِمُ كُلِّ شَيْءٍ وَخَاتِمَتُهُ عَاقِبَتُهُ وَاٰخِرُهُ. (از لسان العرب)

ترجمہ:- اور خاتم اور خاتمہ ہر شے کے انجام اور آخر کو کہا جاتا ہے۔

تہذیب لِلْأَزہری:- اس کو بھی سیوطی رحمہ اللہ نے معتبراتِ لغت میں شمار کیا ہے، اس میں لکھا ہے:-

وَالْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ مِنْ اَسْمَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِي التَّنْزِيْلِ الْعَزِيْزِ: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ. أَيْ اٰخِرَهُمْ.

(از لسان العرب)

ترجمہ:- اور خاتِم بالکسر اور خاتَم بالفتح نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ہیں، اور قرآنِ عزیز میں ہے کہ: نہیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول اور سب نبیوں میں آخری نبی ہیں۔

اس میں کس قدر صراحت کے ساتھ بتلادیا گیا ہے کہ خاتِم بالکسر اور خاتَم بالفتح دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ہیں، اور قرآن مجید میں خاتم النبیّین سے آخر النبیّین مراد ہے۔

کیا ائمۂ لغت کی اتنی تصریحات کے بعد بھی کوئی منصف اس معنی کے سوا کوئی اور معنی تجویز کرسکتا ہے؟

لسان العرب:- لغت کی مقبول کتاب ہے، عرب وعجم میں مستند مانی جاتی ہے، اس کی عبارت یہ ہے:-

خَاتِمُهُمْ وَخَاتَمُهُمْ وَاٰخِرُهُمْ عَنِ اللَّحْيَانِيْ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

ترجمہ:- خاتِم القوم بالکسر اور خاتَم القوم بالفتح کے معنی آخر القوم ہیں، انہی معنی پر لحیانی سے نقل کیا جاتا ہے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء (یعنی آخر الانبیاء) ہیں۔

اس میں بھی بوضاحت بتلایا گیا کہ بالکسر کی قراءت پڑھی جائے یا بالفتح کی ہر صورت میں خاتم النبیّین اور خاتم الانبیاء کے معنی آخر النبیّین اور آخر الانبیاء ہوں گے۔

لسان العرب کی اس عبارت سے ایک قاعدہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اگرچہ لفظِ خاتم بالفتح اور بالکسر دونوں کے بحیثیت نفسِ لغت بہت سے معانی ہوسکتے ہیں، لیکن جب قوم یا جماعت کی طرف اس کی اضافت کی جاتی ہے تو اس کے معنی صرف آخر اور ختم کرنے والے کے ہوتے ہیں، غالباً اسی قاعدے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لفظِ خاتم کو تنہا ذکر نہیں کیا، بلکہ قوم اور جماعت کی ضمیر کی طرف اضافت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

لغتِ عرب کے تتبّع (تلاش) کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ لفظِ خاتم بالکسر یا بالفتح جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنی آخر ہی کے ہوتے ہیں، آیتِ مذکورہ میں بھی خاتم کی اضافت جماعتِ نبیّین کی طرف ہے، اس لئے اس کے معنی آخر النبیّین اور نبیوں کے ختم کرنے والے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتے، اس قاعدے کی تائید تاج العروس شرح قاموس سے بھی ہوتی ہے، وہو ہذا:-

تاج العروس:- شرح قاموس للعلامۃ الزبیدی میں لحیانی سے نقل کیا ہے:-

وَمِنْ اَسْمَائِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ وَھُوَ الَّذِیْ خَتَمَ النُّبُوَّۃَ بِمَجِیْئِہٖ۔

ترجمہ:- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ میں سے خاتِم بالکسر اور خاتَم بالفتح بھی ہے، اور خاتم وہ شخص ہے جس نے اپنے تشریف لانے سے نبوّت کو ختم کردیا ہو۔

مجمع البحار:- جس میں لغاتِ حدیث کو معتمد طریق سے جمع کیا گیا ہے، اس کی عبارت درج ذیل ہے:-

اَلْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ مِنْ اَسْمَائِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ش، بِالْفَتْحِ اِسْمٌ اَیْ اٰخِرُھُمْ وَبِالْکَسْرِ اِسْمُ فَاعِلٍ۔ (مجمع البحار)

ترجمہ:- خاتِم بالکسر اور خاتَم بالفتح نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ہے، بالفتح اسم ہے جس کے معنی آخر کے ہیں، اور بالکسر اسمِ فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی تمام کرنے والے کے ہیں۔

نیز مجمع البحار ج:۱ ص:۳۲۹ میں ہے:-

خَاتِمُ النُّبُوَّۃِ بِکَسْرِ التَّاءِ اَیْ فَاعِلُ الْخَتْمِ وَھُوَ الْاِتْمَامُ وَبِفَتْحِھَا بِمَعْنَی الطَّابِعِ اَیْ شَیْءٍ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔

ترجمہ:- خاتم النبوۃ بکسر تاء یعنی تمام کرنے والا، اور بفتح تاء بمعنی

مہر یعنی وہ شے جو اس پر دلالت کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔

قاموس:- میں ہے:-

وَالْخَاتِمُ اٰخِرُ الْقَوْمِ كَالْخَاتَمِ وَمِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ، أَيْ اٰخِرُهُمْ.

ترجمہ:- اور خاتِم بالکسر اور خاتَم بالفتح قوم میں سب سے آخر کو کہا جاتا ہے اور اسی معنی میں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: خاتم النبیّین، یعنی آخر النبیّین۔

اس میں بھی لفظِ ''قوم'' بڑھا کر قاعدۂ مذکورہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، نیز مسئلۂ زیرِ بحث کا بھی نہایت وضاحت کے ساتھ فیصلہ کر دیا ہے۔

کلیات ابی البقاء:- لغتِ عرب کی مشہور و معتمد کتاب ہے، اس میں مسئلۂ زیرِ بحث کو سب سے زیادہ واضح کر دیا ہے، ملاحظہ ہو:-

وَتَسْمِيَةُ نَبِيِّنَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ لِاَنَّ الْخَاتَمَ اٰخِرُ الْقَوْمِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ. (کلیات ابی البقاء ص:۳۱۹)

ترجمہ:- اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم الانبیاء اس لئے رکھا گیا کہ خاتم آخرِ قوم کو کہتے ہیں (اور اسی معنی میں) خداوندِ عالم نے فرمایا ہے کہ: نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور آخر سب نبیوں کے۔

اس میں نہایت صاف کر دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء اور خاتم النبیّین نام رکھنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ خاتم آخر القوم کو کہا جاتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر النبیّین ہیں۔

نیز ابوالبقاء نے اس کے بعد کہا ہے کہ:-

وَنَفِيُ الْاَعَمِّ يَسْتَلْزِمُ نَفِيَ الْاَخَصِّ.

ترجمہ:- اور عام کی نفی، خاص کی نفی کو بھی مستلزم ہے۔

جس کی غرض یہ ہے کہ نبی عام ہے، تشریعی ہو یا غیر تشریعی[1]، اور رسول خاص تشریعی کے لئے بولا جاتا ہے، اور آیت میں جبکہ عام نبی کی نفی کردی گئی تو خاص یعنی رسول کی بھی نفی ہونا لازم ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ اس آیت سے تشریعی اور غیر تشریعی ہر قسم کے نبی کا اختتام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے کی نفی ثابت ہوتی ہے، جولوگ آیت میں تشریعی اور غیر تشریعی کی تقسیم گھڑتے ہیں علامہ ابوالبقاء نے پہلے ہی سے اُن کے لئے رَدّ تیار کر رکھا ہے۔

صحاح العربية للجوهري :- جس کی شہرت محتاجِ بیان نہیں، اس کی عبارت یہ ہے:-

وَالْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ بِكَسْرِ التَّاءِ وَفَتْحِهَا وَالْخِيتَامُ وَالْخَاتَامُ كُلُّهُ بِمَعْنىً وَالْجَمْعُ الْخَوَاتِيْمُ وَخَاتِمَةُ الشَّيْءِ اٰخِرُهُ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

ترجمہ:- اور خاتِم اور خاتَم تاء کے زیر اور زبر دونوں سے اور ایسے ہی خیتام اور خاتام سب کے معنی ایک ہیں، اور جمع خواتیم آتی ہے، اور خاتمہ کے معنی آخر کے ہیں، اور اسی معنی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء علیہم السلام کہا جاتا ہے۔

اس میں بھی یہ تصریح کردی گئی ہے کہ خاتِم اور خاتَم بالکسر اور بالفتح دونوں کے ایک معنی ہیں، یعنی آخرِ قوم۔

منتہی الارب:- میں لفظِ خاتم کے متعلق لکھا ہے:-

---

(۱) یاد رہے کہ اس رسالہ میں جہاں کہیں ہم نے ''تشریعی'' اور ''غیر تشریعی'' کے الفاظ لکھے ہیں، ان سے ہماری مراد یہ ہے کہ شریعتِ جدیدہ لے کر آئے ہوں یا پہلی ہی شریعت کے متبع ہوں، ورنہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب تشریعی ہیں، اور شریعت لازمۂ نبوت ہے، مرزا صاحب نے جس کا نام غیر تشریعی رکھا ہے وہ نبوت کی کوئی قسم نہیں۔ ۱۲ منہ

خاتم کصاحب مہر وانگشتری، وآخر ہر چیزے و پایانِ آں وآخرِ قوم وخاتَم بالفتح مثلہ ومحمد خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین۔

صراح:- میں ہے:-

خَاتِمَۃُ الشَّیْءِ اٰخِرُہٗ وَمُحَمَّدٌ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ بِالْفَتْحِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

ترجمہ:- خاتمۂ شے کے معنی آخر شے کے ہیں، اور اسی معنی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔

لغتِ عرب کے غیرمحدود دفتر میں سے یہ چند اقوال ائمۂ لغت بطور مشتے نمونے از خروارے پیش کئے گئے ہیں، جن سے انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کو یقین ہوگیا ہوگا کہ اَز رُوئے لغتِ عرب آیتِ مذکورہ میں خاتم النبیّین کے معنی آخر النبیّین کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتے، اور لفظِ خاتم کے معنی آیت میں آخر اور ختم کرنے والے کے علاوہ ہرگز مراد نہیں بن سکتے۔

یہاں تک بحمداللہ یہ بات بالکل روشن ہوچکی ہے کہ آیتِ مذکورہ میں خاتم بالفتح اور بالکسر کے حقیقی معنی صرف دو ہوسکتے ہیں، اور اگر بالفرض مجازی معنی بھی لئے جائیں تو اگرچہ اس جگہ حقیقی معنی کے دُرست ہوتے ہوئے اس کی ضرورت نہیں، لیکن بالفرض اگر ہوں تب بھی خاتم کے معنی مہر کے ہوں گے، جیسا کہ خود مرزا صاحب قادیانی ''حقیقۃ الوحی''(۱) حاشیہ صفحہ:۹۷ میں تصریح کرتے ہیں، اور اس وقت آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء پر مہر کرنے والے ہیں، جس کا خلاصہ بھی پہلے معنی کے علاوہ کچھ نہیں، کیونکہ محاورے میں کہا جاتا ہے کہ ''فلاں شخص نے فلاں چیز پر مہر کردی'' یعنی اب اس میں کوئی چیز داخل نہیں ہوسکتی، قرآنِ عزیز نے فرمایا ہے:-

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ۔ (البقرہ:۷)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں پر مہر کردی، یعنی اب اُن

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۰۰۔

میں کوئی خیر کی چیز داخل نہیں ہوتی۔

اَرُوحُ وَقَدْ خَتَمْتَ عَلٰی فُؤَادِیْ بِحُبِّکَ اَنْ یَّحُلَّ بِہٖ سِوَاکَا

ترجمہ:- میں تیرے یہاں سے اس طرح جارہا ہوں کہ تو نے میرے قلب پر اپنی محبت سے مہر لگادی ہے، تاکہ اس میں تیرے سوا کوئی داخل نہ ہوسکے۔

اس وقت تک جو کچھ کلام کیا گیا ہے وہ لفظِ ''خاتم'' کے لغوی معنی کی تحقیق تھی، اس کے بعد دُوسرے لفظ یعنی ''النَّبِیّٖنَ'' کے لغوی معنی اور اس کی تحقیق عرض کی جاتی ہے۔

لفظِ ''النَّبِیّٖنَ'' کی لغوی تحقیق

یہ لفظ دراصل دو لفظوں سے مرکب ہے، ایک ''الف لام'' تعریف، دُوسرا ''نبیّین''، دونوں کے متعلق مختصراً گزارش کی جاتی ہے۔

دُوسرا لفظ ''نَبِیّٖنَ'' تو نبی کی جمع ہے، جس کا استعمال انبیاء کی جماعت کے لئے کیا جاتا ہے، اور لفظِ ''نبی'' کی مفصل تحقیق لغوی اور شرعی گزر چکی ہے، ناظرین چند ورق اُلٹ کر ملاحظہ فرمائیں۔

البتہ پہلا لفظ یعنی ''الف لام'' اس جگہ تفصیل طلب ہے، جس کو ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے، لیکن چونکہ یہ ایک خالص علمی مسئلہ ہے، اس لئے اگر باوجود اِمکانی سہولت پیدا کرنے کے بعد بھی عام ناظرین کے لئے پوری وضاحت نہ ہوتو معذور سمجھا جائے۔

مشہور ہے کہ ''الف(۱) لام'' تعریف لغۃً چار معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، جنس، استغراق، عہدِ خارجی، عہدِ ذہنی، لیکن جب الف لام جمع پر داخل ہوتا ہے تو

---

(۱) الف لام تعریف جس لفظ پر داخل ہو اس کی چند صورتیں ہیں، یا تو اس کے افراد میں سے کچھ مراد نہیں، بلکہ نفسِ ماہیت مراد ہے، تو اس الف لام کو جنسی کہتے ہیں، اور اگر افراد مراد ہیں تو یا تمام افراد مراد ہوں گے یا بعض، اگر تمام ہیں تو استغراقی، اور اگر بعض ہیں تو پھر معین ہوں گے یا غیر معین، اگر معین ہیں تو عہدِ خارجی، ورنہ عہدِ ذہنی کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

باجماعِ اہلِ عربیت اور باتفاقِ علمائے اُصول اس میں صرف دو احتمال ہوتے ہیں، اوّل عہدِ خارجی یا ذہنی، دوم استغفراق، دیکھو کشف الاسرار للعلامۃ النسفی۔

وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْجَمْعِ فَلِلْعَهْدِ اِنْ كَانَ وَاِلَّا فَلِلْعُمُوْمِ.

(کشف ج:۱ ص:۲۲۰)

ترجمہ:- اور اگر الف لام تعریف جمع پر داخل ہو تو اگر وہاں عہد بن سکتا ہے تو وہ مراد ہوگا، ورنہ عموم و استغراق مراد لیا جائے گا۔

اور علامہ ابو البقاء اپنی کلیات میں فرماتے ہیں:-

وَقَالَ عَامَّةُ اَهْلِ الْاُصُوْلِ وَالْعَرَبِيَّةِ لَامُ التَّعْرِيْفِ سَوَاءٌ دَخَلَتْ عَلَى الْفَرْدِ اَوْ عَلَى الْجَمْعِ تُفِيْدُ الْاِسْتِغْرَاقَ اِلَّا اِذَا كَانَ مَعْهُوْدًا. (کلیات ابی البقاء ص:۵۶۳)

ترجمہ:- عموماً اہلِ اُصول اور اہلِ عربیت نے فرمایا ہے کہ لامِ تعریف خواہ مفرد پر داخل ہو یا جمع پر وہ استغراق ہی کا فائدہ دیتا ہے، البتہ اگر معہود ہو تو پھر عہد کے لئے لیا جاتا ہے۔

طبعِ قدیم، صفحہ:۴۹ میں یہ بات اور زیادہ ہے کہ اس حکم میں مفرد اور جمع سب برابر ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ الف لام دراصل صرف انہی دو معنی کے لئے ہے، باقی معانی محض ضرورتِ مقام کے لئے کبھی کبھی آتے ہیں۔

اور علامہ رضی نے بھی شرح کافیہ میں اس بحث پر مبسوط تقریر کرتے ہوئے یہی اختیار کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

بعضیت اور جزئیت کی علامت تنوین ہے، جب کسی اسم پر الف لام داخل ہوکر مانعِ تنوین ہوجائے گا تو اس کا مدلولِ صریح صرف استغراقِ کل افراد ہوگا، البتہ اگر کوئی دلیل اس بات پر دلالت کرے کہ اس لفظ سے اس کے کل افراد مراد نہیں، بلکہ بعض معین یا غیر معین افراد مراد ہیں تو اس وقت انہی افراد کو مراد سمجھا جائے گا جس کو اصطلاح میں عہدِ خارجی اور عہدِ ذہنی کہتے ہیں، جیسے کہا

جائے: اِشْتَرِ اللَّحْمَ (یعنی گوشت خرید لاؤ) تو ظاہر ہے کہ گوشت سے اس کے تمام افراد مراد نہیں ہوسکتے، اور نہ یہ کسی بشر کی قدرت میں ہے، اس لئے بقرینہ خریداری اللحم میں لحم سے فقط بعض افراد غیر معین لحم کے مراد ہوں گے، اور اسی کو عہدِ ذہنی کہا جاتا ہے، جیسے قرآنِ عزیز میں ہے: اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى (یا میں آگ پر اطلاع پاؤں) تو اَلنَّار سے ظاہر ہے کہ آگ کے تمام افراد مراد نہیں ہوسکتے بلکہ صرف وہ معین آگ مراد ہے جس کا ذکر پہلے کلام میں موجود ہے اور اسی کا نام عہدِ خارجی ہے، اور جب اس قسم کی کوئی دلیل مخصص اس لفظ کو اپنے مدلولِ صریح یعنی استغراق سے پھیرنے والی نہ ہو تو استغراق کے سوا کوئی معنی مراد لینا قواعدِ عرف ولغت میں جائز نہیں، اگرچہ فی نفسہٖ جنسِ ماہیت مراد ہونے کا بھی احتمال ہوسکتا ہے، لیکن عرف و محاورات میں اس کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ عرف میں اعیانِ خارجیہ سے کلام ہوتا ہے، نہ کہ ماہیاتِ ذہنیہ سے، لہٰذا جنس کا احتمال سرے سے ساقط ہے۔ (رضی شرح کافیہ مختصراً)

نتیجہ یہ ہے کہ الف لام تعریف خواہ مفرد پر داخل ہو یا جمع پر، اس میں صرف دو ہی احتمال ہوتے ہیں، استغراق یا عہد، اور اسی بناء پر علامہ رضی اس کے بعد فرماتے ہیں:-

فَاِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْبَعْضِيَّةِ لِعَدَمِ دِلِيْلِهَا وَهُوَ التَّنْوِيْنُ وَجَبَ كَوْنُهُ لِلْكُلِّ فَعَلٰى هٰذَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْمَاءُ طَاهِرٌ، اَیْ كُلُّ الْمَاءِ، وَالنَّوْمُ حَدَثٌ، اَیْ كُلُّ النَّوْمِ اِذْ لَيْسَتْ فِی الْكَلَامِ قَرِيْنَةٌ بَعْضِيَةٌ لَا مُطْلَقَةٌ وَّلَا مُعَيَّنَةٌ فَلِهٰذَا جَازَ وَاِنْ كَانَ قَلِيْلًا وَصْفُ الْمُفْرَدِ بِالْجَمْعِ نَحْوَ قَوْلِهِمْ اَهْلَكَ النَّاسَ الدِّيْنَارُ الصُّفْرُ وَالدِّرْهَمُ الْبِيْضُ عَلٰى مَا حَكَى الْاَخْفَشُ. (رضی ج:۲ ص:۱۰۳)

ترجمہ:- پس جبکہ بعضیت کلام میں بوجہ دلیل (یعنی تنوین) نہ ہونے کی ثابت نہ ہوسکے تو واجب ہے کہ کل افراد پر حمل کیا جائے، اور اسی پر محمول ہے فرمانِ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ: پانی طاہر ہے، یعنی سب افراد پانی کے (اصل سے) طاہر ہیں، اور نیند بے وضو ہونا ہے، یعنی ہر فرد نیند (معروف) کا اور چونکہ الف لام داخل ہونے کے بعد مفرد بھی بہت سے افراد پر دلالت کرتا ہے، اسی لئے مفرد کی صفت میں جمع بھی لائی جاتی ہے، اگرچہ ایسا محاورات میں کم ہے، جیسا کہ اخفشؒ نے روایت کیا ہے، الدرہم البیض اور الدینار الصفر، درہم موصوف مفرد ہے اور بیض صفت جمع ہے، وعلیٰ ہذا۔

یہاں تک تو مفرد اور جمع کے احکام مساوی ہیں، البتہ رضی نے اس کے بعد مفرد اور جمع میں یہ فرق کیا ہے کہ جب مفرد پر الف لام داخل ہوتا ہے تو کلمہ ہر مفرد کو شامل ہوتا ہے، اور جب تثنیہ پر داخل ہوتا ہے تو ہر فرد تثنیہ کو بخلاف جمع کے، کیونکہ وہ ہر فرد مفرد اور ہر فرد تثنیہ اور اسی طرح ہر فرد جمع سب کو محیط ہوتی ہے، چنانچہ علامہ رضی فرماتے ہیں:-

لِاَنَّ الْجَمْعَ الْمُحَلّٰی بِاللَّامِ فِیْ مِثْلِهٖ یُسْتَعْمَلُ بِمَعْنٰی مُنَكَّرٍ مُضَافٍ اِلَیْهِ كُلُّ مُفْرَدٍ وَغَیْرُهٗ فَمَعْنٰی لَقِیْتُ الْعُلَمَاءَ اِلَّا زَیْدًا اَیْ كُلَّ عَالِمٍ وَعَالِمَیْنِ وَكُلَّ عُلَمَاءٍ. (رضی ج:۲ ص:۱۰۴)

ترجمہ:- اس لئے کہ جمع معرف باللّام کلام موجب میں ایک ایسے نکرہ کے حکم میں ہوتی ہے کہ جس کی طرف کل مفرد وغیرہ کی اضافت کی گئی ہو اور اسی لئے **لقیتُ العلماءَ اِلَّا زَیْدًا** کے معنی یہ ہیں کہ میں ہر ایک عالم اور ہر دو عالم اور ہر مجمع علماء سے سوائے زید کے ملا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمع کا استغراق زیادہ اشمل و اعم ہوتا ہے۔

اس تفصیل کے بعد ہم ناظرین کو کلامِ زیرِ بحث کی طرف توجہ دلا کر توقع رکھتے ہیں کہ وہ خود فیصلہ کرلیں گے کہ ''خاتم النبیّین'' میں الف لام کس معنی کے لئے ہوسکتا ہے، کیونکہ اب احتمال صرف دو ہیں، استغراق اور عہد۔

لیکن جس شخص کو عقل وفہم کا کچھ حصہ ملا ہے وہ ہرگز وہم بھی نہیں کرسکتا کہ اُس میں الف لام عہدِ خارجی یا ذہنی کے لئے ہے، کیونکہ اس پر نہ کوئی دلیل ہے، نہ قرینہ جو ''النبیّین'' کو بعض نبیّین کے لئے خاص کردے، بلکہ اس کے خلاف پر قوی اور روشن دلائل موجود ہیں، جن میں سے ایک بدیہی الثبوت یہ بات ہے کہ اگر ''النبیّین'' کے الف لام کو عہدِ خارجی یا ذہنی کے لئے قرار دے کر کلام کی یہ مراد بنائی جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہیں تو کلام بالکل مہمل اور بے معنی ہوجاتا ہے، اور خاتم النبیّین کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی صفت نہیں رہتی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں ذکر کی جائے، کیونکہ آدم علیہ السلام کے علاوہ ہر نبی اپنے سے پہلے انبیاء کا خاتم اور آخر ہے، اور ہر نبی پر اس معنی میں ''خاتم النبیّین'' صادق ہے، اس لئے یہاں یہ وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ ''خاتم النبیّین'' میں الف لام عہدِ خارجی یا ذہنی کے لئے ہے، تو اب خود بخود استغراق متعین ہوجاتا ہے، اور خاتم النبیّین کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام افرادِ انبیاء کے خاتم اور آخر ہیں، یعنی جن حضرات کو اصطلاحِ شرع میں نبی کہا جاسکتا ہے خواہ صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہوں یا نہ ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے ختم کرنے والے اور سب کے آخر میں ہیں۔

تنبیہ:- یہ بات بفضلہٖ تعالیٰ تفصیل سے ناظرین معلوم کرچکے ہیں کہ آیت میں الف لام سوائے استغراق کے اور کسی معنی کے لئے نہیں ہوسکتا، لیکن ابھی تک یہ بات باقی ہے کہ استغراق کی کون سی قسم مراد ہے، کیونکہ استغراق کی دو قسمیں ہیں، حقیقی اور عرفی، حقیقی وہ ہے کہ جس میں حقیقۃً تمام افراد مراد ہوں، جیسے ''عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ'' خداوندِ عالم جاننے والا ہے ہر غائب وحاضر کا، جس سے کوئی فردِ خاص مراد نہیں، اور استغراقِ عرفی وہ ہے کہ جس میں تمام افراد حقیقۃً مراد نہ ہوں، بلکہ

صرف وہ افراد مراد ہوں جو عرفاً سمجھے جاتے ہوں، جیسے کہا جاتا ہے: "جَمَعَ الْاَمِیْرُ الصَّاغَۃَ" (بادشاہ نے تمام سناروں کو جمع کیا) ظاہر ہے کہ تمام دُنیا کے تمام سناروں کا جمع کرنا متصوّر نہیں، اس لئے یقیناً یہ مراد ہے کہ اپنے شہر یا زائد سے زائد اپنی سلطنت کے سناروں کو جمع کیا، ظاہر ہے کہ درحقیقت یہ استغراقِ افراد نہیں بلکہ مجازاً عرف میں اس کو بھی استغراق کہتے ہیں، لیکن اس تفصیل کے بعد اس کا فیصلہ بھی کچھ مشکل نہیں رہا کہ آیتِ مذکورہ میں استغراق عرفی ہے یا حقیقی۔

کیونکہ اوّل تو استغراقِ عرفی ایک مجازی معنی ہیں، جیسا کہ حواشی مغنی اللبیب میں مصرّح ہے، اور مُسلّم قاعدہ ہے کہ مجازی معنی اس وقت تک مراد نہیں ہوسکتے جب تک کہ حقیقی معنی بن سکیں، اور یہ ظاہر ہے کہ استغراقِ حقیقی آیت میں بلاتکلف دُرست ہے، یعنی ختم کرنے والے انبیاء کے، لہٰذا استغراقِ حقیقی عرفی مراد لینے کی کوئی وجہ نہیں۔

اور ثانیاً اگر استغراقِ عرفی مراد ہو تو جس طرح عہدِ خارجی یا ذہنی کی صورت میں کلام بے معنی رہ جاتا ہے، اور خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص فضیلت نہیں رہتی، اسی طرح استغراقِ عرفی میں بھی یہی اشکال درپیش ہے[1]، کیونکہ اس صورت میں بھی آیت کے معنی یہی ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض انبیاءِ مخصوص کے خاتم اور آخر ہیں، اور یہ معنی سوائے حضرت آدم علیہ السلام کے سب انبیاء پر صادق ہیں، اِدھر صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے:-

---

(۱) اس کے علاوہ استغراقِ عرفی وہاں بنتا ہے جہاں عرفاً اس کے مخصوص افراد متعین ہوں، جیسا کہ مثالِ مذکور میں سناروں سے صرف اپنے شہر یا اپنی سلطنت کے سنار مراد ہوئے ہیں، اور عرفاً یہی معنی معیّن ہیں اور ظاہر بات ہے کہ خاتم النبیین بالکل اس کے خلاف ہے، نہ عرف میں اس قسم کے کلمات سے انبیاء کے مخصوص افراد مراد ہوتے ہیں اور نہ اس کی کوئی وجہ، بلکہ اگر اس کے نظائر پر سرسری نظر ڈالی جائے تو سب جگہ تمام انبیاء مراد ہیں، مثلاً حدیث میں "اٰخر الانبیاء"، "اٰخر الاُمم"، "قائد المرسلین" وغیرہ الفاظ اس کے نظائر ہیں، اور باتفاق یہاں استغراقِ حقیقی مراد ہے۔ ۱۲ منہ

مجھے چھ چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے، اور اُن چھ میں اپنا خاتم النبیین ہونا بھی ذکر فرمایا ہے۔

(رواہ مسلم فی الفضائل)

نتیجہ یہ نکلا کہ خاتم النبیین میں الف لام سوائے استغراقِ حقیقی کے اور کسی معنی کے لئے نہیں بن سکتا، اور اس لفظ سے تمام افرادِ انبیاء کا اختتام مراد ہے، اور یہی ہمارا دعویٰ ہے، وللہ الحمد۔

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا، وہ آیتِ مقصود بالذکر "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ" کے مفردات اور جدا جدا کلمات کے متعلق تھا، اس کے بعد پورے جملے اور تمام آیت کی تفسیر لغت اور محاوراتِ عرب کے اعتبار سے معلوم کرنا بھی کچھ دُشوار نہ رہا، اور آیت کا مطلب صاف یہ ہوگیا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور تمام افرادِ انبیاء کے آخر میں آنے والے یا ختم کرنے والے ہیں، اس میں نہ کسی قسم کی تخصیص ہے اور نہ کسی فرد کا استثناء اور نہ کسی تأویل کی گنجائش، نہ تشریعی اور غیر تشریعی کی کوئی قید، اتنی تصریح کے بعد بھی اگر کوئی شخص حیلے بہانے ڈھونڈے اور آیت کی تأویل بلکہ تحریف کے درپے ہو تو وہ اپنی عاقبت کی فکر کرے، اور روزِ قیامت کے لئے کوئی جواب سوچ رکھے، وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ، وَمَا التَّوْفِيْقُ اِلَّا مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ۔

آیتِ مذکورہ کی تفسیر خود قرآن مجید سے

قرآن مجید کی حقانیت کے روشن دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا بعض اپنے بعض کی تفسیر کرتا ہے، اس لئے آیئے ہم آپ کو یہ دِکھلائیں کہ خود کتابِ مبین اس آیت کی کیا تفسیر کرتی ہے۔

ختمِ نبوّت کا مسئلہ جیسا کہ اہم تھا، قرآنِ عزیز نے اس کی اہمیت کا لحاظ رکھتے ہوئے تقریباً سو سے زائد آیات میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے جن کو انشاء اللہ تعالیٰ مستقلاً ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔

یہاں صرف چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ آیتِ خاتم النبیّین کی تفسیر اور اس کے مطلب کی توضیح کے لئے کافی ہیں، جن میں پہلے اسی آیت کی ایک دُوسری قراءت کو پیش کرتے ہیں جس کے ذریعے سے آیت کے معنی بالکل صاف حل ہوجاتے ہیں۔

عامۂ مفسرین مثل ابنِ جریر طبریؒ اور ابنِ کثیرؒ و سیوطیؒ وغیرہم نے اپنی اپنی تفسیروں میں اس آیت کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت یہ نقل کی ہے:-

وَلٰکِنْ نَبِیًّا خَتَمَ النَّبِیِّیْنَ.

ترجمہ:- لیکن آپؐ ایک ایسے نبی ہیں جس نے تمام نبیوں کو ختم کردیا۔

اس قراءت نے ان تمام تحریفات کی جڑ کاٹ دی جو لفظ خاتم کے متعلق مرزائیوں کی جانب سے ابھی نقل کی جاتی ہیں، کیونکہ اس وقت آیت کے معنی صاف یہ ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نبی ہیں جس نے تمام انبیاء کو ختم کیا۔

اسی طرح آیتِ ذیل بھی اسی معنی کا اعلان کرتی ہے:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ.

(المائدۃ:۳)

ترجمہ:- ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی۔

اس آیت نے صاف یہ بتلادیا کہ دینِ اسلام اور نعمتِ نبوّت و وحی وغیرہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہوچکی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی ضرورت اور گنجائش نہیں ہے، اس آیت کی تفسیر اور مفصل تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب عرض کی جاوے گی۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے:-

قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَانِ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ:- آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کا ملک ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ (سبا:۲۸)

ترجمہ:- ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر۔

ان دونوں آیتوں اور اُن کی اَمثال اور چند آیتوں میں بھی صاف اعلان فرمادیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کے تمام انسانوں[1] کے لئے رسول ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان انسانوں سے صرف وہ انسان مراد ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں تھے یا آئندہ آنے والی نسلیں بھی اُن میں شامل ہیں، پہلی صورت میں تو یہ لازم آتا ہے کہ صرف صحابہؓ ہی کے رسول ہیں، اور بس، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوّت صرف صحابہؓ میں ختم ہوگئی، اور یہ ایک ایسا گستاخانہ کلمہ ہے کہ کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کرسکتا۔

رہی دُوسری صورت کہ تمام انسانوں سے حضراتِ صحابہؓ کے ساتھ بعد میں آنے والی نسلیں بھی مراد ہیں، اور آیت میں لفظ "جَمِیْعًا" اور "کَآفَّةً" کے معنی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دُنیا کے موجودہ انسانوں اور آئندہ پیدا ہونے والے سب انسانوں کے رسول ہیں (اور یہی معنی صحیح اور دُرست[2] ہیں) تو اس میں صاف ہمارا مدّعا ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا، کیونکہ جب آپ صلی اللہ علی وسلم کی رسالت قیامت تک تمام انسانوں کے لئے عام اور شامل ہے تو پھر کیا معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت میں کوئی نقصان تھا کہ

---

(۱) اور دُوسری آیات و احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام جنات کے لئے بھی رسول ہیں، چونکہ اس وقت گفتگو انسانوں کے معاملے میں ہے اس لئے صرف انہی کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا۔ ۱۲منہ

(۲) حدیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اَنَا رَسُوْلُ مَنْ اَدْرَکَهٗ حَیًّا وَّمَنْ یُّوْلَدُ بَعْدِیْ" یعنی میں اُن تمام لوگوں کا بھی رسول ہوں جو اَب زندہ ہیں اور اُن کا بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔ وسیأتی الحدیث فی بابه ان شاء اللہ تعالٰی۔ ۱۲منہ

وہ ان کی ہدایت کے لئے کافی نہ ہوئی اور کسی دُوسرے نبی کی ضرورت پڑی، اس آیت کی بھی تفصیل انشاء اللہ عنقریب آئے گی۔

نیز قرآن مجید ارشاد کرتا ہے:-

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ.

ترجمہ:- اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر تمام عالم والوں کے لئے۔

جس طرح کہ باتفاقِ دُنیا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" میں عالمین سے تمام عالم بلاکسی تخصیص کے مراد ہیں، اسی طرح اس جگہ بھی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔

پس آیت کا حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم والوں کے لئے رحمت ہیں، اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب آپؐ کی نبوّت و رسالت عام ہو، اور آپؐ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہ ہو، ورنہ اگر آپؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پختہ ایمان لانے والا اور آپؐ کے اَحکام و سنن کا پورا اِتباع کرنے والا اس پر ایمان نہ لایا تو اس کی ساری کوششیں اکارت اور سارے اعمال حبط ہوں گے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کے منافی ہے، بلکہ اس صورت میں آپؐ کی ذات مبارک اور آپؐ کا اِتباع صرف انہی لوگوں کے لئے رحمت ہوگا جو دُوسرے نبی کے مبعوث ہونے سے پہلے دُنیا سے رُخصت ہوگئے، تمام عالم کے لئے رحمت ہونا ثابت نہ ہوگا۔

ان کے علاوہ اور بھی قرآن مجید کی بہت سی تصریحات و اشارات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے جس کو اِن شاء اللہ تعالیٰ مستقل طور سے ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔

ان تمام آیاتِ قرآن مجید سے ناظرین یہ سمجھ چکے ہوں گے کہ یہ سب خاتم النبیین کے اسی معنی کی تائید کرتی ہیں جو اُوپر عرض کئے گئے ہیں۔

اور اس کل گزارش سے یہ ثابت ہوگیا کہ آیتِ مذکورہ میں خاتم النبیین کی وہی تفسیر ہے جو اُوپر لغتِ عرب سے نقل کی گئی ہے، اور خود قرآن مجید کی دُوسری آیات اسی تفسیر کو بیان کرتی ہیں۔

چونکہ اس بحث کو عنقریب تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ہے، اس لئے اس موقع پر صرف دو تین آیات پر اکتفاء کیا، اور ان کے بیان میں بھی اختصار سے کام لیا گیا۔

آیتِ مذکورہ کی تفسیر احادیث سے

تفسیرِ قرآن مجید کی جو ترتیب ہم اُوپر ذکر کر آئے ہیں، اس میں دُوسرا درجہ حدیث کا ہے، سو اس کے متعلق یہ گزارش ہے کہ آیت کی وہ تفسیر جو ہم اُوپر لغتِ عرب اور خود قرآنِ عزیز سے نقل کر چکے ہیں، احادیث میں بھی ایک بہت بڑا دفتر اس تفسیر کا شاہد ہے، جس کے دیکھنے کے بعد ایک مسلمان کو کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی، اور یہ بات بالکل روشن ہوجاتی ہے کہ مذکورۂ بالا تفسیر کے علاوہ اور کوئی تفسیر آیتِ خاتم النبیّین کی نہیں ہوسکتی۔

لیکن چونکہ ہمیں ان تمام احادیث کو ایک مستقل حصے کی صورت میں مفصّل ہدیۂ ناظرین کرنا ہے، اس لئے اس جگہ بہ ضمنِ تفسیر چند احادیث پر اکتفاء کیا جاتا ہے، اور ایک سلیم الطبع مسلمان کے لئے وہ بھی کفایت سے زائد ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثُ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ. (ابوداوٗد، ترمذی)

ترجمہ:- قیامت اُس وقت تک نہیں قائم ہوسکتی جب تک کہ بہت سے دجال اور جھوٹے نہ اُٹھائے جائیں، جن میں سے ہر ایک یہ بکتا ہو کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں تو خاتم النبیّین ہوں، یعنی میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں۔

اس حدیث میں خود اُس مقدس ذات نے کہ جس پر یہ قرآن نازل ہوا جھگڑے کا قطعی فیصلہ کردیا اور بتلادیا کہ مسلمانو! خاتم النبیّین کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، نہ خاتم کے معنی اس جگہ مہر و انگشتری کے ہیں، اور نہ النبیّین میں کوئی تخصیص، کیونکہ "لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ" میں لائے نفیٔ جنس کے ذریعہ سے اس مسئلے کو

بالکل صاف کردیا گیا، جس کی تفصیل اپنی بحث میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

نیز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی الفاظ مرفوعاً روایت کئے گئے ہیں:-

وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ. (اخرجہ احمد والطبرانی)

ترجمہ:- حالانکہ میں خاتم النبیّین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:-

اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلُ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَہٗ وَاَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضَعَ لَبِنَۃٍ مِنْ زَاوِیَۃٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیَعْجَبُوْنَ لَہٗ وَیَقُوْلُوْنَ: ھَلَّا وُضِعَتْ ھٰذِہٖ اللَّبِنَۃُ، قَالَ: فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ. (بخاری ومسلم وغیرہما)

ترجمہ:- کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کوئی گھر بنایا ہو اور اس کو آراستہ پیراستہ کیا ہو مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو، اور لوگ اس کے پاس چکر لگاتے اور خوش ہوتے ہوں اور کہتے ہوں کہ: یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (کہ تعمیر مکمل ہوجاتی)، فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: پس وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں، اور میں ہی خاتم النبیّین ہوں۔

اے مسلمانی کا دعویٰ کرنے والو! اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا اقرار کرنے والو! کیا اس جیسے کھلے کھلے بیانات کے بعد بھی تمہیں اس میں کوئی شک ہے کہ آیت میں خاتم النبیّین کے معنی صرف وہی ہیں جو ہم نے عرض کئے؟ اور کیا آپ ان تمام نصوص و تصریحات میں کہیں غیرتشریعی یا ظلّی اور بروزی نبی کا استثناء دیکھتے ہیں؟ خود وہ نبی مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) جس پر یہ کلامِ مقدس نازل ہوا (فداہ رُوحی واَبی واُمّی) نہایت صاف صاف مثالیں دے کر بتلاتا ہے کہ خاتم النبیّین کے معنی آخرالنبیّین ہیں، یعنی تمام افرادِ انبیاء کے بعد میں مبعوث ہونے والا کہ جس کے

بعد نبوّت کا مستحکم اور مزین محل بالکل مکمل ہوجاتا ہے، اور کسی نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت اور گنجائش نہیں رہتی، اس قصرِ نبوّت کی تکمیل کے بعد نہ تشریعی نبوّت کی اینٹ کی اس میں ضرورت و گنجائش ہے اور نہ غیرتشریعی یا ظلّی و بروزی کی، فَبِأَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُوْنَ۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:-

فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ، اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَاُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا، وَّاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَّخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ. (رواہ مسلم فی الفضائل)

ترجمہ:- مجھے تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دی گئی، ایک یہ کہ مجھے کلماتِ جامعہ عطا فرمائے گئے، دُوسرے یہ کہ رُعب کے ذریعے سے میری مدد کی گئی، تیسرے میرے لئے مالِ غنیمت حلال کردیا گیا، چوتھے میرے لئے تمام زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ اور بذریعہ تیمّم پاک کرنے والی بنایا گیا، پانچویں مجھے تمام خلقت کی طرف بھیجا گیا، چھٹے میرے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کیا گیا۔

اس حدیث میں اُس تحریف کی بھی جڑ کاٹ دی گئی جو لفظِ ''خاتم'' میں کی جاتی ہے، لفظِ ''خاتم'' کے بجائے ''خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ'' رکھ دیا گیا، اور کیا اس میں کہیں غیرتشریعی یا ظلّی و بروزی نبی کا استثناء موجود ہے؟

اور حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:-

اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ.

(رواه ابن ماجة، باب فتنة الدَّجَّال)

ترجمہ:- میں سب انبیاء میں سے آخری ہوں، اور تم سب اُمتوں

میں سے آخری۔

کس قدر وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا گیا کہ خاتم النبیّین کے وہی معنی اور صرف وہی معنی ہوسکتے ہیں اور ہیں جو اُوپر ذکر کئے گئے ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء میں سب سے آخری اور سب کے ختم کرنے والے نبی ہیں، اور پھر صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ تم آخری اُمت ہو، جس نے یہ بات صاف کردی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص اس اُمت کے لئے نبی بناکر نہ بھیجا جائے گا جس کے لئے ایک دُوسری اُمت ہو۔

اے عقل کے مدعی! اسلام کے دَم بھرنے والو! تمہیں اب بھی یقین ہوا کہ آیت میں خاتم النبیّین کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں جو ہم نے اُوپر عرض کئے، اس میں نہ تشریعی کی تخصیص ہے نہ ہی غیرتشریعی اور بروزی وظلّی کی۔

نیز حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِنِّیْ عِنْدَ اللهِ مَكْتُوْبٌ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ وَاَنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِيْنَةٍ. (مشکوٰۃ من شرح السنۃ ومسند احمد)

ترجمہ:- تحقیق میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیّین اس وقت میں لکھا ہوا تھا جبکہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی ہی میں تھے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:-

اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ، وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا فَخْرَ، وَاَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَّمُشَفَّعٍ وَّلَا فَخْرَ. (مشکوٰۃ عن الدارمی)

ترجمہ:- میں تمام رسولوں کا رہبر ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں تمام انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت ہوں اور کوئی فخر نہیں۔

وہ حضرات جو آیتِ خاتم النبیّین میں تحریفات کے جال پھیلاتے ہیں، اور

النبیین کے الف لام میں جھگڑے ڈال کر یہ چاہتے ہیں کہ نبیین سے تمام انبیاء مراد نہ لئے جائیں تاکہ قادیانی نبی کے آنے کی گنجائش نکل آئے، ذرا عنایت فرماکر یہ تو بتلائیں کہ ''قائد المرسلین'' میں الف لام استغراقِ حقیقی کا ہے یا نہیں؟ اور کیا اس جگہ ''مرسلین'' سے تمام مرسلین بلا استثناء اور بلا تخصیص مراد ہیں یا نہیں؟

اگر نہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے سردار اور رہبر نہیں بلکہ صرف بعض کے ہیں، اور یہ بات جیسا کہ تمام نصوصِ شرعیہ، آیاتِ قرآنیہ، تصریحاتِ احادیث کے سراسر خلاف ہے، اسی طرح مرزائی جماعت کے مُسلّمات کے بھی خلاف ہے، کیونکہ کم از کم زبانوں سے تو وہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے سردار اور رہبر ہیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اس جگہ ''المرسلین'' میں الف لام استغراقِ حقیقی کے لئے ہے اور ''مرسلین'' سے تمام افراد مرسلین کے بلاکسی استثناء تخصیص کے مراد ہیں تو میرے عنایت فرما! ذرا مجھے یہ بتلادیں کہ پھر لفظ ''النبیین'' نے جو اس کے بعد ہی مذکور ہے ان کا کیا قصور کیا ہے کہ وہ اس میں طرح طرح کے حیلے بہانے ڈھونڈتے ہیں اور اس میں تمام افرادِ انبیاء کو داخل نہیں ہونے دیتے؟

کیا اس جگہ ''قائد المرسلین'' اور ''خاتم النبیین'' میں اس کے سوا کوئی فرق ہے کہ ''قائد المرسلین'' اگر عام بھی رہ گیا اور تمام مرسلین کو شامل ہوگیا تو مرزا صاحب اور ان کے اذناب کے بنائے ہوئے خیالات میں کوئی ٹھیس نہیں لگتی، اور مرزا صاحب کی نبوّت نہیں بگڑتی، اور خاتم النبیین میں اس لئے حیلے بہانے کئے جاتے ہیں کہ اگر یہ عام رہا تو مرزا صاحب کی نبوّت کا کہیں پتہ نہ چلے گا۔

نیز ابن ابی الدنیا اور ابو یعلیٰ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کیا ہے کہ جب فرشتے (منکَر ونکیر) قبر میں مردے سے سوال کریں گے کہ تیرا ربّ کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہے گا:-

رَبِّیَ اللهُ وَالْاِسْلَامُ دِیْنِیْ وَمُحَمَّدٌ نَبِیِّیْ وَخَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ.
فَیَقُوْلُوْنَ لَهٗ: صَدَقْتَ. (تفسیر دُرِّ منثور ص:۱۶۵)

ترجمہ:- میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے، اور اسلام میرا دین ہے، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے نبی ہیں اور آخری نبی ہیں، یہ سن کر وہ فرشتے کہیں گے کہ: تو نے سچ کہا۔

منکَر ونکیر بھی اس شخص کی تصدیق کرتے ہیں جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور تمام انبیاء کا ختم کرنے والا سمجھا۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مقامات میں، مختلف مجمعوں میں، مختلف عنوانات اور بیانات سے اس آیت کی تفسیر احادیث میں فرمائی ہے، جن میں سے اس جگہ صرف چند حدیثیں بقدرِ ضرورت آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں پیش کردی گئیں، جن کو پڑھ کر ایک خدا سے ڈرنے والا اور رسول پر ایمان لانے والا مسلمان اس پر یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آیتِ خاتم النبیّین کے معنی اور اس کی تفسیر وہی ہے جو احقر نے اوّل لغتِ عرب سے، اور پھر خود قرآنِ کریم سے نقل کی ہے، باقی احادیث کو اِن شاء اللہ تعالیٰ مفصّل حصۂ دوم ''ختم النبوۃ فی الحدیث'' میں ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ آیتِ خاتم النبیّین کے معنی جو خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائے وہ یہی ہیں کہ آپؐ سب انبیاء میں آخری نبی اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، نہ اس میں کسی تشریعی نبی کی تخصیص ہے، اور نہ غیرتشریعی، ظلّی بروزی وغیرہ کا استثناء۔

مسلمانو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپؐ کے اِتباع کا دَم بھرنے والو! لغتِ عرب نے آپ کو ان معنوں کی طرف ہدایت کی، خود قرآنِ کریم نے پکار پکار کر ارشاد فرمایا کہ میری مراد یہ ہے، قرآنِ عزیز جس مقدس ذات پر نازل ہوا اس نے خود بار بار مختلف مجلسوں میں متعدّد بیانات کے ساتھ اس کا اعلان کیا کہ آیتِ مذکورہ کے یہی معنی ہیں کہ آپؐ تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، اور حدیث کے عظیم الشان دفتر میں ایک جگہ بھی تشریعی، غیرتشریعی کی تفصیل نہ فرمائی اور نہ بروزی یا ظلّی کا استثناء کیا، پس کیا اس کے بعد بھی آپ کو کوئی شک باقی رہا؟ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ۔

آیتِ مذکورہ کی تفسیر صحابہؓ وتابعینؒ سے

تفسیرِ قرآن مجید کے متعلق جو ترتیب ابتداء میں ذکر کی گئی ہے اس کا تیسرا اور چوتھا درجہ صحابہؓ وتابعینؒ کی تفسیریں اور اُن کے اقوال دربارۂ تفسیر ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس کا استیعاب بھی کسی کی قدرت میں نہیں، اس لئے اقوالِ صحابہؓ وتابعینؒ سے بھی بقدرِ ضرورت معدودے چند ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں جن سے ان کو یہ اندازہ ہوسکے گا کہ اُمت کے ان اسلاف نے اس آیت کے کیا معنی سمجھے ہیں، جنہوں نے یہ سبق اس اُستاذ سے پڑھا ہے جس کا اُستاذ بلاواسطہ خدائے قدّوس ہے۔

امام ابوجعفر ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ اپنی عظیم الشان تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ''خاتم النبیّین'' کی تفسیر میں روایت فرماتے ہیں:-

عَنْ قَتَادَةَ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اَیْ اٰخِرُهُمْ.

(ابنِ جریر ج:۲۲ ص:۱۱)

ترجمہ:- حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آیت کی تفسیر میں فرمایا، اور لیکن آپؐ اللہ کے رسول اور خاتم النبیّین یعنی آخر النبیّین ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر دُرِّ منثور میں عبدالرزاق اور عبد بن حمید اور ابنِ منذر اور ابنِ ابی حاتم سے بھی نقل کیا ہے۔ (دُرِّ منثور ج:۵ ص:۲۰۴) اس قول نے بھی صاف وہی بتلادیا کہ جو ہم اُوپر لغت اور قرآنِ عزیز اور احادیث سے نقل کرچکے ہیں، کہ خاتم النبیّین کے معنی آخر النبیّین ہیں، کیا اس میں کہیں تشریعی، غیرتشریعی اور بروزی وظلّی وغیرہ کی کوئی تفصیل ہے؟

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تو آپ معلوم کرچکے ہیں، ان کی قراءت ہی آیتِ مذکورہ میں ''وَلٰكِنْ نَبِيًّا خَتَمَ النَّبِيّٖنَ'' ہے، جو خود اُسی معنی کی طرف ہدایت کرتی ہے جو بیان کئے گئے۔

اور سیوطی رحمہ اللہ نے دُرِّ منثور میں بحوالۂ عبد بن حمید حضرت حسن رضی اللہ

عنہ سے نقل کیا ہے:-

عَنِ الْحَسَنِ فِيْ قَوْلِهٖ: وَخَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ، قَالَ: خَتَمَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اٰخِرُ مَنْ بُعِثَ.

(دُرِّ منثور ج:۵ ص:۲۰۴)

ترجمہ:- حضرت حسنؒ سے آیت خاتم النبیین کے بارے میں یہ تفسیر نقل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کردیا اور آپؐ ان رسولوں میں سے جو اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے آخری ٹھیرے۔

کیا اس جیسی صراحتوں کے بعد بھی کسی شک یا تأویل کی گنجائش ہے؟ اور بروزی یا ظلّی کی تأویل چل سکتی ہے؟ اور دُرِّ منثور میں سیوطی رحمہ اللہ نے مصنف ابنِ ابی شیبہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول یہ نقل کیا ہے:-

قُوْلُوْا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ، وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ.

(دُرِّ منثور ج:۵ ص:۲۰۴)

ترجمہ:- آپؐ کو خاتم النبیین تو کہو، لیکن یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہی ارشاد ابنِ قتیبہ نے تأویل الاحادیث میں بھی روایت کیا ہے۔

نیز دُرِّ منثور میں بحوالہ مصنف ابنِ ابی شیبہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بھی اس قسم کا قول نقل فرمایا ہے، وہو ہذا:-

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ عِنْدَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ: صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ خَاتِمِ الْاَنْبِيَاءِ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ. فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ: حَسْبُكَ اِذَا قُلْتَ خَاتِمُ الْاَنْبِيَاءِ فَاِنَّا كُنَّا نُحَدِّثُ اَنَّ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ خَارِجٌ فَاِنْ هُوَ خَرَجَ فَقَدْ كَانَ قَبْلَهٗ وَبَعْدَهٗ. (دُرِّ منثور ج:۵ ص:۲۰۴)

ترجمہ:- حضرت شعبیؒ جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں، فرماتے ہیں کہ: ایک شخص نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے سامنے یہ کہا کہ: دُرود بھیجے اللہ تعالیٰ جناب محمدؐ پر جو کہ خاتم الانبیاء ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت مغیرہؓ نے فرمایا: جب تم کہو تو تمہارے لئے خاتم الانبیاء کہہ دینا کافی ہے، لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہم سے حدیث بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے والے ہیں، تو وہ آپؐ سے پہلے بھی ہوئے اور بعد میں بھی ہوں گے۔

دونوں کا مطلب صاف اور ظاہر ہے کہ کلمہ "لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ"۔، چونکہ بظاہر یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نیا یا پُرانا نہیں آسکتا، جس سے اسلام کے اجماعی عقیدہ اور صحابہؓ کے متفقہ اعتقاد، نزولِ عیسیٰ علیہ السلام پر عامیانہ نظروں میں صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

اس لئے حضرت صدیقہ اور مغیرہ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ اس قسم کے لفظ بھی اختیار نہ کرو کہ جن سے اجماعی عقیدہ کے خلاف کا گمان یا وہم ہوسکے، بلکہ جس مقصد سے ختمِ نبوّت کو تم بیان کرنا چاہتے ہو وہ تو صرف لفظِ "خاتم النبیّین" سے پورے طور پر واضح ہوسکتا ہے، اور اتنا ہی کافی ہے، اگلا فقرہ یعنی "لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ" بھی اگرچہ فی نفسہٖ اپنے معنی کے اعتبار سے بالکل دُرست ہے[1]، لیکن تاہم چونکہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف کا ایہام ہوتا ہے، اس لئے صرف "خاتم النبیّین" پر ہی اکتفاء کرنا مقصود کے ادا کرنے کے لئے کافی اور ایہام خلاف سے بچنے کے لئے اَوْلیٰ اور بہتر ہے۔

کیونکہ خاتم النبیّین کے معنی آخر النبیّین کے ہیں، اور یہ معنی نزولِ مسیح کے کسی طرح مخالف نہیں سمجھے جاسکتے، اس لئے کہ اس کے معنی اس کے سوا نہیں کہ عالمِ دُنیا میں آپ کے ساتھ عہدۂ نبوّت سب انبیاء کے بعد میں متعلق ہوا۔[2]

---

(۱) جس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ حدیث "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کے تحت حصۂ دوم میں آئے گی۔۱۲منہ

(۲) اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ عالمِ اَرواح میں سب سے پہلے .... (باقی اگلے صفحے پر)

اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جس وقت آسمان سے آخر زمانہ میں نازل ہوں گے تو عہدۂ نبوّت اُن کو اُس وقت نہیں دیا جائے گا بلکہ اُن کا وصفِ نبوّت جس وقت سے کہ خداوندِ عالم نے اُن کو عطا فرمایا تھا اسی وقت سے ہمیشہ اسی طرح باقی رہا اور رہے گا۔

اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول لفظِ ''خاتم النبیّین'' اور ''آخر النبیّین'' کے کسی طرح خلاف نہیں، کلام کے یہ معنی ہماری ایجاد نہیں بلکہ خود مرفوع حدیث میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

دیکھو تفسیرِ ابنِ کثیر جلد:۸ صفحہ:۴۸ بتخریج ابنِ ابی حاتم حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:-

اَنَا اَوَّلُ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ.

(ابنِ کثیر برحاشیہ فتح البیان)

ترجمہ:- میں پیدائش میں تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر میں۔

جس نے صاف بتلادیا کہ ''خاتم النبیّین'' اور ''آخر النبیّین'' کے معنی یہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصفِ نبوّت باعتبار بعثت کے سب انبیاء علیہم السلام کے بعد میں ہے، اور اس بناء پر کسی پہلے نبی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی رہنا یا اس دُنیا میں آنا آیت کے ہرگز خلاف نہیں ہوسکتا۔

اسی مضمون کو تفسیر رُوح المعانی جلد:۷ صفحہ:۶۰ اور کشاف جلد:۲ صفحہ:۲۱۵ میں نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، اِنْ شِئْتَ فَارْجِعْ اِلَيْهِ، اس کے علاوہ اگر لغتِ عرب اور محاورات پر نظر ڈالی جائے تو تھوڑے سے غور کرنے سے ثابت

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) ...... منصب نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا ہے جس کے لحاظ سے آپؐ جس طرح خاتم النبیّین ہیں، اسی طرح اوّل النبیّین بھی ہیں، مگر اس جگہ کلام اس دُنیا کی زندگی کے متعلق ہے، اس کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے آخر میں منصبِ نبوّت پر فائز ہوئے ہیں۔ ۱۲ منہ

ہوجائے گا کہ آخر النبیّین اور اوّل النبیّین اور آخر العلماء اور آخر الطلباء اور آخر القائمین، آخر المؤمنین، آخر الشاہدین، آخر القادمین، آخر الاولاد وغیرہ محاورات میں صرف اسی معنی کے لئے آتے ہیں کہ اوّلیت اور آخریت باعتبار وصف مضاف الیہ کے لی جاتی ہے، جب تک کہ کوئی قید اس سے پھیرنے کے لئے نہ لگائی جائے جیسے اوّل المؤمنین ہجرۃً مثلاً یعنی اوّل باعتبار ہجرت کے، یہی وجہ ہے کہ امامِ عربیت علامہ زمخشری نے خاتم النبیّین کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ لَا یُنبَّأُ اَحَدًا بَعْدَہٗ (تفسیر کشاف ج:۲ ص:۲۱۵) یعنی آپؐ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا۔

''خاتم النبیّین'' کے معنی محاوراتِ عرب اور احادیثِ مرفوعہ اور تفسیرِ محققین پر نظر ڈالتے ہوئے کسی تھوڑی سی عقل رکھنے والے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں شک وشبہ پیدا نہیں کرسکتے، البتہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے ظاہری لفظ سے ایک سطحی نظر والے عامی آدمی کو اس میں کچھ وہم پیدا ہوسکتا ہے، اگرچہ کچھ غور کرنے کے بعد وہ بھی بلاتکلف زائل ہوسکتا ہے، جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے محل میں عرض کیا جائے گا۔

اسی ظاہری اور سطحی وہم کو دفع کرنے کے لئے حضرت صدیقہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ ایسے الفاظ مت اختیار کرو کہ جن سے عوام کو سطحی نظر میں کوئی شبہ پیدا ہوسکے۔

باقی رہا یہ شبہ ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' احادیثِ صحیحہ میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہے، پھر اس لفظ کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے؟ سو ظاہر ہے کہ حضرت صدیقہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہما کی غرض اس کلام سے یہ نہیں کہ معاذ اللہ یہ الفاظ غلط ہیں یا ان کا بیان کرنا ناجائز ہے، بلکہ ان کی غرض محض عقیدۂ عوام کی اصلاح اور غیرمقصود کے ایہام سے بچانا ہے، اور یہ ایک ایسی غرض ہے کہ اس کے لئے بہت سی احادیثِ مرفوعہ کو عوام کے سامنے بیان نہ کرنا ہی اَولیٰ سمجھا جاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح میں اس پر مستقل باب منعقد کیا ہے:-

بَابُ مَنْ تَرَکَ بَعْضَ الْاِخْتِیَارِ مَخَافَۃَ اَنْ یَّقْصُرَ فَھْمُ بَعْضِ

النَّاسِ عَنهُ فَيَقَعُوْا فِيْ اَشَدَّ مِنهُ.

یعنی اَمرِ مختار کے اظہار میں اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ کم فہم لوگ ایسی خرابی میں مبتلا ہوجائیں گے جو اَمرِ مختار کے ترک سے زیادہ مضر ہے، تو علماء کو چاہئے کہ اس مختار کو ترک فرمادیں، اور غیرمختار کو قائم رکھیں۔

پھر اس ترجمہ کے ذیل میں یہ حدیث بیان فرمائی:-

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے عائشہ! اگر تیری قوم نومسلم قریب العہد بالکفر نہ ہوتی تو میں کعبہ کو توڑ کر اس کے دو دروازے کردیتا، ایک دروازہ سے لوگ داخل ہوتے اور دُوسرے سے نکلتے (جیسا کہ اصل بناءِ ابراہیمی تھا) چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے (اپنے زمانۂ خلافت میں) ایسا ہی کیا۔

(رواہ البخاری فی کتاب العلم ج:۱ ص:۲۴)

مطلب یہ ہے کہ قریش چونکہ ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں، اگر کعبہ کو توڑا جائے گا تو وہ بدگمان ہوجائیں گے اور یہ نہ سمجھیں گے کہ اس کی غرض درحقیقت کعبہ کو اصل بناءِ ابراہیمی پر قائم کرنا ہے۔

اس حدیث کو پڑھ کر آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ خدا کا برحق رسولؐ بناءِ کعبہ کی اصلاح کی تمنا اپنے دِل میں لے کر دُنیا سے رُخصت ہوتا ہے، اور اس کی اصلاح اس لئے نہیں کرتا کہ مبادا کم فہم لوگ اُلٹی نہ سمجھ جائیں، اور بجائے نفع کے نقصان پہنچ جائے، پس اگر حضرت صدیقہؓ جو خود اس واقعہ کی راویہ بھی ہیں، اس قسم کے اُمور کی زیادہ رعایت کریں، اور ایک کلمۂ حق کے عام طور پر کہنے سے اس لئے منع فرمائیں کہ مبادا لوگ اس سے کسی غلط فہمی میں پڑجائیں، تو کیا بعید ہے۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ يُّكَذَّبَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ. (رواہ البخاری)

ترجمہ:- لوگوں سے وہ باتیں بیان کرو جس کو وہ سمجھ سکیں، کیا تم پسند
کرتے ہو کہ خداوندِ عالم اور اس کے رسولؐ کی تکذیب کی جائے؟

الغرض حضرت عائشہؓ اور حضرت مغیرہؓ کے اقوال میں "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کے لفظ سے ممانعت مصلحتِ عوام اور ان کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے ہے، فی نفسہٖ ان الفاظ کی مخالفت نہیں، ورنہ عیاذاً باللہ ان دونوں حضرات کے اقوال ایک متواتر حدیثِ نبوی کے مخالف اور معارض ہوں گے، جس کو کوئی سمجھ دار انسان گوارا نہیں کرسکتا، پھر اگر بالفرض ایسا ہو تو یہ بھی ظاہر ہے کہ اس وقت اُمت کے لئے راہِ عمل اور قابلِ اعتماد وہی فرمان ہوگا جو خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ثابت ہوا نہ کہ دو صحابی کے اقوال جن کی سند کا بھی کچھ پتہ نہیں۔

ناظرینِ کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ آیتِ مذکورہ کی جو تفسیر عرض کی گئی اس کے شاہد حضرت قتادہ اور عبداللہ بن مسعود اور حضرت حسن اور صدیقہ عائشہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم جیسے حضرات ہیں، اُن کے علاوہ حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوالطفیل اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس اور حضرت عفان بن مسلم اور حضرت ابومعاویہ، حضرت جبیر بن مطعم اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، حضرت اُبیّ بن کعب اور حضرت حذیفہ اور حضرت ثوبان، حضرت عبادۃ بن الصامت، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عطاء بن یسار، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عرباض بن ساریہ، حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت اُمّ کرز، حضرت فاروقِ اعظم، حضرت اُمّ ایمن، وغیرہم چونسٹھ حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہا اجمعین سے بھی ختم نبوّت کے وہی معنی بالفاظ مختلفہ منقول اور ثابت ہیں[۱]، جو مکرّر عرض کئے گئے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔

اگر قلب میں کوئی احساس اور دماغ میں سمجھنے کا کچھ مادّہ ہے، تو کوئی مسلمان

---

(۱) ان میں سے ہر صحابی کی مفصل روایت انشاء اللہ تعالیٰ مع حوالہ جات دُوسرے اور تیسرے حصے میں آئے گی۔ ۱۲ منہ

بلکہ کوئی منصف مزاج کافر بھی ان چونسٹھ حضراتِ صحابہؓ کی شہادتوں کے بعد ہمارے دعوے کے ثبوت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کرسکتا، ورنہ پھر ہدایت و ضلالت کسی بشر کے قبضے میں نہیں، بَلِ الْاَمْرُ بِیَدِ اللہِ یُصَرِّفُ کَیْفَ یَشَاءُ۔

آیتِ مذکورہ کی تفسیر ائمۂ تفسیر کے اقوال سے

خداوندِ علیم وخبیر ہی کو معلوم ہے کہ کتنے متقدمین اور متاخرین، بڑے اور چھوٹے علماء و صلحاء نے اس وقت تک تفسیر میں کتابیں لکھی ہیں اور کتنی موجود ہیں۔

لیکن اجمالاً یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ اتنی کثیر ہیں کہ سب کا احاطہ کسی بشر سے نہیں ہوسکتا، مجھے تو اپنے اس مضمون میں سب کے استیعاب کی نہ ضرورت ہے، اور نہ یہ میری قدرت میں ہے، بلکہ صرف چند مشہور و معتبر تفاسیر کے حوالے اور مفسرین کے اقوال ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اُن سے یہ اندازہ کرلیں کہ جن بزرگانِ دین نے اپنی تمام عمر کو اسی میدان کی سیاحت میں ختم کردیا ہے، انہوں نے اس آیتِ کریمہ کی مراد کیا سمجھی ہے اور اس کی تفسیر کیا کی ہے؟

امام المفسّرین حضرت ابوجعفر بن جریر طبری رحمہ اللہ اپنی عظیم الشان تفسیر میں نقل فرماتے ہیں:-

> وَلٰـکِنَّہٗ رَسُوْلُ اللہِ وَخَاتِمُ النَّبِیّٖنَ الَّذِیْ خَتَمَ النُّبُوَّۃَ فَطَبَعَ عَلَیْھَا فَلَا تُفْتَحُ لِاَحَدٍ بَعْدَہٗ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ وَبِنَحْوِ الَّذِیْ قُلْنَا قَالَ اَھْلُ التَّاْوِیْلِ. (ابنِ جریر ج:۲۲ ص:۱۱)
>
> ترجمہ:- لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیّین یعنی وہ شخص جس نے نبوّت کو ختم کردیا اور اس پر مہر لگادی، پس وہ آپؐ کے بعد کسی کے لئے نہ کھولی جائے گی قیامت کے قائم ہونے تک، اور ایسا ہی ائمۂ تفسیر صحابہؓ و تابعینؒ نے فرمایا ہے۔

امام المفسرین ابنِ جریر رحمہ اللہ کی اس عبارت کے بعد بھی کیا کوئی انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ "خاتم النبیّین" سے صرف انبیاء اصحابِ شریعت کا اختتام ثابت ہوتا

ہے، مطلقاً ختم النبوّت ثابت نہیں ہوتا، جبکہ انہوں نے تاکید در تاکید کے ساتھ یہ بھی صاف صاف فرمایا کہ "لَا تُفَتَّحُ لِاَحَدٍ بَعْدَهٗ" یعنی منصبِ نبوّت عطا کرنے کا دروازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے مطلقاً قیامت تک نہ کھولا جائے گا۔

اور پھر صرف یہی نہیں کہ یہ ان کی ذاتی رائے اور اجتہاد ہے، بلکہ جیسا کہ ان کی عادت ہے، یہ بھی تصریح فرمادی کہ یہی تفسیر صحابہؓ و تابعینؒ وغیرہم سے مروی ہے، اور جس کو اس کے بعد متعدّد اسانید کے ساتھ متعدّد حضرات سے روایت کیا ہے۔

حضرت علی بن حسینؒ سے ابنِ جریر رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:-

بِكَسْرِ التَّاءِ مِنْ خَاتِمِ النَّبِيِّيْنَ بِمَعْنٰى اَنَّهٗ خَتَمَ النَّبِيِّيْنَ (الٰى قَوْلِهٖ) وَقَرَأَ ذٰلِكَ فِيْمَا يُذْكَرُ الْحَسَنُ وَالْعَاصِمُ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ بِفَتْحِ التَّاءِ بِمَعْنٰى اَنَّهٗ اٰخِرُ النَّبِيِّيْنَ.

(ابنِ جریر ج:۲ ص:۱۱)

ترجمہ:- خاتم النبیّین بکسر التاء، اس معنی میں آپؐ نے تمام انبیاء کو ختم کردیا اور جیسا کہ نقل کیا جاتا ہے، قراء میں سے حسن اور عاصم نے اس لفظ کو خاتم النبیّین بفتح التاء پڑھا ہے، اس معنی میں کہ آپؐ آخر النبیّین ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فیصلہ فرمادیا کہ جمہور کی قراءت بکسر التاء کو اختیار کیا جائے یا حسنؒ اور عاصمؒ کی قراءت بفتح التاء کو، بہرحال ان کا حاصل ایک ہے، صرف ترجمہ لفظ اور تخریج صیغہ کا فرق ہوگا۔

رئیس المفسرین حافظ عماد الدین ابنِ کثیر رحمہ اللہ اپنی مقبول و مستند تفسیر میں آیتِ مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے ہمارے دعوے کو نہایت وزن دار الفاظ میں روشن فرماتے ہیں:-

فَهٰذِهِ الْاٰيَةُ نَصٌّ فِيْ اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَاِذَا كَانَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ فَلَا رَسُوْلَ بِالطَّرِيْقِ الْاَوْلٰى وَالْاُخْرٰى لِاَنَّ مَقَامَ الرِّسَالَةِ اَخَصُّ مِنْ مَقَامِ النُّبُوَّةِ فَاِنَّ كُلَّ رَسُوْلٍ نَبِيٌّ وَّلَا يَنْعَكِسُ

وَبِذٰلِکَ وَرَدَتِ الْاَحَادِیْثُ الْمُتَوَاتِرَةُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِیْثِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. (ابنِ کثیر ج:۸ ص:۸۹)

ترجمہ:- پس یہ آیت اس بات میں نصِ صریح ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، اور جب کوئی نبی نہ ہوا تو رسول بدرجۂ اَوْلیٰ نہ ہوگا، کیونکہ مرتبہ رسالت کا نسبت مرتبہ نبوّت کے خاص ہے، ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں (جیسا کہ ہم نے مقدمۂ رسالہ میں مفصل عرض کیا ہے) اور اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیثِ متواترہ وارد ہوئی ہیں جس کو صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت نے آپؐ سے نقل کیا ہے۔

ابنِ کثیر رحمہ اللہ بھی ساتویں صدی ہجری کے اُن علماء میں سے ہیں جن کو "حجۃ الاسلام" کہا جاسکتا ہے، تفسیر میں اُن کی اس کتاب کا مرتبہ سلفاً وخلفاً مسلّم ہے۔

اس جلیل القدر مفسر کے الفاظ کو ملاحظہ فرمایئے اور اندازہ کرلیجئے کہ آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں جو کچھ ہم نے عرض کیا وہ کس طرح قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہؓ اور اقوالِ ائمہ کا ٹھیک اُردو ترجمہ ہے، اس میں درحقیقت ہمارا کوئی تصرف نہیں۔

ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے یہ بھی صاف کردیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوّت و رسالت کسی کو نہیں مل سکتی، کیونکہ رسول تو صاحبِ شریعت نبی کو کہا جاتا ہے اور نبی عام ہے صاحبِ شریعت ہو یا غیر صاحبِ شریعت، چونکہ آیت میں بجائے ختم المرسلین کے خاتم النبیّین فرمایا ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی نبوّت کا اختتام بتلانا منظور ہے، تشریعی ہو یا بقول مرزا غیرتشریعی، یا بصورتِ ظلّیت و بروزیت یا اور کسی صورت سے۔

نیز اس ارشاد سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ختمِ نبوّت کی احادیث متواتر ہیں اور ان کی روایت کرنے والی صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت ہے۔

اس کے بعد ابن کثیر رحمہ اللہ نے بہت سی احادیث ختمِ نبوّت پر پیش فرمائی ہیں جن کو ان شاء اللہ تعالیٰ حصہ احادیث میں مستقل طور پر ہدیۂ ناظرین کیا جائے گا۔

اخیر میں اس جلیل القدر مفسر نے نتیجے کے طور پر عقیدۂ ختمِ نبوّت پر ایک مفصّل اور مؤکد تحریر فرمائی ہے، جو خصوصیت کے ساتھ قابلِ ملاحظہ ہے، جس کو دیکھ کر یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ اب سے سات سو برس پہلے شاید قادیانی مرزا کے حالات سے بطریقِ کشف مطلع ہو کر اُن کی تردید کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمایئے عبارتِ ذیل:-

فَمِنْ رَّحْمَةِ اللهِ تَعَالٰى بِالْعِبَادِ اِرْسَالُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ ثُمَّ مِنْ تَشْرِيْفِهٖ لَهٗ خَتْمَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ بِهٖ وَاِكْمَالُ الدِّيْنِ الْحَنِيْفِ لَهٗ وَاَخْبَرَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهٖ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ عَنْهُ اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ لِيَعْلَمُوْا اَنَّ كُلَّ مَنِ ادَّعٰى هٰذَا الْمَقَامَ بَعْدَهٗ فَهُوَ كَذَّابٌ اَفَّاكٌ دَجَّالٌ ضَالٌّ مُضِلٌّ وَلَوْ تَحَرَّقَ وَشَعْبَذَ وَاَتٰى بِاَنْوَاعِ السِّحْرِ وَالطَّلَاسِمِ وَالنِّيْرَنْجِيَاتِ فَكُلُّهَا مَحَالٌ وَضَلَالٌ عِنْدَ اُوْلِي الْاَلْبَابِ كَمَا اَجْرَى اللهُ سُبْحَانَهٗ وَعَلٰى يَدِ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِيِّ بِالْيَمَنِ وَمُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ بِالْيَمَامَةِ مِنَ الْاَحْوَالِ الْفَاسِدَةِ وَالْاَقْوَالِ الْبَارِدَةِ مَا عَلِمَ كُلُّ ذِيْ لُبٍّ وَّفَهْمٍ وَّحِجًى اَنَّهُمَا كَاذِبَانِ ضَالَّانِ لَعَنَهُمَا اللهُ تَعَالٰى وَكَذٰلِكَ كُلُّ مُدَّعٍ لِّذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَخْتِمُوْا بِالْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ يَخْلُقُ اللهُ تَعَالٰى مَعَهٗ مِنَ الْاُمُوْرِ مَا يَشْهَدُ الْعُلَمَاءُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِكَذِبِ مَنْ جَاءَ بِهَا۔ (ابنِ کثیر ج:۸ ص:۹۱)

ترجمہ:- پس بندوں پر خدا کی رحمت ہی ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی طرف بھیجنا، پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم میں سے یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر تمام انبیاء اور رُسل علیہم السلام کو ختم کیا اور دینِ حنیف کو آپؐ کے لئے کامل کردیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول نے اپنی احادیثِ متواترہ میں خبر دی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں تاکہ اُمت جان لے کہ ہر وہ شخص جو آپؐ کے بعد اس مقام (نبوّت) کا دعویٰ کرے وہ بڑا جھوٹا، افتراء پرداز، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے، اگرچہ آگ بھڑکائے اور شعبدہ بازی کرے اور قسم قسم کے جادو اور طلسم اور نیرنگیاں دِکھلائے، اس لئے کہ یہ سب کا سب عقلاء کے نزدیک باطل اور گمراہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسود عنسی (مدعیٔ نبوّت) کے ہاتھ پر یمن میں اور مسیلمۂ کذّاب (مدعیٔ نبوّت) کے ہاتھ پر یمامہ میں احوالِ فاسدہ اور اقوالِ باردہ ظاہر کئے جن کو دیکھ کر عقل وفہم اور تمیز والا یہ سمجھ گیا کہ یہ دونوں جھوٹے اور گمراہ کرنے والے ہیں، خداوند ان پر لعنت کرے اور ایسے ہی قیامت تک ہر مدعیٔ نبوّت پر یہاں تک کہ وہ مسیحِ دجال پر ختم کردیئے جائیں گے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسے اُمور پیدا فرماوے گا کہ علماء اور مسلمانان اس کے جھوٹے ہونے کی شہادت دیں گے۔

خط کشیدہ الفاظ کو غور سے پڑھئے! کیا ابنِ کثیر رحمہ اللہ جیسے امام کی اس بلند اور پُرجوش آواز نے بھی آپ کو بیدار نہیں کیا؟ کیا ایسے ایسے صاف بیانات کے بعد بھی یہی کہیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دُنیا میں کوئی کسی قسم کا نبی پیدا ہوسکتا ہے؟ اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی مفصل تفسیر دُرِّ منثور جلد:۵ صفحہ:۲۰۴ میں بھی صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمۂ مفسرین کے اقوال پر اعتماد کرتے ہوئے آیتِ مذکورہ کی تفسیر وہی قرار دی ہے جو مکرّر عرض کی گئی۔

نیز اپنی مختصر تفسیر جلالین میں بھی اسی مضمون کو واضح بیان فرمایا ہے، اور علامہ زمخشری نے اپنی مشہور و مقبول تفسیر کشاف میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

خَاتَمُ بِفَتْحِ التَّاءِ بِمَعْنَى الطَّابَعِ وَبِكَسْرِهَا بِمَعْنَى الطَّابِعِ وَفَاعِلُ الْخَتْمِ وَتُقَوِّيْهِ قِرَاءَةُ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَلٰكِنْ نَبِيًّا خَتَمَ النَّبِيِّيْنَ، فَاِنْ قُلْتَ: كَيْفَ كَانَ اٰخِرَ الْاَنْبِيَاءِ وَعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْزِلُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ؟ قُلْتُ: مَعْنٰى كَوْنِهٖ اٰخِرَ الْاَنْبِيَاءِ اَنَّهٗ لَا يُنَبَّأُ اَحَدٌ بَعْدَهٗ وَعِيْسٰى مِمَّنْ نُبِّئَ قَبْلَهٗ ....الخ. (کشاف، مصری ج:۲ ص:۲۱۵)

ترجمہ:- خاتم بفتح التاء بمعنی آلۂ مہر اور بکسر التاء بمعنی مہر کرنے والا یا ختم کرنے والا اور اسی معنی (یعنی ختم کرنے والا) کی تقویت کرتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت "وَلٰكِنْ نَبِيًّا خَتَمَ النَّبِيِّيْنَ" پس اگر آپ یہ کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء کس طرح ہوسکتے ہیں حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں آسمان سے اُتریں گے، تو ہم کہیں گے کہ آپؐ کے آخر الانبیاء ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا، تو اب نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اُن لوگوں میں سے ہیں جو آپؐ سے پہلے نبی بنا کر بھیجے گئے۔

علامہ زمخشری جو علاوہ فنونِ تفسیر کے لغتِ عرب اور فنونِ عربیت کے یکتا امامِ مُسلّم ہیں، انہوں نے "خاتم النبیّین" کے معنی یہی سمجھے کہ کوئی کسی قسم کا نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ہوسکتا، اور اسی لئے اُن کو نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ جواب دینا پڑا کہ خاتم النبیّین کا مفہوم یہ ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائے گا" ولہٰذا نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اس کے مخالف نہ

ہوا، کیونکہ وہ اُس وقت نبی نہ بنیں گے بلکہ وہ اپنی پہلی نبوّت پر بدستور باقی ہیں، جیسا کہ ہم اُوپر کسی قدر تفصیل کے ساتھ عرض کرچکے ہیں۔

نیز امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیرِ کبیر جلد:۶ صفحہ:۶۱۷ مطبوعہ مصر میں بھی اسی مضمون اور تفسیر کی تائید فرمائی ہے۔

اور سیّد محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور و مستند تفسیر ''روح المعانی'' میں آیتِ مذکورہ کی تفسیر نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھتے ہوئے فرمایا ہے:-

وَالْمُرَادُ بِالنَّبِيِّ مَا هُوَ أَعَمُّ مِنَ الرَّسُوْلِ فَيَلْزَمُ مِنْ كَوْنِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ كَوْنُهٗ خَاتَمَ الْمُرْسَلِيْنَ.

(ج:۷ ص:۶۰)

ترجمہ:- اور نبی سے مراد وہ ہے جو رسول سے عام ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبییّن ہونے سے خاتم المرسلین ہونا بھی لازم ہوگا۔

جیسا کہ اُوپر ابنِ کثیر رحمہ اللہ سے نقل کیا جاچکا ہے، شیخنا سیّد محمود آلوسی رحمہ اللہ بھی وہی فرما رہے ہیں، جس میں یہ بات صاف کردی گئی ہے کہ ''خاتم النبییّن'' سے مطلقاً انبیاء کا اختتام بتلانا منظور ہے، اس میں کسی قسم کی تخصیص یا استثناء نہیں ہے۔

مگر اس سے جو ایک سطحی اور سرسری نظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا خلاف سمجھا جاسکتا تھا، اس کے ازالے کے لئے فرماتے ہیں:-

وَالْمُرَادُ بِكَوْنِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ خَاتِمُهُمْ اِنْقِطَاعُ حُدُوْثِ وَصْفِ النُّبُوَّةِ فِيْ أَحَدٍ مِنَ الثَّقَلَيْنِ بَعْدَ تَحْلِيَةِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِهَا فِيْ هٰذِهِ النَّشْأَةِ وَلَا يَقْدَحُ فِيْ ذٰلِكَ مَا أَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ وَاشْتَهَرَتْ فِيْهِ الْأَخْبَارُ وَلَعَلَّهَا بَلَغَتْ مَبْلَغَ التَّوَاتُرِ الْمَعْنَوِيِّ وَنَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ عَلٰى قَوْلٍ وَوَجَبَ الْاِيْمَانُ بِهٖ وَأُكْفِرَ مُنْكِرُهٗ كَالْفَلَاسِفَةِ مِنْ نُّزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اٰخِرَ الزَّمَانِ لِأَنَّهٗ كَانَ نَبِيًّا

قَبْلَ تَحَلِّی نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالنُّبُوَّۃِ فِیْ ھٰذِہِ النَّشْأَۃِ. (رُوح المعانی ج:۷ ص:۶۰)

ترجمہ:- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے اس عالم میں وصفِ نبوّت کے ساتھ متصف ہونے کے بعد وصفِ نبوّت کا پیدا ہونا بالکل منقطع ہوگیا جن و اِنس میں سے کسی میں اب یہ وصف پیدا نہیں ہوسکتا، اور یہ مسئلۂ ختمِ نبوّت اس عقیدہ سے ہرگز معارض نہیں جس پر اُمت نے اجماع کیا ہے، اور جس میں احادیث شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں اور شاید درجۂ تواترِ معنوی کو پہنچ جائیں اور جس پر قرآن نے تصریح کی اور جس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کے منکر مثلاً فلاسفہ کو کافر سمجھا گیا ہے، یعنی نزولِ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں، کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم میں نبوّت ملنے سے پہلے وصفِ نبوّت کے ساتھ متصف ہوچکے تھے۔

عبارت مذکورۃ الصدر میں جس صراحت و وضاحت کے ساتھ ختمِ نبوّت اور اس کے صحیح مفہوم کو بیان کیا گیا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے میں کسی مسلمان پر یہ گمان نہیں کرسکتا کہ اب بھی اس کو کوئی شک باقی ہے۔

نیز اسی آیت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، جو خصوصیت کے ساتھ قابلِ ملاحظہ ہے:-

وَکَوْنُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتِمَ النَّبِیِّیْنَ مِمَّا نَطَقَ بِہِ الْکِتَابُ وَصَدَعَتْ بِہِ السُّنَّۃُ وَأَجْمَعَتْ عَلَیْہِ الْاُمَّۃُ فَیُکَفَّرُ مُدَّعِیْ خِلَافِہٖ وَیُقْتَلُ اِنْ أَصَرَّ. (رُوح المعانی ج:۲۲ ص:۴۱)

ترجمہ:- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر النبیین ہونا اُن مسائل میں سے ہے جن پر قرآن بول اُٹھا اور جن پر احادیث نے صاف صاف تقریر کی اور جس پر اُمت نے اجماع کیا، اس

لئے اس کے برخلاف کا دعویٰ کرنے والے کو کافر سمجھا جائے گا، اور اگر توبہ نہ کرے تو قتل کردیا جائے۔

اور تفسیر کی مشہور و مستند کتاب ''خازن'' میں ہے:-

خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ خَتَمَ اللّٰهُ بِهِ النُّبُوَّةَ فَلَا نُبُوَّةَ بَعْدَهٗ أَیْ وَلَا مَعَهٗ.

(خازن ج:۳ ص:۴۷۰)

ترجمہ:- خاتم النبیّین یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ختم کردی، پس نہ آپؐ کے بعد کوئی نبوّت ہے اور نہ آپؐ کے ساتھ ہے۔

اور علامہ نسفی رحمہ اللہ نے اپنی مستند و معتبر تفسیر ''مدارک التنزیل'' میں لکھا ہے:-

خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ بِفَتْحِ التَّاءِ عَاصِمٌ بِمَعْنَى الطَّابَعِ أَیْ اٰخِرُهُمْ يَعْنِیْ لَا يُنَبَّأُ أَحَدٌ بَعْدَهٗ وَعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِمَّنْ نُبِّئَ قَبْلَهٗ. وَغَيْرُهٗ بِكَسْرِ التَّاءِ بِمَعْنَى الطَّابِعِ وَفَاعِلُ الْخَتْمِ وَتُقَوِّيْهِ قِرَاءَةُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ.

(مدارک برحاشیہ خازن ج:۳ ص:۴۷۰)

ترجمہ:- خاتم النبیّین عاصمؒ کی قراءت میں بفتح التاء بمعنی مہر جس سے مراد آخر ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام آپؐ سے پہلے نبی بنائے گئے تھے اس لئے اُن کے نزول سے کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا، اور علاوہ عاصمؒ کے سب قراء کے نزدیک بکسر التاء بمعنی مہر کرنے والا اور ختم کرنے والا اور اسی معنی کی تائید کرتی ہے عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت۔

اور علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے شرح مواہبِ لدنیہ جلد:۵ صفحہ:۲۶۷ میں آیتِ مذکورہ کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

وَمِنْهَا (يَعْنِیْ مِنْ خَصَائِصِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ) أَنَّهٗ خَاتِمُ

الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ، أَىْ اٰخِرُهُمُ الَّذِىْ خَتَمَهُمْ أَوْ خُتِمُوْا بِهٖ عَلٰى قِرَاءَةِ عَاصِمٍ بِالْفَتْحِ، وَرَوٰى أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِىُّ وَالْحَاكِمُ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا أَنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِىْ وَلَا نَبِىَّ. قِيْلَ مَنْ لَّا نَبِىَّ بَعْدَهٗ يَكُوْنُ أَشْفَقُ عَلٰى أُمَّتِهٖ وَهُوَ كَوَالِدٍ لَيْسَ لَهٗ غَيْرُهٗ وَلَا يَقْدَحُ نُزُوْلُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَهٗ لِأَنَّهٗ يَكُوْنُ عَلٰى دِيْنِهٖ مَعَ أَنَّ الْمُرَادَ أَنَّهٗ اٰخِرُ مَنْ نُّبِّئَ. (زرقانی شرح مواہب ج:۵ ص:۲۶۷)

ترجمہ:- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپؐ سب انبیاء اور رُسل کے ختم کرنے والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" یعنی آخر النبیین جس نے انبیاء کو ختم کیا یا وہ جس پر انبیاء ختم کئے گئے، اور یہ معنی عاصمؒ کی قراءت یعنی بالفتح پڑھنے کے وقت ہیں، اور امام احمدؒ اور ترمذیؒ اور حاکمؒ نے باسنادِ صحیح حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: رسالت و نبوت منقطع ہوچکی، نہ میرے بعد کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔ کہا جاتا ہے کہ جس نبی کے بعد کوئی اور نبی نہ ہو وہ اپنی اُمت کے لئے زیادہ شفیق ہوگا اور مثل اس باپ کے ہے کہ جس کی اولاد کے لئے اس کے بعد تربیت اور نگرانی کرنے والا نہ ہو، اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے ختمِ نبوت پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں گے، علاوہ بریں ختمِ نبوت سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں نبی بنائے گئے اور

ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پہلے نبی بن چکے ہیں۔

اور ابو حیان رحمہ اللہ اپنی عظیم الشان تفسیر بحرِ محیط جلد:۷ صفحہ:۲۳۶ میں اسی مضمون کی حرف بحرف تائید فرماتے ہیں۔

اسی طرح علامہ ابوالسعود رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں بعینہٖ یہی مضمون بیان فرماتے ہیں، دیکھو تفسیر ابوالسعود برحاشیہ تفسیرِ کبیر جلد:۶ صفحہ:۷۸۸۔

اور علامہ احمد صاحب معروف بمُلّا جیون دہلوی رحمہ اللہ، اُستاذِ عالمگیر رحمہ اللہ اپنی تفسیرِ احمدی میں بھی یہی فرماتے ہیں۔

اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے "شفاء" میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے جس قدر وضاحت اور صفائی کے ساتھ ہمارے دعوے کو ثابت فرمایا ہے وہ بھی خصوصیت کے ساتھ قابلِ ملاحظہ ہے، وہو ہذا:-

وَمَنِ ادَّعَی النُّبُوَّةَ لِنَفْسِهٖ وَجَوَّزَ اكْتِسَابَهَا وَالْبُلُوْغَ بِصَفَاءِ الْقَلْبِ اِلٰی مَرْتَبَتِهَا كَالْفَلَاسِفَةِ وَالْغُلَاةِ الْمُتَصَوِّفَةِ وَكَذٰلِكَ مَنِ ادَّعٰی مِنْهُمْ اَنَّهُمْ يُوْحٰی اِلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَدَّعِ النُّبُوَّةَ اَوْ اَنَّهٗ يَصْعَدُ اِلَی السَّمَاءِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَيَأْكُلُ مِنْ اَثْمَارِهَا وَيُعَانِقُ الْحُوْرَ الْعِيْنَ فَهٰؤُلَاءِ كُلُّهُمْ كُفَّارٌ مُّكَذِّبُوْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ اَخْبَرَ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَاَخْبَرَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاَنَّهٗ اُرْسِلَ اِلٰی كَافَّةِ النَّاسِ وَاَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی حَمْلِ هٰذَا الْكَلَامِ عَلٰی ظَاهِرِهٖ وَاَنَّ مَفْهُوْمَهُ الْمُرَادُ بِهٖ دُوْنَ تَاْوِيْلٍ وَّلَا تَخْصِيْصٍ فَلَا شَكَّ فِيْ كُفْرِ هٰؤُلَاءِ الطَّوَائِفِ كُلِّهَا قَطْعًا اِجْمَاعًا وَّسَمْعًا.

(شفاء مطبوعہ بریلی ص:۳۶۲)

ترجمہ:- اور جو شخص اپنے لئے نبوّت کا دعویٰ کرے یا صفائی قلب کے ذریعہ سے نبوّت کے مرتبہ تک پہنچنے اور اس کے حاصل

کرنے کو جائز سمجھے، مثل فلاسفہ اور حدودِ شریعت سے تجاوز کرنے والے مدعیینِ تصوّف کے، اور ایسے ہی وہ شخص جو یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے اگرچہ نبوّت کا دعویٰ نہ کرے یا جو کہے کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے اور وہاں کے میوے کھاتا ہے اور حوروں سے معانقہ کرتا ہے پس یہ سب کے سب کفار ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپؐ خاتم النبیّین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور خدا کی طرف سے قرآن میں یہ خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہیں، اور یہ کہ آپؐ تمام عالم کے انسانوں کی طرف رسول ہیں، اور اُمت نے اجماع کیا ہے کہ اس کلام کو اپنے ظاہر پر حمل کیا جائے، اور اس پر کہ اس آیت کا نفسِ مفہوم ہی مراد ہے بغیر کسی تأویل و تخصیص کے، پس ان تمام فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں، بلکہ قطعی طور سے اجماعاً اور نقلاً ثابت ہے۔

اس ترجمے میں خط کشیدہ الفاظ پر مکرّر غور کیجئے کہ قادیانی دجل وفریب کو کس طرح مٹایا گیا کہ لفظوں سے جو معنی ظاہر ہیں یعنی ''تمام انبیاء کے ختم کرنے والے اور آخر'' یہی معنی مراد ہیں، اور ان میں نہ ظلّی اور بروزی مستثنیٰ ہیں اور نہ کوئی غیرتشریعی۔

اور تفسیر ''مراح لبید لکشف معنی القرآن المجید'' جلد دوم میں بھی آیتِ مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:-

وَتَسْمِيَةُ نَبِيِّنَا خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ لِأَنَّ الْخَاتِمَ اٰخِرُ الْقَوْمِ قَالَ اللهُ تَعَالٰى: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّنَ. ثُمَّ قَالَ: وَنَفِيُ الْأَعَمِّ يَسْتَلْزِمُ نَفِيَ الْأَخصِّ. (کلیات ابی البقاء ص:۳۱۹)

ترجمہ:- اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین کہنا اس لئے ہے کہ خاتم کے معنی آخر القوم کے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے: "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" اورنفی عام کی مستلزم ہے نفئ خاص کے لئے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کی نفی رسالت کی نفی کو مستلزم ہے۔

اور شرح تعرف میں ابوابراہیم بخاری رحمہ اللہ نے بھی آیتِ مذکورہ کی یہی تفسیر کر کے تصریحاً فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ (دیکھو شرح تعرف ج:۱ ص:۱۴، ۱۵)

اور حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہٗ جو علومِ ظاہرہ و باطنہ کے مُسلَّم امام ہیں، اس آیت کی تفسیر میں ایک ایسا مضمون تحریر فرماتے ہیں کہ گویا قادیانی فتنہ ان پر منکشف ہوگیا تھا، اسی کے رَدّ کے لئے یہ الفاظ لکھے ہیں:-

أَنَّ الْأُمَّةَ قَدْ فَهِمَتْ مِنْ هٰذَا اللَّفْظِ أَنَّهُ أَفْهَمَ عَدَمَ نَبِيٍّ بَعْدَهُ أَبَدًا وَعَدَمَ رَسُوْلٍ بَعْدَهُ أَبَدًا وَأَنَّهُ لَيْسَ فِيْهِ تَأْوِيْلٌ وَّلَا تَخْصِيْصٌ.[1] (کتاب الاقتصاد للامام الغزالیؒ)

ترجمہ:- خوب سمجھ لو کہ تمام اُمت نے "خاتم النبیّین" کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت یہ بتلارہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہے، نہ رسول، اور اس پر بھی اِجماع و اتفاق ہے کہ نہ اس آیت میں کوئی تأویل ہے اور نہ تخصیص۔

---

(۱) "ختمِ نبوّت" کے سابقہ ایڈیشن میں اقتصاد کے حوالے سے جو عبارت لکھی گئی تھی وہ درحقیقت اقتصاد کے مضمون کا خلاصہ تھا، جو حجۃ الاسلام حضرت سیّدی مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اکفار الملحدین" میں بزبانِ عربی نقل فرمایا ہے، اُس وقت احقر کے سامنے اصل کتاب اقتصاد نہیں تھی، اکفار الملحدین میں درج شدہ خلاصۂ عبارت کو اصل سمجھ کر وہی خلاصۂ عبارت "ختمِ نبوّت" میں نقل کردیا گیا، بعد میں جب اصل کتاب اقتصاد سامنے آئی تو اب اس کتاب کی اصل عبارت لکھ دی گئی ہے، مگر کوئی اہلِ علم اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ پہلے جو خلاصہ مفہوم "اکفار الملحدین" سے نقل کیا گیا تھا، وہ بالکل اصل کتاب کی عبارت کے مطابق ہے۔ ۱۲ محمد شفیع

آیت ''خاتم النبیّین'' میں تاویل کرنے والا قتل کیا گیا

امامِ حدیث علامہ شاطبی رحمہ اللہ جو آٹھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف امام ہیں، اپنی کتاب ''الاعتصام'' میں ان لوگوں کی ایک مختصر فہرست شمار کرتے ہیں جنھوں نے نبوّت یا وحی یا عصمت کا دعویٰ کیا اور باتفاق و باجماعِ اُمت ان کو کافر و مرتد واجب القتل سمجھا گیا۔ (دیکھو الاعتصام ج:۲ ص:۲۶۳)

اسی سلسلے میں امامِ موصوف رحمہ اللہ نے فازازی نام کے ایک شخص کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے نبوّت کا دعویٰ کیا، اور بہت سے ایسے اُمور دِکھلائے جو کرامت و خارقِ عادت سمجھے جاتے ہیں، عوام ہر زمانے میں عجائب پرست ہوتے رہے ہیں، اُس وقت بھی ایک جماعت اس کے ساتھ ہوگئی، یہ بھی مرزائی قادیانی کی طرح اتباعِ قرآن کا مدعی تھا، اس لئے اس نے آیتِ خاتم النبیّین میں ایسی تاویلات شروع کیں جن کے ذریعے کسی نبی کی گنجائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکل آئے، مگر باتفاقِ علمائے وقت اس کا دعویٰ اور تاویلات سب کفر و اِلحاد قرار دی گئیں، اور اُس زمانے کے امام مقتدر شیخ المشائخ ابوجعفر بن زبیر رحمہ اللہ کے فتویٰ پر اس کو قتل کردیا گیا۔ (کتاب الاعتصام للشاطبیؒ ج:۲ ص:۲۶۳)

اس واقعے نے بھی اس پر مہر کردی کہ علمائے اُمت آیتِ مذکور میں کسی قسم کی تأویل و تخصیص کرنے کو بھی کفر و اِلحاد قرار دیتے ہیں۔

چند اوہام اور ان کا ازالہ

آیتِ خاتم النبیّین کی مذکورہ بالا مفصل و مبرہن تفسیر کے بعد اگرچہ کسی مسلمان بلکہ کسی سلیم الطبع منصف انسان کو کسی وہم و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی، لیکن دُنیا میں ہمیشہ وہ لوگ بھی ہوتے رہے ہیں، جن کو اپنے اوہام کے مقابلے میں کوئی روشن دلیل کارگر نہیں، بغض و عناد کی دیوار اُن کی آنکھوں اور کانوں کے سامنے حجاب بن جاتی ہے۔

اور اس سے زیادہ قابلِ تعجب یہ کہ اپنی شپرہ چشمی کو آفتاب کا عیب قرار دینے

لگتے ہیں، اور اپنی کج فہمی کو دلیل کا قصور بتانے لگتے ہیں۔

مسئلۂ ختمِ نبوّت اور آیتِ خاتم النبیین بھی ان حضرات کی دست درازیوں سے نہ بچی، ہر صورت سے آیت کی تحریف پر زور مارے اور قرآن و حدیث اور اقوالِ صحابہؓ و تابعینؒ اور قواعدِ لغت کے خلاف احتمالات ایجاد کئے۔

چونکہ مرزائی فرقے کی چرب لسانی اور مکر و فریب کی ملمع سازی نے ان شبہات کو عوام کے سامنے ایک خوبصورت رنگ میں پیش کیا ہے، جس سے ناواقف لوگوں کے اشتباہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے، اس لئے مناسب ہے کہ اس کے ساتھ ہی اُن شبہات کی بھی قلعی کھول دی جائے، وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا یَصِفُوْنَ۔

پہلا شبہ:- اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، تو آخر زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام جو متفق علیہ نبی ہیں کیسے آسکتے ہیں؟ حالانکہ اُن کا آخر زمانے میں آنا مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ اور قرآن و حدیث کا صریح مدلول ہے، غرض یا ختمِ نبوّت کا انکار کیجئے اور یا نزولِ مسیح سے ہاتھ اُٹھایئے۔

یہ وہ شبہ ہے جو فرقۂ مرزائیہ کا مایۂ ناز اور کارگزار حربہ سمجھا جاتا ہے، خود مرزا صاحب اور ان کے اذناب نے اس کو لاینحل معمہ اور ناواقف عوام کے راستے سے ہٹانے کے لئے ایک خوش نما تدبیر سمجھ کر مختلف مواضع میں پیش بھی کیا ہے۔

جوابِ شبہ ۱:- اوّل خاتم النبیین اور آخر النبیین کے معنی اَز رُوئے لغت و محاوراتِ عرب یہ ہوتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوّت کے ساتھ (اس عالم میں) سب سے آخر میں متصف ہوئے، جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو نبوّت نہ دی جائے گی، اور اس وصفِ نبوّت کے ساتھ آئندہ کوئی شخص متصف نہ ہوسکے گا، نہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء وفات پاگئے ہوں، کلامِ عرب کے صدہا نظائر اس کی شہادت کے لئے موجود ہیں، مثلاً کہا جاتا ہے کہ: "اٰخِرُ الْاَوْلَادِ" یا "خَاتِمُ الْاَوْلَادِ" تو باتفاقِ اہلِ عربیت اور باجماعِ عقلائے دُنیا اس کے یہی معنی سمجھے جاتے ہیں کہ یہ بچہ سب سے آخر میں پیدا ہوا، اس کے بعد کسی بچے کی ولادت نہیں ہوئی، نہ یہ کہ اس سے پہلی تمام اولاد اور

سب بچوں کا صفایا ہوچکا اور سب مر چکے، چنانچہ خود مرزا صاحب ''تریاق القلوب'' میں اس کو تسلیم کرتے ہیں، جس کی عبارت مع حوالہ عنقریب آتی ہے۔

اسی طرح بولا جاتا ہے: ''خَاتِمُ الْمُهَاجِرِیْنَ'' تو کسی عقل مند انسان کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ پہلے تمام مہاجرین مر چکے، بلکہ ہر تمیزدار بچہ بھی اس کے یہی معنی سمجھتا ہے کہ اس شخص نے سب سے آخر میں ہجرت کی، اور وصفِ ہجرت اس کے ساتھ سب سے آخر میں لگا، اب کسی پہلے مہاجر کا دُنیا میں باقی رہنا یا آنا اس کے کیا مخالف ہوسکتا ہے؟

اسی طرح: ''اٰخِرُ الْجَالِسِیْنَ، اٰخِرُ الرَّاحِلِیْنَ، اٰخِرُ الرَّاکِبِیْنَ، اٰخِرُ الذَّاھِبِیْنَ، اٰخِرُ الْقَادِمِیْنَ، اٰخِرُ الْفَاتِحِیْنَ، اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ'' وغیرہ کلمات میں کسی کو یہ وہم بھی نہیں گزرتا کہ جو لوگ وصفِ مضاف الیہ کے ساتھ پہلے متصف ہوچکے ہیں وہ اس آخر اور خاتم کے آنے سے لقمۂ موت ہوگئے، بلکہ ان سب کلمات اور ان کی اَمثال میں ہمیشہ آئندہ کے لئے وصفِ مضاف الیہ کا انقطاع مراد ہوتا ہے اور بس، اور اسی لئے اگر کسی شخص کو آخر الجالسین یا خاتم الجالسین کہا جاتا ہے تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ یہ شخص سب سے آخر میں بیٹھا، نہ یہ کہ پہلے بیٹھنے والے سب مرگئے، اور آخر الراحلین کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اس شخص نے آخر میں سفر کیا، نہ یہ کہ پہلے سفر کرنے والے سب مرگئے، اور اب اُن کا دُنیا میں باقی رہنا یا اپنے وطن میں آنا محال ہے، پھر معلوم نہیں کہ ''خاتم النبیین'' اور ''آخر النبیین'' سے یہ کیسے سمجھا گیا کہ تمام انبیائے سابقین علیہم السلام پر موت طاری ہوچکی اور عیسیٰ علیہ السلام کا اب دُنیا میں آنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف ہے۔

اس لفظ کے تمام نظائرِ مذکورہ کی طرح اس کے بھی یہی معنی کیوں نہیں لئے جاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کے بعد متصف بالنبوۃ ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو یہ عہدۂ نبوّت نہیں دیا جائے گا، اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عہدۂ نبوّت نہیں ملا، بلکہ آپؐ سے پہلے مل چکا ہے، اور وہ اس وقت سے آخرِ عمر تک برابر اس وصف کے ساتھ متصف ہیں۔

پھر نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ”خاتم النبیّین“ اور ”آخر النبیّین“ ہونے اور نزولِ مسیح علیہ السلام کے عقیدہ میں کیا تعارض ہے؟

۲:- دُوسرے یہ کہ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت کے لئے درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

یَا عَمُّ! أَقِمْ مَکَانَکَ أَنْتَ بِهٖ فَاِنَّ اللهَ قَدْ خَتَمَ بِکَ الْهِجْرَةَ کَمَا خَتَمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ.

(رواہ الطبرانی وابونعیم وابویعلیٰ وابن عساکر وابن النجار)

ترجمہ:- اے میرے چچا! اپنی جگہ ٹھیرے رہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہجرت ختم کردی ہے، جیسا کہ مجھ پر انبیاء کو ختم کردیا۔

دیکھئے! خود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختمِ نبوّت کو ختمِ ہجرت کی تمثیل میں پیش فرماکر بحث کا خاتمہ فرمادیا۔

کسی ادنیٰ سمجھ بوجھ والے آدمی پر بھی یہ بدگمانی نہیں کی جاسکتی کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خاتم المہاجرین ہونے کو اُن سے پہلے مہاجرین کے دُنیا میں باقی رہنے کا مخالف و معارض سمجھے، یا حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ختمِ ہجرت کا یہ مطلب قرار دے کہ اُن سے پہلے مہاجرین سب مرچکے ہیں۔

پھر ختمِ نبوّت اور خاتم النبیّین ہی میں نہ معلوم کس راز کی بناء پر یہ معنی لئے جاتے اور خواہ مخواہ اس کو حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا مخالف بتایا جاتا ہے، کیا اس کی وجہ یہی نہیں کہ خاتم النبیّین کے صحیح معنی سے مرزا صاحب کی مخترعہ نبوّت کو ٹھیس لگتی ہے اور ختمِ ہجرت کے کچھ معنی ہوں اُن کو اس سے کوئی صدمہ نہیں پہنچتا؟

۳:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ کریمہ: ”وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ“ کی تفسیر میں فرمایا:-

كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ.

(ذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ ج:۸ ص:۸۹ عن ابن حاتم وابن مردویہ وابی نعیم والدیلمی وابن عساکر وابن ابی شیبۃ وابن جریر وابن سعد)

ترجمہ:- میں خلقت میں سب انبیاء سے پہلے اور بعثت میں سب کے آخر میں ہوں۔

اس حدیث نے بھی ''خاتم النبیین'' کے معنی کو بالکل صاف کردیا کہ مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دُنیا میں سب سے آخر میں ہوئی، نہ یہ کہ آپؐ سے پہلے سارے انبیاء علیہم السلام وفات پاچکے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا کسی وجہ سے نزولِ مسیح علیہ السلام کا معارض نہیں ہوسکتا۔

۴:- ابھی عنقریب بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''میری مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک محل بالکل تیار ہو، صرف ایک اینٹ کی کمی باقی ہو، اور پھر وہ اینٹ لگادی جائے تو نبوّت کا محل پہلے تیار ہوچکا تھا، اس میں ایک اینٹ کی کمی باقی تھی جس کو پورا کرنے کے لئے میں بھیجا گیا۔'' (رواہ البخاری ومسلم وغیرہ من اصحاب السنن)

اس سے بھی صاف معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا صرف یہی مطلب ہے کہ آپؐ کی بعثت سب انبیاء کے بعد ہوئی، نہ یہ کہ آپؐ سے پہلے تمام انبیاء کی وفات ہوچکی، جیسا کہ خاتمہ کی اینٹ کے لئے دُوسری اینٹوں کا معدوم ہوجانا ضروری نہیں، بلکہ متصوّر بھی نہیں، اسی طرح خاتم النبیین کے لئے پہلے سب انبیاء کی موت ضروری نہیں۔

۵:- اور ترمذی نے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

أَنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ. (رواہ الترمذی وقال حدیث صحیح)

ترجمہ:- بے شک رسالت اور نبوّت منقطع ہوچکی، پس نہ میرے

بعد کوئی رسول اور نہ کوئی نبی۔

اس حدیث میں نبی و رسول کے بجائے وصفِ نبوّت و رسالت کا انقطاع ذکر کرکے اس بات کو پوری طرح واضح کردیا گیا کہ ختمِ نبوّت کے معنی یہ ہیں کہ آئندہ وصفِ نبوّت کے ساتھ متصف ہونا منقطع ہوگیا، پہلے انبیاء کا باقی رہنا یا کہیں دُنیا میں آنا کسی طرح ختمِ نبوّت کے منافی نہیں ہے۔

۶:- اُمِّ کرز رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتِ. (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ:- نبوّت چلی گئی اور اچھے خواب باقی رہ گئے۔

اس میں بھی وصفِ نبوّت کا خاتمہ بیان کرکے ختمِ نبوّت کے وہی معنی واضح کردیئے گئے کہ آئندہ کو وصفِ نبوّت کا انقطاع ہوگیا، مگر یہ کسی پہلے نبی کے باقی رہنے یا آنے کا مخالف نہیں۔

۷:- حدیث میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا:-

اٰخِرُ وَلَدِکَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ. (رواہ ابن عساکر)

ترجمہ:- انبیاء میں سے آپ کے آخر الاولاد ہیں۔

اس حدیث نے بالکل صاف کردیا کہ خاتم النبیّین کی مراد یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء میں سے آخر الاولاد ہیں، اور کسی انسان کے نزدیک آخر الاولاد کا مفہوم پہلی اولاد کے مرجانے کو مقتضی نہیں، اور نہ ان میں سے کسی کے باقی رہنے کا معارض، ولہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء و خاتم الانبیاء ہونا نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے کسی طرح مخالف نہیں ہوسکتا۔

۸:- حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

أَنَا خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِىْ خَاتِمُ الْمَسَاجِدِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ:- میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم المساجد۔

مراد یہ ہے کہ میری مسجد مساجدِ انبیاء کی خاتم اور آخر ہے، جیسا کہ دیلمی اور ابنِ نجار اور بزار کی روایتوں میں اس کی تصریح بھی موجود ہے۔

یہ حدیث مسئلۂ زیرِ بحث میں درحقیقت ایک ناطق فیصلہ ہے، کیونکہ خاتم المساجد الانبیاء کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ آپؐ کے وجود کے بعد کسی پچھلے نبی کی مسجد باقی نہ رہے گی، انبیاءِ سابقین کی متعدّد مسجدیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھیں اور آج تک موجود ہیں، پھر خاتم المساجد کے اگر یہ معنی ہوں گے کہ پہلے انبیاء کی سب مسجدیں فنا ہوچکیں تو بتلاؤ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کیسے دُرست ہوگا؟ اور جب خاتم المساجد مساجدِ سابقہ کے بقاء کی مخالف نہیں تو خاتم الانبیاء کسی پہلے نبی کے باقی رہنے یا نزول کے کیوں معارض ہوں گے؟ بلکہ جس طرح خاتم المساجد کے معنی اس کے سوا نہیں کہ آپؐ کے بعد کسی نبیٔ جدید کی مسجد تیار نہ ہوگی، اسی طرح خاتم الانبیاء کے معنی بھی اس کے سوا نہیں کہ آپؐ کے بعد عالم میں کسی شخص کو عہدۂ نبوّت نہ دیا جائے گا۔

۹:- آیتِ مذکورہ کی تفسیر کے ذیل میں ائمۂ تفسیر کے اقوال ابھی گزر چکے ہیں جن میں خود نزولِ مسیح علیہ السلام کا سوال اُٹھایا گیا اور پھر وہی جواب دیا گیا ہے جو ہم نے بوجوہ مذکورۃ الصدر پیش کیا ہے، جن میں سے بالخصوص حضراتِ ذیل کی تفسیریں مکرّر ملاحظہ فرمائیں: سیّد محمود آلوسی صاحبِ رُوح المعانی، زمخشری صاحبِ کشاف، علامہ نسفی صاحبِ مدارک۔

۱۰:- اقراری ڈگری: جن حضرات کو قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہؓ و تابعینؒ اور اقوالِ سلفؒ میں شفاء نہیں ملتی اور اُن کا قلب اُس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا جب تک کہ مرزا صاحب کی وحی اور اُن کی تصانیف میں اُس کو نہ دیکھ لیں، وہ حضرات بھی ملاحظہ فرمائیں ''تریاق القلوب'' مصنفہ مرزا صاحب صفحہ:۱۵۶:-[1]

> ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر بتمام و کمال دورۂ حقیقت آدمیت ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو، یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۵ ص:۴۷۹۔

کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔

جب خاتم الاولاد کے معنی مرزا صاحب کے نزدیک یہ ہیں کہ عورت کے پیٹ سے کوئی کامل انسان اس کے بعد پیدا نہ ہو تو خاتم النبیین کے بھی یہی معنی کیوں نہ ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی عورت کے پیٹ سے پیدا نہ ہوگا؟

جس سے دو فائدے حاصل ہوئے، اوّل تو یہ کہ ختمِ نبوّت اور نزولِ مسیح علیہ السلام میں تعارض نہیں، "خاتم النبیین" چاہتا ہے کہ عورت کے پیٹ سے اس کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو، اور مسیح علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہو چکے ہیں۔

دُوسرے یہ بھی صاف معلوم ہوا کہ اگر مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں تو ان کی نبوّت "خاتم النبیین" کے خلاف ہے۔

تیسرے یہ بھی متعین ہوگیا کہ جس مسیح کے نزول کی خبر احادیث میں دی گئی ہے وہ اُس وقت ماں کے پیٹ سے پیدا نہ ہوں گے، ورنہ خاتم النبیین کے خلاف ہوگا اور اس بناء پر مرزا صاحب مسیحِ موعود بھی نہیں ہوسکتے۔ (تلک عشرۃ کاملہ)

دُوسرا شبہ:- جس کو مرزا صاحب نے اپنی متعدّد تصانیف میں اور ان کے اذناب نے اپنی تحریروں، تقریروں میں نہایت پُرزور دعوے کے ساتھ پیش کیا ہے، یہ ہے کہ "خاتم النبیین" میں خاتم کے معنی "مہر" ہے، اور "خاتم النبیین" کا یہ مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی مہر و تصدیق سے انبیاء بنیں گے۔

جوابِ شبہ:- آزادی کا زمانہ ہے، ہر بددِین کے ہاتھ میں قلم اور سامنے لاوارث قرآن ہے، جس کا جس طرح جی چاہتا ہے اس کے مطلب پر حکومت کرتا ہے، اگر خود خداوندِ عالم نے اس کی حفاظت کا ذمہ نہ لیا ہوتا تو بعید نہ تھا کہ یہ بے خوف بہادر اس کی لفظی و معنوی تحریف میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے۔

کیا قہر نہیں ہے کہ ایک شخص قرآن کی آیت کے معنی قواعدِ لغت کے خلاف اور خود تصریحاتِ قرآن کے خلاف اور پھر ڈیڑھ سو سے زائد احادیثِ نبویہ کے خلاف اور سیکڑوں صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمۂ تفسیر کے خلاف صاف صاف علی الاعلان بیان کرتا ہے، اور کوئی پوچھنے والا نہیں کہ یہ کہاں سے کہتا ہے؟

مسلمان ہیں کہ ہنس ہنس کر سنتے ہیں، کیونکہ جانتے ہیں کہ قرآن کی یہ تفسیر ہو یا دُوسری، ہمارا کیا جاتا ہے، لیکن یاد رہے کہ ہمیشہ یہ صورت رہنے والی نہیں بلکہ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ (عنقریب وہ نادم وشرمندہ ہوں گے)۔

مسلمانو! اگر تم نے خدائے قدوس کے کلامِ متین کی تحریف کو ٹھنڈے دِل سے سنا اور قرآن کو لاوارث سمجھ کر چھوڑ دیا تو یاد رہے کہ خدائے علیم وخبیر اس کو اس طرح نہ چھوڑے گا، اس نے کلامِ پاک کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے، جو شخص اس کی حفاظت پر دست درازی کرے اس کو عذابِ خداوندی سے بچنے کے لئے کوئی قلعہ بنالینا چاہئے، لیکن لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔

اگر مرزا صاحب اور ان کی اُمت کوئی صداقت رکھتے ہیں تو لغتِ عرب اور قواعدِ عربیت سے ثابت کریں کہ ''خاتم النبیین'' کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کی مہر سے انبیاء بنتے ہیں، لغتِ عرب کے طویل وعریض دفتر میں سے زائد نہیں صرف ایک نظیر اس کی پیش کردیں، یا کسی ایک لغوی اہلِ عربیت کے قول میں یہ معنی دِکھلادیں۔

اور مجھے یقین ہے کہ ساری مرزائی جماعت مع اپنے نبی اور ابنِ نبی کے اس کی ایک نظیر کلامِ عرب یا اقوالِ لغویین میں نہ دِکھلاسکیں گے۔

خود مرزا صاحب نے جو ''برکات الدعاء'' صفحہ:۱۴، ۱۵ میں[1] تفسیرِ قرآن کے معیار میں سب سے پہلا نمبر قرآن مجید سے اور دُوسرا احادیثِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تیسرا اقوالِ صحابہؓ سے رکھا ہے، اگر یہ صرف ہاتھی کے دِکھلانے کے دانت نہیں، تو خدارا ''خاتم النبیین'' کی اس تفسیر کو قرآن کی کسی ایک آیت میں دِکھلائیں، اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو احادیثِ نبویہ کے اتنے وسیع وعریض دفتر میں ہی کسی ایک حدیث میں یہ تفسیر دِکھلائیں، پھر ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ صحیحین کی حدیث ہو یا صحاحِ ستہ کی، بلکہ کسی ضعیف سے ضعیف میں دِکھلادو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''خاتم النبیین'' کے یہ معنی بتلائے ہوں کہ آپؐ کی مہر سے انبیاء بنتے ہیں۔

اور اگر یہ بھی نہیں ہوسکتا (اور ہرگز نہ ہوسکے گا) تو کم از کم کسی صحابی، کسی

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۶ ص:۱۷ تا ۲۰۔

تابعی کا قول ہی پیش کرو جس میں ''خاتم النبیین'' کے یہ معنی بیان کئے ہوں، لیکن مجھے معلوم ہے کہ ۔

نہ خنجر اُٹھے گا نہ تلوار اُن سے　　　یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

چیلنج:- اے مرزائی جماعت اور اس کے مقتدر ارکان! اگر تمہارے دعوے میں کوئی صداقت کی بو اور قلوب میں کوئی غیرت ہے تو اپنی ایجاد کردہ تفسیر کا کوئی شاہد پیش کرو، اور اگر ساری جماعت مل کر قرآن کے تیس پاروں میں سے کسی ایک آیت میں، احادیث کے غیر محصور دفتر میں سے کسی ایک حدیث میں اگرچہ ضعیف ہی ہو، صحابہؓ و تابعینؒ کے بے شمار آثار میں سے کسی ایک قول میں یہ دِکھلا دے کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے انبیاء بنتے ہیں، تو ہم سے پانچ سو روپے نقد انعاماً وصول کر سکتے ہیں ۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے!

اگر واقع میں اُن کی بیان کردہ تفسیر قرآن کی تحریف نہیں، اور مذکورۃ الصدر اُصولِ تفسیر میں اُن کا کوئی پتہ ہے تو آئیں، اور پانچ سو روپے وصول کریں۔

لیکن میں بحول اللہ وقوتہٖ اعلاناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب اور ان کی ساری اُمت مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے تب بھی ان میں سے کوئی ایک چیز پیش نہ کر سکیں گے، وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

بلکہ اگر کوئی دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان رکھتا ہے تو قرآنِ عزیز کی نصوص اور احادیثِ نبویہ کی تصریحات اور صحابہؓ و تابعینؒ کے صاف صاف آثار، سلف صالحینؒ اور ائمہ تفسیر کے کھلے کھلے بیانات اور لغتِ عرب اور قواعدِ عربیت کا واضح فیصلہ سب کے سب اس تحریف کی تردید کرتے ہیں، اور اعلان کرتے ہیں کہ آیتِ خاتم النبیین کے وہ معنی جو مرزائی فرقے نے گھڑے ہیں بوجوہِ ذیل باطل ہیں:-

۱:- اوّل اس لئے کہ یہ معنی محاوراتِ عرب کے بالکل خلاف ہیں، ورنہ لازم آئے گا کہ ''خاتم القوم'' اور ''آخر القوم'' کے بھی یہی معنی ہوں کہ اُس کی مہر سے

قوم بنتی ہے، اور ''خاتم المہاجرین'' کے یہ معنی ہوں گے کہ اس کی مہر سے مہاجرین بنتے ہیں، اسی طرح ''خاتم الاولاد'' کا بھی یہ مفہوم ہو کہ اس کی مہر سے اولاد بنتی ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ کوئی سمجھ دار انسان بلکہ ادنیٰ تمیز والا بچہ بھی ان کلمات کے یہ معنی نہیں کرسکتا، پھر نہ معلوم کہ ''خاتم النبیین'' کے یہ معنی کیسے اور کہاں سے ہوگئے؟ حالانکہ مرزا صاحب نے ''خاتم الاولاد'' کے جو معنی ''تریاق القلوب'' میں لکھے ہیں وہ خود اس کے خلاف ہیں۔

۲:- قرآن مجید کی تقریباً سو آیتیں اس تفسیر کو غلط قرار دیتی ہیں جن کو انشاء اللہ عنقریب بیان کیا جائے گا، علاوہ بریں خود اس آیت کی دُوسری قراءت جو حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے، مرزا صاحب کی اس تحریف کی تکذیب کے لئے کافی ہے، کیونکہ ان کی قراءت میں بجائے لفظِ "خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" کے "خَتَمَ النَّبِیّٖنَ" بصیغۂ ماضی واقع ہے، جس میں مرزا صاحب کی تحریف کا نام و نشان نہیں رہتا۔

۳:- یہ تحریف اُن احادیثِ متواترہ کے بھی خلاف ہے جو اعلیٰ درجے کی وضاحت و صراحت کے ساتھ اعلان کر رہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔

۴:- یہ تفسیر اس کے بھی خلاف ہے جو صحابہ کرامؓ سے منقول ہوچکی ہے۔

۵:- ائمۂ تابعینؒ اور پھر تمام ائمۂ مفسرین سے جو اس آیت کی تفسیر عنقریب نقل کی گئی ہے، یہ تحریف اُن سب کے بھی خلاف ہے۔

جس تفسیر کا یہ حال ہو کہ قواعدِ لغت اور نصوصِ قرآن و حدیث اور تصریحاتِ صحابہؓ و تابعینؒ سب ہی کے خلاف ہو تو اگر وہ بھی قرآن کی تحریف اور افتراء علی اللہ نہیں ہے تو پھر کوئی بُری سے بُری تحریف بھی تحریف کہلانے کے قابل نہ ہوگی، بلکہ ہر پاگل کی بکواس کو تفسیرِ قرآن ماننا پڑے گا۔

شبہ:- مرزائی اوہام اور مذبوحی حرکات بھی ایک عجیب تماشا ہیں اور بتلا رہی ہیں کہ: "یُضِلُّ بِهٖ کَثِیْرًا وَّیَهْدِیْ بِهٖ کَثِیْرًا" یعنی اللہ تعالیٰ قرآن مجید سے بہت سے لوگوں کی گمراہی پختہ کردیتا ہے، اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

اپنے خیالات واوہام کو قائم رکھنے کے لئے اگر ایک طرف آیاتِ فرقانیہ کی تحریف اُن کے نزدیک ایک آسان بات ہے (وَهُوَ عِنْدَ اللهِ عَظِيْمٌ)[1] تو دُوسری جانب اُن کو اس کی بھی پروا نہیں کہ اپنے کلام میں تناقض و تعارض ہوا جاتا ہے، کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ، کہیں کچھ تأویل (بلکہ تحریف) ہے اور کہیں کچھ، جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔

انہی متفاوت و متہافت اقوال میں سے ایک یہ بھی[2] ہے کہ "النبیّین" کا الف لام عہدِ خارجی یا ذہنی کے لئے ہو اور معہود و مراد انبیاءِ تشریعی ہیں، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیاءِ تشریعی کے خاتم اور آخر ہیں، نہ مطلق انبیاء کے، لیکن ۔

آرزوؤں سے بنا کرتی ہیں تدبیریں کہیں!

اگر عہدِ خارجی ہے تو معہود کلامِ سابق میں مذکور ہونا چاہئے، اور کلامِ سابق میں تو کہیں خاص انبیاءِ تشریعی کا ذکر نہیں، اگر ہے تو کہاں ہے؟ اور کون سے قرآن میں ہے؟ ہاں! جو نیا "قرآن" قادیان کے قریب اُترا اور جس کی آیات میں سے[3]: "اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قَرِيْبًا مِّنَ الْقَادِيَان" ہے، اس میں ہو تو ہو، ورنہ نبیٔ عربیؐ نے جو قرآن اُمت کو دیا ہے، اس میں کہیں پتہ نہیں، بلکہ اگر ذکر ہے تو مطلق انبیاء کا ذکر ہے، پڑھو آیت: "اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللهِ .... الخ" یعنی وہ انبیاء جو اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچاتے ہیں، ظاہر ہے کہ پیغامِ خداوندی کا پہنچانا نفسِ نبوّت کے لئے ضروری ہے، اور ہر نبی خدا کا پیغمبر ہے نہ کہ فقط انبیاءِ تشریعی۔

الحاصل عہدِ خارجی کی تو کوئی صورت نہیں، اسی طرح عہدِ ذہنی کی بھی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ درحقیقت بحکم نکرہ ہوتا ہے (دیکھو مطوّل و مختصر وغیرہ)۔

اور اسی لئے عہدِ ذہنی اس وقت مراد لیا جاسکتا ہے جبکہ استغراق مراد نہ ہوسکے، جیسے "أَكَلَهُ الذِّئْبُ" (اس کو بھیڑیئے نے کھالیا)، تو ظاہر ہے کہ تمام دُنیا بھر

---

(۱) اور وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ ۱۲

(۲) جو بہت سے مرزائی مبلغین کی تقریروں میں سنا گیا۔ ۱۲ منہ

(۳) یعنی مرزا صاحب کو وحی ہوتی ہے کہ: ہم نے اُتارا قرآن کو قریب قادیان کے۔ ۱۲ منہ

کے بھیڑیوں نے اُس کو نہیں کھایا، اس لئے استغراق مراد نہیں ہوسکتا، اور کوئی خاص بھیڑیا بھی کلام میں ذکر نہیں کیا گیا، اس لئے بالآخر عہدِ ذہنی مراد ٹھہرا، بخلاف آیت ''خاتم النبیّین'' کے کہ اس میں بلاتکلف استغراق دُرست ہے جیسا کہ آپ اس تحریر میں بارہا معلوم کرچکے ہیں، واللہ اعلم۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

''خاتم النبیّین'' کے معنی میں مرزائیوں نے جو جدّت طرازیاں اختیار کی ہیں اُن میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ محض مجاز پر محمول ہے، جیسا کہ اس کی دُوسری نظائر ''خَاتِمُ الْمُحَدِّثِیْنَ، خَاتِمُ الْمُفَسِّرِیْنَ'' وغیرہ میں باتفاق یہی معنی مجازی مراد ہیں کیونکہ عرف میں جس شخص کو ''خَاتِمُ الْمُحَدِّثِیْنَ'' لکھا جاتا ہے، کسی کے نزدیک اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ اس کے بعد کوئی محدث پیدا نہ ہوگا۔

مرزائی اپنی اس ابلہ فریب تقریر پر خوش ہیں، لیکن حقیقت میں یہ بھی اسی مرزائی خوش فہمی کا کرشمہ ہے جو خاص مرزائیت کا کرشمہ ہے، کیونکہ **خاتم المحدثین، خاتم المحققین** وغیرہ انسان کا کلام ہے جس کو کچھ خبر نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ کتنے آدمی پیدا ہوں گے اور کتنے مریں گے؟ اور کتنے عالم ہوں گے اور کتنے جاہل رہیں گے؟ کتنے محدّث ومفسر بنیں گے اور کتنے آوارہ پھریں گے؟ اس لئے اس کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کے لئے **"خاتم المحدثین"** یا **"خاتم المفسرین"** وغیرہ الفاظ استعمال کرے، اور اگر کہیں اس کے کلام میں ایسے الفاظ پائے جاویں تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان کو مجاز یا مبالغہ پر محمول کیا جائے، ورنہ یہ کلام بالکل لغو اور بے معنی بلکہ جھوٹ ہوجائے گا۔

لیکن کیا خلّاقِ عالم کے کلام کو بھی اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے، جس کے علمِ محیط سے کوئی چیز باہر نہیں، اور جو اپنے اختیار کے ساتھ انبیاء کو مبعوث فرماتا ہے۔

پس جب علیم وخبیر اور قدوس وحکیم کے کلامِ پاک میں کسی ذات کے متعلق ''خاتم النبیّین'' کا لفظ ارشاد فرمایا گیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس کے ظاہری معنی مراد نہ

لئے جائیں جو کہ بلاتکلف بنتے ہیں، اور ان کو چھوڑ کر مبالغہ یا مجاز پر حمل کیا جائے۔

الغرض انسان کے کلام میں ہم مجبور ہیں کہ ان کلمات کو ظاہری معنی سے پھیر کر مبالغہ یا مجاز پر محمول کریں، مگر خدائے قدوس کے کلام میں ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں، اور بلاضرورت حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجاز کی طرف جانا اُصولِ مُسلّمہ کے خلاف ہے۔

اس کے علاوہ جب ''خاتم النبیّین'' کے معنی خود قرآن مجید کی ایک سو آیات نے واضح طور پر بتلادیئے ہیں جس میں کسی قسم کے مجاز یا مبالغہ کو دخل نہیں دیا، اور پھر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سو دس احادیث میں اس کی ایسی شرح کی ہے جس میں کوئی خفا باقی نہیں رہا، اور پھر اِجماعِ صحابہؓ اور اقوالِ سلف نے اس کے ظاہری اور حقیقی معنی مراد لینے پر مہر کردی، تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی مجازی معنی مراد لے، اگرچہ الفاظ میں اس کا احتمال بھی ہو، عجب ہے کہ خود متکلم جل مجدہٗ اپنے کلام کے ایک حقیقی معنی بیان فرماتا ہے، اور پھر اُس کے رسولؐ جن پر یہ کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں، اور پھر اُس کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد صحابہ کرامؓ اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ یہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز یا مبالغہ ہے اور نہ تأویل و تخصیص، جیسا کہ ہم اس رسالے میں بحوالۂ الاقتصاد امام غزالیؒ اور بحوالۂ شفا قاضی عیاضؒ نقل کر آئے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کے متعلق چند جملے یہ ہیں:-

وَلَیْسَ فِیْہِ تَأْوِیْلٌ وَّلَا تَخْصِیْصٌ وَمَنْ أَوَّلَہٗ بِتَخْصِیْصٍ فَکَلَامُہٗ مِنْ أَنْوَاعِ الْھَذْیَانِ لَا یَمْنَعُ الْحُکْمَ بِتَکْفِیْرِہٖ لِأَنَّہٗ مُکَذِّبٌ لِھٰذَا النَّصِّ الَّذِیْ أَجْمَعَتِ الْأُمَّۃُ عَلٰی أَنَّہٗ غَیْرُ مُؤَوَّلٍ وَّلَا لِخُصُوْصٍ. (کتاب الاقتصاد للامام الغزالیؒ)

ترجمہ:- آیتِ خاتم النبیّین میں نہ کوئی تأویل ہے نہ تخصیص، اور جو شخص اس میں کسی قسم کی تخصیص کی تأویل کرے اس کا کلام

ہذیان کی قسم سے ہے، اور یہ تأویل اس کو کافر کہنے سے نہیں روک سکتی کیونکہ وہ اس آیت کی تکذیب کر رہا ہے جس کے متعلق اُمت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ وہ مأوّل یا مخصوص نہیں ہے۔

لیکن مرزائی ہیں کہ وہ اپنی ''مرغے کی ایک ٹانگ'' ہانکے چلے جا رہے ہیں ۔

سرِ خدا کہ عارفِ زاہد کسے نہ گفت در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

الغرض چونکہ قرآنِ عزیز اور احادیثِ نبویہ اور اجماعِ صحابہ اور اقوالِ سلف نے اس کا قطعی فیصلہ کردیا ہے کہ خاتم النبیّین اپنے حقیقی اور ظاہری معنی پر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز ہے، نہ مبالغہ اور نہ تأویل و تخصیص، تو اب کسی کو حق نہیں کہ اس لفظ کو **خاتم المحققین** وغیرہ الفاظ پر قیاس کرکے اس کی منصوص و منقول تفسیر کو بدلے۔

شبہ:- خاتم النبیّین میں خاتم بمعنی نگینۂ انگشتری لے کر زینت مراد لیا جائے، اور کلام کے معنی یہ ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء کی زینت ہیں، اور اس صورت میں آیت کو ختمِ نبوّت سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔

جوابِ شبہ:- لیکن جب ہم اس کو اُصولِ تفسیر پر پرکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض قرآن پر افتراء ہے، اس کی ہرگز وہ مراد نہیں۔

۱:- اوّل تو اس وجہ سے کہ خاتم بمعنی زینت مراد لینا مجازی معنی ہیں، اور جبکہ اس جگہ حقیقی معنیٰ بلاتکلف دُرست ہیں تو حسبِ تصریحات علمائے لغت و بلاغت و اُصول، معنی مجازی کی طرف جانے کی وجہ نہیں۔

۲:- آیتِ مذکورہ کی جو تفسیر ہم نے قرآن مجید کی آیات اور خود اسی آیت کی دُوسری قراءت سے پیش کی ہے یہ اس کے خلاف ہے، جیسا کہ مفصّل گزر چکا ہے۔

۳:- احادیثِ متواترہ نے جو تفسیر اس آیت کی صاف صاف بیان کی ہے، یہ اس کے خلاف ہے۔

۴:- یہ تفسیر اجماع اور آثارِ سلف کے بھی خلاف ہے، جیسا کہ ہم نے اُوپر مفصّل عرض کیا ہے۔

۵:- ائمۂ تفسیر کی شہادتیں بھی اس کے خلاف ہیں۔

پھر کیا کوئی مسلمان قرآنِ عزیز کے ایسے معنی تسلیم کرسکتا ہے جو قواعدِ عربیت کے بھی خلاف ہوں اور خود تصریحاتِ قرآن مجید کے بھی، احادیثِ متواترہ اور آثارِ سلف بھی اس کو رَدّ کرتے ہوں اور ائمۂ تفسیر بھی۔

اور اگر اسی طرح ہر کس و ناکس کے خیالات اور ہر حقیقی یا مجازی معنی قرآنِ عزیز کی تفسیر بن سکتے ہیں تو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ تمام قرآن مجید میں جہاں کہیں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وغیرہ کے الفاظ سے نماز کی فرضیت کی تاکید کی گئی ہے، سب جگہ محض دُرود بھیجنا اور دُعا کرنا مراد ہے جو لفظِ ''صلوٰۃ'' کے لغوی معنیٰ ہیں۔

اسی طرح آیتِ کریمہ ''مَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ'' وغیرہ جن میں روزہ کی فرضیت ثابت ہے، اس کا لغوی ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آئے تو تم رُک جاؤ، کیونکہ لغتِ عرب میں ''صوم'' کے حقیقی معنیٰ صرف رُک جانا ہیں۔

اسی طرح حج اور زکوٰۃ وغیرہ کے الفاظ میں ان سب کے معنیٰ اگر احادیث اور آثارِ سلف وغیرہ سے آنکھیں بند کرکے صرف اَز رُوئے لغت کئے جائیں تو مرزا صاحب اور اُن کے اذناب کی عنایت سے سارے فرائض سے چھٹی ہوجائے گی، بلکہ عجب نہیں کہ خود دینِ اسلام سے بھی آزادی مل جائے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

لیکن آیاتِ مذکورہ میں صوم و صلوٰۃ اور حج وغیرہ کے الفاظ سے اُن کے اصلی معنیٰ لغوی کو اس لئے چھوڑا جاتا ہے کہ قرآنِ عزیز کی دُوسری آیات اور احادیثِ متواترہ اور آثارِ سلف سے جو تعبیر ان کی ثابت ہے اس کے خلاف ہے، اور اگر آج کوئی اُن آیات کے وہ لغوی معنی بتلاکر لوگوں کو ان فرائض کی پابندیوں سے آزاد کرانا چاہے تو بحمداللہ مسلمانوں کا ہر جاہل و عالم یہی جواب دے گا۔

اسیرت نخوید رہائی زبند شکارت نخواہد خلاص از کمند

غرض کوئی جاہل سے جاہل بھی اس قسم کی تحریفات کے ماننے پر تیار نہیں ہوسکتا، ٹھیک اسی طرح اگرچہ خاتم بمعنی زینت مجازاً مراد لینا محتمل ہے، لیکن چونکہ یہ احتمال نصوصِ قرآن و حدیث اور تفاسیرِ سلف کے خلاف ہے، اس لئے اسی طرح مردود اور ناقابلِ قبول ہوگا جس طرح صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ وغیرہ ارکانِ دین کے مشہور

لغوی معنی لینا باتفاق مردود ہے۔

شبہ:- ''خاتم النبیّین'' میں الف[1] لام استغراقِ حقیقی کے لئے نہیں بلکہ عرفی کے لئے ہے، اور مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاءِ تشریعی کے خاتم ہیں، نہ مطلقاً انبیاء کے، جیسا کہ آیتِ کریمہ: ''وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّنَ'' باتفاق بطور استغراقِ عرفی نبیّین سے صرف وہ بعض انبیاء مراد ہیں جو بنی اسرائیل کے زمانے میں موجود تھے اور قتل کئے گئے۔

جوابِ شبہ:- ہماری گزشتہ عرض داشت کو تھوڑے سے غور کے ساتھ پڑھنے والا بلاتکلف سمجھ سکتا ہے کہ یہ بھی اُنہی تحریفات میں سے ہے جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔

۱:- اوّل اس وجہ سے کہ باتفاقِ علمائے عربیت واُصول، استغراقِ عرفی اس وقت مراد ہوتا ہے جبکہ استغراقِ حقیقی دُرست نہ ہو، جیسا کہ ہم ''النبیّین'' کی لغوی تحقیق کے ذیل میں مفصل بیان کرچکے ہیں، اور مسئلۂ زیرِ بحث میں بلاتکلف استغراقِ حقیقی بن سکتا ہے، یعنی ختم کرنے والے تمام انبیاء کے۔

۲:- دوم اس وجہ سے کہ استغراقِ عرفی اس وقت مراد ہوسکتا ہے جبکہ عرف و عادت اس کی تخصیص کا قرینہ ہوں، اور عرفاً اس کے تمام افراد مراد نہ ہوسکتے ہوں، جیسے ''جَمَعَ الْاَمِيْرُ الصَّاغَةَ'' کیونکہ عرفاً و عادۃً تمام دُنیا کے سناروں کا جمع کرنا دُشوار ہے۔ نیز عرف میں جب کبھی اس قسم کے کلمات بولے جاتے ہیں تو اپنے شہر یا زائد سے زائد اپنی سلطنت کے سنار مراد ہوتے ہیں، نہ ساری دُنیا کے، بخلاف آیتِ مذکورہ

---

(۱) الف لام استغراقِ حقیقی، اصطلاح میں اس کو کہا جاتا ہے کہ وہ جس لفظ پر داخل ہو اس کے تمام افراد بے کم وکاست مراد ہوں، مثلاً ''عالم الغیب'' میں لفظِ ''غیب'' جس پر الف لام داخل ہے، اس سے اس کے تمام افراد مراد ہیں، یعنی عالم تمام غائبات کا، اور استغراقِ عرفی میں تمام افراد مراد نہیں ہوتے جیسے ''جَمَعَ الْاَمِيْرُ الصَّاغَةَ'' یعنی بادشاہ نے سناروں کو جمع کیا، پس ''صاغۃ'' جس پر الف لام داخل ہے اس کے تمام افراد مراد نہیں، بلکہ صرف اپنے شہر یعنی اپنے شہر یا قلمرو کے سناروں کو جمع کیا، اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ ۱۲ منہ

"وَخَاتَمَ النَّبِيّنَ" کے کہ اس میں نبیّین کی تخصیص کا عرفاً و عادۃً کوئی قرینہ نہیں، "خاتم النبیّین" کے بلاتکلف استغراقِ حقیقی کے ساتھ یہ معنی صحیح ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ استغراقِ حقیقی کو چھوڑ کر بلادلیل وقرینہ اور بلاوجہ استغراقِ عرفی کی طرف جائیں اور مطلق نبیّین کو صرف انبیاءِ تشریعی کے ساتھ مقید کردیں؟[1]

باقی رہا کہ آیتِ کریمہ "وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّنَ" کو اپنے دعوے کی شہادت میں پیش کرنا اگر اس جگہ لام کو استغراقِ عرفی کے لئے تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی ہم عرض کرچکے ہیں کہ جب استغراقِ حقیقی نہیں بن سکتا تو پھر استغراقِ عرفی کی طرف جاتے ہیں، اور اس آیت میں بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ "يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّنَ" کا الف لام استغراقِ حقیقی کے لئے کسی طرح نہیں ہوسکتا، ورنہ آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ بنی اسرائیل تمام انبیاء علیہم السلام کو قتل کرتے تھے، حالانکہ یہ بات کسی طرح دُرست نہیں ہوسکتی، بلکہ بالکل کذبِ محض ہوگی، کیونکہ اوّل تو بنی اسرائیل کے زمانے میں تمام انبیاء موجود نہ تھے، بہت سے ان سے پہلے گزر چکے تھے، اور بعض ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے، پھر ان کا تمام انبیاء کو قتل کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

دوم یہ بھی ثابت نہیں کہ بنی اسرائیل نے اپنے زمانے کے تمام انبیاءِ موجودین کو بلااستثناء قتل ہی کر ڈالا ہو، بلکہ قرآنِ عزیز ناطق ہے: "فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ

---

(۱) اس جگہ یہ بات بھی قابلِ یادداشت ہے کہ یہ تحریف اگر خدانخواستہ چل بھی جائے اور آیت کی مراد بفرضِ محال یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف انبیاءِ تشریعی کے ختم کرنے والے ہیں تب بھی مرزا صاحب اس آیت کی مخالفت سے باہر نہیں ہوسکتے، کیونکہ انہوں نے اپنی بہت سی تصانیف میں نبوّتِ تشریعی اور صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ کیا ہے، یقین کے لئے دیکھو "اربعین" صفحہ:۴، ۶[1] جس میں کھلے لفظوں میں صاحبِ شریعت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ نیز "حقیقۃ الوحی" صفحہ:۱۷۹[2] کی عبارت اور "تریاق القلوب" صفحہ:۱۳۰[3] کی عبارت کا مجموعہ آپ کی تشریعی نبوّت کا صاف شاہد ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲ منہ

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۴۳۵۔ (۲) ایضاً ج:۲۲ ص:۱۸۵۔ (۳) ایضاً ج:۱۵ ص:۴۳۲۔

وَفَرِيقًا تَقْتُلُوْنَ" جس نے صاف طور سے اعلان کردیا کہ بنی اسرائیل نے تمام انبیاءِ موجودین کو بھی قتل نہیں کیا، اس اعلان کے بعد بھی اگر "وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّنَ" کے الف لام کو استغراقِ حقیقی کے لئے رکھا جاوے تو جس طرح واقعات اور مشاہدات اس کی تکذیب کریں گے اسی طرح خود قرآنِ کریم اس کو غلط ٹھیرائے گا۔

آیتِ کریمہ "وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّنَ" میں اگر استغراقِ حقیقی مراد لیا جائے گا تو آیت کا مضمون (معاذ اللہ) بالکل کذبِ صریح اور غلطِ فاحش ہوجائے گا، جس کو مشاہدہ جھٹلا چکا ہے، پس اس آیت میں جب آفتاب کی طرح یہ بات روشن ہوگئی کہ استغراقِ حقیقی مراد نہیں ہوسکتا اس وقت استغراقِ عرفی قرار دیا گیا۔

بخلاف آیت "خاتم النبیّین" کے کہ اس میں تخصیص کرنے کی کوئی وجہ نہیں، اس کے معنی استغراقِ حقیقی لے کر بلاتأمل دُرست ہیں، یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کے ختم کرنے والے، اور اگر اسی طرح بے وجہ استغراقِ عرفی جہاں چاہیں مراد لے سکتے ہیں تو کیا ہمارے مہربان آیتِ کریمہ:-

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّنَ. (البقرۃ:۱۷۷)

ترجمہ:- لیکن نیک شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور قیامت کے دن اور ملائکہ اور تمام آسمانی کتابوں پر اور تمام انبیاء پر۔

میں بھی یہی فرمائیں گے کہ "النبیّین" کا الف لام استغراقِ عرفی کے لئے ہے، اور تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری نہیں، اور کیا آیتِ ذیل میں بھی اُن کے خیال میں استغراقِ عرفی ہی ہوگا:-

فَبَعَثَ اللهُ النَّبِيّنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ. (البقرۃ:۲۱۳)

ترجمہ:- پس اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء (علیہم السلام) کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔

اور کیا استغراقِ عرفی کے ساتھ آیت کے یہ معنی صحیح ہوجائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بشیر و نذیر بنایا اور بعض کو نہیں؟

اسی طرح آیتِ ذیل میں:-

وَلَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا.

(آل عمران:۸۰)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ تم کو اس کا حکم نہیں کرتا کہ ملائکہ اور انبیاء کو رَبّ بنالو۔

کیا اس میں بھی استغراقِ عرفی کے ساتھ ہمارے مہربان آیت کا یہی مطلب بتلائیں گے کہ اللہ تعالیٰ بعض انبیاء کے رَبّ بنانے کا حکم نہیں کرتا اور بعض انبیاء کے متعلق اس کا حکم فرماتا ہے؟ اور کیا یہ آیتِ کریمہ "مِنَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ" میں بھی اُن کے خیال میں استغراقِ عرفی کے ساتھ بعض انبیاء مراد ہیں، اور آیتِ کریمہ "وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِآْىءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ" میں بھی کہا جائے گا کہ بعض نبیّین مراد ہیں، اسی طرح آیتِ کریمہ:-

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ .... الاٰية.

ترجمہ:- اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء (علیہم السلام) سے عہد لیا.... تا ختم آیت۔

میں بھی کیا ہمارے مجتہد صاحب استغراقِ عرفی ہی قرار دے کر یہ معنی بتلائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض نبیّین سے عہد لیا؟ اور کیا ان کے نزدیک "وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ" میں بھی استغراقِ عرفی ہوسکتا ہے؟

الحاصل اگر اسی طرح ہر جگہ جہاں چاہیں استغراقِ عرفی مراد لینا جائز ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ آیت مذکورۃ الصدر میں جائز نہ ہو، علاوہ بریں آیاتِ ذیل کی امثال میں بھی استغراقِ عرفی کو جائز کہنا پڑے گا:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ. هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ. وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ. اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ. وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ. وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ. وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ. اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ.

وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ.... والٰی غیر ذٰلک من الأیات التی هی غنیة عن التعداد.

اور ان کی دُوسری نظائر جن سے قرآن مجید کی ہر ہر سطر بھری ہوئی ہے، سب میں استغراقِ عرفی کو جائز کہنا پڑے گا، حالانکہ جس شخص کو عربی عبارت پڑھنے کا تھوڑا سا سلیقہ ہے وہ کسی طرح ان جیسی آیات میں استغراقِ عرفی کو جائز نہیں کہہ سکتا۔

اور اگر آیات مذکورۃ الصدر اور ان کے اَمثال میں استغراقِ عرفی مراد نہیں لیا جاسکتا تو کوئی وجہ نہیں کہ خاتم النبیّین میں استغراقِ عرفی مراد لیا جائے۔

یا للعجب! سارا قرآن اوّل سے آخر تک ''خاتم النبیّین'' کی نظائر سے بھرا ہوا ہے، ان میں کوئی نظیر پیش نہ کی گئی اور کسی پر اُن کو قیاس نہ کیا گیا، قیاس کے لئے ملی تو آیت: ''وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ'' ملی، جس بداہت اور مشاہدہ نے آفتاب کی طرح استغراقِ حقیقی کو غیرممکن بنادیا ہے، اور پھر خود قرآنِ کریم نے اس کا اعلان صاف صاف لفظوں میں کردیا ہے۔

۳:- سب سے زیادہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر ان سب اُمور سے قطعِ نظر کریں اور قواعدِ عربی سے بھی آنکھیں بند کرلیں اور آیت میں کسی طرح استغراقِ عرفی مراد لے لیں تو پھر آیت ''خاتم النبیّین'' کے معنی ہوں گے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے خاتم نہیں ہیں۔

لیکن جس شخص کو خداوندِ عالم نے سمجھ بوجھ سے کچھ حصہ دیا ہے وہ بلاتأمل سمجھ سکتا ہے کہ اس صورت میں ''خاتم النبیّین'' ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خصوصی فضیلت نہیں رہتی، بلکہ آدم علیہ السلام کے بعد ہر نبی اپنے سے پہلے انبیاء کا خاتم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے سے پہلے انبیاء کے لئے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے سے پہلے انبیاء کے لئے وهلُمَّ جرًّا (اور اسی طرح سلسلہ بسلسلہ)۔

حالانکہ آیتِ مذکورہ کا سیاق بتلا رہا ہے کہ ''خاتم النبیّین'' ہونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص فضیلت ہے، علاوہ بریں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ختمِ نبوّت کو اپنے اُن فضائل میں شمار فرمایا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص

ہیں اور آپؐ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، چنانچہ حدیثِ مسلم بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے گزر چکی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھ مخصوص فضیلتیں شمار کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَاۤفَّۃً خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ:- اور من جملہ مخصوص فضائل کے یہ ہے کہ میں تمام مخلوقات کی طرف مبعوث ہوا ہوں، اور مجھ پر انبیاء ختم کردیئے گئے۔

۴:- چہارم، اگر ان تمام چیزوں سے آنکھیں بند کرلیں اور اپنی ذہن میں اس کا بھی خیال نہ کریں کہ آیت میں استغراقِ عرفی کے ساتھ بعض انبیاء یعنی اصحابِ شریعت مراد لینے سے آیت کے معنی دُرست ہوں گے یا غلط، اور بفرضِ محال اس احتمال کو نافذ اور جائز قرار دیں، تب بھی مرزا صاحب اور ان کے اذناب کا مقصد ''ہنوز دِلّی دُور است'' کا مصداق ہے، کیونکہ ہم اُوپر عرض کرچکے ہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر محض احتمالاتِ عقلیہ اور لغویہ سے نہیں ہوسکتی، جب تک کہ مذکورۂ سابقہ اُصولِ تفسیر سے اس کی صداقت پر شہادت نہ لے لی جائے۔

لیکن کیا مرزا صاحب اور ان کی ساری اُمت مل کر قرآن مجید کی کسی ایک آیت میں یہ دِکھلاسکتے ہیں (اور وہ ہرگز نہ دِکھلاسکیں گے وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا) کہ آیت ''خاتم النبیّین'' میں فقط انبیاءِ تشریعی یعنی اصحابِ شریعتِ جدیدہ مراد ہیں۔

یا وہ اور ان کی تمام ذُرّیت، احادیث کے اتنے وسیع دفتر میں کسی ایک صحیح بلکہ ضعیف حدیث میں بھی آیت ''خاتم النبیّین'' کی یہ تفسیر دِکھلاسکتے ہیں کہ اس سے خاتم النبیین التشریعین مراد ہے، اور ہم بحول اللہ وقوتہٖ دعوے سے کہتے ہیں کہ وہ قیامت تک ایک حدیث میں یہ تفسیر نہ دِکھلاسکیں گے۔

یا مرزا صاحب اور ان کے تمام اذناب، آثارِ صحابہؓ وتابعینؒ کے وسیع تر میدان میں سے کوئی ایک اثر اس تفسیر کے ثبوت میں پیش کرسکتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں!

اور اگر یہ سب کچھ نہیں تو کم از کم ائمۂ تفسیر کی مستند ومعتبر تفاسیر ہی سے کوئی

تفسیر پیش کریں جس میں ''خاتم النبییّن'' کی یہ مراد بیان کی گئی ہو کہ ختم کرنے والے تشریعی انبیاء کے۔

مرزا صاحب اور ان کی ساری اُمت ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی قیامت تک اُصولِ مذکورہ میں سے کسی ایک اصل کو بھی اپنی گھڑی ہوئی اور مخترع تفسیر (نہیں بلکہ تحریف) کی شہادت میں پیش نہ کرسکیں گے۔

اور جب یہ سب کچھ نہیں، تو باوجود انقلابِ زمانہ اور کثرتِ جہل، میں اب بھی مسلمانوں پر یہ بدگمانی نہیں کرسکتا کہ وہ ایک ایسی بے معنی آواز کو قرآن مجید کی تفسیر سمجھ بیٹھیں گے جس کی کوئی اصل نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں، نہ اقوالِ صحابہؓ میں اس کا کوئی اثر ہے نہ اقوالِ تابعینؒ میں، نہ ائمہ تفسیر اس کی موافقت کرتے ہیں، اور نہ کتبِ تفسیر، بلکہ یہ سب کے سب ہم آہنگ ہوکر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

۵:- پنجم، جب ہم علاوہ تفسیر اور اُصولِ تفسیر کے خود اسی آیت کے سیاق و سباق پر نظر ڈالتے ہیں تو بلاتأمل آیت بول اُٹھتی ہے کہ ''خاتم النبییّن'' میں ''نبییّن'' سے عامۃً تمام انبیاء مراد ہیں جو صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہوں یا شریعتِ سابقہ اور کتابِ سابق کے متبع۔

کیونکہ ہم لفظِ ''نبی'' کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق کے ذیل میں نقل کرچکے ہیں کہ جمہور علمائے عربیت و اُصول کا مذہب یہی ہے کہ لفظِ ''نبی'' عام ہے، اور لفظِ ''رسول'' خاص، یعنی رسول صرف اس نبی کو کہا جاتا ہے جس پر شریعتِ مُستقلہ نازل ہوئی ہو اور نبی اس سے عام ہے، صاحبِ شریعتِ مُستقلہ کو بھی نبی کہتے ہیں اور اس کو بھی جس پر شریعتِ مُستقلہ نازل نہیں ہوئی، اس کا کام صرف یہ ہے کہ اُمت کو شریعتِ سابقہ پر چلائے، اور اس کے خلاف جہاں کہیں استعمال ہے وہ بطور مجاز ہے، اور ظاہر ہے کہ آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ''خاتم النبییّن'' کہا گیا ہے، ''خاتم الرسل'' یا ''خاتم المرسلین'' نہیں فرمایا، کیونکہ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لفظِ ''رسول'' فرمایا گیا ہے: "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللهِ" لفظِ ''رسول'' کے ساتھ ظاہر ہے کہ ''خاتم المرسلین'' بہ نسبت ''النبییّن'' کے زیادہ چسپاں ہے، مگر سبحان اللہ!

خدائے علیم وخبیر کا کلام ہے، وہ جانتا تھا کہ اُمت میں وہ لوگ بھی پیدا ہوں گے جو آیت میں تحریف کریں گے، اس لئے یہ اُسلوب بدل کر اس تحریف کا دروازہ بند کردیا، چنانچہ امام المفسرین علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے اس پر متنبہ فرمایا ہے، دیکھو جلد:۸ صفحہ:۸۹:-

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا. فَهٰذِهِ الْاٰيَةُ نَصٌّ فِيْ اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَاِذَا كَانَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ فَلَا رَسُوْلَ بِالطَّرِيْقِ الْاَوْلٰى وَالْاُخْرٰى لِاَنَّ مَقَامَ الرِّسَالَةِ اَخَصُّ مِنْ مَقَامِ النُّبُوَّةِ فَاِنَّ كُلَّ رَسُوْلٍ نَبِيٌّ وَّلَا يَنْعَكِسُ وَبِذٰلِكَ وَرَدَتِ الْاَحَادِيْثُ الْمُتَوَاتِرَةُ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِيْثِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ. (ابن کثیر ج:۸ ص:۸۹)

ترجمہ:- اور فرمان اللہ تعالیٰ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا" پس یہ آیت اس بارے میں صاف وصریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اور جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں تو رسول بھی بدرجۂ اَولیٰ نہ ہوگا، اس لئے کہ مقامِ رسالت بہ نسبت مقامِ نبوّت خاص ہے، کیونکہ ہر رسول کے لئے نبی ہونا شرط ہے، اور نبی کے لئے رسول ہونا ضروری نہیں، اور اسی پر وارد ہوئیں احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کو صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح سیّد محمود آلوسی رحمہ اللہ نے تفسیر "رُوح المعانی" میں بیان فرمایا ہے:-

وَالْمُرَادُ بِالنَّبِيِّ مَا هُوَ أَعَمُّ مِنَ الرَّسُوْلِ فَيَلْزَمُ مِنْ كَوْنِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ كَوْنُهٗ خَاتَمَ الْمُرْسَلِيْنَ.

(رُوحِ المعانی ج:۸ ص:۶۰)

ترجمہ:- اور نبی سے وہ مراد ہے جو رسول سے عام ہے اور اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے خاتم المرسلین (یعنی اصحابِ شریعت انبیاء کا خاتم) ہونا بھی لازم آتا ہے۔

اور بحوالہ کلیاتِ ابو البقاء صفحہ:۳۱۹ گزر چکا ہے کہ آیت میں نفیٔ نبوّت نفیٔ رسالت کو بھی شامل ہے۔

ایک اور قلابازی

مرزا صاحب نے نبی بننے کے شوق میں "حقیقۃ الوحی" صفحہ:۹۷[1] اور "حاشیہ حقیقۃ الوحی" صفحہ:۹۷[2] میں تو آیتِ خاتم النبیین کی تحریف کرتے ہوئے آیت کے معنی یہ بتلائے:-

آپؐ کی پیروی کمالاتِ نبوّت بخشتی ہے، اور آپؐ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے۔

اور یہ کہ:-

ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوّت مل سکتی ہے۔

ہم اس وقت اس بحث میں نہیں جاتے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی لغت اور عربی زبان کے اعتبار سے ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں؟

اور اس بحث کو بھی چھوڑتے ہیں کہ اس نو ایجاد تفسیر کا تو یہ نتیجہ ہے کہ کسی کو نبی بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے کہ جس پر آپؐ چاہیں نبوّت کی مہر لگادیں، حالانکہ اِرسالِ رُسل والعباد صرف حق تعالیٰ کا ہی کام ہے، جبھی تو وہ رسول اللہ یا نبی اللہ ہوتے ہیں، ورنہ وہ رسول الرسول یا نبی الرسول ہوتے۔

مرزا صاحب کی اس غلطی کو بھی نظر انداز کرتے ہیں کہ اس غلطی کی رُو سے نبوّت ایک اِکتسابی چیز بن جاتی ہے کہ جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۲۹۔ (۲) ایضاً ج:۲۲ ص:۱۰۰۔

کرلے وہ نبی بن جائے، حالانکہ بتصریحاتِ قرآنِ کریم نبوّت حاصل کرنا کسی کے اختیار میں نہیں، وہ خالص حق تعالیٰ کی موہبت ہے، وہ جس کو مناسب سمجھتے ہیں نبی و رسول بنادیتے ہیں، کسی انسان کے اختیار میں تو کیا بلکہ انسان کو اس کا علم بھی نہیں ہوسکتا، قرآن شریف کا ارشاد اس مضمون کے لئے کھلا ہوا ہے:-

اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ.

یعنی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ اپنی رسالت کس کو سپرد کریں۔

ہاں! ہم اس جگہ اسی نوایجاد تفسیر کے اس نتیجے پر آپ کو متوجہ کرتے ہیں کہ اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس اُمت میں جتنے زیادہ نبی اور رسول آئیں اتنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ظاہر ہوگا۔

لیکن مرزا صاحب خود بھی اس دروازے کو اتنا کھولنا نہیں چاہتے کہ اس میں ان کے سوا کوئی دُوسرا آسکے، اور تیرہ سو برس میں کبھی ایک شخص کے نبی بننے کے وہ بھی قائل نہیں، تو یہ کس قدر عجیب بات ہوگی کہ جس ہستی کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا کہ ان کی توجہِ رُوحانی بقول مرزا ''نبی تراش'' ہے، اس کی توجہِ رُوحانی اپنے ایک لاکھ سے زائد جاں نثار صحابہؓ میں سے کسی کو نبی نہ بناسکی، اور پھر اُن کے بعد جن لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیرالقرون فرمایا ان میں بھی کوئی ایسا نہ نکلا جو آپؐ کی پیروی کرکے آپؐ کی توجہِ رُوحانی سے نبی بن سکتا۔

تیرہ سو برس تک یہ توجہِ رُوحانی معاذ اللہ کوئی کام نہ کرسکی یہاں تک کہ چودھویں صدی میں مرزا صاحب نے جنم لیا، تو اس توجہِ رُوحانی کا ثمرہ صرف ایک شخص بنا، معاذ اللہ یہ قرآن کی تحریف کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر توہین ہے، نعوذ باللہ منہ۔

اب نبی بننے کے شوق کی ایک نئی کروٹ ملاحظہ فرمائیے۔

ایک نئی کروٹ

مرزا صاحب کی قرآن دانی اور تفسیرِ قرآن پر عنایت اسی انکشاف پر ختم نہیں

ہوتی جو ''حقیقۃ الوحی'' میں لکھا گیا ہے، بلکہ اپنے اشتہار ''ایک غلطی[(۱)] کا ازالہ'' میں اس آیت کی تحریف کا ایک اور رُخ بدلا ہے، اور انہیں یہ حیا بھی مانع نہیں ہوئی کہ صحیح غلط سے قطعِ نظر کم از کم اپنے دُوسرے بیانات کے تو خلاف نہ ہو، سنئے:-

> لیکن اگر کوئی شخص اس خاتم النبییّن میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفیٔ غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرف محمدیؐ چہرہ کا انعکاس ہوگیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا، کیونکہ وہ محمدیؐ ہے، گو ظلّی طور پر، پس باوجود اُس شخص کے دعوائے نبوّت کے جس کا نام ظلّی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا ہے، پھر بھی سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہا یہ محمد ثانی اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔

مرزا صاحب کی اس عجیب و غریب تحقیق کا جائزہ تو بعد میں لیا جائے گا، پہلے اس پر نظر فرمائیے کہ ''حقیقۃ الوحی'' کی تفسیر پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہزاروں نبی آسکتے ہیں جو آپؐ کی توجہِ رُوحانی سے نبی بنے ہوں، اُن کے دعوائے نبوّت سے خاتم النبییّن کی مہر ٹوٹنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اور اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' کی نئی تحقیق پر کسی شخص کا دعوائے نبوّت خاتم النبییّن کی مہر توڑنے کا مرادف تسلیم کیا گیا ہے، یعنی خاتم النبییّن کے یہی معنی لئے گئے جو تمام اُمت نے لئے ہیں، لیکن نبی بننے کے شوق کو تناسخ و حلول کے ہندوانہ عقیدے کی پناہ لے کر پورا کیا جارہا ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل یا بروز بن جائے وہ عینِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، اس کے آنے سے خاتم النبییّن کی مہر نہیں ٹوٹتی، کیونکہ اس کا آنا آپؐ کے سوا کسی اور نبی کا آنا نہیں خود آپؐ ہی کا آنا ہے۔

اب پہلے تو مرزا صاحب اور ان کی اُمت سے یہ پوچھئے کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی صحیح اور کون سی غلط ہے؟ خاتم النبییّن کے معنی ''حقیقۃ الوحی'' کے بیان کے مطابق یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے انبیاء بنتے ہیں یا غلطی کے

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۲۰۹۔

ازالہ کی تحریر کے مطابق یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ختم ہوچکی ہے، مگر خود آپؐ کا دوبارہ دُنیا میں آنا اس کے منافی نہیں۔

ظلّی اور بروزی نبوّت کی کہانی

اس کے بعد "غلطی کے ازالہ" کی غلطیاں دیکھئے:-

۱:- اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع سے کوئی شخص ظلّی یا بروزی طور پر عین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن جاتا ہے۔

اگر یہ صحیح ہے تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ ابتدائے اسلام سے مرزا صاحب کی پیدائش تک کیا کسی اور کو بھی یہ کامل اتباع نصیب ہوا یا نہیں؟ صدیقِ اکبرؓ، فاروقِ اعظمؓ، عثمانِ غنیؓ، علی مرتضیٰؓ جو خیر الخلائق بعد الانبیاء کے مصداق ہیں، اور حدیث میں: "لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ" وغیرہ کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں، کیا یہ حضرات بھی اپنی عمر کی جاں نثارانہ اور انتہائی پیروی کے باوجود ظلّی طور پر محمد مصطفیٰ بن گئے تھے یا نہیں؟

ان کے علاوہ وہ صحابہؓ جنھوں نے اپنے جسموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بناکر دُشمن کی طرف سے آنے والے تیروں سے اپنے پورے بدن کو چھلنی بنالیا، جنھوں نے آپؐ کے ادنیٰ اشارے پر ساری دُنیا کو چھوڑ دیا، جنھوں نے آپؐ کی محبت و پیروی کے لئے اپنے ماں باپ، بھائی، برادروں سے قتال کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر جان دی، ان میں سے کوئی اس قابل نہ ہوا کہ ان میں محمدیؐ چہرہ کا انعکاس ہو؟ اور اگر ان بزرگوں کو بھی یہ درجہ حاصل ہوا ہے تو کیا مرزا صاحب ان میں سے کسی کی تاریخ میں دعوائے نبوّت کا کوئی ادنیٰ اشارہ بھی دِکھا سکتے ہیں؟

۲:- مرزا صاحب نے یہ ظل و بروز کی کہانی شاید ہندوؤں کے عقیدۂ تناسخ و حلول سے اخذ کی ہے، لیکن بڑے شرم کی بات ہے کہ انہوں نے اس کو بھی سمجھ کر نہ لیا۔

در کفر ہم ثابت نئی زنادار رُسوا مکن

ظل و بروز کے جو لوگ قائل ہیں وہ کبھی اس کے قائل نہیں کہ بذریعہ تناسخ جو شخص کسی دُوسرے جون میں آجائے وہ بعینہٖ پہلا شخص ہوتا ہے، اس کے احکام اور حقوق وہی ہوتے ہیں جو پہلے شخص کے تھے، مثلاً فرض کرلو کہ زید مرگیا اور پھر وہ کسی دُوسرے جون میں آیا، اس کا نام ماں باپ نے عمر رکھا، تو کسی مذہب و عقیدہ میں عمر کے جون میں آنے والے زید کو یہ حق نہیں کہ قدیم حقوق کا مطالبہ کرے، اپنی سابق بیوی کو بیوی سمجھے، سابق ماں باپ کو ماں باپ کہے، وارثوں میں تقسیم شدہ جائیداد کو اپنی مِلک قرار دیدے، مرزا صاحب کا فلسفہ سب سے نرالا ہے کہ اسلامی عقیدہ کو تو خراب کیا ہی تھا، ظل و بروز کے عقیدہ کا بھی ستیاناس مار دیا، کہ جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل و بروز قرار دیا اس کو یہ حق بھی دے دیا کہ وہ اپنے کو رسول و نبی کہے، اور ساری دُنیا کو اپنی نبوّت ماننے پر مجبور بھی کرے، اور جو نہ مانے اس کو کافر کہے:

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

۳:- اس کے بعد کوئی مرزا صاحب سے یہ پوچھے کہ نبوّت و رسالت کے معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل و بروز کے فلسفہ پر کیا کوئی قرآن و حدیث کی شہادت بھی موجود ہے؟ کہیں قرآنِ کریم نے ظلّی اور بروزی نبی کا ذکر کیا ہے؟ یا کسی حدیث میں اس کا کوئی اشارہ ہے؟

اور اگر ایسا نہیں تو پھر اسلام کا دعویٰ رکھتے ہوئے اسلام کے بنیادی عقیدۂ رسالت میں اس ہندوانہ عقیدہ کو ٹھونسنا کون سی دینی روایات یا عقل و شریعت ہے؟

۴:- صرف یہی نہیں کہ بروز اور نبیٔ بروزی کے پیدا ہونے سے احادیث و قرآن کی نصوص خالی اور ساکت ہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث اس کے بطلان کا اعلان صاف صاف کر رہی ہیں۔

ملاحظہ ہو وہ حدیث جو اس آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے آخری اوقاتِ حیات میں بطور وصیت ارشاد فرمائی اور جس کے الفاظ یہ ہیں:-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ اِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ، الحديث. (رواہ مسلم والنسائی وغیرہ عن ابن عباس)

ترجمہ:- اے لوگو! مبشراتِ نبوّت میں سے سوائے اچھے خوابوں کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔

(روایت کیا اس کو مسلم ونسائی وغیرہ نے ابنِ عباسؓ سے)

اور اسی مضمون کی ایک حدیث بخاری اور مسلم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:-

لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ. (بخاری، کتاب التفسیر، ومسلم)

ترجمہ:- نبوّت میں سے کوئی جزو باقی نہیں رہا سوائے اچھے خوابوں کے۔

اور اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت حذیفہ بن اُسید رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے روایت کی ہے، اور نیز امام احمد اور ابوسعید اور ابنِ مردویہ رحمہم اللہ نے اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے، اور امام احمد اور خطیب رحمہما اللہ نے بھی یہی مضمون بروایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نقل کیا ہے، جن میں سے بعض کے الفاظ یہ ہیں:-

ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ.

ترجمہ:- نبوّت تو جاتی رہی اور اچھے خواب باقی رہ گئے۔

الغرض ان متعدّد احادیث کے مختلف الفاظ کا خلاصۂ مضمون یہ ہے کہ نبوّت ہر قسم کی بالکل مختتم اور منقطع ہوچکی، البتہ اچھے خواب باقی ہیں جو کہ نبوّت کا چھیالیسواں جزو ہیں (جیسا کہ بخاری ومسلم وغیرہما کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے)۔

لیکن ظاہر ہے کہ کسی چیز کے ایک جزو موجود ہونے سے اس چیز کا موجود ہونا لازم نہیں آتا، اور نہ جزو کا وہ نام ہوتا ہے جو اُس کے کل کا ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ صرف نمک کو پلاؤ کہا جائے، کیونکہ وہ پلاؤ کا جزو ہے، اور یا ناخن کو انسان کہا جائے، کیونکہ وہ انسان کا جزو ہے، اسی طرح ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنے کو نماز کہا جائے، کیونکہ وہ نماز کا جزو ہے، یا کلی کرنے کو غسل کہا جائے، کیونکہ وہ غسل کا جزو ہے، اور پانی کو روٹی کہا جائے کیونکہ وہ روٹی کا جزو ہے۔

غرض کوئی اہلِ عقل انسان جزو اور کل کو نام میں بھی برابر نہیں کرسکتا ہے، اَحکام کا تو کہنا کیا، پس اگر نمک کو پلاؤ اور پانی کو روٹی اور ایک ناخن یا ایک بال کو انسان نہیں کہہ سکتے تو نبوّت کے چھیالیسویں جزو کو بھی نبوّت نہیں کہہ سکتے۔

خلاصہ یہ کہ حدیث میں نبوّت کے بالکلیہ انقطاع کی خبر دے کر اس میں سے نبوّت کی کوئی خاص قسم یا اس کا کوئی فرد مستثنیٰ نہیں کیا گیا، بلکہ استثناء کیا گیا تو صرف چھیالیسویں جزو کا کیا گیا ہے، جس کو کوئی انسان نبوّت نہیں کہہ سکتا۔

اب منصف مزاج ناظرین ذرا غور سے کام لیں کہ اگر نبوّت کی کوئی نوع یا کوئی جزئی مستقل یا غیرمستقل تشریعی یا غیرتشریعی، ظلّی یا بروزی عالم میں باقی رہنے والی تھی تو بجائے اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوّت کے چھیالیسویں جزو کا استثناء فرمائیں، ضروری تھا کہ اس نوعِ نبوّت کا استثناء فرماتے۔

اور جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استثناء میں صرف نبوّت کے چھیالیسویں جزو کو خاص کیا ہے، یہ کھلا ہوا اعلان ہے کہ یہ بروزی نبوّت جو مرزا صاحب نے ایجاد کی ہے (اگر بالفرض کوئی چیز ہے اور اس کا نام نبوّت رکھا جاسکتا ہے) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ بھی عالم میں موجود نہ رہے گی۔

۵:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَاِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ، قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: فُوْا بَيْعَةَ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلَ أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ، الحديث.

(بخاری ج:۱ ص:۴۹۱، ومسلم کتاب الایمان، ومسند احمد ج:۲ ص:۲۹۷، وابن ماجہ وابن جریر وابن ابی شیبہ)

ترجمہ:- بنو اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے، جب کوئی نبی وفات پاتا تو دُوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوجاتا تھا، اور

میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور زیادہ ہوں گے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ: خلفاء کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یکے بعد دیگرے ان کے بیعت کا حق ادا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں غور کرو کہ کس طرح اوّل تو نبوّت کے بالکلیہ انقطاع اور اختتام کی خبر دی، اور پھر جو چیز نبوّت کے قائم مقام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی رہنے والی تھی، اس کو بھی بیان فرمادیا، جس میں صرف خلفاء کا نام لیا گیا ہے۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بروزی نبی آنے والا تھا، اور نبوّت کی کوئی قسم بروزی یا ظلّی، مستقل یا غیرمستقل، تشریعی یا غیرتشریعی دُنیا میں باقی رہنے والی تھی تو سیاقِ کلام کا تقاضا تھا کہ اس کو ضرور اس جگہ ذکر فرمایا جاتا۔

اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد نبوّت کا قائم مقام صرف خلافت کو قرار دیا ہے، تو یہ صاف اس کا اعلان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی بروزی وغیرہ نہیں ہوسکتا۔

۶:- حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

اِنَّ اللّٰہَ بَدَأَ ھٰذَا الْأَمْرَ بِنُبُوَّۃٍ وَّرَحْمَۃٍ وَّکَائِنًا خِلَافَۃً وَّرَحْمَۃً. (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے اس کام کو ابتداءً نبوّت اور رحمت بنایا، اور اب خلافت اور رحمت ہوجانے والا ہے۔

اس حدیث میں بھی اختتامِ نبوّت اور اس کے بالکلیہ انقطاع کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ نبوّتِ رحمت ختم ہوکر خلافتِ رحمت باقی رہے گی، جس میں صاف اعلان ہے کہ نبوّت کی کوئی قسم بروزی یا ظلّی وغیرہ باقی نہیں رہے گی، ورنہ ضروری تھا کہ بجائے خلافت کے اس کے ذکر کو مقدم رکھا جاتا۔

۷:- آخر میں ہم ناظرین کی توجہ ایک ایسے اَمر کی طرف منعطف کرتے ہیں کہ جس میں تھوڑا سا غور کرنے سے ہر شخص اس پر بلاتأمل یقین کرے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی بروزی، ظلّی وغیرہ نہیں ہوسکتا۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ غالباً کوئی ادنیٰ مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت پر سب سے زیادہ شفیق اور مہربان ہیں، آپؐ کو دُنیا کی تمام چیزوں میں اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں کہ ایک آدمی کو ہدایت ہوجائے، اور اسی طرح اس سے زیادہ کوئی چیز رنج دہ اور باعثِ تکلیف نہیں کہ لوگ آپؐ کی ہدایت کو قبول نہ کریں، خداوند سبحانہ اپنے رسول کی رحمت و شفقت کو اس طرح بیان فرماتا ہے:-

عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ.

ترجمہ:- سخت گراں ہے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر تمہاری تکلیف، وہ تمہاری ہدایت پر حریص ہیں اور مسلمانوں پر شفیق و مہربان۔

اور دُوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی کوششوں کو ان وزن دار الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ. (الشعراء:۳)

ترجمہ:- شاید آپؐ اپنی جان اُن کے پیچھے ہلکان کریں گے اگر وہ ایمان نہ لائیں۔

پھر اس نبیٔ اُمّی (فداہ اَبی و اُمی) کے ارشاد و تبلیغ پر جانکاہ کوشش، مخلوق کی ہدایت کے لئے سخت ترین جفاکشی، ان کی سخت سے سخت ایذاؤں پر صبر و تحمل، کفار کی جانب سے پتھروں کی بارش کے جواب میں:-

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ.

ترجمہ:- اے اللہ! میری قوم کو ہدایت کر، کیونکہ وہ جانتے نہیں۔

فرمانا ایک ناقابلِ انکار مشاہدہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس شفقت کی خبر دے رہا ہے جو کہ آپؐ کو خلق اللہ کی ہدایت کے ساتھ تھی۔

اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو ایسی سیدھی اور صاف و روشن شاہراہ پر چھوڑا ہے کہ قیامت تک اس پر چلنے والے کے لئے کوئی خطرہ نہیں، بلکہ "لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا سَوَاءٌ" کا مصداق ہے، یعنی اس کا رات دن برابر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک جس قدر فتنے پیدا ہونے والے تھے، اگر ایک طرف ان کی ایک ایک خبر دے کر اُن سے محفوظ رہنے کی تدبیریں اُمت کے لئے بیان فرمائیں، تو دُوسری جانب اس اُمت میں جس قدر قابلِ اِتباع در اتباع وتقلید انسان پیدا ہونے والے تھے، ان میں ایک ایک سے اُمت کو مطلع فرما کر ان کی اقتداء کا حکم دیا، غرض کوئی خیر باقی نہیں کہ جس کی تحصیل کے لئے اُمت کو ترغیب نہ کی ہو، اور کوئی شر باقی نہیں کہ جس سے اُمت کو ڈرا کر اس سے بچنے کی تاکید نہ فرمائی ہو۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اُمت کو حضرت ابوبکر صدیق اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کی اقتداء کا حکم کیا اور فرمایا:-

اِقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِیْ أَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ:- ان دو شخصوں کا اقتداء کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے، یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ.

ترجمہ:- میری سنت کو لازم پکڑو اور خلفائے راشدین کی سنت کو۔

اور فرمایا:-

اِنِّیْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا، كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِیْ. (نسائی، ترمذی ج:۱ ص:۴۴)

ترجمہ:- میں تمہارے لئے ایسی دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم نے ان کے اِتباع کو لازم پکڑا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، ایک خدا

کی کتاب، دُوسری میری عترت و اہلِ بیت۔

پھر اطلاع دی کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدّد پیدا ہوگا جو اُمت کی عملی خرابیوں کی اصلاح فرما کر ان کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھیک سنت پر قائم کرے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مردہ سنتوں کو زندہ کرے گا۔ (رواہ ابوداوٗد والحاکم والبیہقی فی المعرفۃ)

اور ارشاد فرمایا کہ آخر زمانے میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے نازل ہوں گے، اور اس اُمت کے لئے امام ہوکر ان کی عملی خرابیوں کی اصلاح فرمائیں گے، یہاں تک کہ اپنے بعد ہونے والے خلفاء کی اطاعت کا حکم فرمایا اور اس کی یہاں تک تاکید فرمائی کہ ارشاد ہوتا ہے:-

أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَلَوْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مُجَدَّعُ الْأَطْرَافِ.

(مسند احمد، ابوداوٗد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم)

ترجمہ:- میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور خلفاء کی اطاعت و فرمانبرداری کی، اگرچہ تم پر ایک حبشی غلام لنگڑا، لُولا حاکم بنادیا جائے۔

اب منصف ناظرین غور فرمائیں کہ اگر اس اُمت میں کوئی کسی قسم کا نبی بروزی یا ظلّی وغیرہ پیدا ہونے والا تھا تو ضروری تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اس کا ذکر فرماتے اور اس کے اِتباع کی تاکید فرماتے، تاکہ یہ اُمتِ مرحومہ اُن کے انکار و تکذیب سے کافر نہ ہوجائے، ورنہ ایک عجیب حیرت انگیز معاملہ ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو اپاہج حبشی غلام کی اِتباع کا تو حکم فرمائیں اور اس کی نافرمانی سے ڈرائیں، لیکن ایک خدا کا نبی جو دُنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (برنگِ بروز) پیدا ہونے والا ہے، اس کا کوئی تذکرہ ہی نہ فرمائیں، حالانکہ یہ بھی ظاہر ہے کہ خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہونا زیادہ سے زیادہ فسق ہوسکتا ہے، بخلاف نبی کے کہ اس کا انکار قطعی کفر ہے۔ ایک شخص اگر تمام قرآن پر عمل کرے اور تمام انبیاء پر ایمان لائے مگر صرف ایک نبی کا انکار کرے تو وہ بنصِ قرآن اور باجماعِ اُمت کافر ہے۔

خدا کے لئے سوچو اور غور کرو! کہ وہ نبی جس کو خداوندِ عالم، رؤف، رحیم اور رحمۃ للعالمین کا خطاب دیتا ہے، مخلوق کو چھوٹی چھوٹی باتوں کی خبر دیتا ہے اور خلفاء و اُمراء بلکہ ایک حبشی غلام کے اِتباع کی طرف بلاتا ہے، مگر آئندہ پیدا ہونے والے نبی کا کوئی ذکر نہیں کرتا اور کسی ایک حدیث میں اشارہ بھی نہیں کرتا کہ چودھویں صدی میں ہم خود دوبارہ برنگِ بروز دُنیا میں آئیں گے، اس وقت ہماری تکذیب نہ کرنا، اُمت کو معمولی گناہوں سے بچنے کی تو ہدایت کرتا ہے مگر ان کو کفرِ صریح میں مبتلا ہونے سے نہیں روکتا۔

اگر معاذ اللہ واقعہ یہی ہے تو وہی مثل صادق آئے گی کہ: "فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَوَقَعَ تَحْتَ الْمِيزَابِ" یعنی بارش سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے آپڑے، جس کی دھار بارش سے کہیں زیادہ ہے۔ اور خاکم بدہن یہ کہنا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت اور اُمت کی خیرخواہی میں کوتاہی کی کہ اُن کو چھوٹی چھوٹی باتوں میں لگا کر اہم کاموں سے غافل کردیا، والعیاذ باللہ العظیم۔

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث میں اس کا صاف اعلان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی بروزی، ظلّی، تشریعی، غیرتشریعی پیدا نہیں ہوسکتا۔

یہاں تک جو کلام کیا گیا وہ صرف آیتِ خاتم النبیین کے متعلق تھا، اور ہمارے گزشتہ کلام میں آپ معلوم کرچکے ہیں کہ مسئلۂ زیرِ بحث میں بہت سی آیات ہدیۂ ناظرین کرنا ہے، لیکن جس تحقیق و تفصیل کے ساتھ آیتِ مذکورہ کو بیان کیا گیا ہے اگر ہر آیت پر ایسی ہی تفصیلی بحث کی جائے تو یہ مختصر رسالہ ایک طویل دفتر بن جائے گا، لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ باقی آیات کی تفسیر میں زیادہ اختصار سے کام لیا جائے۔

ختمِ نبوّت کے ثبوت میں دُوسری آیت

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا. (المائدۃ:۳)

ترجمہ:- آج میں نے تمہارا دین کامل کردیا، اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی، اور تمہارے لئے دینِ اسلام ہی پسند کیا۔

شانِ نزول

یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج میں عرفہ کے دن یومِ جمعہ میں نازل ہوئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نازل ہونے کے بعد اکیاسی[۸۱] روز سے زیادہ دُنیا میں زندہ نہیں رہے۔ (ابنِ کثیر، دُرِّ منثور)

اور اس عرصے میں بھی اکثر احادیث و آثار سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حکم حلت وحرمت وغیرہ کا نازل نہیں ہوا (کما بینه ابن کثیر وابن جریر بالروایات)۔

صرف دو تین آیات ہیں جن کا نزول اس آیت کے بعد بیان کیا جاتا ہے، اور بعض حضرات نے اسی آیت کو آخری آیت قرار دیا ہے۔ (دیکھو الاتقان للسیوطی وغیرہ)

حاصل یہ ہے کہ یہ آیتِ کریمہ اس اُمتِ مرحومہ کی ایک بہت بڑی مخصوص فضیلت اور شرافت کا اعلان کر رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک یہودی نے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ کہا کہ: اے امیرالمؤمنین! تمہارے قرآن میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو، اگر وہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید مناتے، جس دن یہ نازل ہوئی۔ آپؓ نے فرمایا: وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی نے کہا:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ.

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:-

قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِکَ الْیَوْمَ وَالْمَکَانَ الَّذِیْ نَزَلَتْ فِیْهِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ.

(بخاری ومسلم)

ترجمہ:- ہم اُس دن اور اُس جگہ کو خوب جانتے ہیں جس میں یہ آیت نازل ہوئی، یہ آیت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے

دن اُس وقت نازل ہوئی جبکہ آپؐ عرفہ میں کھڑے ہوئے تھے۔

مطلب یہ تھا کہ اس دن ہمارے لئے دو عیدیں تھیں، یومِ عرفہ اور یومِ جمعہ، چنانچہ دُرِّ منثور میں بحوالۂ مسندِ اسحاق بن راہویہ اور مسندِ عبد بن حمید کے اس واقعے میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَہٗ لَنَا عِیْدًا.

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمارے لئے اس دن کو عید بنایا۔

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس دن پانچ عیدیں جمع تھیں: جمعہ، عرفہ، عیدِ یہود، عیدِ نصاریٰ، عیدِ مجوس۔ اور دُنیا کی تاریخ میں (نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد) تمام مللِ دُنیا کی عیدیں کبھی آج تک جمع نہیں ہوئیں۔

(خازن ج:۱ ص:۴۳۵)

غرض کہ یہ آیتِ شریفہ اس اُمت کی اس عظیم الشان خصوصی فضیلت کو بیان کر رہی ہے جو باقرارِ اہلِ کتاب اس اُمت سے پہلے کسی کو نہیں ملی، یعنی خداوندِ عالم نے اپنا دینِ مقبول اس اُمت کے لئے ایسا کامل فرمادیا کہ قیامت تک اس میں ترمیم کی ضرورت نہیں، عقائد، اعمال، اخلاق، حکومت، سیاست، شخصی آداب، حرام و حلال، مکروہات و مستحبات کے قوانین اور قیامت تک کے لئے تمام ضروریاتِ معاش و معاد کے اُصول اُن کے لئے اس طرح کھول دیئے کہ وہ تاقیامِ قیامت کسی نئے دین یا نئے نبی کی رہبری کے محتاج نہیں، یہاں تک کہ اس خیر الاُمم کے پیشوا سیّد الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس عالمِ ظاہری سے رُخصت ہوئے ہیں جبکہ وہ اپنی اُمت کے لئے ایک ایسی صاف وسیدھی اور روشن شاہراہ تیار فرماچکے ہیں، جس پر چلنے والے کو دن اور رات میں کوئی خطرہ مانع نہ ہو، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے:-

تَرَکْتُکُمْ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ بَیْضَاءَ لَیْلُھَا وَنَھَارُھَا سَوَاءٌ.

ترجمہ:- میں نے تمہیں ایک ایسی صاف روشن راہِ مستقیم پر چھوڑا

ہے کہ جس کا رات دن برابر ہے۔

یہاں تک کہ یہ اُمت کسی دُوسرے دین اور دُوسری نبوّت کی محتاج نہیں رہی۔

بہر حال یہ آیت حکم کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لئے دین کو بہمہ وجوہ کامل فرمادیا ہے، اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت ہے اور نہ کسی نئے دین کی۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آیتِ مذکورہ میں اِکمالِ دین سے مراد یہ ہے کہ فرائض اور سنن اور حدود اور اَحکام اور حلال و حرام کو مکمل بیان فرمادیا گیا، اور اس کے بعد کوئی حلال و حرام نازل نہیں ہوا، اور نہ اس کی قیامت تک ضرورت رہی۔

اور بعض حضراتِ مفسرینؒ[1] نے فرمایا ہے کہ اِکمالِ دین سے یہ مراد ہے کہ یہ دین قیامت تک رہنے والا ہے، کبھی منسوخ یا مندرس اور بے نام و نشان نہ ہوگا، اور بعض مفسرینؒ[2] نے اس اُمت کے لئے اِکمالِ دین کی یہ مراد قرار دی ہے کہ یہ اُمت ہر ایک نبی اور ہر آسمانی کتاب پر ایمان لائی، کیونکہ تمام انبیاء اور تمام کتابیں اس اُمت سے پہلے صفحۂ وجود میں آچکے، بخلاف تمام پہلی اُمتوں کے کہ ان کو یہ فضیلت نصیب نہیں ہوئی، کیونکہ ان کے زمانے میں تمام انبیاء اور تمام آسمانی کتابیں وجود ہی میں نہیں آئی تھیں۔

بہر حال مذکورۃ الصدر تینوں تفسیروں میں سے اِکمالِ دین کی جو تفسیر بھی رکھی جائے یہ آیت ہمارے زیرِ بحث مسئلہ "ختمِ نبوت" کے لئے ایک روشن دلیل ہے، کیونکہ تینوں تفسیروں کا حاصل یہ ہے کہ اس دین کے بعد کوئی دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی تاقیامت پیدا نہ ہوگا، انہی مذکورہ بالا تفاسیر پر ذیل کی احادیث اور آثار اور اقوال مفسرین شاہد ہیں:-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: لَمْ یَنْزِلْ بَعْدَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ حَلَالٌ وَّلَا حَرَامٌ وَّلَا شَیْءٌ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالسُّنَنِ

---

(۱) کذا فی التفسیر المسمّٰی بہ لباب التأویل ج:۱ ص:۴۳۵۔

(۲) خازن ج:۱ ص:۴۳۵۔ ۱۲ منہ

وَالْحُدُوْدِ وَالْأَحْكَامِ. (تفسیر مظہری ص:۸ سورۂ مائدہ)

ترجمہ:- حضرت[1] ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت کے بعد نہ کوئی حلال کرنے والا حکم نازل ہوا اور نہ حرام کرنے والا، اور نہ کوئی چیز فرائض و سُنن میں اور نہ حدود اور دُوسرے اَحکام میں سے۔

اور امام المفسّرین ابنِ جریر رحمہ اللہ نے سدی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے:-

قَالَ: هٰذَا نَزَلَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَمْ يَنْزِلْ بَعْدَهَا حَلَالٌ وَّلَا حَرَامٌ وَّرَجَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَاتَ.

(دُرِّ منثور ج:۲ ص:۲۵۹)

ترجمہ:- یہ دن جو آیت میں مذکور ہے یومِ عرفہ ہے، پس اس کے بعد نہ کوئی حلال نازل ہوا اور نہ حرام، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس ہوتے ہی وفات پاگئے۔

الغرض کم از کم یہ آیت آیاتِ اَحکام میں سے آخری آیت ہے، اور آئندہ کے لئے انقطاعِ وحی و نبوّت کی خبر دے رہی ہے، اور حدیث میں ہے کہ جس وقت یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ رونے لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:-

اِنَّا كُنَّا فِيْ زِيَادَةٍ مِّنْ دِيْنِنَا فَأَمَّا اِذَا أُكْمِلَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَكْمُلْ بِشَيْءٍ اِلَّا نَقَصَ. قَالَ: صَدَقْتَ. وَكَانَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ نَعْيَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَاشَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى

---

(۱) ممکن ہے کہ کسی کو اس جگہ یہ شبہ پیدا ہو کہ خود حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ ہی راوی ہیں کہ آیتِ ربا اس کے بعد نازل ہوئی ہے، لیکن اگر ہم بحیثیتِ سند اس کو صحیح بھی مان لیں تب بھی آپؓ کی مراد آیتِ ربا سے آخر سورۂ بقرہ کی آیت: "اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ .... الْاٰية" مراد ہے، اور ظاہر ہے کہ حرمتِ ربا اس سے پہلے نازل ہوچکی تھی، اور یہ آیت مثل اور دُوسری آیت کے محض زیادہ توبیخ اور تہدید کے لئے ہے، واللہ اعلم۔ ۱۲ منہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَحَدًا وَثَمَانِیْنَ یَوْمًا.

(رواہ ابن ابی شیبۃ وابن جریر والبغوی من روایۃ
ہارون بن عشرۃ، از دُرِّ منثور و تفسیرِ مظہری)

ترجمہ:- تحقیق ہم اپنے دین میں زیادتی اور ترقی میں تھے، لیکن جب وہ کامل ہوگیا اور (عادۃُ اللہ اسی طرح جاری ہے کہ) جب کوئی شے کامل ہوجاتی ہے تو پھر وہ ناقص ہوجاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ اور یہی آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبرِ وفات سمجھی گئی، اور آپؐ اس کے بعد صرف اکیاسی روز اس عالم میں زندہ رہے۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مذکورہ سابق تفسیر کی روشن دلیل اور کھلی شہادت ہے، کیونکہ اگر اِکمالِ دین اور اِتمامِ نعمت سے نزولِ اَحکامِ دین کا اختتام اور وحی و نبوّت کا انقطاع اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مراد نہ تھی تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر رونا بے محل اور بے معنی ہوجائے گا۔

اور امام المفسّرین علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

ھٰذِہٖ أَکْبَرُ نِعَمِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی ھٰذِہِ الْأُمَّۃِ حَیْثُ أَکْمَلَ تَعَالٰی لَھُمْ دِیْنَھُمْ فَلَا یَحْتَاجُوْنَ اِلٰی دِیْنٍ غَیْرِہٖ وَلَا اِلٰی نَبِیٍّ غَیْرَ نَبِیِّھِمْ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ وَلِھٰذَا جَعَلَہُ اللّٰہُ خَاتَمَ الْأَنْبِیَاءِ وَبَعَثَہٗ اِلَی الْاِنْسِ وَالْجِنِّ.

(ابنِ کثیر ج:۳ ص:۲۷۹)

ترجمہ:- یہ اس اُمت پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس نے اُن کے لئے دین کو کامل فرمایا، ولہٰذا اُمتِ محمدیہ نہ اور کسی دین کی محتاج ہے، نہ اور کسی نبی کی، اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا، اور تمام جن و بشر کی طرف مبعوث فرمایا۔

ابنِ کثیر رحمہ اللہ کی اس تفسیر سے جیسا کہ اِکمالِ دین کے معنی حسبِ تحریرِ سابق معلوم ہوئے، اسی طرح اس کا بھی فیصلہ ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کسی شریعت اور صاحبِ شریعت نبی کی ضرورت ہے اور نہ مطلق نبی کی، صاحبِ شریعت ہو یا نہ ہو۔

اور علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیرِ کبیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے قفال مروزی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں، اور خود بھی اسی کو اختیار فرماتے ہیں:-

اِنَّ الدِّیْنَ مَا کَانَ نَاقِصًا اَلْبَتَّةَ بَلْ کَانَ اَبَدًا کَامِلًا کَانَتِ الشَّرَائِعُ النَّازِلَةُ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی کَافِیَةً فِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ اِلَّا اَنَّهٗ تَعَالٰی کَانَ عَالِمًا فِیْ اَوَّلِ وَقْتِ الْبِعْثَةِ بِاَنَّ مَا هُوَ کَامِلٌ فِیْ هٰذَا الْیَوْمِ لَیْسَ بِکَامِلٍ فِی الْغَدِ وَلَا بِصَالِحٍ فِیْهِ لَا جَرَمَ کَانَ یُنْسَخُ بَعْدَ الثُّبُوْتِ وَکَانَ یَزِیْلُ بَعْدَ التَّحَتُّمِ وَاَمَّا فِیْ اٰخِرِ زَمَانِ الْبِعْثَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی شَرِیْعَةً کَامِلَةً وَّحَکَمَ بِبَقَائِهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَالشَّرْعُ اَبَدًا کَانَ کَامِلًا اِلَّا اَنَّ الْاَوَّلَ کَمَالٌ اِلٰی یَوْمٍ مَّخْصُوْصٍ وَالثَّانِیْ کَمَالٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَلِاَجْلِ هٰذَا الْمَعْنٰی قَالَ:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ.

ترجمہ:- دینِ الٰہی کبھی ناقص نہیں تھا، بلکہ ہمیشہ سے کامل تھا، اور تمام شرائعِ الٰہیہ اپنے اپنے وقت کے لحاظ بالکل مکمل اور کافی تھیں، مگر اللہ تعالیٰ پہلے ہی جانتا تھا کہ وہ شریعت جو آج کامل ہے کل کافی نہ رہے گی، اور اس لئے وقتِ مقرّر پر پہنچ کر اس کو منسوخ کردیا جاتا تھا، لیکن آخر زمانِ بعثت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی شریعتِ کاملہ بھیجی جو ہر زمانے کے اعتبار سے کامل ہے، اور اس کے تاقیامت باقی رہنے کا حکم فرمایا، خلاصہ یہ کہ پہلی شریعتیں بھی کامل تھیں، مگر ایک وقتِ مخصوص تک کے لئے، اور یہ شریعت

قیامت تک کے لئے کافی اور کامل ہے، اور اسی معنی کی بنا پر
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ فرمایا گیا۔

امام رازی رحمہ اللہ کی اس تحریر سے بھی یہ اَمر واضح ہوگیا کہ اِکمالِ دین کی مراد وہی ہے جو اُوپر عرض کی گئی، اور اس اُمت کے لئے اِکمالِ دین کی غرض یہ ہے کہ یہ اُمت آخر الاُمم ہے، اور اس کا زمانہ آخر زمانِ بعثت ہے، کہ اس کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ کیا جائے گا۔

نیز امامِ موصوفؒ نے اپنے اس بیان سے مخالفین کا یہ شبہ بھی اُٹھادیا کہ اس آیت سے پہلے تمام ادیانِ سماویہ اور شرائعِ سابقہ کا ناقص ہونا لازم آتا ہے، جس میں چند خرابیاں ہیں، ایک یہ کہ معاذ اللہ خداوندِ عالم کی طرف بخل کی نسبت لازم آتی ہے کہ پہلی اُمتوں کے لئے کامل دین نہ بھیجا، دوم جب ان کے لئے دین ہی ناقص بھیجا گیا تو ان پر دارو گیر کیسی؟ سوم اس میں ان انبیاء علیہم السلام کی بھی گونہ تنقیص ہے جن کو دین ناقص دے کر بھیجا گیا۔

امامِ موصوفؒ نے اس تحریر میں ان تمام شبہات و اوہام کی جڑ قطع کردی، اور فرمادیا کہ آیت کی ہرگز یہ مراد نہیں کہ اب سے پہلی تمام شریعتیں اور اَدیانِ سماویہ ناقص تھے، صرف یہ دین کامل نازل ہوا۔

بلکہ ہر دینِ الٰہی اور شریعتِ الٰہیہ ہمیشہ اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے کامل تھے اور اس زمانے کے لوگوں کی ہدایت کے لئے بالکل کافی و شافی تھے، البتہ خداوندِ عالم کو معلوم تھا کہ آئندہ کسی زمانے میں بوجہِ انقلابِ حالات یہ شریعت اور قانون آئندہ نسلوں کے لئے ناکافی ہوگا، اور اس کو منسوخ کرکے دُوسرا دین اور شریعت بھیجی جائے گی، لہٰذا پہلی تمام شرائع و اَدیانِ سماویہ کا کمال صرف اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے تھا، اور یہ دینِ متین جس کو لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، قیامت تک کے لئے ہدایت و رہبری کا وثیقہ ہے، اس کا کمال غیر مؤقت اور ہمیشہ کے لئے ہے۔

خلاصہ یہ کہ دینِ الٰہی کوئی ناقص نہیں، سب کامل ہیں، فرق صرف اتنا ہے، کہ

جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام خاص خاص مدّت اور خاص خاص لوگوں کے لئے مبعوث ہوتے تھے ان کی بعثت نہ باعتبار زمانہ کے عام اور باعتبار انسانوں کے طبقات کے عام اور سب پر محیط ہوتی تھی، اسی طرح اُن کی شریعتیں بھی ہمیشہ کے لئے نہ تھیں، لیکن اس سے نہ اُن انبیاء علیہم السلام کی توہین ہوتی ہے اور نہ پہلے اَدیان و شرائع کا ناقص ہونا لازم آتا ہے، اور ہمارے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے تمام جن و انس کی طرف قیامت تک کے لئے مبعوث ہوئے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین بھی قیامت تک کے لئے کافی اور کامل ہوا، اور یہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شرافت اور آخر الاُمم کی مخصوص فضیلت ہے، وذٰلک الفضل من اللہ یؤتیہ من یشاء۔

نیز تفسیر لبابُ التأویل معروف بخازن صفحہ:۴۳۵ میں بھی آیتِ مذکورہ کی یہی تفسیر منقول ہے:-

وَأَمَّا تَفْسِيْرُ الْاٰيَةِ فَقَوْلُهٗ تَعَالٰى: اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ، يَعْنِيْ بِالْفَرَائِضِ وَالسُّنَنِ وَالْحُدُوْدِ وَالْاَحْكَامِ وَالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَلَمْ يَنْزِلْ بَعْدَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ حَلَالٌ وَّلَا حَرَامٌ وَلَا شَيْءٌ مِّنَ الْفَرَائِضِ هٰذَا مَعْنٰى قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

ترجمہ:- آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ .... الخ، کی تفسیر یہ ہے کہ فرائض اور سنن اور حدود اور اَحکام اور حلال و حرام کے بیان سے تمہارا دین مکمل کردیا گیا، چنانچہ اس کے بعد حلال و حرام یا فرائض میں سے کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ یہی قول ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا۔

اور امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے مفردات القرآن میں فرمایا ہے:-

اِنَّ اللهَ تَعَالٰى كَمَا جَعَلَ النُّبُوَّةَ بِنَبِيِّنَا مُخْتَتِمَةً وَّجَعَلَ شَرَائِعَهُمْ بِشَرِيْعَتِهٖ مِنْ وَجْهٍ مُنْتَسِخَةً وَّمِنْ وَجْهٍ مُكْمِلَةً مُتَمِّمَةً كَمَا قَالَ تَعَالٰى: اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ .... الخ.

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے ساتھ نبوّت کو ختم کردیا اور پہلی بار شرائع کو آپ کی شریعت کے ذریعے ایک اعتبار سے مکمل فرمایا، جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے:
اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ .....الآیۃ۔

اور تفسیرِ مدارک جلد اوّل صفحہ:۴۳۵ میں بھی یہی تفسیر مذکور ہے، اور کتاب الاعتصام جلد اوّل صفحہ:۴۷ میں اور اسی طرح تفسیر دُرِّ منثور جلد دوم صفحہ:۲۵۹ میں بھی اِکمالِ دین کی یہی تفسیر کی گئی ہے۔

تمام تفاسیرِ معتبرہ و مستندہ اور جملہ صحابہؓ کا اس آیت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبرِ وفات سمجھنا صاف اُسی تفسیر کی روشن دلیل ہے جو ہم نے عرض کی ہے، ائمۂ مفسرین اِکمالِ دین کی اس تفسیر پر متفق ہیں، وھوالمراد۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگرچہ ہم آیتِ مذکورہ میں اِکمالِ دین کی مذکورۃ الصدر تفسیر کو احادیث اور آثارِ صحابہؓ اور ائمۂ تفسیر کے مستند اقوال سے ثابت کرچکے ہیں جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔

لیکن اگر کوئی معاند اب بھی یہ تأویل کرے کہ اِکمالِ دین کے لغوی معنی صرف دین کو کامل کرنے کے ہیں اور دین کو کامل کرنے سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تمام اَدیانِ دُنیا پر غلبہ عنایت فرمایا اور اس اُمت کو تمام دُشمنوں سے محفوظ فرمایا۔

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اِکمالِ دین کی غرض یہ ہو کہ جس سال میں عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی تھی اس سال فتحِ مکہ کی وجہ سے موسمِ حج تمام مشرکین کے تسلط سے پاک ہوگیا تھا، تو ممکن ہے کہ امن و امان کے ساتھ حج کرنے کو اِکمالِ دین سے تعبیر کیا گیا ہو۔

سو اس کے متعلق ہم صرف فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے رونے کا واقعہ اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن کے خیال پر تصدیق فرمانا وغیرہ کی یاد دہانی کردینا کافی سمجھتے ہیں، کیونکہ اَدیان پر اس دین کا غالب ہونا یا موسمِ حج کا کفار سے خالی ہونا کسی عقل مند انسان کے لئے رونے کا باعث نہیں ہوسکتا، نیز اگر اِکمالِ دین کے یہی معنی تھے تو پھر سلف کے اس کلام کے کیا معنی ہوں گے:-

وَكَانَ هٰذَا نَعْيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ:- اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبرِ وفات سمجھی گئی۔

علاوہ بریں اس وقت تک یہ بھی صحیح نہیں کہ اسلام تمام اَدیانِ باقیہ پر غالب ہوگیا تھا، کیونکہ تمام عجم اُس وقت تک کفر و شرک کی ظلمات سے بھرا ہوا تھا، جیسا کہ سیرت کی معتبر کتابیں اور آثارِ صحابہؓ اس پر شاہد ہیں۔

نیز وہ آثار اور اقوالِ ائمۂ تفسیر جو اِکمالِ دین کی اِسی تفسیر پر متفق ہیں جو ہم نے عرض کی، اس تفسیر کے خلاف ہیں، لہٰذا ان تمام اُمور کا لحاظ کرتے ہوئے صرف ایک احتمالِ وہمی کو بے وجہ تفسیرِ قرآن بنانا کسی طرح مناسب نہیں، وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى سَوَآءِ السَّبِيْلِ۔

ختمِ نبوّت کے ثبوت میں تیسری آیت

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ. (آل عمران:۸۱)

ترجمہ:- اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں اور پھر ایسا رسول تمہارے پاس آیا جو تمہاری آسمانی کتابوں کی تصدیق کرے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو تم سب ان پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو۔

اس آیت میں خداوندِ عزّ وجل نے اس عہد و میثاق کا ذکر فرمایا ہے جو اَزل میں تمام انبیاء سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لیا گیا ہے، آیت کی تفسیر

اور اس کا پورا واقعہ بڑی تفصیل کا مقتضی ہے، علامہ سبکی رحمہ اللہ نے صرف اس آیت کی تفسیر میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، جس کا نام "**التعظیم والمنة فی لتؤمنن به ولتنصرنه**" ہے، یہ رسالہ مواہبِ لدنیہ کے مقصد سادس میں باستیعاب نقل کیا ہے۔

خلاصۂ تفسیرِ آیت کا یہ ہے کہ ازل میں جس وقت حق تعالیٰ نے تمام مخلوق کی اَرواح پیدا فرماکر ان سے اپنے رَبّ ہونے کا عہد و اقرار لیا، تمام انبیاء علیہم السلام سے اس عہدِ عام کے علاوہ ایک عہدِ خاص بھی لیا گیا، جو ایک جملۂ شرطیہ کی صورت میں تھا کہ اگر آپ میں سے کسی کی حیات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوکر تشریف لے آئیں تو آپ اُن پر ایمان لائیں اور اُن کی مدد کریں۔

جیسا کہ تفسیر ابنِ جریر و ابنِ کثیر اور تاریخ ابنِ عساکر میں، نیز فتح الباری میں کتاب الانبیاء میں حضرت علی اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بالفاظِ ذیل منقول ہے:-

مَا بَعَثَ اللهُ نَبِیًّا مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ اِلَّا اَخَذَ عَلَیْهِ الْمِیْثَاقَ لَئِنْ بُعِثَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ حَیٌّ لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ وَلَیَنْصُرُنَّهٗ. (کذا فی شرح المواہب للزرقانی ج:۲ ص:۱۶۳)

ترجمہ:- حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے جس کسی کو مبعوث فرمایا تو یہ عہد ان سے ضرور لے لیا کہ اگر ان کی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوگئے تو وہ ان پر ایمان لائیں اور اُن کی مدد کریں۔

یہ عہدِ خاص اگرچہ جملۂ شرطیہ کے طور پر تھا، جس کا وقوع ضابطے سے ضروری نہیں، اور حکمت و فائدے کے درجے میں اتنی بات کافی ہے کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالتِ شان سب انبیاء پر واضح ہوگئی، لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امتیازی شان کو صرف جملۂ شرطیہ ہی کے درجے میں نہیں رکھا۔

بلکہ مختلف صورتوں سے مختلف مواقع میں اس خاص شان کا اظہار بھی فرمایا ہے، ایک لیلۃ المعراج میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام انبیاء کو بیت

المقدس میں جمع فرماکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا امام بنایا گیا اور پھر آخرت میں سب انبیاء علیہم السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے جمع کیا جائے گا۔

اور عالمِ محسوسات و مشاہدات میں شاید اسی کا یہ انتظام کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اب تک زندہ رکھا گیا، کہ قربِ قیامت میں اُن کو پھر آسمان سے اُتارا جائے گا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور اُمت کی مدد فرمائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دُشمن دجال کو قتل کریں گے، وغیر ذالک۔

یہ سب مضمون زرقانی شرحِ مواہب مقصدِ سادس جلدِ سادس میں بتفصیل مذکور ہے، اس آیت کی تفسیر میں اگرچہ دُوسرے اقوال بھی ہیں، مگر عامۂ مفسرین کے نزدیک یہی تفسیر راجح بلکہ متعین ہے۔

اور اس جگہ ہمارا مطمحِ نظر "ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ .... الخ" کے الفاظ ہیں جن میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انبیاء کے بعد تشریف لانے کو لفظ "ثُمَّ" کے ساتھ ادا کیا گیا ہے جو لغتِ عرب میں تراخی یعنی مہلت کے لئے آتا ہے، جب کہا جاتا ہے کہ: "جَاءَنِی الْقَوْمُ ثُمَّ عُمَرُ" تو لغتِ عرب میں اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ پہلے تمام قوم آگئی اور پھر کچھ مہلت کے بعد سب سے آخر میں عمر آیا۔

اس لئے "النَّبِیِّیْنَ" کے بعد "ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ .... الخ" کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام انبیاء کے آنے کے بعد سب سے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اور جبکہ اخذِ میثاق میں سے کوئی نبی و رسول مستثنیٰ نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء علیہم السلام سے آخری نبی ہونا متعین ہوگیا، اور یہ واضح ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہ ہوگا، تشریعی و غیرتشریعی یا ظلّی و بروزی کی خودساختہ قسموں میں سے کوئی بھی اب باقی نہیں ہے۔

آیت نمبر۴:- قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.

(الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ:- (اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ میں

تمہارے تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ اللہ کہ جس کے لئے ملک ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔

آیت نمبر۵:- تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا. (الفرقان:۱)

ترجمہ:- مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن مجید کو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہان والوں کے لئے نذیر بنے (یعنی تمام عالم والوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائے)۔

آیت نمبر۶:- وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا. (النساء:۷۹)

ترجمہ:- ہم نے آپ کو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

آیت نمبر۷:- وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ. (القلم:۵۲)

ترجمہ:- یہ قرآن تمام جہان والوں کے لئے تذکیر ہے۔

آیاتِ مذکورہ سے واضح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کی طرف رسول ہوکر تشریف لائے ہیں، جس میں عرب وعجم اور شرق وغرب کے انسان داخل ہیں، خواہ آپؐ کے زمانے میں موجود ہوں یا آپؐ کے بعد قیامت تک پیدا ہوں، جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریحاً ارشاد فرمایا ہے:-

اَنَا رَسُوْلُ مَنْ اُدْرِکُ حَیًّا وَّمَنْ یُّوْلَدُ بَعْدِیْ.

(رواہ ابن سعد عن ابی الحسن مرفوعاً ج:۶ ص:۱۰۱)

ترجمہ:- میں اُن لوگوں کے لئے بھی رسول ہوں جن کو اپنی زندگی میں پاؤں اور ان کے لئے بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام اقوامِ عالم کی طرف عام ہے، خواہ اب موجود ہوں یا آئندہ قیامت تک پیدا ہونے والی ہوں، بخلاف انبیاءِ سابقین کے کہ اُن کی بعثت خاص خاص قوموں کی طرف مخصوص شہروں کے اندر ہوتی

تھی، اور ان کی وفات کے بعد دُنیاوی نظام کے اعتبار سے ختم ہوجاتی تھی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوندِ عالم کے اُن انعامات کو جو صرف آپؐ کے ساتھ مخصوص ہیں بیان کرتے ہوئے من جملہ چھ صفتوں کے اس کو بھی شمار فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام دُنیا اور اس کی آئندہ آنے والی نسلوں پر سب پر حاوی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں سے ظاہر ہے۔

اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کوئی قوم، کوئی انسان، کسی زمانے اور کسی قرن میں پیدا ہونے والا مستثنیٰ اور خارج نہیں، بلکہ قیامت تک دُنیا میں پیدا ہونے والے انسان سارے آپؐ ہی کی اُمت ہیں، تو ان حالات میں اگر آپؐ کے بعد دُوسرا نبی یا رسول آتا ہے تو آپؐ کی امتیازی فضیلت باقی نہیں رہتی، آپؐ کی اُمت پھر اُس نبی کی اُمت کہلائے گی جو بعد میں مبعوث ہوا، اور عیسیٰ علیہ السلام چونکہ ان کو نبوّت پہلے مل چکی ہے، اس لئے ان کا آخر زمانے میں بحیثیت امام کے آنا اس کے منافی نہیں۔

یہ آیاتِ کریمہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کی روشن دلائل ہیں، مزید اطمینان کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیرِ ابنِ کثیر جلد:۴ صفحہ:۲۵۳، جس میں آیت نمبر۴ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ موصوف نے تحریر فرمایا:-

وَھٰذَا مِنْ شَرَفِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ خَاتِمُ النَّبِيّٖنَ وَأَنَّهٗ مَبْعُوْثٌ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً (الٰی قوله) وَالْاٰيَاتُ فِيْ ھٰذَا كَثِيْرَةٌ كَمَا اَنَّ الْاَحَادِيْثَ فِيْ ھٰذَا أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُحْصَرَ وَھُوَ مَعْلُوْمٌ فِيْ دِيْنِ الْاِسْلَامِ ضَرُوْرَةً أَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رَسُوْلٌ اِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ.

ترجمہ:- اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور شرافت میں سے ہے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں، اور آپؐ تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں، اور اس بارے میں بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں جیسا کہ احادیث اس باب میں احاطہ سے باہر ہیں، اور

یہ بات دینِ اسلام میں بداہۃً وضرورۃً معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کی طرف مرسل ہیں، جس میں سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔

غرض اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمومِ بعثت صراحۃً بیان کیا، اور اس کے لئے یہ لازم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو، جو آپؐ کی اُمت کو اپنی طرف دعوت دے۔

آیت نمبر۸:- وَأُوحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ. (الانعام:۱۹)

ترجمہ:- میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی تا کہ اس کے ذریعے سے میں تم کو ڈراؤں اور تمام ان لوگوں کو جن کو یہ قرآن پہنچے۔

اس آیت میں صاف طور سے بیان کیا گیا ہے کہ قرآنِ عزیز کی شریعت صرف اُن لوگوں کے لئے مخصوص نہیں جو اس وقت موجود ہیں، بلکہ قیامت تک جن لوگوں کو یہ قرآن پہنچے اُن سب کے لئے یہی حجت ہے، آئندہ کسی کتاب وشریعت اور نبوّت کی ضرورت نہیں، جیسا کہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔

آیت نمبر۹:- وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ. (ہود:۱۷)

ترجمہ:- تمام انسانوں کی جماعتوں میں سے جو شخص اس کا کفر کرے پس جہنم اس کا ٹھکانا ہے۔

ابنِ کثیرؒ وغیرہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ احزاب سے تمام اقوامِ عالم مراد ہیں، اس لئے یہ آیت بھی عمومِ بعثت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر الانبیاء ہونے کی شاہد ہے۔

علاوہ بریں اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نجات صرف آپؐ کے ہی اتباع میں منحصر ہے اور کسی نبی کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔

آیت نمبر۱۰:- یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ. الأية. (النساء:۱۷۰)

ترجمہ:- اے لوگو! بے شک لایا ہے تمہارے پاس پیغمبر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) دینِ حق، پس ایمان لاؤ اس پر، بہتر ہے تمہارے لئے۔

اس آیت میں بھی "الناس" سے تمام انسان مراد ہیں، اور عمومِ بعثت کے ذریعے ختمِ نبوّت کا ثبوت ہے، جس کی تفصیل اُوپر گزر چکی ہے۔

آیت نمبر۱۱:- وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ.

(الانبیاء:۱۰۷)

ترجمہ:- اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لئے رحمت بناکر۔

یہ آیت دو وجہ سے ختمِ نبوّت کا قوی ثبوت ہے، اوّل یہ کہ آیاتِ سابقہ کی طرح یہ بھی عمومِ بعثت کو ثابت کر رہی ہے، اور عمومِ بعثت کے لئے ختمِ نبوّت لازم ہے، جیسا کہ اُوپر مفصل گزرا۔

دوم یہ کہ آیت حکم کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہلِ عالم کے لئے رحمت ہیں، اور آپؐ پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی ہے، پس اگر آپؐ کے بعد کوئی اور نبی دُنیا میں پیدا ہو تو آپؐ کی اُمت کے لئے آپؐ پر ایمان لانا اور آپؐ کی پیروی کرنا نجات کے لئے کافی نہ ہوگا جب تک اس نبی پر ایمان نہ لائے اور اس کے فرمان پر چلنے کا عہد نہ کرے، کیونکہ خود قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:-

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ. (آل عمران:۸۴)

ترجمہ:- آپ فرمایئے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس وحی پر جو

ہم پر نازل کی گئی اور اُس وحی پر جو حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اسباط پر نازل کی گئی اور اُن کتابوں پر جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور تمام انبیاء کو اُن کے رَبّ کی طرف سے دی گئیں، ہم ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے (بلکہ سب پر ایمان لاتے ہیں) اور ہم اس کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔

اور دُوسری جگہ ارشاد ہے:-

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللهِ وَرُسُلِہٖ ..... وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا. اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا. الآیۃ. (النساء:۱۵۰،۱۵۱)

ترجمہ:- جو لوگ کفر کرتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ اور کہتے ہیں کہ ایمان لاتے ہیں بعض رسولوں پر اور کفر کرتے ہیں بعض کا اور ارادہ کرتے ہیں کہ جدائی ڈالیں اللہ اور اس کے رسولوں میں، اور چاہتے ہیں کہ پکڑیں اس کے بیچ میں کوئی راستہ، وہ کافر ہیں بلاشبہ۔

جس کا کھلا ہوا منشاء یہ ہے کہ کوئی شخص اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک خدائے تعالیٰ کے تمام انبیاء پر بلافرق کے ایمان نہ لائے، اور اسی وجہ سے اُمتِ محمدیہؐ کا اِجماع ہے کہ اگر کوئی شخص تمام انبیاء پر ایمان لائے اور اپنے نبی کی کامل پیروی کرے مگر کسی ایک نبی پر (خواہ کسی درجے کا ہو) ایمان نہ لائے تو اس کی ساری نیکیاں حبط اور ایمان مردود ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق ہے، اور اسی وجہ سے انبیائے سابقین اپنی اُمتوں کو اپنے بعد آنے والے نبی کی اطاعت کا سبق دیتے رہے ہیں، پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی کسی قسم کا نبی پیدا ہو، خواہ تشریعی ہو یا غیرتشریعی یا بقول مرزا صاحب ظلّی یا بروزی، بہرحال جبکہ وہ نبی ہے تو تمام اُمتِ محمدیہؐ کی نجات اس وقت اس پر ایمان لانے اور اس کی اِتباع کرنے میں منحصر ہوگی، اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنے صدقِ دِل سے

ایمان لائیں، اور آپؐ کی کتنی ہی پیروی کریں اس وقت تک ہرگز جنت کی صورت نہیں دیکھ سکتے جب تک کہ اس جدید نبی کی چوکھٹ پر سر نہ رکھ دیں، اور اُس وقت اگر آپؐ کا کوئی اُمتی یہ چاہے کہ قرآن مجید کے تیس پاروں پر حرفاً حرفاً عمل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث کا کامل اِتباع اور آپؐ کی سنت کی انتہائی پیروی کر کے اپنے آپ کو دوزخ سے بچالے تو یہ اُس کے لئے غیر ممکن ہوگا، جب تک کہ اس نبی کے سایہ میں پناہ نہ لے۔ جس کو دُوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس نبی کے پیدا ہونے کے بعد اہلِ عالم کی رُشد و ہدایت اور ان کی فلاح و بہبود (خاکم بدہن) آپؐ کے دامنِ شفقت میں نہیں اور آج اُن کی نجاتِ اُخروی آپؐ کے سایۂ عاطفت میں نہیں ملتی، اور آج گنہگاروں اور گمراہوں کی داروئے شفا سے رحمۃ للعالمین کا دربار خالی ہے (نعوذ باللہ)۔

کیا ایسی حالت میں بھی رحمۃ للعالمین کو رحمۃ للعالمین کہا جاسکتا ہے جبکہ وہ اور ان کی شریعت کا اِتباع کسی ایک انسان کی نجات کا کفیل نہ بن سکے؟

ولہٰذا ثابت ہوا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی دُنیا میں تجویز کرتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور قرآن مجید کی صریح آیتوں کی تکذیب کر رہا ہے اور وہ آپؐ کو رحمۃ للعالمین نہیں مانتا۔

فائدہ:- مرزائیوں کا مشہور سوال ہے کہ دجالِ اکبر کے قتل کے لئے جبکہ ایک نبی کی ضرورت تھی تو بہت ممکن تھا کہ خداوندِ عالم اسی اُمت میں کوئی نبی پیدا فرمادیتا، کیا ضرورت تھی کہ ایک اسرائیلی نبی کو اس کام کے لئے آسمان پر اُٹھا رکھا جائے اور ضرورت کے وقت اس کو دوبارہ دُنیا میں نازل فرمایا جائے۔

لیکن اگر کوئی شخص ہماری گزشتہ تقریر کو ذرا انصاف سے ملاحظہ کرے تو یقین ہے کہ فوراً کہہ اُٹھے گا کہ حکومت کا اقتضاء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست کا کامل اظہار اس میں تھا کہ بجائے اس اُمت میں نبی کے پیدا کرنے کے ایسے نبی کو دوبارہ اس کام کے لئے بھیجا جائے جس پر اُمتِ محمدیہؐ پہلے سے ایمان لاچکی ہو، کیونکہ آپ معلوم کرچکے ہیں کہ اگر کوئی نبیٔ جدید آپؐ کے بعد دُنیا میں مبعوث ہو تو لازم ہوگا

کہ اب صرف آپؐ کا اِتباع اور آپؐ پر ایمان لانا اُمتِ محمدیہؐ کے لئے کافی نہ رہے گا، بلکہ اس نبی کی اطاعت پر منحصر ہوجائے گا جو قطعاً سیّدالانبیاء کی شان کے خلاف ہے، بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت اُن پر پہلے ہی ایمان لاچکی ہے، اور قرآنِ کریم اُن کی نبوّت و رسالت کا اعلان کرچکا ہے، تو اب ان کے نزول کے بعد اُمتِ محمدیہؐ کی نجات کے لئے کسی جدید شرط کا اضافہ نہ ہوگا۔

آیت نمبر۱۲:- وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ 'بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ، وَسَآءَتْ مَصِيْرًا. (النساء:۱۱۵)

ترجمہ:- جو کوئی برخلاف کرے رسول کے ساتھ، بعد اس کے کہ ظاہر ہوئی اس کے لئے ہدایت اور پیروی کرے سوائے راہ مسلمانوں کے، متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہو اور داخل کریں گے ہم اُس کو دوزخ میں، اور بُرا ٹھکانا ہے (دوزخ)۔

منصف ناظرین غور فرمائیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ بمقتضائے آیتِ مذکورہ طریقِ مؤمنین کا اتباع کرے گا، اور یا بمقتضائے نبوّت لوگوں کو اپنے اِتباع کی دعوت دے گا۔

پہلی صورت میں تو قلبِ موضوع لازم آتا ہے، اور معاملہ برعکس ہوجاتا ہے، کیونکہ خدا کے نبی دُنیا میں اس لئے آتے ہیں کہ لوگوں کو اپنے اِتباع کی طرف بلائیں، نہ یہ کہ لوگوں کا اِتباع کرنے لگیں، دیکھو قرآن مجید کا ارشاد ہے:-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ. الاٰية (النساء:۶۴)

ترجمہ:- اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا، مگر صرف اسی لئے کہ اس کا اِتباع کیا جائے اللہ کے حکم سے۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:-

لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ. (الحجرات:۷)

ترجمہ:- اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے کاموں میں

تمہارا اِتباع کرتے تو تم تکلیف میں پڑ جاتے۔

علاوہ بریں اگر خدا کا پیغمبر بھی دُنیا میں آکر طریقِ مؤمنین کا اِتباع کرنے لگے تو پھر دو صورتیں ہیں، یا تو یہ سبیلِ مؤمنین معاذ اللہ گمراہی اور طریقِ معصیت ہے، اور یا خدا کا سیدھا راستہ اور اس کا مقبول طریق ہے۔ پہلی صورت تو ایک ایسی بدیہی البطلان صورت ہے کہ کوئی ادنیٰ مسلمان بلکہ ادنیٰ عقل مند بھی اس کا قائل نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس صورت میں اوّل تو یہ لازم آتا ہے کہ (معاذ اللہ) قرآنِ کریم لوگوں کو اس طریقِ مؤمنین کی طرف بلاتا ہے جو گمراہی کا راستہ ہے، دُوسرے یہ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ خدا کے نبی ہدایت کرنے کے لئے بھیجے جائیں اور دُنیا میں آکر خود بھی ایک گمراہی کے راستے پر چلنے لگیں۔

اور دُوسری صورت میں نبی کا وجود محض بے فائدہ اور اس کی بعثت محض بیکار رہ جاتی ہے، کیونکہ بعثتِ نبی کی ضرورت جب ہوتی ہے کہ خدا کے بندے اس کی صراطِ مستقیم کو چھوڑ دیں، تاکہ یہ نبی اُن کو سیدھے راستے کی ہدایت کرے۔

اور جب سبیلِ مؤمنین ایک ایسی مستقیم سبیل ہے کہ خداوندِ عالم تمام اہلِ عالم کو قیامت تک اس پر چلنے کی ہدایت فرماتے ہیں، اور اس سے ہٹنے پر سخت ترین وعید کرتے ہیں، تو پھر فرمائیے کہ اب کسی نبیٔ جدید کے پیدا ہونے کی اور مرزا صاحب کے طرز پر اس کی نئی نئی قسمیں بنانے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟

رہا عیسیٰ علیہ السلام کا آخرِ زمانہ میں نازل ہونا، سو اس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا، کیونکہ اگرچہ وہ بعدِ نزول بھی ویسے ہی خدا کے اولوالعزم نبی ہوں گے جیسے قبلِ رفع اور قبلِ نزول تھے، لیکن چونکہ اُن کی بعثت اپنے زمانے میں بھی صرف بنی اسرائیل کی طرف تھی نہ کہ تمام عالم کی طرف جیسا کہ آیتِ کریمہ: "رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ" سے معلوم ہوتا ہے، اس لئے وہ بعدِ نزول بھی اس اُمت کی طرف بحیثیت نبوّت مبعوث ہوکر نہ آئیں گے، بلکہ بحیثیت امامت[1] تشریف لائیں گے، جیسا کہ خود

(۱) لیکن یہ بات اچھی طرح یاد رہے کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ العیاذ باللہ آپ اس وقت نبوّت سے معزول ہوجائیں گے، بلکہ آپ کا اُس وقت اس اُمت میں .... (باقی اگلے صفحے پر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدّد احادیث سے ثابت ہوتا ہے، اور جب آپ کی تشریف آوری اس اُمت میں صرف بحیثیت امامت ہوگی، تو اَب اس آیت سے آپ کے نزول پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

آیت نمبر۱۳:- ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ. وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ.

(الواقعہ:۱۳، ۱۴)

ترجمہ:- خدا کے مقرّب بڑی جماعت ہے پہلوں میں سے اور تھوڑی پچھلوں میں سے۔

اس میں اس اُمتِ مرحومہ کو آخرین کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اُمت آخری اُمت ہے، آئندہ نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی جدید اُمت۔

امام المفسرین ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے:-

يَقُوْلُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَقَلِيْلٌ مِّنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ، وَقِيْلَ لَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ لِأَنَّهُمْ اٰخِرُ الْأُمَمِ. (ابنِ جریر ج:۲۷ ص:۷۹)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ایک جماعت ہوگی پہلی اُمتوں میں سے اور تھوڑے سے ہوں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے، اور اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو آخرین اس لئے کہا گیا کہ وہ آخر الاُمم ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آخرین سے اُمتِ محمدیہؐ مراد ہے۔

آیت نمبر۱۴:- ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ.

(الواقعہ:۳۹، ۴۰)

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)...... تشریف لانا بالکل ایسا ہوگا جیسے صوبہ پنجاب کا گورنر صوبہ بہار میں کسی ذاتی ضرورت سے چلا جائے تو اگرچہ وہ اُس وقت بحیثیت گورنر نہیں ہوتا، لیکن یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ وہ گورنری سے معزول ہوگیا۔ ۱۲ منہ

ترجمہ:- اصحاب الیمین (یعنی جنتی) جماعت کثیر ہیں پہلوں میں سے اور جماعتِ کثیر ہیں پچھلوں میں سے۔

اس آیت میں آخرین سے اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مراد ہے، جو صریح ختمِ نبوّت کا اعلان ہے، ہم اس کی شہادت میں وہ حدیث پیش کردینا کافی سمجھتے ہیں جو اس کے شانِ نزول میں روایت کی گئی ہے، جس کا مضمون یہ ہے کہ:-

جس وقت پہلی آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ جنت میں اُممِ سابقہ کی بڑی جماعت ہوگی اور اس اُمت کی تھوڑی، تو صحابہ کرامؓ پر یہ بات شاق ہوئی، چنانچہ ان کی تسلی کے لئے دُوسری آیت نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ ایک جماعت پہلی اُمتوں کی اور ایک جماعت اس اُمت کی جس میں اُممِ سابقہ اور اس اُمت کو مساوات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے (ابنِ کثیر کو دیکھا جائے)۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کیا ہے:-

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّیْ لَأَرْجُوْا أَنْ تَكُوْنُوا الشَّطْرَ (يَعْنِىْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ) فَكَبَّرْنَا ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ: ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ. وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ. والحديث منه.

(ابنِ جریر ج:۲۷ ص:۹۸)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: مجھے اُمید ہے کہ تمام اہلِ جنت میں سے آدھے تم (یعنی آپؐ کی اُمت) ہوں گے۔ ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: ہم نے اس کو بہت زیادہ سمجھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی: "ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ۔"

اور اسی قسم کی ایک روایت حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے:-

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ (مِنَ الْأُمَمِ) وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (أُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ). (ابنِ جریر ج:۲۷ ص:۹۸)

ترجمہ:- ایک جماعت اوّلین میں سے یعنی تمام پہلی اُمتوں میں سے اور ایک جماعت آخرین یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے۔

اور امام المفسرین ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ، جَمَاعَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَضَوْا قَبْلَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ، يَقُوْلُ جَمَاعَةٌ مِّنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ بِهٖ أَهْلُ التَّأْوِيْلِ.

(تفسیر ابنِ جریر ج:۲۷ ص:۹۸)

ترجمہ:- ایک جماعت اوّلین سے یعنی ان لوگوں کی جو اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکے ہیں، اور ایک جماعت آخرین سے، یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک جماعت اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے، ایسا ہی اہلِ تفسیر صحابہؓ وتابعینؒ نے فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان دونوں آیتوں میں اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو آخرین کے لقب کے ساتھ ذکر فرماکر اس کا اعلان کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی اور آپؐ کی اُمت آخری اُمت ہے۔

آیت نمبر۱۵:- اَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِيْنَ. ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ. (المرسلات:۱۶، ۱۷)

ترجمہ:- کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا، پھر اُن کے پیچھے چلاتے ہیں پچھلوں کو۔

اس آیت میں اوّلین سے پہلی اُمتوں کے کفار مراد ہیں، اور آخرین سے

اس اُمت کے، پس ثابت ہوا کہ یہ اُمت آخری اُمت ہے۔

(دیکھو تفسیر ابنِ کثیر ج:۸ ص:۲۹۳)

اِنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ جَمِیْعُ الْکُفَّارِ الَّذِیْنَ کَانُوْا قَبْلَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَقَوْلُہٗ: ثُمَّ نُتْبِعُھُمُ الْاٰخِرِیْنَ، عَلَی الْاِسْتِئْنَافِ عَلٰی مَعْنٰی سَنَفْعَلُ ذٰلِکَ وَنُتْبِعُ الْاَوَّلَ الْاٰخِرَ.

ترجمہ:- اوّلین سے تمام وہ کفار مراد ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ہیں، اور "ثُمَّ نُتْبِعُھُمُ الْاٰخِرِیْنَ" بطور استئناف اس معنی میں ہے کہ ہم ایسا کریں گے، اور پہلے کے پیچھے پچھلے کو چلائیں گے۔

تفسیر جامع البیان میں بھی یہی مضمون بصراحت موجود ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آیت میں آخرین سے اُمتِ محمدیہؐ کے کفار مراد ہیں جس سے اس اُمت کا آخری اُمت ہونا ظاہر ہے۔

آیت نمبر۱۶:- وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْھَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَکُمْ. (المائدۃ:۱۰۱)

ترجمہ:- اور اگر تم ان اشیاء کا سوال کروگے (جن کے سوال سے منع کیا گیا ہے) نزولِ قرآن کے زمانے میں ان اشیاء کا ذکر کردیا جائے گا۔

اس آیت میں بیانِ اشیاء کے لئے "حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ" کی قید بڑھاکر بتلادیا گیا کہ نزولِ قرآن کے بعد کوئی ذریعہ وحی کی صورت سے بیانِ احکام کا باقی نہ رہے گا، چنانچہ علامہ محمود آلوسی مفتیٔ بغداد رحمہ اللہ اپنی تفسیر "رُوح المعانی" میں لکھتے ہیں:-

تُبْدَ لَکُمْ اَیْ بِالْوَحْیِ کَمَا یُفِیْدُہٗ تَقْیِیْدُ بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی: حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ. (رُوح المعانی ج:۷ ص:۳۹)

ترجمہ:- یعنی بیان کرنے سے آیات میں مراد یہ ہے کہ بذریعۂ وحی بیان کردیا جائے گا جیسا کہ "حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ" کی قید سے معلوم ہوا (کیونکہ نزولِ قرآن کے بعد وحی منقطع ہوجائے گی بذریعہ وحی بیان کا)۔

معلوم ہوا کہ آیتِ مذکورہ نزولِ قرآن کے زمانے کے بعد اِنقطاعِ وحی کا اعلان کرتی ہے، اور وہ اِنقطاعِ نبوّت کو مستلزم ہے۔

آیت نمبر ۱۷:- هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ. (التوبہ:۳۳)

ترجمہ:- وہ ہے جس نے بھیجا اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ تاکہ غالب کرے اس کو تمام دینوں پر۔

آیت نمبر ۱۸:- هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ، وَكَفٰی بِاللهِ شَهِیْدًا. (الفتح:۲۸)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام اَدیان و ملل پر غالب کردے، اور اللہ تعالیٰ شہادت کے لئے کافی ہے۔

آیت نمبر ۱۹:- هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ، وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ. (الصف:۹)

ترجمہ:- وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ تاکہ اس کو تمام اَدیان و ملل پر غالب کردے، اگرچہ مشرکین بُرا مانیں۔

یہ تین آیات قرآن مجید کی تین سورتوں میں تقریباً متحد الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں، جن میں حق تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایتِ عامہ

و دینِ حق کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے کہ تمام اَدیان و ملل اور تمام مذاہب پر اس کو غالب کردیا جائے۔

ظاہر ہے کہ تمام مذاہب پر کسی کا غلبہ جب ہی ثابت ہوتا ہے جبکہ یہ شخص تمام اَدیان کے عالم میں آجانے کے بعد پیدا ہوا ہو، تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام اَدیان اور تمام ملل انبیاء کے بعد دُنیا میں تشریف لائے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا آسمانی دین اس دُنیا میں نہ آئے گا۔

آیت نمبر۲۰:- یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ. (النساء:۵۹)

ترجمہ:- اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی، اور اُن لوگوں کو اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الامر ہیں۔

عامۂ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اُولی الامر سے مراد سلاطینِ اسلام اور اربابِ حکومتِ اسلامیہ ہیں، اور بہت سے مفسرین نے ائمۂ مجتہدین اور علمائے اُمت کو بھی اولوالامر میں داخل کیا ہے۔

بہرحال یہ آیتِ کریمہ حکم کرتی ہے کہ مسلمان، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اس کے رسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور پھر خلفائے اسلام اور اربابِ حکومتِ اسلامیہ اور علماء کی اطاعت کریں، جس میں دو وجہ سے ختمِ نبوّت کا کھلا ہوا ثبوت ملتا ہے۔

اوّل:- اس وجہ سے کہ خداوندِ عالم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی نجات کے لئے انبیاء میں سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت[1] کو کافی

---

(۱) یہ یاد رہے کہ تمام انبیائے سابقین پر ایمان لانا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں داخل ہے، کیونکہ آپؐ نے ان پر ایمان لانے کی تاکید فرمائی ہے، اور آئندہ کسی نبی کے پیدا ہونے کی خبر تک نہیں دی، لہٰذا اس کی اطاعت آپؐ کی اطاعت میں درج نہیں ہوسکتی۔ ۱۲ منہ

قرار دیا ہے، اور اسی پر جنت و مغفرت کا وعدہ ہے، حالانکہ اگر کوئی نبی اس اُمت میں پیدا ہونے والا ہوتا تو ضروری تھا کہ اس پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کو بھی نجات کی شرط بنائی جاتی، کیونکہ ہم اُوپر تفصیلاً بیان کرچکے ہیں کہ کسی شخص کی نجات اس وقت تک ہرگز نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ خدا کے انبیاء میں سے کسی کم سے کم درجے کے نبی کا بھی انکار کرے یا اس کی اطاعت سے علیحدہ رہے۔

الغرض انبیاء میں سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو مدارِ نجات قرار دینا اور مغفرت کے لئے کافی بتانا اس کا کھلا ہوا اعلان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہ ہوگا، ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ خدا کا کوئی نبی دُنیا میں بھیجا جائے اور لوگ اس کی اطاعت کے لئے مکلّف نہ کئے جائیں، حالانکہ خود قرآنِ کریم اعلان کرچکا ہے:-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ.

ترجمہ:- اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔

پس جب اُمت کی اطاعت کو انبیاء میں سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منحصر اور مختتم کردیا گیا تو ضروری ہوا کہ نبوّت بھی آپؐ پر مختتم ہو۔

دوم:- اس وجہ سے کہ اس آیت کا صاف حکم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت آپؐ کے بعد اُولوالامر یعنی خلفائے اسلام اور ائمۂ اُمت کی اطاعت کرے۔
جن لوگوں کو خدا نے عقل و فہم کا کوئی حصہ دیا ہے وہ ذرا غور کریں، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی یا بقول مرزا جی غیر تشریعی، ظلّی یا بروزی نبی پیدا ہونے والا تھا تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بجائے اولوالامر کی اطاعت کے اس نبی کی اطاعت کا سبق دیا جاتا، کیونکہ غالباً اس بات میں مسلمان تو مسلمان کسی مرزائی صاحب کو بھی خلاف نہ ہوگا کہ اولی الامر کی اطاعت سے نکلنا کفر نہیں، مگر نبی کی اطاعت سے خارج ہونا قطعی کفر اور ابدالآباد کے لئے جہنم کا

مستحق بنادینے والا ہے، اگرچہ وہ ادنیٰ سے ادنیٰ[1] اور بقول مرزا صاحب ظلّی یا بروزی ہی نبی ہو، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا ہونے والا تھا تو عجب تماشا ہوگا کہ قرآنِ عزیز لوگوں کو اولی الامر کی اطاعت کی طرف بلاتا ہے، اور بعد میں آنے والے نبی کا ذکر تک بھی نہیں کرتا۔

اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ ایک اندھا کنویں کی طرف بڑھا چلا جارہا ہے اور قریب ہے کہ اس کا اگلا قدم اس کی حیات کا آخری قدم ہو، اور ساتھ ہی اس کے بدن پر ایک چیونٹی بھی لگی ہوئی ہے، جس کے کاٹنے کا خیال ہے، ایک مہربان اُٹھے اور اس چند گھڑی کے مہمان کو چیونٹی سے بچنے کی تاکید پر تاکید کرے، مگر سامنے کھڑی ہوئی موت کا ذکر تک نہیں کرتا، کیا اس دوست نما دُشمن کو دُنیا کا کوئی انسان عقل مند یا اندھے کا مہربان دوست تسلیم کرسکتا ہے؟

جو لوگ ان جیسے کھلے ہوئے ارشادات کے بعد بھی کسی نبی کا اس اُمت میں پیدا ہونا جائز سمجھتے ہیں، اگرچہ وہ اس کو ظلّی یا بروزی نبی کہا کرتے ہیں، وہ قرآنِ کریم کی بدترین تحریف کر رہے ہیں، اور مسلمانوں کے کھلے ہوئے دُشمن ہیں۔

مسلمانو! کیا تم پسند کرتے ہو کہ آج دُنیا کی غیرقومیں تمہارے قرآن کا یہ مضحکہ اُڑائیں کہ وہ کتاب جو تمام عالم کی ہدایت کی دعوے دار اور نجات کی کفیل ہونے کی مدعی ہے، وہ (عیاذاً باللہ) ایسی مہمل کتاب ہے کہ اہم ترین مسائل کو چھوڑ کر لوگوں کے خیالات کو معمولی باتوں میں لگادینا چاہتی ہے، اُن کو چھوٹے چھوٹے عذاب سے بچاتی ہے مگر کفر و ضلالت اور اَبدی جہنم سے بچنے کی تدبیر بتلانا تو درکنار ان کو اس سامنے رکھی ہوئی جہنم کی اطلاع بھی نہیں دیتی، بلکہ معمولی چیزوں میں اُلجھا کر اس سے غافل کرنا چاہتی ہے۔

---

(۱) یاد رکھو! خدا کا کوئی نبی فی نفسہٖ ادنیٰ نہیں بلکہ سب کے سب اعلیٰ و اَرفع ہیں، مگر انبیاء کے درجات آپس میں کم و بیش اور ادنیٰ و اعلیٰ ہونا خود نصِ قرآن میں مذکور ہے: "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ" پس اس جگہ اس اعتبار سے "ادنیٰ" کا لفظ بولا گیا ہے۔ ۱۲ منہ

یہ آیت جس طرح تشریعی نبوّت کے انقطاع کی بیّن دلیل ہے، اسی طرح اس اَمر کا بھی قطعی اعلان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ظلّی یا بروزی یا کسی اور قسم کا نبی ہرگز ہرگز اس اُمت میں پیدا نہیں ہوگا، جن کی آنکھیں ہیں دیکھیں، اور جن کے کان ہیں سنیں۔

آیت نمبر ۲۱:- وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا. (الفتح:۱۷)

ترجمہ:- جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جنتوں میں داخل فرمائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور جو شخص اعراض کرے گا اس کو سخت دردناک عذاب دیں گے۔

یہ آیتِ کریمہ ایک ایسی آیت ہے کہ اگر پورے قرآن مجید کا تتبع کیا جائے تو اس مضمون کی صدہا آیتیں نکلیں گی جن کا حاصل یہ ہے کہ اس اُمت میں قیامت تک پیدا ہونے والی نسلوں کی نجاتِ آخرت اور دُخولِ جنت کے لئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپؐ کے فرمان کی اطاعت کرنا کافی ہے، سوائے انبیائے سابقین کے کہ جن پر ایمان لانے کی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے، اور کسی نبی پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں، اور یہ ختمِ نبوّت کا نہایت واضح اعلان اور اعلیٰ درجے کا قوی ثبوت ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس آیت اور اس قسم کی دُوسری آیات میں خداوندِ عالم کا وعدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آپؐ کی پیروی کرنے والے کو بلاکسی دُوسری شرط کے درجاتِ جنت عطا کئے جائیں گے۔

قرآنِ عزیز اگر کبھی منسوخ ہونے والا نہیں، اور شریعتِ قرآنیہ اگر قیامت تک رہنے والی ہے (جیسا کہ تمام اُمتِ محمدیہؐ بلکہ اُمتِ مرزائیہ کے نزدیک بھی مسلّم

ہے[1]) تو لازمی بات ہے کہ یہ وعدہ بھی تمام عالم میں قیامت تک پیدا ہونے والی نسلوں کے لئے عام اور شامل ہوگا۔

تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہوا اور فرض کرلو کہ بقول مرزا صاحب بروزی ہی رنگ میں پیدا ہوا، تو اب دو حال سے خالی نہیں، یا قرآنِ کریم اپنا وعدہ پورا کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے والوں اور آپؐ کی اطاعت کرنے والوں کو بلاکسی شرطِ جدید کے جنت میں داخل کرے اور اُن کی نجات کا ذمہ اُٹھائے، اور یا ان لوگوں سے جنہوں نے اس کو صندوقوں کے بجائے اپنے سینوں اور جنہوں نے اُس کے ایک ایک حرف پر اپنی جانیں قربان کیں، آج یہ کہہ کر الگ ہوجائے کہ میں اب اپنا وعدہ پورا نہیں کرسکتا، آج تمہاری نجات میرے بس میں نہیں، جاؤ اس جدید نبی کے پاؤں پکڑو، اس میں اور صرف اسی میں تمہاری نجات ہے۔

لیکن ہر مسلمان جانتا ہے کہ پہلی صورت بداہۃً باطل ہے، کیونکہ اگر نبیٔ جدید کے پیدا ہونے کے بعد قرآنِ کریم اپنا وعدہ پورا کرنے کے لئے اس جدید نبی کی اطاعت اُمتِ محمدیہؐ کے ذمے نہ لگائے اور ان کو اس پر ایمان لانے اور اس کی پیروی کے لئے مجبور نہ کرے، تو اوّل تو یہ بتلاؤ کہ اس نبی کے دُنیا میں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ قوم اُس پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کرنے پر مجبور نہیں، بلکہ معاذ اللہ یہ تو اس نبی کے لئے اچھی خاصی سزا اور اعلیٰ درجے کی توہین ہوگی کہ اس کو دُنیا میں اس لئے بھیجا جائے کہ لوگوں کو اپنی اطاعت کی طرف بلائے اور ان لوگوں سے کہہ دیا جائے کہ تمہیں اس کی اطاعت کی ضرورت نہیں، اس کے بغیر بھی جنت تمہاری میراث ہے۔

اس کے بعد یہ معاملہ خود نصوصِ قرآنیہ اور اجماعِ اُمت کے سراسر خلاف

---

(۱) مرزا صاحب اور ان کی اُمت کا طرزِ عمل اور بہت سے اقوال بھی اگرچہ صفائی کے ساتھ قرآن کے بہت سے اَحکام کو منسوخ قرار دیتے ہیں، لیکن کم از کم زبان سے وہ بھی اس کے قائل ہیں کہ قرآن مجید کا کوئی نقطہ یا کوئی حرف بھی منسوخ نہیں ہوسکتا۔ ۱۲ منہ

ہے، جیسا کہ ہم اُوپر مفصل لکھ چکے ہیں کہ قرآنِ کریم ان لوگوں کے بارے میں جو کسی ایک نبی پر بھی ایمان نہ رکھیں، اگرچہ باقی سب انبیاء پر کامل ایمان رکھتے ہیں:-

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا۔ (وہ لوگ یقیناً کافر ہی ہیں)

فرما چکا ہے، بہرحال شریعتِ قرآنیہ میں یہ نہیں ہوسکتا کہ دُنیا میں کوئی کسی قسم کا نبی بھیجا جائے اور لوگوں کے ذمے اس پر ایمان لانا، اس کی اطاعت کرنا اہم ترین فرض اور مدارِ نجات نہ قرار دیا جائے۔

اور جب پہلی صورت یوں باطل ہوئی تو لامحالہ دُوسری صورت متعین ہوگئی، یعنی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہو، اگرچہ بقول مرزا صاحب بروزی رنگ میں ہو، تو قرآن مجید اس کے پیدا ہونے کے بعد اپنا یہ دعویٰ ہرگز پورا نہ کرسکے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو مطلقاً (بغیر کسی شرط کے) جنت میں داخل کردیا جائے گا، بلکہ ضروری ہے کہ اس نبی پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کو شرطِ نجات بنایا جائے گا، جس کا مطلب دُوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ اس وقت قرآن کی ان سب آیتوں کو منسوخ کہنا پڑے گا جو تمام اُمتِ محمدیہؐ کے اجماعی عقیدہ بلکہ اُمتِ مرزائیہ کے مُسلّمات کے بھی خلاف ہونے کے علاوہ اہلِ علم کے نزدیک ایک نرالا عجوبہ ہوگا، کیونکہ باتفاقِ علماء وعدہ میں نسخ جاری نہیں ہوتا، ورنہ پھر وعدہ خلافی اور نسخِ وعدہ میں کیا فرق ہوگا؟ اور یہی وجہ ہے کہ جو آسمانی کتابیں آج منسوخ ہوچکی ہیں ان میں بھی کوئی وعدہ کبھی منسوخ نہیں ہوا۔

ایک لطیفہ:- یاد آیا کہ جب مرزا صاحب نے ایک مرتبہ بعض معاملات کے متعلق پیش گوئی کی اور دعویٰ کیا کہ خداوندِ عالم نے بذریعہ وحی مجھ سے پختہ وعدہ کرلیا ہے کہ یہ کام ضرور پورا ہوگا، پھر جب خداوندِ عالم نے مرزا صاحب کا جھوٹ اور "افتراء علی اللہ" عالم پر آشکارا کرنے کے لئے یہ کام نہ ہونے دیا، باوجودیکہ مرزا صاحب نے اس کو سچ کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا، تو اُس وقت لوگوں نے ان سے کہا کہ میاں! وہ تمہاری وحی اور وعدۂ الٰہی کیا ہوا؟ تو فرمایا کہ: نادانو! تمہیں معلوم نہیں کہ وعدہ میں کبھی کچھ مخفی شرطیں بھی ہوتی ہیں، جن کے نہ ہونے کی وجہ سے

وعدہ پورا نہیں کیا جاتا، عام لوگ سمجھتے ہیں کہ خلافِ وعدہ ہوا۔

یہ بات جس قدر مضحکہ خیز اور بدیہی البطلان ہے، اس کے بیان کی ضرورت نہیں، مگر جب مرزا صاحب کی اَساسِ نبوّت اس جیسی لچر باتوں پر قائم ہوسکتی ہے تو عجب نہیں کہ اس قسم کی آیات میں بھی وہ یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے جنت میں ضرور داخل کیا جائے گا، بشرطیکہ مرزا غلام احمد کی بھی اطاعت کرے، اس وعدہ میں یہ شرط مخفی ہے، لیکن باوجود ہر قسم کے انحطاط اور تنزل کے دُنیا ایسی اندھی نہیں ہوئی، اور لوگ اتنے عقل سے خالی نہیں ہوئے، جو اس قسم کی رکیک اور باطل تحریفات پر کان لگاسکیں۔

کون نہیں جانتا کہ اگر اس طرح وعدوں کے اندر مخفی شرائط کو جائز قرار دیا جائے گا تو یہ صریح وعدہ خلافی اور خالص جھوٹ بولنے کی تعلیم ہوگی، کیونکہ ہر وعدہ خلاف اور ہر جھوٹے سے جھوٹا آدمی یہی عذر پیش کردے گا کہ میرے وعدے میں یا میرے کلام میں مخفی شرطیں تھیں جن کا ذکر نہیں ہوا، اس لئے میں ایفائے وعدہ کے لئے مجبور نہیں۔

ایک شخص آج کسی سے وعدہ کرتا ہے کہ کل تمہیں دو ہزار روپے دیں گے، لیکن کل جب وہ ایفائے وعدہ کا سوال کرتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ ایفائے وعدہ میں یہ شرط تھی کہ اگر تم اپنا گھر مجھے دوگے تو ہم دو ہزار روپے دیں گے، کیا کوئی انسان اس شخص کی یہ لچر بات سن کر اس کو سچا کہہ سکتا ہے؟

یا ایک شخص دن کے بارہ بجے یہ کہتا ہے کہ آفتاب طلوع نہیں ہوا، اور جب لوگ اس کے سفید جھوٹ پر نفرین کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے کلام میں ایک شرط مخفی ہے، یعنی آفتاب طلوع ہوا دس بجے شب کے وقت۔ تو کیا یہ شخص اُن خرافات کی وجہ سے سچا کہلایا جاسکتا ہے؟

اور میں کہتا ہوں کہ اگر اس قسم کی مخفی شرطوں کی بنیاد پر وعدے اور کلام سچے ہوا کریں تو دُنیا میں کسی وعدے اور کسی کلام کو جھوٹ نہیں کہا جاسکتا، بلکہ لفظِ ''کذب'' ایک بے مصداق اور بے معنی آواز رہ جائے گی، ہر وعدہ خلاف اور اعلیٰ درجے کا کذّاب مرزاجی کی بدولت سچائی کی سرخروئی حاصل کرسکتا ہے۔

مگر یہ کوئی عجب نہیں، کیونکہ جس طرح سچے لوگوں کا فیض سچے لوگوں کو پہنچتا ہے، اسی طرح اگر مرزا صاحب کے فیض سے جھوٹے لوگ آباد ہوجائیں تو کیا بعید ہے؟ آخران غریبوں کا بھی تو کوئی ٹھکانا ہونا چاہئے!

سلسلۂ کلام طویل ہوگیا، اس کے بعد ہم پھر اصل کلام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور جس آیت کے متعلق اس قدر تفصیلی گزارش کی گئی ہے اسی کی اور چند نظائر ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں، ناظرینِ کرام اس آیت کو پڑھتے وقت بھی مذکورۃ الصدر گزارش کو یاد رکھیں تاکہ ہمیں ہر آیت کے ساتھ کلام کو دُہرانا نہ پڑے۔

آیت نمبر۲۲:- مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا. (النساء:۸۰)

ترجمہ:- اور جس نے رسول (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جس نے پشت پھیری (بلا سے) ہم نے آپؐ کو ان پر محافظ بناکر نہیں بھیجا۔

اس آیت میں بھی اُمتِ محمدیہؐ کے لئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو مطلقاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے، اور اگر کوئی نبی آپؐ کے بعد آنے والا ہوتا تو اس کے آنے کے بعد کوئی شخص اس وقت تک خدا کا مطیع کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا تھا جب تک کہ وہ اس نبی کی بھی اطاعت نہ کرے، جیسا کہ اُوپر مفصل گزرا۔

آیت نمبر۲۳:- وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا. (النساء:۶۹)

ترجمہ:- اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے وہ قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، یعنی نبیین اور صدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ، اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔

اس آیت میں بھی درجاتِ جنت اور مقرّبینِ خداوندی کے ساتھ ہونے کا وعدہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر کیا گیا ہے، جو اس کا صاف اعلان ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، ورنہ مقرّبینِ خداوندی کے ساتھ ہونے کے لئے اس کی اطاعت بھی لازمی ہوتی۔

ایک نرالی منطق

آیتِ مذکورہ جو صفائی کے ساتھ ختمِ نبوّت کا اعلان ہے، عجائب میں سے ہے کہ مرزا صاحب نے اس کو اپنے دعوے کے اِثبات میں پیش کیا ہے۔

صورتِ استدلال بھی ایک عجب مضحکہ خیز صورت ہے کہ مسلمان پنجگانہ نمازوں میں اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہیں: ”اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ جس کا حاصل یہ ہے اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا، جو اُن لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے انعام فرمایا ہے۔ اُن کا بیان آیتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ وہ نبیّین اور صدیقین اور شہداء ہیں، پس دونوں آیتوں کے ملانے سے اس دُعا کا حاصل یہ ہوا کہ ہمیں نبیّین اور صدیقین اور شہداء کے راستے پر چلا، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی یہ دُعا غالباً قبول فرماتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو نبیّین اور صدیقین اور شہداء کے راستے پر چلاتا ہے، اور اس سے یہ لازم آیا کہ مسلمان نبیّین اور صدیقین اور شہداء بن جاتے ہیں، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کا نبی ہونا ممنوع نہیں۔

کیا خوب استدلال ہے! اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ ہر شخص جس کے راستے پر چلتا ہے وہ وہی بن جاتا ہے، نبیّین کے راستے پر چلنے والا نبی، اور صدیقین کے راستے پر چلنے والا صدیق، اور شہداء کے راستے پر چلنے والا شہید بن جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پھر تو یہ ترقی کا بہت اچھا ذریعہ ہے، کلکٹر کے راستے پر چلنے والا کلکٹر اور وائسرائے کے راستے پر چلنے والا وائسرائے اور بادشاہ کے راستے پر چلنے والا بادشاہ ہوجایا کرے گا، بلکہ اس زینۂ ترقی سے تو شاید خدائی کا مرتبہ بھی حاصل ہوسکے، کیونکہ خداوندِ عالم فرماتا ہے: ”صِرَاطِ اللهِ....، صِرَاطِ الْعَزِيْزِ ....“ الآية

تو مرزا صاحب کے تجویز کردہ قانون کے مطابق جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلے گا وہ معاذ اللہ خدا بن جاوے گا، نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم۔

آیت نمبر ۲۴:- یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَیَغْفِرْ لَكُمْ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (الحدید:۲۸)

ترجمہ:- اے پہلے (انبیاء پر) ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے مرحمت فرمائے گا اور تمہارے لئے ایک روشنی کردے گا، جس کے ذریعے سے تم چلوگے اور تمہاری مغفرت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اس آیتِ شریفہ میں بھی انبیائے سابقین کے بعد صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو مدارِ نجات قرار دیا گیا ہے اور قیامت تک اسی پر مغفرت کا وعدہ ہے، اگر آپؐ کے بعد کوئی نبی تشریعی یا غیرتشریعی اور یا بقول مرزا صاحب ظلّی یا بروزی پیدا ہونے والا ہوتا تو لازمی تھا کہ اس پر ایمان لانے کو بھی شرطِ نجات کی بنائی جاتی، اس طرح بلاشرط کے وعدۂ مغفرت اس کا کھلا ہوا اعلان ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

آیت نمبر ۲۵:- یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ. (النساء:۱۳۶)

ترجمہ:- اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اس کتاب پر جس کو نازل کیا اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے۔

یہ آیت بھی اسی مدعا کو زیادہ وضاحت سے ثابت کر رہی ہے جو اُوپر مکرّر عرض کیا گیا، کیونکہ اس میں بھی اوّل تو صرف آنے والے انبیاء میں سے صرف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم ہے، اور کسی نبی پر ایمان لانے کی تلقین نہیں، اور اگر کوئی نبی آتا تو ضرور تھا کہ وہ قرآنِ کریم جو خدا کی غیرمنسوخ کتاب اور نجاتِ عالم کا دائمی متکفل ہے اس پر ایمان لانے کی تاکید کرتا، پھر آسمانی کتابوں اور وحیٔ الٰہی میں جس پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے وہ صرف سابق کتبِ سماویہ اور وہ وحی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، اور کسی نبی ظلّی وغیرہ کی وحی کو واجب العمل نہیں بتلایا گیا۔

آیت نمبر۲۶:- اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ، لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ.... الآیة (البقرة:۲۸۵)

ترجمہ:- ایمان لائے رسول اس پر جو کچھ اُترا اس کی طرف اُس کے ربّ کی طرف سے اور مسلمان سب ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے ملائکہ پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے رسولوں میں سے۔

اس آیت میں دو وجہ سے ختمِ نبوّت کا ثبوت ملتا ہے:-

اوّل:- اس وجہ سے کہ یہ آیت مسلمانوں کو صرف اُس وحی پر ایمان لانے کو کافی بتلاتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپؐ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئی اور آپؐ کے بعد بھی سلسلۂ وحی جاری ہوتا تو لازمی تھا کہ اس پر بھی ایمان لانا واجب ہوتا۔

دوم:- اس آیت نے یہ بھی ثابت کیا کہ خدا کے رسولوں میں سے کسی ایک کو بھی ایمان سے جدا نہیں کیا جاسکتا، بلکہ سب پر ایمان واجب ہے، پس اگر کوئی نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (اگرچہ بقول مرزا بروزی رنگ میں) پیدا ہونے والا تھا تو یقیناً قرآنِ کریم اس کی اطلاع دے کر اپنے پیروؤں کو اس پر ایمان لانے کی تاکید کرتا۔

آیت نمبر۲۷:- وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ.

(البقرة:۴۱)

ترجمہ:- ایمان لاؤ اس وحی پر جو ہم نے نازل کی ہے تصدیق کرنے والی اس وحی کی جو تمہارے پاس ہے۔

اس آیت میں اہلِ کتاب کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے کہ یہ وحی یعنی قرآنِ کریم جو تمہاری پہلی کتابوں تورات و انجیل کی تصدیق کرتی ہے اس پر ایمان لاؤ، اس میں بھی قرآنِ کریم کے بعد کسی اور وحی پر ایمان لانے کا حکم نہیں۔

آیت نمبر ۲۸:- قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ. (آل عمران:۸۴)

ترجمہ:- (اے محمدؐ!) تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس وحی پر جو اُتری ہم پر اور جو وحی اُتری ابراہیمؑ پر اور اسماعیلؑ پر اور اسحٰقؑ پر اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو اور سب نبیوں کو اپنے ربّ کی طرف سے، ہم جدا نہیں کرتے ان میں سے کسی کو اور ہم اس کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ نے ایک طرف تو یہ اعلان کیا کہ تمام انبیاءؑ کی وحی پر ایمان لانا فرض اور ضروری ہے، جس پر "لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ" فرماکر آخر میں مکرّر توجہ دلائی گئی ہے، اور دُوسری جانب یہ بھی صاف طور سے بیان کردیا کہ ایمان لانا صرف اس وحی پر ضروری اور فرض ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے سابقین علیہم السلام پر نازل ہوچکی ہے، کسی جدید وحی کو ایمان میں درج کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، جو قطعاً اس کا اعلان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی وحی نازل نہ کی جائے گی ورنہ ضروری تھا کہ "لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ" کے قاعدے سے اس پر بھی ایمان لانا فرض ہوتا۔

اس آیت میں دو لفظ خصوصیت کے ساتھ قابلِ غور ہیں، اوّل "وَمَا اُوْتِىَ" جو بصیغۂ ماضی ادا کیا گیا ہے، اور دوم "النَّبِيُّوْنَ" جو لامِ استغراق کے ساتھ مزین کیا

گیا ہے، جن دونوں کے ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ آسمانی کتابیں اور وحی دینی تھیں وہ دی جاچکی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ کسی کو وحیٔ نبوت دی جائے گی۔

آیت نمبر۲۹:- اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ الآیة۔　　(النساء:۶۰)

ترجمہ:- کیا آپؐ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپؐ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی۔

اس آیت میں بھی دعویٔ ایمان میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے سابقین علیہم السلام کی وحی کو درج کیا گیا ہے، اس کے بعد کسی وحی کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ "مِنْ قَبْلِکَ" کی تخصیص سے اشارہ ہے کہ بعد میں وحی نازل ہونے والی نہیں۔

آیت نمبر۳۰:- وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ کَفَّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَاَصْلَحَ بَالَھُمْ۔　　(محمد:۲)

ترجمہ:- اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور وہ اس سب وحی پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی، اور وہ اُن کے رَبّ کے پاس سے اَمرِ واقعی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے گناہ اُن پر سے اُتار دے گا اور ان کی حالت اچھی رکھے گا۔

اس آیتِ کریمہ میں بھی صاف طور پر وعدہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی وحی پر ایمان لائے گا اس کی مغفرت کی جائے گی، اور اس وعدہ میں کسی دُوسرے نبی پر ایمان لانا شرط نہیں، جس سے واضح ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا، ورنہ لازم ہوگا کہ یہ آیت منسوخ ہو، اور محض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپؐ کا اِتباع کرنا انسان کو نجات نہ دلا سکے، اور جو وعدہ آیت میں مسلمانوں کے لئے کیا گیا ہے اس کا مستحق نہ بنا سکے، جس کی تحقیق مکرر گزر چکی ہے۔

آیت نمبر۳۱:- یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ. (النساء:۱۷۰)

ترجمہ:- اے لوگو! تمہارے پاس رسول آچکا حق بات لے کر، تم ایمان لاؤ، تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

اس آیتِ کریمہ میں بھی اوّل "یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ" کے عام خطاب سے عمومِ بعثت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ختمِ نبوّت کا ثبوت پیش کیا گیا، اور پھر صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو مدارِ نجات قرار دے کر بتلادیا گیا کہ آپؐ کے بعد اور کوئی نبی نہیں جس پر ایمان لانا واجب ہو۔

آیت نمبر۳۲:- یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا. فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ.

(النساء:۱۷۴، ۱۷۵)

ترجمہ:- اے لوگو! تم کو پہنچ چکی تمہارے ربّ کی طرف سے سند (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُتاری ہم نے تم پر روشنی واضح (یعنی قرآن مجید) پس جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کرے گا اپنی مہر اور فضل میں۔

یہ آیت بھی دو وجہ سے ختمِ نبوّت کی واضح دلیل ہے:-

اوّل:- اس لئے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومِ بعثت کو ثابت کرتی ہے اور قیامت تک تمام دُنیا میں پیدا ہونے والی نسلوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کو فرض کرتی ہے، جس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا آفتاب قیامت تک اسی طرح چمکتا رہے گا، جس کے سامنے کسی کوکبِ

نبوّت کے چمکنے کی نہ ضرورت ہے، نہ یہ عادۃً ممکن ہے۔

دوم:- یہ آیت بھی آیتِ مذکورۂ بالا کی طرح صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے والے کے لئے جنت اور اس کے نعیمِ مقیم کا وعدہ کرتی ہے، جس سے لازم آتا ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی اور نبی (جس پر پہلے سے ایمان نہ رکھتے ہوں) پیدا نہ ہوگا، کَمَا مَرَّ مُفَصَّلًا۔

آیت نمبر۳۳:- قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ. يَّهْدِىْ بِهِ اللهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ. (المائدۃ:۱۵،۱۶)

ترجمہ:- تمہارے پاس آئی اللہ کی طرف سے روشنی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور کتابِ مبین (یعنی قرآن مجید) جن سے اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سلامتی کے راستے کی ان کو جو تابع ہوئے اس کی رضامندی کے۔

یہ آیت بھی آیاتِ مذکورۂ سابقہ کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے سوا کسی اور نئے نبی یا نئی وحی پر ایمان لانے کے بغیر ہدایت اور دُخولِ جنت کا وعدہ کرتی ہے، جو ہر قسم کی نبوّت کے انقطاع کا کھلا ہوا اعلان ہے۔

آیت نمبر۳۴:- فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ. اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِىَّ الْاُمِّىَّ الَّذِىْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِى التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ. (الاعراف:۱۵۶،۱۵۷)

ترجمہ:- سو میں لکھ دوں گا (اپنی رحمت) اُن لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ .و ہماری باتوں پر یقین کرتے ہیں اور جو تابع ہیں اس رسول کے جو نبی ہے اُمی، جس کو پاتے ہیں (اہلِ کتاب) لکھا ہوا اپنے پاس توراۃ اور انجیل میں۔

یہ آیت بھی پہلی آیتوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی پر ایمان لائے بغیر جنت و مغفرت کا وعدہ کرتی ہے، اور اگر کوئی اور نبی (اگرچہ

بقول مرزا صاحب) بروزی رنگ میں ہی دُنیا میں پیدا ہوتا تو یہ قرآن کا وعدہ ہرگز پورا نہیں ہوسکتا، جیسا کہ مکرّر تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

آیت نمبر۳۵:- فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

(الاعراف:۱۵۷)

ترجمہ:- پس جو لوگ آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائے اور جنہوں نے آپؐ کی رفاقت اور مدد کی اور تابع ہوئے اس نور (قرآن) کے جو اس کے ساتھ اُترا ہے، وہی مراد کو پہنچے۔

یہ آیت بھی مطلق نبوّت کے انقطاع پر آیاتِ مذکورہ کی طرح روشن دلیل ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی پر ایمان لانے کے بغیر ہر فلاح و بہبود کا وعدہ کرتی ہے۔

آیت نمبر۳۶:- فَاٰمِنُوْا بِاللہِ وَرَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ. (الاعراف:۱۵۸)

ترجمہ:- ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبیِ اُمی پر، جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور اس کے سب کلام پر، اور اس کے تابع ہوجاؤ تو شاید تم ہدایت پاؤ۔

یہ آیتِ کریمہ بھی آیاتِ مذکورہ کے ہم معنی اور مطلقاً ختمِ نبوّت کی دلیل ہے، فتذکر۔

آیت نمبر۳۷:- یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللہَ وَرَسُوْلَہٗ.

(الانفال:۲۰)

ترجمہ:- اے ایمان والو! حکم پر چلو اللہ کے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے۔

اس آیتِ کریمہ سے بھی ختمِ نبوّت کا ثبوت اسی طرح سمجھئے جس طرح آیاتِ سابقہ میں بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۳۸:- یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ. (الانفال:۲۴)

ترجمہ:- اے ایمان والو! مانو حکم اللہ کا اور رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا جبکہ بلائے تم کو ایک کام پر جس میں تمہاری زندگی ہے۔

یہ کلامِ الٰہی بھی پہلی آیات کی طرح مطلقاً ختمِ نبوّت کو ثابت کرتا ہے۔

آیت نمبر ۳۸:- وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ. (الانفال:۴۶)

ترجمہ:- اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا، اور آپس میں نہ جھگڑو کہ نامراد ہوجاؤ اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے۔

اس آیت کا مطلق نبوّت کے انقطاع کی واضح دلیل ہونا ہمارے گزشتہ کلام میں بوضاحت ثابت ہوچکا ہے۔

آیت نمبر ۴۰:- یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ. (الانفال:۶۴)

ترجمہ:- اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کافی ہے اللہ آپ کو اور اُن مسلمانوں کو جو آپ کا اِتباع کریں۔

اس آیتِ کریمہ میں بھی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِتباع کو نجات کے لئے کافی قرار دے کر ختمِ نبوّت کا روشن ثبوت دیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۴۱:- وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ، اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُھُمُ اللّٰہُ، اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ. (التوبہ:۷۱)

ترجمہ:- مسلمان حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے، اُن پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

یہ بھی گزشتہ آیات کی نظیر ہے اور مضمونِ مذکور کو ادا کرتی ہے۔

آیت نمبر۴۲:- فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا، وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ. (التغابن:۸)

ترجمہ:- ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اس نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل کیا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں سے خبردار ہے۔

اس آیتِ شریفہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی پر ایمان لانے کو شرطِ نجات نہیں بنایا گیا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کو کافی بتلایا گیا ہے۔

آیت نمبر۴۳:- یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَۃٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ. تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ، ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (الصف:۱۱)

ترجمہ:- اے ایمان والو! میں بتاؤں تم کو ایک سوداگری کہ بچاوے تم کو دُکھ کی مار سے، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے، یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔

اس آیتِ کریمہ نے جو نافع تجارت مسلمانوں کو سکھلائی ہے، وہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور اسی ایمان کو عذابِ آخرت سے بچانے کا کفیل بتلایا ہے، اس میں کہیں شرط نہیں کہ ایک بروزی، ظلّی یا لغوی نبی آئے گا اور اس پر ایمان لانا بھی شرطِ نجات ہے، اور ظاہر ہے کہ اگر سلسلۂ نبوّت جاری مانا جائے تو اس آیت کا وعدہ بغیر نئے نبی پر ایمان لائے پورا نہیں ہوسکتا۔

آیت نمبر۴۴:- اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ

مُسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ، فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيْرٌ. (الحدید:۷)

ترجمہ:- تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں تمہیں پہلوں کا قائم مقام بنایا ہے، پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور اللہ کے راستے میں خرچ کیا ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

یہ آیت اپنے مضمون اور ختمِ نبوّت کے ثبوت میں پہلی آیات کی نظیر ہے، کیونکہ اس میں اَجرِ کبیر کے وعدے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ کسی بعد میں آنے والے نبی پر ایمان لانے کو شرط نہیں کیا گیا، خواہ وہ تشریعی ہو یا بقول مرزا غیر تشریعی اور ظلّی یا بروزی یا لغوی۔

آیت نمبر ۴۵:- هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (الجمعہ:۲،۳)

ترجمہ:- وہی ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا، پڑھتا ہے ان کے پاس اس کی آیتیں اور اُن کو سنوارتا ہے اور سکھاتا ہے عقل مندی، اور اس سے پہلے پڑے تھے یہ صریح گمراہی میں، اور ایک اوروں کے واسطے انہی میں سے جو ابھی اُن میں نہیں ملے اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

اس آیتِ کریمہ کے ترجمے میں خط کشیدہ الفاظ پر غور کرو، جن میں صفائی کے ساتھ بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے زمانے کے لوگوں کے لئے نبی اور رسول نہیں تھے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت تمام ان نسلوں کے لئے بھی محیط اور شامل ہے جو آپؐ کے عہدِ مبارک میں پیدا نہ ہوئے تھے، اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔

امام التفسیر ابنِ کثیر رحمہ اللہ آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں صحیح بخاری کی حدیث بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:-

فَفِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ دَلِیْلٌ عَلٰی أَنَّ هٰذِهِ السُّوْرَةَ مَدَنِیَّةٌ وَعَلٰی عُمُوْمِ بِعْثَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی جَمِیْعِ النَّاسِ لِأَنَّهٗ فَسَّرَ قَوْلَهٗ تَعَالٰی: وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ بِفَارِسَ وَلِهٰذَا کَتَبَ کُتُبَهٗ اِلٰی فَارِسَ وَالرُّوْمِ وَغَیْرِهِمْ مِنَ الْاُمَمِ یَدْعُوْهُمْ اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِلَی اتِّبَاعِ مَا جَاءَ بِهٖ، وَلِهٰذَا قَالَ مُجَاهِدٌ وَغَیْرُ وَاحِدٍ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ) قَالَ: هُوَ الْأَعَاجِمُ کُلُّ مَنْ صَدَّقَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَیْرِ الْعَرَبِ. (تفسیر ابنِ کثیر)

ترجمہ:- اس حدیث میں دلیل ہے کہ یہ سورت (جمعہ) مدنیہ ہے، اور اس پر بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و بعثت (تمام عالم اور) تمام لوگوں کے لئے عام ہے، کیونکہ آیتِ مذکورہ میں "وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ" کی تفسیر حدیثِ بخاری میں فارس سے کی گئی ہے، اور اسی وجہ سے آپؐ نے فارس و رُوم وغیرہ کی طرف دعوت نامے ارسال فرمائے، اور اسی لئے امامِ تفسیر حضرت مجاہدؒ اور دُوسرے بہت سے علمائے تفسیر نے "اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ" کے متعلق فرمایا ہے کہ اس سے مراد عجمی لوگ ہیں، غیرِعرب میں سے جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہے۔

نیز امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ بحوالہ ابنِ ابی حاتم اسی آیت کی تفسیر میں سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِنَّ فِیْ أَصْلَابِ أَصْلَابِ أَصْلَابِ رِجَالٍ وَنِسَاءٍ مِنْ أُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ، ثُمَّ قَرَأَ: وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا

يَلْحَقُوْا بِهِمْ. يَعْنِيْ بَقِيَّةَ مَنْ بَقِيَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (ابنِ کثیر ج:۹ ص:۳۴۹)

ترجمہ:- بے شک میری اُمت کے مردوں اور عورتوں کی پشت در پشت ایسے لوگ ہوں گے جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے، اور آپؐ نے اس کی شہادت میں یہ آیت پڑھی: "وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ" مراد یہ تھی کہ آخرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو اُمتِ محمدیہؐ میں (قیامت تک) آنے والے ہیں۔

آیتِ مذکورہ سے واضح طور پر حسبِ تقریر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ اَمر ثابت ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائرۂ نبوّت و بعثت قیامت تک آنے والی تمام نسلوں پر محیط اور شامل ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جب تمام آنے والی نسلیں آپؐ کی نبوّت کے احاطے میں داخل ہیں تو آپؐ کے بعد نہ کسی اور نبی کی ضرورت ہے اور نہ گنجائش۔

آیت نمبر۴۶:- قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللهِ، عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ. (یوسف:۱۰۸)

ترجمہ:- آپؐ کہہ دیجئے کہ یہ میرا طریق ہے، میں خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں، میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی۔

اس آیتِ کریمہ میں "اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ" کے الفاظ قابلِ غور ہیں، جن میں ارشاد کیا گیا ہے کہ "عَلٰى بَصِيْرَةٍ" دعوتِ حق دینے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور وہ صحابہ کرامؓ اور علمائے اُمت جو آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کے متبع اور پیرو ہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے "مَنِ اتَّبَعَنِيْ" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

يَعْنِيْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ كَانُوْا عَلٰى أَحْسَنِ طَرِيْقَةٍ وَاقْتَصَدَ هِدَايَةً. (معالم التنزیل)

ترجمہ:- یعنی صحابہ کرامؓ جو بہترین طریقہ اور ہدایت پر تھے۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی دُنیا میں پیدا ہونے والا تھا تو لازمی نتیجہ تھا کہ وہ بھی بصیرت کے ساتھ دعوتِ حق دینے والے افراد میں شمار کیا جاتا، بلکہ مناسب تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے ان انبیاء کا ذکر ہوتا جو آپؐ کے بعد دعوتِ حق کے لئے آنے والے تھے، پھر اُن کے بعد صحابہ کرامؓ اور علماء کا تذکرہ درجہ بدرجہ ہوتا، لیکن جبکہ تنزیلِ عزیز نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بجائے انبیاء کے نام لینے کے صحابہ کرامؓ اور علمائے اُمت کا ذکر فرمایا تو ثابت ہوا کہ آپؐ کے بعد کوئی اور نبی مبعوث ہونے والا نہیں۔

آیت نمبر ۴۷:- لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ. (النساء:۱۶۲)

ترجمہ:- لیکن اُن میں جو لوگ علم پر ثابت ہیں اور ایمان والے ہیں، وہ ایمان لاتے ہیں اس وحی پر جو آپؐ پر نازل ہوئی اور جو آپؐ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئی۔

آیت نمبر ۴۸:- اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا، وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (النور:۵۱)

ترجمہ:- ایمان والوں کی بات یہ تھی کہ جب بلائے ان کو اللہ اور رسول کی طرف ان میں فیصلہ کرنے کے لئے تو کہیں ہم نے سنا اور مانا اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

آیت نمبر ۴۹:- وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ. (النور:۵۲)

ترجمہ:- اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کریں اور اللہ سے ڈریں اور بچیں اس کے

محرّمات سے، وہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

آیت نمبر۵۰:- قُلْ أَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ. الأية. (النور:۵۴)

ترجمہ:- کہہ دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی۔

آیت نمبر۵۱:- وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا. (النور:۵۴)

ترجمہ:- اگر تم آپؐ کی (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی) کی اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤ گے۔

آیت نمبر۵۲:- وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (النور:۵۶)

ترجمہ:- اور قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ اور اطاعت کرو رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی، شاید تم پر رحم ہو۔

آیت نمبر۵۳:- اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ. (النور:۶۲)

ترجمہ:- ایمان والے وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

آیت نمبر۵۴:- اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ، فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّأَجْرٍ كَرِيْمٍ. (یٰس:۱۱)

ترجمہ:- بس آپؐ تو صرف ایسے ہی شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے، اور خدا سے بے دیکھے ڈرے، سو آپؐ اس کو مغفرت اور عمدہ عوض کی خوشخبری سنا دیجئے۔

آیت نمبر۵۵:- اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ. (الحجرات:۱۵)

ترجمہ:- ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائیں اللہ پر اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

آیت نمبر ۵۶:- وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا. (الاحزاب:۷۱)

ترجمہ:- اور جو کوئی پیروی کرے اللہ کی اور اس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُس نے پائی بڑی مراد۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں بھی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور آپؐ سے پہلے انبیاء کی وحی پر ایمان لانے کو کافی بتلاکر قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور آپؐ کے اتباع کو مدارِ نجات قرار فرمایا ہے، اور اسی پر جنت و مغفرت وغیرہ کے وعدے ہیں۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم کا یہ وعدہ کبھی منسوخ نہیں ہوسکتا، بلکہ تاقیامت جاری ہے، اگر دُنیا میں وحیٔ نبوّت کا سلسلہ جاری ہوتو کیا اس وحی پر ایمان لائے بغیر کوئی انسان جنت اور اس کے درجات کا مستحق بن سکتا ہے؟ اور اگر نہیں بن سکتا تو پھر قرآن کے یہ وعدے کیسے پورے ہوسکتے ہیں؟

آیت نمبر ۵۷:- وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ. (الاحزاب:۷)

ترجمہ:- اور یاد کرو جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا، اور آپ سے (اے محمدؐ) اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ابنِ مریم سے۔

اس آیتِ کریمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی تمام انبیاء سے پہلے ذکر فرمایا گیا ہے، اس کی وجہ خود زبانِ رسالت نے بیان فرمائی ہے:-

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: "وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ" الاٰية، قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِی الْبَعْثِ فَبُدِاَ بِیْ قَبْلَهُمْ. (ابنِ کثیر ج:۸ ص:۴۸)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آیتِ کریمہ: "وَاِذْ اَخَذْنَا

مِنَ النَّبِيّٖنَ ..... الخ“ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: میں پیدائش میں تمام انبیاء سے پہلے تھا، اور اس عالمِ بعثت میں سب کے آخر میں، اسی لئے سب سے پہلے میرا نام لیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی معلوم ہوا کہ اس آیت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے اور سب سے آخری نبی ہونے کی دلیل ہے۔

آیت نمبر ۵۸:- اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ. (الاعراف:۳)

ترجمہ:- اس وحی کا اِتباع کرو جو تمہاری طرف تمہارے ربّ کی طرف سے نازل ہوچکی ہے، اور نہ چلو اُس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے۔

یہ آیتِ کریمہ اگر ایک طرف اس وحی کا اِتباع اہلِ عالم کے لئے فرض کرتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو دُوسری جانب صاف طور سے اس کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اس وحی کے علاوہ اور کسی وحی کا اِتباع جائز نہیں۔

اب انصاف کیجئے کہ اگر آپؐ کے بعد بھی کوئی آسمانی وحی خدا کی طرف سے آنے والی تھی، تو اس کے اِتباع سے کیوں روکا جاتا؟ اور پھر اس پر بھی غور کیجئے کہ جب دُنیا اس کے اِتباع سے ممنوع ہے تو پھر اس وحی کے نازل کرنے اور نبی کے دُنیا میں بھیجنے سے کیا فائدہ ہے؟

آیت نمبر ۵۹:- وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا، كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ. ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ. (یونس:۱۳،۱۴)

ترجمہ:- اور ہم ہلاک کرچکے سب اُمتوں کو تم سے پہلے، جبکہ

انہوں نے ظلم کیا اور لائے تھے ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں اور ہرگز نہ تھے وہ ایمان لانے والے، یونہی سزا دیتے ہیں ہم گنہگار قوم کو، پھر ہم نے تم کو نائب کیا زمین میں ان (سب) اُمتوں کے بعد تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو۔

اس آیتِ کریمہ میں اوّل تو یہ بتلایا گیا کہ پہلی اُمتیں سب شرک کی وجہ سے ہلاک ہوچکیں، اور پھر بیان کیا گیا کہ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تمام اُمتوں کی خلیفہ اور زمین میں سب کی قائم مقام ہے، جس کا حاصل صاف یہ ہے کہ یہ اُمت آخر الاُمم ہے، اس کے بعد نہ کوئی جدید نبی آئے گا اور نہ اس کی نئی اُمت پیدا ہوگی۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ خداوندِ عالم نے بنی اسرائیل پر اپنے انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

اُذْكُرُوْا .... اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ. (المائدہ:۲۰)

ترجمہ:- اور یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر انبیاء پیدا کئے۔

لیکن خیر الاُمم کے متعلق کہیں ایسے الفاظ مذکور نہیں، بلکہ اس موقع پر "جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ"(۱) کئی آیتوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدائے قدوس کی حکمتِ غامضہ اور خیر الاُمم کی شانِ امتیاز کا اقتضاء یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ نبوّت کے طلوع ہونے کے بعد کسی جدید ستارے کی روشنی کی ضرورت نہ سمجھی جائے۔

لیکن یاد رہے کہ اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اُمت اُممِ سابقہ سے کسی درجے میں کم ہے، کیونکہ منصبِ نبوّت کے نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کمالاتِ نبوّت بھی مفقود ہوں، چنانچہ ارشاداتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہؐ اس کا اعلان کرتی ہیں کہ یہ اُمت کمالاتِ نبوّت کے ساتھ متصف ہے، مگر منصبِ نبوّت آپؐ کے بعد کسی کو اس لئے نہیں دیا جاتا کہ اس میں آپؐ کی شانِ عظمت کی تنقیص ہے۔

مسندِ ابوداؤد طیالسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک

(۱) ہم نے تمہیں خلیفہ بنایا۔ ۱۲ منہ

طویل حدیث نقل کی ہے، جو انشاء اللہ تعالیٰ حصہ سوم "ختم النبوۃ فی الحدیث" میں مفصل نقل کی جاوے گی، اس کے چند جملے یہ ہیں:-

وَتَقُوْلُ الْاُمَمُ کَادَتْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃُ اَنْ تَکُوْنَ اَنْبِیَآءَ کُلُّھَا.

(مسندِ ابوداؤد طیالسی ص:۲۵۴)

ترجمہ:- قیامت کے روز تمام امتیں کہیں گی کہ قریب کہ یہ اُمت سب کی سب انبیاء ہوں۔

نیز خداوندِ عالم نے پہلی اُمتوں کے متعلق جب یہ ذکر فرمایا کہ وہ اپنے سے پہلی اُمتوں کے قائم مقام اور خلیفہ ہیں تو ساتھ ہی اس قوم کا بھی ذکر فرمایا جس کا خلیفہ اس اُمت کو کیا گیا تھا، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:-

وَاذْکُرُوْٓا اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ.

(الاعراف:۵۹)

ترجمہ:- اور یاد کرو جب ہم نے قومِ نوح کے بعد تمہیں خلیفہ بنایا۔

اور دُوسری جگہ ارشاد ہے:-

وَاذْکُرُوْٓا اِذْ جَعَلَکُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ. (الاعراف:۷۴)

ترجمہ:- اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں عاد کے بعد قائم مقام بنادیا۔

جس میں کسی اُمت کو قومِ نوح کا اور کسی کو قومِ عاد کا خلیفہ اور قائم مقام بتلایا گیا ہے، بخلاف خیر الاُمم کے کہ اس کی خلافت و نیابت کو کسی خاص قوم کے ساتھ مقید نہیں فرمایا بلکہ "خَلٰٓئِفَ" کے ساتھ "فِی الْاَرْضِ" کی قید کا اضافہ کرکے اس کا صاف اعلان کردیا کہ یہ اُمتِ محمدیہؐ علی الاطلاق تمام اُممِ دُنیا کی خلیفہ ہے، اس کے بعد کوئی اور اُمت عالمِ دُنیا میں آنے والی نہیں۔

آیت نمبر۶۰:- وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ. (الانعام:۱۶۵)

ترجمہ:- وہ اللہ ہے جس نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کے درجات دُوسروں پر بلند کئے۔

آیت نمبر۶۱:- هُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلَٓئِفَ فِى الْأَرْضِ. الأية. (فاطر:۳۹)

ترجمہ:- وہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا۔

یہ آیات بھی آیتِ مذکورہ کی طرح اس اُمت کو تمام اُمم کا خلیفہ اور آخر الامم ثابت کرتی ہے، جس کی تفصیل ابھی گزر چکی ہے، مزید اطمینان کے لئے دیکھو تفسیرِ خازن جلد:۲ ص:۱۷:-

يَعْنِىْ وَاللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ خَلَٓئِفَ فِى الْأَرْضِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ الْخَالِيَةِ وَاسْتَخْلَفَكُمْ فَجَعَلَكُمْ خَلَٓئِفَ مِنْهُمْ تُخْلِفُوْنَهُمْ فِيْهَا وَتُعَمِّرُوْنَهَا بَعْدَهُمْ وَذٰلِكَ لِأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَاٰخِرُهُمْ وَاُمَّتُهٗ اٰخِرُ الْأُمَمِ.

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں اے اُمتِ محمدیہؐ تمام زمین کا خلیفہ بنایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلی تمام اُممِ سابقہ کو ہلاک کردیا اور تمہیں اُن کا خلیفہ بنادیا کہ تم زمین پر اُن کی نیابت کرو اور ان کے بعد زمین کو آباد کرو، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الانبیاء اور آپؐ کی اُمت کو آخر الاُمم بنایا ہے۔

تفسیرِ خازن کی مذکورہ بالا عبارت میں خط کشیدہ عبارت کو غور سے دیکھئے جس میں ہماری گزارش کی پوری تصدیق ہے۔

نیز علامہ نسفی رحمہ اللہ تفسیرِ مدارک میں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

لِأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ فَأُمَّتُهٗ قَدْ خُلِّفَتْ سَائِرَ الْأُمَمِ. (مدارک)

ترجمہ:- اس لئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیینؐ ہیں، اور

اسی لئے آپؐ کی اُمت ساری اُمتوں کی خلیفہ بنی۔

آیت نمبر ۶۲:- اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ. (القمر:۱)

ترجمہ:- قریب آ پہنچی قیامت اور شق ہوگیا چاند (جو کہ قربِ قیامت کی علامت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے)۔

آیت میں قیامت کے قریب ہونے سے اس کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہ پیدا ہوگا، چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تصریح فرمائی ہے، دیکھو ابوحازم سلمۃ بن دینار رضی اللہ عنہ کی حدیثِ ذیل:-

قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ هٰكَذَا، وَأَشَارَ بِاصْبَعَيْهِ السَّبَابَةِ وَالْوُسْطٰى. (بخاری ومسلم)

ترجمہ:- ابوحازمؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپؐ فرما رہے تھے کہ: میں اور قیامت دونوں اس طرح بھیجے گئے ہیں، اور آپؐ نے اپنی شہادت کی اُنگلی اور بیچ کی اُنگلی کو ملاکر اشارہ فرمایا۔

اور اسی مضمون کی تین حدیثیں امام احمد رحمہ اللہ نے اپنے مسند میں حضرت سہل بن سعد اور حضرت انس اور حضرت وہب سلوائی رضی اللہ عنہم سے بھی روایت فرمائی ہیں، جن کو ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے آیت مذکورۃ الصدر کی تفسیر میں پیش کیا ہے، دیکھو ابنِ کثیر جلد:۹ صفحہ:۳۴۰۔

اور حضرت ابن زمل رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں یہی مضمون اور بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس میں یہ بھی تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت دونوں کے قریب ہونے سے یہی مراد ہے کہ آپؐ کے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی پیدا نہ ہوگا۔

اسی حدیث میں ابو زمل رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک طویل خواب آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنا اور آپؐ کا اس کی تعبیر بیان فرمانا ذکر کیا ہے، تمام خواب اور اس کی تعبیر اس جگہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں، صرف وہ جملے نقل کر دینا کافی ہے جن سے اس وقت ہمارا مقصد متعلق ہے، یعنی ابو زمل رضی اللہ عنہ نے اس خواب میں من جملہ بہت سے واقعات کے یہ بھی دیکھا تھا کہ ایک ناقہ ہے اور اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلا رہے ہیں، آپؐ نے اس کی تعبیر میں ارشاد فرمایا:-

وَأَمَّا النَّاقَةُ الَّتِیْ رَأَیْتَهَا وَرَأَیْتَنِیْ أَبْعَثُهَا فَهِیَ السَّاعَةُ عَلَیْنَا تَقُوْمُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِیْ. الحدیث.

(اخرجہ البیہقی فی دلائل النبوۃ، ذکرہ ابن کثیر ج:۹ ص:۳۶۹)

ترجمہ:- وہ ناقہ جس کو تم نے دیکھا اور یہ دیکھا کہ میں اس کو چلا رہا ہوں وہ قیامت ہے جو ہم پر قائم ہوگی، نہ میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ میری اُمت کے بعد کوئی اُمت۔

آیت نمبر۶۳:- **اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ.** (الانبیاء:۱)

ترجمہ:- لوگوں کے لئے اُن کا حساب (قیامت کا دن) قریب آگیا اور وہ غفلت میں اس سے روگردانی کر رہے ہیں۔

آیت نمبر۶۴:- **اَتٰٓی اَمْرُ اللهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ.** (النحل:۱)

ترجمہ:- آپہنچا خدا تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت) سو تم اس میں جلدی مت مچاؤ۔

ائمۂ مفسرین نے عامۃً بیان فرمایا ہے کہ آیت میں اَمر اللہ سے قیامت مراد ہے، اور ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ قرآن میں قربِ قیامت سے اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان کوئی جدید نبی نہیں۔

آیت نمبر۶۵:- **کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ اللهُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ.** (الشوریٰ:۳)

ترجمہ:- اسی طرح اللہ تعالیٰ وحی بھیجتا ہے آپؐ کی طرف اور ان

انبیاء کی طرف جو آپؐ سے پہلے ہیں، وہ اللہ جو زبردست حکمت والا ہے۔

قرآنِ کریم نے اس مضمون کو بہت سی آیات میں بیان فرما کر مسئلۂ زیرِ بحث کا واضح فیصلہ فرمادیا ہے، جس کا بیان آیت نمبر۳ لغایت نمبر۷ میں گزر چکا ہے، اسی لئے ہم ناظرینِ کرام کی توجہ اس طرف منعطف کرتے ہوئے درخواست کرتے ہیں کہ پہلے اس پر غور فرمائیں کہ اس میں تو کسی کو شک نہیں ہوسکتا کہ خدائے قدوس کے تمام انبیاء و رُسل واجب الاحترام ہیں، اُن کا ذکر باعثِ برکات اور اُن کے ہر ہر قدم پر آنے والی نسلوں کے لئے عبرتیں اور حکمت کے سبق ہیں، اور اسی لئے اُن کے حالات و واقعات اور گراں قدر کارناموں کو جس قدر روشن کرکے بیان کیا جائے اسی قدر مفید اور نہایت مفید ہے، جیسا کہ خود قرآنِ کریم کا طرزِ عمل بتلا رہا ہے۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبوّت و رسالت باقی اور وحیٔ نبوّت کا سلسلہ جاری ہے تو پہلی اُمتوں کی طرح اس اُمت کے لئے بھی انبیاء علیہم السلام کی دو جماعتیں ہوجائیں گی، ایک وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکی ہیں، اور دُوسری وہ جو آپؐ کے بعد آنے والی ہیں، اس صورت میں مناسب یہ تھا کہ قرآنِ عزیز دونوں قسم کی جماعتوں کا تذکرہ کرتا، دونوں کے حالات کو بیان کرتا، جیسا کہ کتبِ سابقہ توراۃ و انجیل وغیرہ اسی طرزِ عمل سے معمور ہیں، اُن میں اگر ایک طرف انبیائے سابقین علیہم السلام کے کارنامے دِکھلا کر اس اُمت کے لئے درسِ عبرت پیش کیا گیا ہے، تو دُوسری جانب بعد میں آنے والے انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے حالات و علامات، اخلاق، عادات، تمدّن، معاشرت، وطن، ہجرت گاہ وغیرہ اور ان کی شریعت کا طغریٔ امتیاز اس طرح بتلایا گیا ہے کہ جس کے معلوم کرنے کے بعد کسی شخص کو ان کے پہچاننے میں غلط فہمی نہیں ہوسکتی، بلکہ بنصِ قرآن وہ آنے والے نبی کو اس طرح پہچانتے تھے جیسے کوئی شخص اپنی اولاد(۱) کو پہچانتا ہے، پھر آنے والے انبیاء کی صرف خبر ہی نہیں

(۱) قال تعالیٰ: "یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ"۔ ۱۲ منہ

دی بلکہ ان پر ایمان لانے اور ان کے اِتباع کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی بعثتِ انبیاء اور سلسلۂ وحی جاری تھا تو مناسب بلکہ ضروری تھا کہ قرآنِ عزیز انبیائے سابقین علیہم السلام کی طرح آنے والے انبیاء کا بھی مسلسل ومکمل تذکرہ کرتا، اُن کے نام، اُن کا مولد، حلیہ، اخلاق و عادات اور ایسے حالات بیان کردیتا کہ جن کے معلوم کرنے کے بعد اُمتِ مرحومہ کو آنے والے انبیاء کے پہچاننے میں کوئی شبہ باقی نہ رہتا۔

بلکہ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو بعد میں آنے والے انبیاء کا تذکرہ بہ نسبت انبیائے سابقین کے زیادہ اہم اور ضروری تھا، کیونکہ انبیائے سابقین پر اجمالی ایمان کافی ہے، یہ ضروری نہیں کہ اس میں سے ہر شخص کا نام اور تشخص معلوم ہو، اس کی ہدایتیں یاد ہوں، اس کے تمام اَحکام کی اطاعت کی جائے، اور خود قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:-

مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ.

جس نے بتلادیا کہ بہت سے انبیائے سابقین کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں بتلائے گئے، اُمت کا تو ذکر ہی کیا۔

الغرض انبیائے سابقین کے متعلق صرف اس قدر اجمالی ایمان کافی ہے کہ خداوندِ عالم نے جتنے انبیاء بھیجے ہیں وہ سب حق و صداقت پر ہیں، اُن کے شخصی حالات ایمان کا جزو نہیں، بخلاف بعد میں آنے والے انبیاء کے کہ اُن کے دعوے کی تصدیق، اُن پر ایمان لانا، اُن کے تمام اَحکام کا اِتباع اُمتِ مرحومہ کا اوّلین فرض ہے اور ان کی نجات کا مدار ہوگا، وہ جب تک آنے والے انبیاء کو نہ پہچانیں اور ان پر ایمان نہ لائیں، اگرچہ پہلے سب انبیاء پر کامل ایمان رکھیں، ہرگز نجات نہیں پاسکتے۔

ایسی حالت میں انصاف کیجئے کہ انبیائے سابقین کے حالات کا دُہرانا، اُن کے شخصی حالات کا تذکرہ زیادہ اہم اور ضروری ہے یا بعد میں آنے والے انبیاء کا؟

اس کے بعد قرآنِ کریم کی آیاتِ بینات پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ اس مجسم ہدایت نے بعد میں آنے والے انبیاء کے ذکر اور اُن کے حالات کا کہاں تک اہتمام

کیا ہے اور انبیائے سابقین کا کہاں تک؟

ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید کے تیس پاروں میں کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں دِکھائی جاسکتی جس میں کسی بعد میں پیدا ہونے والے نبی کا نام یا اس کا حلیہ یا اس کا وطن یا اور کوئی تشخص بتلایا گیا ہو، بلکہ بلاتعین اجمالی طور پر کہیں یہ بھی ذکر نہیں کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہوگا۔

بخلاف اس کے کہ انبیائے سابقین کے نامِ نامی، ان کے وطن اور جائے قیام کا اکثر بلکہ مکرّر ذکر فرمایا گیا ہے، ان کے تبلیغی کارناموں اور قصصِ عبرت کو ایک مرتبہ اور ایک جگہ نہیں، بلکہ قرآن کے مختلف مواضع میں مکرّر سہ کرّر لوٹایا گیا، ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کو دیکھئے کہ شاید کوئی پارہ ایسا نکلے جس میں اس قصے کا تفصیلاً یا اجمالاً ذکر نہ ہو۔

تنزیلِ عزیز کے اس طرزِ عمل اور طریقِ ہدایت میں کیا چشمِ بصیرت کے لئے یہ سبق نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں، ورنہ کس قدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ جس آنے والے نبی کا شخصی طور پر پہچاننا، اس کے حالات معلوم کرنا، اس کے اَحکام کی پیروی کرنا اُمت کے لئے جزوِ ایمان اور مدارِ نجات ہے، اس کا تو کہیں نام بھی نہ لیا جائے، کوئی ذکر بھی نہ کیا جائے، اس کے بعد میں آنے کی طرف اشارہ بھی نہ فرمایا جائے، اور جن انبیائے سابقین پر اجمالی ایمان لانا کافی تھا اُن کے ناموں کا معلوم ہونا، ان کے حالات و تشخصات کا جاننا، ان کے قصص کا پڑھنا جزوِ ایمان نہیں تھا، اس کو بار بار مختلف عنوانات سے سارے قرآن میں دُہرایا جارہا ہے۔

پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ قرآن مجید میں اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت اور وحی کے تذکرہ کے ساتھ "مِنْ قَبْلُ، مِنْ قَبْلِکَ" وغیرہ کی قید لگاکر اس کا اعلان کیا جارہا ہے کہ نبوّت و رسالت اور وحی کے سلسلے صرف زمانۂ قبل ہی تک محدود ہیں، بعد میں نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ سلسلۂ وحی جاری رہے گا۔

اسی کی ایک نظیر وہ آیتِ کریمہ ہے جو اُوپر تلاوت کی گئی ہے، یعنی:

"کَذٰلِکَ یُوْحِیْ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ" جس میں بتلایا گیا ہے کہ وحیٔ الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگی، اور آپؐ سے پہلے انبیاء کی طرف۔

غور کا مقام ہے کہ اگر بعد میں بھی یہ سلسلۂ وحی جاری تھا تو اوّل تو لازمی تھا کہ اس کو نہایت روشن کر کے ذکر کیا جاتا اور اُمت کو اس کے اِتباع کی تاکید اور ہدایت کی جاتی، اور اگر یہ نہیں تھا تو کم از کم "مِنْ قَبْلِکَ" کی تخصیص کا تو کوئی موقع ہی نہیں تھا۔

اس لئے بہ یقین کہا جاسکتا ہے کہ قرآنِ عزیز میں وحیٔ الٰہی کے ساتھ "مِنْ قَبْلِکَ" اور "مِنْ قَبْلُ" وغیرہ کی تخصیصات اس بات کا کھلا ہوا اعلان ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا جدید نبی پیدا نہ ہوگا۔

نیز یہ بات بھی قابلِ ملاحظہ ہے کہ قرآن مجید ایک غیر منسوخ وابدی قانون ہے، قیامت تک پیدا ہونے والی تمام نسلیں اسی کے زیرِ حکومت ہیں، یہاں تک کہ فرقۂ مرزائیہ کی دونوں پارٹیوں کی بھی ظاہراً اس میں خلاف نہیں[1]، اس کے باوجود اس میں آئندہ پیدا ہونے والے انبیاء کا تذکرہ نہ ہونا، اُن کے حالات کی تفصیل بلکہ اجمال کا بھی مذکور نہ ہونا، قطعاً یہ حکم کر رہا ہے کہ آئندہ کسی طرح سے سلسلۂ نبوّت باقی نہیں۔

اگر کتبِ قدیمہ توراۃ و اِنجیل وغیرہ اس طرزِ عمل کو اختیار کرتی ہوئی صرف اپنے سے پہلے انبیاء کے تذکرہ پر اکتفاء کریں، اور انبیاء کے ذکر کے ساتھ "مِنْ قَبْلُ" وغیرہ کی قید لگائیں، تو ایک درجہ میں غیر مناسب نہ تھا، کیونکہ وہ کتابیں ایک محدود زمانہ اور محدود اقوام کے لئے نازل کی گئی تھیں، وہ اس کی کفیل نہ تھیں کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ہدایت کا مکمل سامان پیش کریں، اور ان انبیاء کا مفصل ذکر کریں جو اُن کے بعد میں آنے والے ہیں۔

لیکن قرآنِ عزیز جو تاقیامت تمام انسانوں کے لئے نجات و ہدایت کا کفیل

---

(۱) اگرچہ حقیقت میں وہ صرف مرزا صاحب کی پوجا کرتے ہیں اور انہی کے اتباع میں بہت سے احکامِ قرآنیہ کو صفائی سے رد کرتے ہیں۔ ۱۲ منہ

ہوکر دُنیا میں آیا ہے، اگر سلسلۂ نبوّت و وحی جاری رکھنے کے باوجود وہ بعد میں آنے والے انبیاء کے مفصل حالات بیان نہیں کرتا تو یقیناً کہنا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) اس کی تعلیم اور ہدایت میں سخت نقصان ہے۔

جب ہم کتبِ سابقہ کو انبیاءِ ما بعد کے مفصل اور مکمل حالات اور ان کے تذکروں سے بھرا ہوا دیکھتے ہیں، اور اس کے خلاف قرآنِ کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کا نام تک نہیں پاتے، مفصل حالات کو چھوڑ کر اجمال اور اشارہ بھی اس کی طرف نہیں دیکھتے، بلکہ صراحۃً اور قطعاً انقطاعِ نبوّت کے مکرّر اعلان اس کی آیت میں تلاوت کرتے ہیں تو ایمان لانا پڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی تشریعی یا غیرتشریعی اور بقول مرزاجی ظلّی یا بروزی نبی کو تجویز کرنا یقیناً اسلام اور شریعتِ اسلامیہ سے رُوگردانی، اس کی نصوص کو ٹھکرانا اور کھلا ہوا اِرتداد ہے، نعوذ باللہ منہ۔

اس کے بعد ناظرینِ کرام وہ آیات ملاحظہ فرمائیں جن میں خداوندِ عالم نے انبیاء کے تذکرہ کے ساتھ "مِنْ قَبْلُ" وغیرہ کی قیدیں لگائی ہیں۔

تنبیہ:- ان آیات سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ اگر بقول مرزا صاحب نبی کی کوئی قسم غیرتشریعی یا ظلّی یا بروزی وغیرہ بھی شریعت میں معتبر ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ بھی منقطع ہے، کیونکہ نبی خواہ کسی نوع کا ہو اس پر ایمان لانا فرض اور اس سے اعراض کفر ہے۔

ایسی حالت میں قرآنِ کریم کا آنے والے غیرتشریعی یا ظلّی یا بروزی نبی کا کوئی تذکرہ نہ کرنا، بلکہ اس کے خلاف انقطاعِ نبوّت کا اعلان کرنا اس کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان اقسام میں سے بھی کسی قسم کا کوئی نبی بھیجنا حق تعالیٰ کو منظور نہیں۔

اس جگہ ایک اور بات بھی قابلِ غور ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت پر جو انتہائی شفقت تھی اس کے پیشِ نظر آپؐ نے قیامت تک اُمت کے سامنے پیش آنے والے تمام اہم معاملات کو ایک ایک کرکے نہایت صراحت و

وضاحت کے ساتھ سمجھایا ہے، جس کا بیان احادیثِ نبویہ میں اہتمام کے ساتھ آتا ہے، ایک طرف آئندہ آنے والے فتنوں اور اُن کے بڑے قائدوں کے پورے نشانات اور پتے بتلاکر ان سے محفوظ رہنے کی تدبیریں تلقین فرمائیں، تو دُوسری طرف ایسے بزرگوں کے پورے نام ونشان بتلائے جو ملت کی رہنمائی کریں گے، مثلاً دجالوں کے آنے کی خبر اور ان کے شر سے محفوظ رہنے کی تدبیریں، آنے والے فتنوں کی نشانیاں، اُن کے وجوہ و اسباب، اُن کے شر سے بچنے کی صورتیں، احادیثِ صحیحہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ موجود ہیں، اسی طرح اُمت کی رہنمائی کرنے والے بزرگوں کے نام لے لے کر کہیں فرمایا:-

اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ. (ترمذی، ابنِ ماجہ)

کہیں ارشاد فرمایا:-

يَـأْتِـیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُلُّ اُمَّةٍ عِطَاشًا اِلَّا مَنْ اَحَبَّ اَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا. (واصفی از کبیر)

کہیں خلفائے راشدینؓ کی سنت وطریق کو مضبوط پکڑنے کی ہدایت فرمائی، تو کہیں "تَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ" (ترمذی) ارشاد ہوا۔

اور "حَوَارِیَ الزُّبَيْرُ" (بخاری) اور "اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ" (بخاری ومسلم) اور "سَنَامُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَمِّیَ الْعَبَّاسُ وَسِبْطُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ" (کنز العمال ج:۶ ص:۶۲) اور "خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ" (خطابی، کنز) اور "اَعْلَمُهَا بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ" (کنز) فرماکر اُمت کے رہنماؤں اور مقتداؤں کے نام و پتے بتلادیئے۔

یمن سے اویس قرنی کے آنے کا پتہ دیا (مسلم)، ملکِ شام میں ابدال پیدا ہونے کا ذکر کیا (مسندِ احمد)، ہر صدی کے شروع میں مجدّد پیدا ہونے کا اظہار فرمایا (ابوداؤد)، آخر زمانے میں امام مہدی کے پیدا ہونے کا تفصیلی تذکرہ اور ان کی علامات اور پوری نشانیاں بتلائیں (العرف الوردی فی اخبار المہدی)۔

حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام کا آخری زمانے میں آسمان سے اُترنا بیان

فرمایا اور ان کی اتنی علامات و نشانات واضح طور پر بتلائے کہ اس سے زیادہ کسی شخص کے نشانات متعین کرنا عادۃً ممکن نہیں (التصریح بما تواتر فی نزول المسیح)۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کی حفاظت و ہدایت کے لئے یہ سب کچھ کیا، لیکن کسی ایک حدیث میں اس کا اشارہ تک نہ فرمایا کہ ہمارے بعد فلاں نبی تشریعی یا غیرتشریعی، ظلّی یا بروزی فلاں ملک، فلاں زمانے میں پیدا ہوگا، یہ اس کی علامات ہوں گی، اس کی اطاعت اُمت پر فرض ہوگی، اطاعت نہ کی گئی تو اُمت کافر، گمراہ اور ابدی عذاب میں مبتلا ہوجائے گی۔

ہاں! ذکر فرمایا تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دوبارہ آسمان سے نازل ہونے کا ذکر فرمایا، جن کو نبوّت اس دُنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مل چکی ہے، اور قرآن اُن کے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔

پھر یہ بھی واضح فرمادیا کہ آخر زمانے میں اس اُمت میں اُن کا تشریف لانا باوجود منصبِ نبوّت پر قائم ہونے کے بحیثیت نبی نہیں، بلکہ ایک امام اور خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت میں ہوگا، جیسے ایک صوبے کا گورنر یا وزیرِاعظم کسی دُوسرے صوبے میں چلا جائے تو وہ اپنے عہدۂ گورنری یا وزارت سے معزول نہیں ہوتا، مگر اس دُوسرے صوبے میں اس کا وجود اس حیثیت سے نہیں ہوتا۔

پھر آخر زمانے میں آنے والے مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ذکر ایک سو سے زیادہ احادیثِ نبویہ میں اتنی تفصیل وتوضیح کے ساتھ کیا گیا اور اُن کے نشانات اور پتے دیئے گئے کہ کسی شخص کے اس سے زیادہ پتے دینا عادۃً ناممکن ہے تاکہ آنے والے مسیح کے بارے میں اُمت کو کوئی التباس و اشتباہ نہ رہے (آنے والے مسیح کی علامات اور نشانیاں جو نصوصِ قرآن اور احادیثِ نبویہ میں مذکور ہیں ان کو ہم نے ایک مستقل رسالے ''مسیحِ موعود کی پہچان'' میں درج کیا ہے، یہ رسالہ شائع شدہ ہے ملاحظہ فرمایا جائے)۔[1]

خلاصہ یہ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے سوا اس اُمت میں کسی نبی یا

---

(۱) یہ رسالہ اس زیرِ نظر کتاب کے آخر میں بطورِ ضمیمہ شامل ہے۔ ۱۲ نجیب

رسول کے پیدا ہونے کا قطعاً کوئی تذکرہ بلکہ اشارہ تک کسی حدیث میں نہیں، بلکہ اس کے خلاف اس کی بے شمار تصریحات موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا منصبِ نبوّت کسی کو عطا نہیں ہوگا۔

قرآنِ کریم نے بھی جہاں ایمان کے بنیادی اُصول بتلائے (جیسے آیت مذکورۃ الصدر میں) تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے ساتھ صرف انبیائے سابقین کی وحی کو شامل فرمایا، کسی بعد میں پیدا ہونے والے تشریعی یا غیرتشریعی یا ظلّی یا بروزی نبی اور اس کی وحی کا مطلقاً کوئی ذکر نہ کیا۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتامِ نبوّت اور انقطاعِ وحیٔ نبوّت پورے قرآن اور ذخیرۂ احادیث میں اور کوئی بھی ثبوت نہ ہوتا تو ایک سمجھ دار آدمی کے لئے اتنا ہی کافی تھا جس سے وہ یقین کرلیتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی یا رسول پیدا ہونے والا نہیں، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی و نبوّت کا سلسلہ جاری رہے گا۔

بقول قادیانیہ اگر نبوّت کی کچھ اقسام تشریعی یا غیرتشریعی یا ظلّی و بروزی ہوتیں اور ان میں سے کوئی قسم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی رہنے والی ہوتی، تو کیا اس موقع پر لازم نہ تھا کہ اس کا تذکرہ کیا جاتا کہ فلاں قسم کا نبی فلاں فلاں علامات کے ساتھ آئے گا، اس پر بھی ایمان لانا فرض ہوگا، اور جو کچھ اس پر نازل ہوگا اس کو بھی تسلیم کرنا اور اس کی اطاعت کرنا مسلمان کے لئے ضروری ہوگا۔

آیت نمبر ٦٦:- وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ.

(الانعام:۴۲)

ترجمہ:- اور ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے تھے، بہت اُمتوں کی طرف۔

آیت نمبر ٦٧:- قُلْ قَدْ جَآءَکُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ.

الآیۃ (آل عمران:۱۸۳)

ترجمہ:- اے محمدؐ! آپ کہہ دیجئے کہ مجھ سے پہلے کس قدر پیغمبر

آئے معجزے لے کر۔

آیت نمبر ۶۸:- فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ.

(آل عمران:۱۸۴)

ترجمہ:- آپؐ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے۔

آیت نمبر ۶۹:- وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ.

(الانعام:۱۰)

ترجمہ:- اور مذاق اُڑایا گیا ہے ان رسولوں کا جو آپؐ سے پہلے گزرے۔

آیت نمبر ۷۰:- وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ.

(الانعام:۳۴)

ترجمہ:- اور جھٹلائے گئے ہیں بہت سے رسول تم سے پہلے۔

آیت نمبر ۷۱:- وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ أَهْلِ الْقُرٰى. (یوسف:۱۰۹)

ترجمہ:- اور ہم نے آپؐ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے جتنے (رسول) بھیجے سب آدمی ہی تھے (کوئی بھی فرشتہ نہ تھا)۔

آیت نمبر ۷۲:- وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ.

(الرعد:۳۲)

ترجمہ:- اور ٹھٹھا کیا گیا ہے بہت سے رسولوں کے ساتھ آپؐ سے پہلے۔

آیت نمبر ۷۳:- وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ.

(الرعد:۳۸)

ترجمہ:- اور ہم نے بھیجے ہیں بہت سے رسول آپؐ سے پہلے۔

آیت نمبر ۷۴:- وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ. (النحل:۴۳)

ترجمہ:- (اے محمدؐ!) آپؐ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ ہم حکم بھیجتے تھے ان کی طرف۔

آیت نمبر۷۵:- تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ. (النحل:۶۳)

ترجمہ:- اللہ کی قسم! ہم نے بہت سے رسول بھیجے بہت سے فرقوں میں آپؐ سے پہلے۔

آیت نمبر۷۶:- وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ. (فاطر:۳۱)

ترجمہ:- اور جو کتاب ہم نے آپ کی طرف بطور وحی بھیجی وہی حق ہے، تصدیق کرنے والی اپنے سے پہلی وحی کی۔

آیت نمبر۷۷:- سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا. (بنی اسرائیل:۷۷)

ترجمہ:- دستور پڑا ہوا اُن رسولوں کا جو آپؐ سے پہلے بھیجے ہم نے۔

آیت نمبر۷۸:- وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ. (الانبیاء:۲۵)

ترجمہ:- ہم نے آپؐ سے پہلے جو کوئی رسول بھیجا اس کو بھی وحی کی کہ کوئی بندگی کے لائق نہیں میرے سوا، سو میری ہی بندگی کرو۔

ظاہر ہے کہ یہ توحید کی تعلیم لازمۂ نبوّت ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی رسول بھیجا جاتا تو اس کے لئے بھی یقیناً یہی وحی ہوتی، اس کے لئے انبیاء ماقبل کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں، اس وحی میں "مِنْ قَبْلِکَ" کی قید یقیناً اس اَمر کا ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ بھیجا جائے گا۔

آیت نمبر۷۹:- وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ .... الْاٰیة. (الحج:۵۲)

ترجمہ:- ہم نے آپؐ سے پہلے جو کوئی رسول اور نبی بھیجا ہے.....الخ۔

آیت نمبر۸۰:- وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ. (الفرقان:۲۰)

ترجمہ:- اور جتنے بھیجے ہم نے آپؐ سے پہلے رسول سب کھانا کھاتے تھے۔

یہ الفاظ بھی قابلِ لحاظ ہیں، کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی مبعوث ہوتا تو یقیناً وہ بھی کھانے پینے سے بُری نہ ہوتا، پھر اس میں انبیائے ماقبل کی تخصیص کا اس کے سوا کیا فائدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کے انقطاع کا اعلان کرنا منظور ہے۔

آیت نمبر۸۱:- فَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ. (فاطر:۴)

ترجمہ:- آپؐ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے۔

آیت نمبر۸۲:- وَلَقَدْ أُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ لَئِنْ أَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ. (الزمر:۶۵)

ترجمہ:- آپؐ کی طرف اور آپؐ سے پہلے انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ اگر (بالفرض) تم بھی شرک کرو تو تمہارے بھی سارے عمل حبط (بیکار) ہوجائیں، اور تم خسارہ والوں میں داخل ہوجاؤ۔

اس میں بھی یہ بات غور طلب ہے کہ شرک اگر حبطِ عمل اور خسارہ کا باعث ہے تو وہ صرف انبیائے سابقین ہی کے لئے نہیں بلکہ اگر بعد میں بھی کوئی نبی ہوتا تو وہ بھی اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا۔

اس کے باوجود "مِنْ قَبْلِکَ" کی تخصیص سے کیا اس کی طرف صاف اشارہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ یہ اَحکام اس پر جاری ہوں گے؟ ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ شریعتِ خداوندی کسی بعد میں آنے والے نبی کے لئے شرک کو جائز نہیں رکھے گی۔

آیت نمبر۸۳:- مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ

قَبْلِکَ، اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ.

(حم السجدہ:۴۳)

ترجمہ:- آپؐ سے وہی کہا جاتا ہے جو سب رسولوں سے آپ سے پہلے کہا گیا کہ آپؐ کا رَبّ مغفرت والا ہے اور دردناک عذاب والا۔

اس میں بھی ظاہر ہے کہ انبیائے ماقبل کی تخصیص نہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی انبیاء ہوتے تو یقیناً اُن سے بھی یہی کہا جاتا، پھر "مِنْ قَبْلِکَ" کی تخصیص کا اس کے سوا کیا فائدہ ہے کہ انقطاعِ نبوّت بتلانا منظور ہو کہ نہ آپؐ کے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ یہ وحی اُس کی طرف بھیجی جائے گی۔

آیت نمبر۸۴:- کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ اللهُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. (الشوریٰ:۳)

ترجمہ:- ایسے ہی وحی بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ آپؐ کی طرف اور آپؐ سے پہلوں کی طرف جو زبردست اور حکمت والا ہے۔

آپؐ کی طرف اور آپؐ سے پہلے انبیاء کی طرف وحی بھیجنے میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ سے پہلے انبیاء کی تخصیص کیا یہ نہیں بتلاتی کہ انبیائے ماقبل کے علاوہ اور کسی پر وحی نہ بھیجی جائے گی؟ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اگر بعد نزول وحی ہوگی تو وہ اس کے مخالف نہیں، کیونکہ وہ انبیائے سابقین میں داخل ہیں۔

آیت نمبر۸۵:- وَکَذٰلِکَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا ..... الآیة. (الزخرف:۲۳)

ترجمہ:- اور اسی طرح جو رسول بھیجا ہم نے آپؐ سے پہلے کسی بستی میں .....الخ۔

آیت نمبر۸۶:- وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا. (الزخرف:۴۵)

ترجمہ:- اور ان رسولوں سے دریافت کرلیجئے جو ہم نے آپؐ

سے پہلے بھیجے تھے۔

ان کثیر التعداد آیاتِ کریمہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ نبوّت و رسالت اور وحی وغیرہ کے سلسلے کا جہاں کہیں ذکر آیا ہے اس کو اکثر ماقبل کے ساتھ مخصوص بتلایا گیا ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی انبیاء علیہم السلام پیدا ہونے والے تھے تو قرآنِ کریم کا یہ اُسلوب قطعاً حکمت کے خلاف ہوجائے گا (والعیاذ باللہ) کیونکہ اس صورت میں اوّل تو یہ مناسب تھا کہ بعد میں آنے والے انبیاء کا مفصل تذکرہ، اُن کے اسمائے گرامی، اُن کے مواطن ومہاجر وغیرہ بیان کئے جاتے، اور بہ نسبت انبیائے سابقین کے اُن کا زیادہ تذکرہ کیا جاتا۔

اور اگر یہ بھی نہیں تھا تو کم از کم نبوّت و رسالت اور وحی کے سلسلے کے ساتھ "مِنْ قَبْلُ" وغیرہ کی تخصیصات اور قیود بڑھا کر اُمت کو اس شبہ میں تو نہ ڈالا جاتا کہ بعد میں کوئی نبی اور وحی آنے والی نہیں۔

قرآنِ عزیز کے اس اُسلوبِ حکیم پر ایک نظر ڈالنے والا اس پر یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس کتابِ مجید کو اس طرزِ تحریر کے ذریعے سے یہی بتلانا منظور ہے کہ کسی قسم کی نبوّت اور کسی قسم سے وحیٔ نبوّت کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری نہ رہے گا، ان صاف وصریح شواہد کو بھی اگر کوئی نظر انداز کرے تو اس کی قسمت!

غیرتشریعی یا ظلّی، بروزی نبوّت کا انقطاع بلکہ اِبطال

اس سلسلۂ آیات سے قادیانی دجل وتحریف کا بھی بالکلیہ ازالہ ہوجاتا ہے جو قسم نبی غیرتشریعی یا ظلّی یا بروزی وغیرہ کے عنوانات سے بیان کی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ آیاتِ ختمِ نبوّت صرف نبی تشریعی کے آنے سے مانع ہیں، غیرتشریعی یا ظلّی و بروزی آسکتے ہیں۔

کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر غیرتشریعی یا ظلّی و بروزی کوئی قسم نبی کی عنداللہ معتبر ہوتی اور وہ بعد میں جاری ہونے والی ہوتی تو ضروری تھا کہ قرآنِ حکیم جو باتفاق قیامت تک آنے والی نسلوں کی ہدایت کا کفیل ہوکر آیا ہے، وہ بہ نسبت انبیائے

سابقین کے اُن آنے والے انبیاء کے حالات و مقامات کو نہایت اہتمام سے روشن کر کے بیان کرتا۔

مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بجائے آنے والے انبیاء کی خبر دینے اور ان کے حالات بیان کرنے کے قرآنِ حکیم اپنی غیر محصور آیات میں انقطاعِ سلسلۂ نبوّت کی خبر دیتا ہے، اور جہاں کہیں انبیاء اور نبوّت و رسالت کا تذکرہ آتا ہے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ ماقبل کے ساتھ مقید کرتا ہے تو ہمارے نزدیک کسی شب پرہ چشم کو بھی اس حقیقت سے آنکھ چرانے کی مجال نہیں رہتی، کہ اگر بالفرض غیر تشریعی یا ظلّی و بروزی کوئی قسم نبوّت کی عنداللہ معتبر بھی ہوتی تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوچکی۔

کیا مرزا غلام احمد کا دَم بھرنے والوں میں کوئی اللہ کا بندہ ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرے، اور اس بداہت کا اعتراف کرے کہ اپنے آپ کو ہمیشہ کے عذاب سے بچائے، **اَللّٰھُمَّ اھدِ قَومِیْ اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔**

آیت نمبر۸۷:- **وَکَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِیٍّ فِی الْاَوَّلِیْنَ۔**

(الزخرف:۶)

ترجمہ:- اور بہت رسول بھیجے ہم نے پہلی اُمتوں میں۔

یہ آیتِ کریمہ اور اسی طرح تمام مذکورۃ الصدر آیات جن میں بعثتِ انبیاء اور نزولِ وحی کا ذکر ہے سب کی سب اُممِ اوّلین اور زمانہ ماقبل میں نبوّت اور وحیٔ نبوّت کو ثابت کرتی ہیں، مگر مابعد کے زمانہ کے لئے کوئی اشارہ بھی نہیں پایا جاتا حالانکہ اس کا بیان اس سے زیادہ اہم تھا، جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے۔

لہٰذا آیاتِ قرآنیہ کے اس عظیم الشان ذخیرہ کو دیکھنے والا اس پر ایمان لانے کے لئے یقیناً مجبور ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا سلسلۂ نبوّت و وحی باقی نہیں۔

آیت نمبر۸۸:- **ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا، فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ، وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ، وَمِنْھُمْ**

سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ، ذٰلِکَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ

(فاطر:۳۲)

ترجمہ:- پھر ہم نے قرآن مجید کا وارث ان لوگوں کو بنادیا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں انتخاب کیا، پھر ان میں (تین قسم کے لوگ ہیں) بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے (گنہگار)، اور بعض بیچ کی چال چلنے والے، اور بعض نیکیوں میں بڑھنے والے اللہ کے حکم سے، یہی ہے بڑی بزرگی۔

اس آیتِ کریمہ نے وارثینِ قرآن یعنی اُمتِ مرحومہ کو تین جماعتوں میں تقسیم کیا ہے، جن کی تعیین میں صحابہ کرامؓ سے چند قول مروی ہیں۔

حضرت عقبہ بن صہبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو فرمایا:-

يَا بُنَيَّ! هٰٓؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ، اَمَّا السَّابِقُ بِالْخَيْرَاتِ فَمَنْ مَّضٰى عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ، وَاَمَّا الْمُقْتَصِدُ فَمَنِ اتَّبَعَ اَثَرَهٗ مِنْ اَصْحَابِهٖ حَتّٰى الْحق بِهِمْ، وَاَمَّا الظَّالِمُ لِنَفْسِهٖ فَمِثْلِيْ وَمِثْلُكُمْ.

(تفسیر ابنِ کثیر بحوالہ ابنِ ابی حاتم ج:۸ ص:۱۹۶)

ترجمہ:- پیارے! یہ تینوں جماعتیں جنتی ہیں، ان میں سے سابق بالخیرات تو وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گزر گئے، آپؐ نے اُن کے لئے جنت کی بشارت دی، اور مقتصد وہ لوگ ہیں جو آپؐ کے اصحابؓ میں سے اُن کے نشانِ قدم پر چلے، اور ظالم لنفسہٖ ہم جیسے لوگ ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تواضع اور کسرِ نفسی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو ظالم لنفسہٖ میں شمار کیا، ورنہ وہ تو سابقین بالخیرات میں اعلیٰ درجے پر ہیں۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان تینوں جماعتوں کی تعیین میں یہ روایت کیا جاتا ہے کہ:-

''ظالم لنفسہ'' گاؤں والے ہیں (جو اہلِ علم سے دُور رہتے ہیں)

اور ''مقتصد'' شہر والے ہیں، اور ''سابق بالخیرات'' اہلِ جہاد ہیں۔

(ابنِ کثیر بحوالہ ابنِ ابی حاتم ج:۸ ص:۱۹۶)

ان تینوں جماعتوں کی تعیین خواہ صدیقہ عائشہؓ کے قول کے مطابق کی جائے یا حضرت عثمان غنیؓ کے، لیکن اتنی بات بالاجمال دونوں میں متفق علیہ ہے کہ ان میں سے کوئی جماعت انبیاء کی جماعت نہیں، بلکہ وہ سب صحابہ کرامؓ ہیں، یا بعد میں آنے والے عام اُمتی۔

بالخصوص صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول تو اس میں بالکل صاف ہے، کیونکہ ان کی تفسیر پر سابق بالخیرات سے وہ صحابہؓ مراد ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں وفات پاچکے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے جنت کی بشارت دی، اور ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی نبی نہیں تھا، خود مرزا جی اور اُن کی اُمت بھی صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو نبی نہیں مانتے۔

اور جب اُمت کے افضل ترین طبقہ یعنی سابقین بالخیرات میں انبیاء نہیں، تو مقتصد اور ظالم لنفسہٖ میں اظہر ہے کہ انبیاء نہیں ہوسکتے، اور نہ مقتصد اور ظالم لنفسہٖ کے القاب شانِ نبوّت کے کسی طرح مناسب ہیں۔

الحاصل جو لوگ کتابِ مبین یعنی قرآنِ مجید کی وراثت کے لئے منتخب کئے گئے ہیں، اُن کی تین جماعتیں ہیں اور ان تینوں جماعتوں میں کسی نبی کا ذکر نہیں بلکہ ایک طرح سے نفی موجود ہے، تو کیا یہ اس اَمر کا واضح ثبوت نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی فرد نبوّت کا باقی نہیں ہے، حتیٰ کہ قرآنِ عزیز کا وارث اور اس کی شریعت کا پابند ہوکر بھی کوئی نبی اس اُمت میں پیدا نہیں ہوسکتا، اس سے اس غیرتشریعی اور ظلّی نبوّت کی بھی نفی ہوگئی جو مرزا جی نے مسلمانوں کو بہلانے کے لئے ایجاد کی ہے۔

آیت نمبر۸۹:- یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ أَطَعْنَا اللّٰهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُوْلَا. (الاحزاب:۶۶)

ترجمہ:- جس دن اوندھے ڈالے جائیں گے ان کے منہ آگ میں، کہیں گے کاش ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور اطاعت کی ہوتی (محمد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

آیت کے سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے صاف ظاہر ہے کہ "اَلرَّسُوْلَا" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، اس لئے پہلے "یَسْئَلُکَ" اور "مَا یُدْرِیْکَ" وغیرہ کے الفاظ دیکھو۔

ولہٰذا آیت کا حاصل یہ ہے کہ اس اُمت کے کفار کو جہنم میں اسی پر عذاب ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیوں نہ کی؟ اور اسی پر ان کو حسرت ہوگی۔

اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور انبیاء بھی پیدا ہونے والے تھے، اور ان کی اطاعت بھی اُمت کے لئے ضروری تھی تو اس اطاعت کے ترک پر بھی عذاب ہونا چاہئے تھا، اور اظہارِ حسرت کے وقت کفار کا یہ قول ہونا چاہئے تھا: "أَطَعْنَا الرُّسُلَ" یعنی کاش ہم اُن سب رسولوں کی اطاعت کرتے جو ہماری طرف بھیجے گئے۔

اور اسی طرح آیتِ ذیل بھی اسی معنیٰ کی شاہد ہے:-

آیت نمبر۹۰:- وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا. (الفرقان:۲۷)

ترجمہ:- اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کاش کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راستہ اختیار کرتا۔

آیت نمبر۹۱:- وَمَآ أَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا. (سبا:۲۸)

ترجمہ:- اور ہم نے آپؐ کو تمام ہی انسانوں کی طرف بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔

اس مضمون کی چند آیات پہلے گزر چکی ہیں، اور اُن کے ذیل میں صورتِ

استدلال بھی بیان کردی گئی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیتِ کریمہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عمومِ بعثت ثابت کرتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قیامت تک تمام پیدا ہونے والی نسلوں کی ہدایت کے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفیل بنادیئے گئے ہیں، آپؐ کی نبوّت کے بعد کسی اور نبوّت کی (خواہ وہ کسی صورت سے ہو) ہرگز ضرورت نہیں۔

آیت نمبر۹۲:- اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَىْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ. (سبا:۴۶)

ترجمہ:- محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ڈرانے والے ہیں ایک آنے والے عذابِ شدید سے پہلے۔

اس آیتِ کریمہ میں عذابِ شدید سے قیامت مراد ہے، جیسا کہ ابنِ کثیرؒ وغیرہ مفسرین نے تصریح فرمائی ہے (دیکھو: تفسیر ابنِ کثیر ج:۸ ص:۱۷۶)۔

اور اس لئے اس آیت کا حاصل بھی وہی ہے جو اُوپر چند آیتوں سے ثابت ہوچکا ہے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان میں کوئی اور نبی پیدا ہونے والا نہیں، ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت کی تفسیر حدیثِ ذیل سے کی ہے:-

عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ جَمِيْعًا اِنْ كَادَتْ لَتَسْبِقُنِىْ. رواه احمد فى مسنده. (ابنِ کثیر)

ترجمہ:- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں اور قیامت دونوں ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں، (گویا) وہ تو مجھ سے بھی آگے ہوئی جاتی تھی۔

اس حدیث شریف کا مضمون آیتِ مذکورہ کی تفسیر اور اس کا واضح ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی نہیں، اور قیامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہونے سے یہی اور صرف یہی مراد ہوسکتا ہے، ورنہ معاذ اللہ یہ کلامِ نبوی واقع کے خلاف ہوگا، بالخصوص آج جبکہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی وفات کو بھی تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس گزر چکے ہیں اور قیامت آج تک بھی نہیں آئی، پس اتنی طویل اور عریض مدّت کے ہوتے ہوئے اگر قیامت کو قریب کہا جاسکتا ہے تو صرف اس اعتبار سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

آیت نمبر۹۳:- يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِی الْاٰخِرَةِ. (ابراہیم:۲۷)

ترجمہ:- مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے، دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

یہ آیتِ کریمہ عذابِ قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس کی تفسیر احادیث میں اس طرح فرمائی گئی ہے، صحیح بخاری میں بروایتِ براء بن عازب رضی اللہ عنہ مذکور ہے:-

اِذَا اُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِیْ قَبْرِهٖ اُتِیَ ثُمَّ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَذٰلِکَ قَوْلُهٗ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ. الاٰية. (بخاری پ:۵ ص:۱۸۳)

ترجمہ:- جب مؤمن اپنی قبر میں بٹھایا جائے گا تو اس کے پاس فرشتے آئیں گے، پھر وہ شہادت دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد، رسول اللہ ہیں، پس یہی قولِ ثابت ہے جو آیت "يُثَبِّتُ اللّٰهُ" میں مذکور ہے۔

اور صحیح مسلم اور نسائی اور ابوداؤد، ابنِ ماجہ، اسمٰعیلی، ابوعوانہ وغیرہ میں بھی یہ روایت کسی قدر تفصیل کے ساتھ موجود ہے، جس کے بعض الفاظ میں ہے کہ مؤمن قبر میں شہادت دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانے گا، پس یہی "قولِ ثابت" ہے۔

اور صحیح مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے کہ اس سے پوچھا جائے گا کہ تیرا ربّ کون ہے؟ پس وہ کہے گا: "رَبِّیَ اللّٰهُ وَنَبِيِّیْ مُحَمَّدٌ" (میرا پروردگار اللہ ہے اور

میرے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں)۔ (دیکھو فتح الباری ج:۳ ص:۲۳۴)

الغرض ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ آیت میں ''قولِ ثابت'' سے وہ کلام مراد ہے جو مسلمان سوالِ قبر کے جواب میں کہے گا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس میں جب نبوّت پر کلام آئے گا تو وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی بتلا کر امتحان میں کامیاب ہوگا۔

بلکہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ جواب میں یوں کہے گا:-

میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کہ خاتم النبیین ہیں۔

(دیکھو درمنثور ج:۶ ص:۱۶۵ کی روایتِ مذکورہ)

اب اہلِ انصاف غور فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی خواہ کسی قسم کے ہوں، دُنیا میں مبعوث ہوتے اور مسلمان ان پر ایمان لاتے تو ضرور تھا کہ جب قبر میں نبوّت کا سوال ہوتا تو وہ اس نبی کا نام لیتے۔

لیکن ہم معاملہ برعکس دیکھتے ہیں، تمام مسلمان مرکر بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور اس کے ساتھ ہی مرزائی اوہام کا خاتمہ کرنے کے لئے یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ آپؐ آخر النبیین ہیں، اور جب آیتِ مذکورہ میں ''قولِ ثابت'' سے یہی مراد ہے، یہ آیتِ کریمہ مطلقاً ختمِ نبوّت کے لئے ایک قوی دلیل ہے۔

آیت نمبر۹۴:- قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (آلِ عمران:۳۱)

ترجمہ:- اے محمدؐ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اِتباع کرو، اگر تم میرا اتباع کروگے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اس آیتِ کریمہ میں اس اُمت کے لئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِتباع پر محبتِ خداوندی کا وعدہ ہے، اور کسی نبی کے اِتباع یا اس پر ایمان لانے پر موقوف نہیں، جس سے ثابت ہوا کہ آپؐ ہی آخری نبی ہیں، آپؐ کے بعد نہ کوئی

تشریعی نبی پیدا ہوگا اور نہ بقول مرزا جی غیر تشریعی یا ظلّی بروزی، کیونکہ اگر کوئی نبی پیدا ہوتو لازمی ہے کہ اس پر ایمان لانے اور اس کا اِتباع کرنے کے بغیر کوئی شخص محبوبِ خدا نہ بن سکے، جیسا کہ اس سے پہلے بہت تفصیل سے مکرّر گزر چکا ہے۔

آیت نمبر ۹۵:- فَهَلْ يَنظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا. (محمد:۱۸)

ترجمہ:- وہ لوگ اب کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں بجز اس کے کہ اُن پر قیامت اچانک پہنچ جائے اس لئے اب قیامت کی علامات آپہنچی ہیں۔

تفسیر جامع البیان صفحہ:۴۳۵، اور تفسیرِ کبیر ج:۷ صفحہ:۵۲۱ وغیرہ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:-

وَمِنْ اَشْرَاطِهَا مَبْعَثُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ:- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت خود علاماتِ قیامت میں سے ہے۔

بعثتِ نبویؐ کو اس آیت نے علاماتِ قیامت قرار دیا جس کی وجہ یہی ہے کہ آپؐ کے بعد اور کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں، جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوزملؓ کی حدیث میں مفصل بیان فرمایا ہے، جس کی شرح آیت نمبر ۶۲ کے تحت گزر چکی ہے، فلیراجع۔

آیت نمبر ۹۶:- اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ. وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ. (صٓ:۸۷، ۸۸)

ترجمہ:- یہ تو ایک نصیحت ہے جہان والوں کو، اور تم معلوم کرلوگے اس کا حال تھوڑی دیر پیچھے۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومِ بعثت بتلا کر ختمِ نبوّت کا اعلان کیا گیا ہے، جس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔

آیت نمبر ۹۷:- فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللهِ مُصَدِّقًا

لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ. (البقرۃ:۹۷)

ترجمہ:- سو جبریلؑ نے یہ قرآن آپؐ کے قلب تک پہنچادیا ہے خداوندی حکم سے، اس کی یہ حالت ہے کہ تصدیق کررہا ہے اس وحی کی جو آپؐ سے پہلے نازل ہوچکی ہے۔

آیت نمبر۹۸:- وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ. (البقرۃ:۱۰۱)

ترجمہ:- اور جب آیا اُن کے پاس رسول (محمدؐ) اللہ کی طرف سے جو اس وحی کی تصدیق کرتا ہے جو اہلِ کتاب کے ساتھ تھی (یعنی توراۃ و انجیل وغیرہ)۔

آیت نمبر۹۹:- وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ. (البقرۃ:۹۱)

ترجمہ:- قرآن مجید حق ہے اُس وحی کی تصدیق کرنے والا جو اہلِ کتاب کے ساتھ تھی (یعنی توراۃ و انجیل وغیرہ)۔

ان تینوں آیاتِ قرآنیہ کا حاصل یہ ہے کہ جو وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ اس وحی کی تصدیق کرنے والی ہے جو آپؐ سے پہلے نازل ہوچکی ہے۔ اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں کثرت سے موجود ہیں، اور اُوپر لکھی جاچکی ہیں، اگر ذرا تدبر سے کام لیا جائے تو ان سب آیات میں انقطاعِ وحی و نبوّت کا واضح اعلان ہے، کیونکہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء اور آپؐ سے پہلی کتبِ سماویہ کے حالات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اگر ایک طرف اپنے سے پہلے انبیاء اور ان کی طرف نازل ہونے والی وحی کی تصدیق کرتے ہیں تو دُوسری طرف آئندہ آنے والے نبی اور نازل ہونے والی وحی کی خوشخبری بھی اُمت کو سناتے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں، دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنی اُمت کو دعوتِ اسلام دیتے ہیں تو فرماتے ہیں:-

اِنِّىْ رَسُوْلُ اللهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ. (الصف:۶)

ترجمہ:- میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا اس وحی کی جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی یعنی توراۃ اور خوشخبری دینے والا ایک اور رسول کی جو آئیں گے میرے بعد جن کا نامِ نامی احمد ہے۔

جس میں ایک طرف وحیٔ ماسبق کی تصدیق ہے، تو دُوسری طرف بعد میں آنے والے رسولؑ کی بشارت بھی موجود ہے، لیکن قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بعینہٖ اس مضمون کو بیان فرماتے ہیں تو اس اُسلوب کو چھوڑ کر صرف اپنے سے پہلی وحی کی تصدیق پر اکتفاء کرتے ہیں، زمانۂ مابعد کے متعلق کسی نبی یا کسی وحی کا کوئی تذکرہ نہیں فرماتے، حالانکہ اگر بعد میں بھی سلسلۂ وحی جاری مانا جائے تو اس کی بشارت اور تصدیق بہ نسبت ماقبل کے زیادہ اہم ہے، جیسا کہ اُوپر مفصل بیان کردیا گیا ہے۔

کیونکہ کتبِ سابقہ کی تصدیق اگر اہلِ کتاب کی توجہ دینِ محمدیؐ کی طرف کھینچنے والی ہے تو بعد میں آنے والے نبی اور نازل ہونے والی وحی کی بشارت اور اس کی تصدیق تمام اُمتِ محمدیہؐ کی آئندہ نسلوں کے لئے مدارِ نجات ہے۔

بااین ہمہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآنِ عزیز اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے سے پہلے انبیاء اور ان کی وحی کی تصدیق پر اکتفاء فرماتے ہیں، اور مابعد کے متعلق باوجود اَشد ضرورت کوئی اشارہ بھی نہیں فرماتے، بلکہ صاف طور سے اِنقطاعِ نبوّت کا اعلان فرماتے ہیں تو بلاشبہ اس پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا ہونا قضائے خداوندی میں مقدور نہیں۔

یہ ننانوے آیاتِ قرآنیہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوّت کا اِختتام بوضاحت ثابت کرتی ہیں اور اعلان کرتی ہیں کہ آپؐ کے بعد نہ کوئی تشریعی نبی پیدا ہوسکتا ہے اور نہ بقول مرزاجی غیرتشریعی یا ظلّی بروزی۔

مسئلۂ ختمِ نبوّت کا ہر پہلو قرآن مجید کی روشنی میں واضح ہوچکا، اس کی ننانوے آیتوں نے ہر سوتے ہوئے کو بیدار اور بیدار کو ہوشیار کرکے خدا کی حجت اہلِ عالم پر تمام کردی، اس کے بعد بھی اگر کوئی ختمِ نبوّت پر ایمان نہ لائے تو اس کی قسمت، فَبِأَیِّ

حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ، ”اس کے بعد وہ کونسی بات پر ایمان لائیں گے“۔

ایک ضروری تنبیہ

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مذکورۃ الصدر ننانوے آیتیں جو ختمِ نبوّت کے ثبوت میں پیش کی گئی ہیں، ان میں سے بعض اس مقصد میں بالکل صریح اور عبارت النص ہیں،(۱) اور بعض اشارۃ النص یا دلالۃ النص اور اقتضاء النص کے طور پر ہیں، اور یہ چاروں طریق باتفاقِ علمائے اُصول استدلال کے قطعی اور یقینی طریق ہیں، (دیکھو حسامی، نور الانوار وغیرہ) اور بعض وہ آیات بھی ہیں جن سے بطریقِ استنباط یا نکات کے طور پر ختمِ نبوّت کا ثبوت نکلتا ہے، جو اصل مسئلے کی تائید کے لئے پیش کی گئی ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

---

(۱) قرآنِ کریم سے کسی مسئلے کو ثابت کرنے کے لئے چار طریق ہیں: عبارت النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص۔ جن کی تعریفیں اُصول کی کتابوں میں مفصل ہیں، اور یہ چاروں طریق باجماعِ اہلِ اُصول قطعی اور یقینی ہیں۔ ۱۲ منہ

ضمیمہ ختمِ نبوّت حصہ اوّل

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

"خاتم النبیین" کے معنی میں مرزائیوں نے جو جدّت طرازیاں اختیار کی ہیں ان میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لفظ محض مجاز پر محمول ہے جیسا کہ اس کی دُوسری نظائر "خاتم المحدثین، خاتم المفسرین" وغیرہ میں باتفاق یہی معنیٰ مجازی مراد ہیں، کیونکہ عرف میں جس شخص کو "خاتم المحدثین" لکھا جاتا ہے کسی کے نزدیک اس اَمر سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ اس کے بعد کوئی محدث پیدا نہ ہوگا۔

مرزائی اپنی اس ابلہ فریب تقریر پر خوش ہیں، لیکن درحقیقت یہ بھی اسی مرزائی خوش فہمی کا کرشمہ ہے جو خاص مرزائیت کا حصہ ہے، کیونکہ "خاتم المحدثین، خاتم المحققین" وغیرہ انسان کا کلام ہے، جس کو کچھ خبر نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ کتنے آدمی پیدا ہوں گے اور کتنے مریں گے؟ اور کتنے عالم ہوں گے اور کتنے جاہل رہیں گے؟ کتنے محدث و مفسر بنیں گے اور کتنے آوارہ پھریں گے؟ اس لئے اس کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کے لئے "خاتم المحدثین" یا "خاتم المفسّرین" وغیرہ الفاظ استعمال کرے، اور اگر کہیں اس کے کلام میں ایسے الفاظ پائے گئے تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان کو مجاز یا مبالغہ پر محمول کیا جائے ورنہ یہ کلام بالکل لغو اور بے معنی بلکہ جھوٹ ہوجائے گا۔

لیکن کیا خلاقِ عالم کے کلام کو بھی اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے جس کے علمِ محیط سے کوئی چیز باہر نہیں، اور جو اپنے علم و اختیار کے ساتھ انبیاء کو مبعوث فرماتا ہے؟

پس جب علیم و خبیر اور قدوس و حکیم کے کلامِ پاک میں کسی ذات کے متعلق خاتم النبیّین کا لفظ ارشاد فرمایا گیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس کے ظاہری اور حقیقی معنی کو، جو بلاتکلف بنتے ہیں، چھوڑ کر مبالغہ یا مجاز پر حمل کیا جائے؟

الغرض انسان کے کلام میں ہم مجبور ہیں کہ ان کلام کو ظاہری معنی سے پھیر کر مبالغہ یا مجاز پر محمول کریں، مگر خدائے قدوس کے کلام میں ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں، اور بلاضرورت حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجاز کی طرف جانا اُصولِ مُسلّمہ کے خلاف ہے۔

اس کے علاوہ جب ''خاتم النبیین'' کے معنی خود قرآن مجید کی ننانوے آیات نے واضح طور پر بتلادیئے جس میں کسی قسم کے مجاز یا مبالغہ کو دخل نہیں دیا، اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسو دس احادیث میں اس کی ایسی شرح فرمائی ہے کہ جس میں کوئی خفاء باقی نہ رہا، اور پھر اجماعِ صحابہؓ اور اقوالِ سلف نے اس کے ظاہری اور حقیقی معنی مراد لینے پر مہر کردی، تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی مجازی معنی مراد لے، اگرچہ الفاظ میں اس کا احتمال بھی ہو؟

عجب ہے کہ خود متکلم جل مجدہٗ اپنے کلام کے ایک حقیقی معنیٰ بیان فرماتا ہے اور پھر اس کے رسولؐ جن پر یہ کلام نازل ہوا اسی معنی کی انتہائی وضاحت فرماتے ہیں، اور پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد صحابہ کرامؓ اور پھر تمام علمائے سلف اسی کے معنی کو بیان کرتے ہوئے تصریح کرتے ہیں کہ یہ کلام اپنے ظاہری اور حقیقی معنی پر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز یا مبالغہ ہے اور نہ تأویل و تخصیص، جیسا کہ ہم اس رسالے میں بحوالۂ اقتصاد امام غزالیؒ اور بحوالۂ شفاء قاضی عیاضؒ نقل کر آئے ہیں۔

لیکن مرزا صاحب اور ان کی اندھادُھند اِتباع کرنے والے یہ نیا انکشاف کررہے ہیں کہ یہ لفظ مجازی معنیٰ پر محمول ہے ۔

سرِّ خدا کہ عارف و زاہد کسے نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

الغرض چونکہ قرآنِ عزیز اور احادیثِ نبویہؐ اور اجماعِ صحابہؓ اور اقوالِ سلف نے اس کا قطعی فیصلہ کردیا ہے کہ ''خاتم النبیین'' اپنے حقیقی اور ظاہری معنی پر محمول ہے، نہ اس میں کوئی مجاز ہے، نہ مبالغہ اور نہ تأویل و تخصیص، تو اَب کسی کو حق نہیں کہ اس لفظ کو ''خاتم المحققین'' وغیرہ الفاظ پر قیاس کرکے اس کی منصوص و منقول تفسیر کو بدلے۔

ختمِ نبوّت حصہ اوّل تمام شد

ختم النبوة

فى الحديث

حصہ دوم

ختم النبوۃ فی الحدیث

حصہ دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

احادیثِ نبویہؐ کا غیرمحصور دفتر جو مسئلۂ ختمِ نبوّت میں منقول ہے، اس کا استیعاب تو نہایت دُشوار بلکہ اس وقت تو عادۃً غیرممکن ہے۔ لیکن اس میں سے جس قدر حصہ اس تھوڑے سے وقت میں اور محدود ذخیرۂ حدیث میں ناقص تتبع کے ساتھ سامنے آیا ہے، اس کو حوالۂ قلم کیا جاتا ہے، ہاں! احادیث کے موجودہ ذخیرہ کو دیکھ کر بھی بلاتامل یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ:-

ختمِ نبوّت کی احادیث متواتر ہیں

جس کی تفصیل سے پہلے ہم مختصر طور پر متواتر کے معنی اور اس کا حکم بتلاتے ہیں:-

خبرِ متواتر وہ خبر ہے جس کے نقل کرنے والوں کی تعداد اس کثرت سے پائی جائے کہ اُن کی کثرت و حیثیت کو دیکھ کر عقل کو یہ گنجائش نہ ہو کہ اُن سب کا جھوٹ پر متفق ہوجانا تسلیم کرلے۔

مثلاً بغداد کو ہم نے دیکھا نہیں، مگر اس کے شاندار شہر ہونے کا آفتاب کی طرح یقین رکھتے ہیں، کیونکہ اس کے وجود کی خبر دینے والے اس کثرت سے ہیں کہ عقل ان سب کو کسی جھوٹ بات پر متفق ہوجانے والے قرار نہیں دے سکتی۔

خبرِ متواتر کا حکم یہ ہے کہ اس سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ قطعی اور یقینی اور

ایسا ہی بدیہی ہوتا ہے جیسا مشاہدات کا علم، جس طرح دہلی کو دیکھ کر ہمیں اس کے عظیم الشان شہر ہونے کا یقین ہے، ٹھیک اسی طرح بغداد کے شاندار شہر ہونے کا یقین اس کی خبرِ متواتر کی بناء پر ہے، یا جس طرح اپنے والدین کو دیکھ کر ہمیں اُن کے وجود کا یقین ہے اسی طرح سکندؔر اور داؔرا کے وجود کا یقین ہے، حالانکہ نہ ہم نے ان کا زمانہ پایا اور نہ ان کو دیکھا، بلکہ یہ فیض صرف خبرِ متواتر کا ہے۔

اسی طرح حدیثِ متواتر کو سمجھنا چاہئے کہ جس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے آپؐ کے عہدِ مبارک سے لے کر آج تک اس کثرت سے ہوں کہ ان کا کسی خلافِ واقعہ بات پر اتفاق کر کے جھوٹ بولنا محال ہو، وہ حدیث متواتر ہے، اس کے کلامِ نبویؐ ہونے کا یقین بالکل ایسا بدیہی ہوتا ہے جیسا دوپہر کے وقت آفتاب کے وجود کا۔

اور اسی لئے تمام اُمت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اس پر ایمان لانا قرآن کی طرح فرض اور اس کا انکار کفرِ صریح ہے، کیونکہ وہ درحقیقت ایک حدیث کا انکار نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا انکار[1] اور عیاذاً باللہ آپؐ کے صدق و دیانت پر حملہ ہے۔

اس کے بعد یہ معلوم کرلینا دُشوار نہ رہا کہ احادیثِ ختمِ نبوّت متواتر المعنیٰ ہیں کیونکہ متواتر کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ روشن مثال محدثین نے حدیثِ ذیل کو قرار دیا ہے:-

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ فِي النَّارِ.

ترجمہ:- جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر افتراء کرے اس کو اپنا ٹھکانا دوزخ میں سمجھ لینا چاہئے۔

اور حافظ الدنیا علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے تواتر کو

---

(۱) کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا یہ مطلب کسی کے نزدیک نہیں ہوسکتا کہ آپؐ کے حلیہ شریف اور آپؐ کی جسمانی کیفیات پر ایمان لائے، بلکہ ایک نبی پر ایمان لانے کا اس کے سوا کوئی مطلب نہیں ہوسکتا کہ ان کے ہر قول پر بغیر کسی شک کے یقین کرے۔ ۱۲ منہ

ثابت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ سو۱۰۰ اسنادوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے جن میں سے تیس۳۰ اسنادیں حسبِ قواعدِ محدثین صحیح ہیں۔

اور جب تواتر کی اعلیٰ حد یہ ہے تو ہم کہتے ہیں کہ احادیثِ ختمِ نبوّت کے متواتر ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ ختمِ نبوّت کی احادیثِ صریحہ سو۱۰۰ سے بھی زائد ہیں، جن میں سے تقریباً چالیس۴۰ حدیثیں بتصریحاتِ محدثین صحیح ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ حدیث "مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا" کے الفاظ بھی متواتر ہیں، اور احادیثِ ختمِ نبوّت متواتر المعنیٰ ہیں، یعنی بالفاظِ مختلفہ سو۱۰۰ سے زائد احادیث میں مضمونِ ختمِ نبوّت بیان فرمایا گیا ہے، بلکہ اگر کتبِ حدیث کے تتبع میں پوری کوشش کی جائے تو عجب نہیں کہ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کے الفاظ بھی درجۂ تواتر کو پہنچ جائیں، کیونکہ انہی الفاظ کے ساتھ چھتیس۳۶ احادیث آپ ان شاء اللہ اسی رسالے میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

حالانکہ ہم عرض کرچکے ہیں کہ کتبِ حدیث کا جو ذخیرہ اس وقت ہمارے سامنے ہے وہ بہت مختصر ہے، اور اس پر مزید یہ کہ ہجومِ مشاغل کے وقت نہایت بے اطمینانی کی حالت میں اس رسالے کی ترتیب ہو رہی ہے، اور امام الحدیث حافظ ابنِ حزم اندلسیؒ کا بیان ہمارے اس گمان کی تصدیق کے لئے بھی کافی ہے۔

ملاحظہ ہو ملل ونحل ابنِ حزم صفحہ:۷۷ جلد اوّل:-

وَقَدْ صُرِّحَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنَقْلِ الْکَوَافِ الَّتِیْ نَقَلَتْ نُبُوَّتَہٗ وَاَعْلَامَہٗ وَکِتَابَہٗ اَنَّہٗ اَخْبَرَ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ.

ترجمہ:- جن حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور معجزات اور قرآن مجید کو نقل کیا ہے، اُن میں کثیر التعداد حضرات کی نقل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ثابت ہوچکا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

ملل کی اس عبارت سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" متواتر ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تواتر بھی اُسی درجے کا تواتر ہے جس

درجے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور آپؐ کے معجزات اور قرآن مجید کا تواتر ہے، اور امام التفسیر والحدیث حافظ عمادالدین ابنِ کثیرؒ نے آیت "خاتم النبیین" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

وَبِذٰلِکَ وَرَدَتِ الْأَحَادِیْثُ الْمُتَوَاتِرَةُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِیْثِ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ. (تفسیر ابنِ کثیر ج:۸ ص:۸۹)

ترجمہ:- احادیثِ متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ختمِ نبوّت پر وارد ہوئی ہیں جن کو صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت نے بیان فرمایا ہے۔

اور سیّد محمود آلوسیؒ "روح المعانی" میں فرماتے ہیں:-

وَکَوْنُهٗ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ مِمَّا نَطَقَ بِهِ الْکِتَابُ وَصَدَعَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَأَجْمَعَتْ عَلَیْهِ الْأُمَّةُ فَیُکَفَّرُ مُدَّعِیْ خِلَافِهٖ وَیُقْتَلُ اِنْ أَصَرَّ. (روح المعانی ج:۲۲ ص:۴۱)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اُن مسائل میں سے ہے جن پر قرآن مجید نے تصریح فرمائی اور احادیثِ نبویہؐ نے صاف طور سے اُن کو بیان فرمایا اور اس پر تمام اُمتِ محمدیہؐ کا اجماع ہے، اس لئے اس کا منکر کافر سمجھا جائے اور اگر اس پر اصرار کرے تو قتل کردیا جائے۔

اس کے بعد احادیثِ ختمِ نبوّت مع ترجمۂ اُردو ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں، ترتیب میں اس کی رعایت رکھی گئی ہے کہ بخاری و مسلم کی روایات کو پہلے اور دُوسری حدیث کی روایات کو بعد میں لکھا گیا ہے۔

صحیحین یعنی بخاری و مسلم کی احادیث

حدیث نمبر۱:- عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ مَثَلِیْ وَمَثَلَ الْأَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَأَحْسَنَهٗ وَأَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسَ یَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَیُعْجَبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ: هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ.

(رواه البخاری فی کتاب الأنبیاء، ومسلم ج:۲ ص:۲۴۸ فی الفضائل وأحمد فی مسنده ج:۲ ص:۳۹۸، والنسائی والترمذی)

وَفِیْ بَعْضِ أَلْفَاظِهٖ: فَکُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ وَخُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ. (هکذا فی الکنز عن ابن عساکر)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ اور آراستہ و پیراستہ بنایا، مگر اس کے ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی، پس لوگ اُس کے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہوجاتی)، چنانچہ میں نے اس جگہ کو پُر کیا اور مجھ سے ہی قصرِ نبوّت مکمل ہوا، اور میں ہی خاتم النبیّین ہوں، (یا) مجھ پر تمام رُسل ختم کردئے گئے۔

جو لوگ کیمیاوی تحلیلات کے ذریعہ ختمِ نبوّت کے عموم میں سے مخترعہ نبوّت بروزیت و ظلیت کی آڑ لے کر تأویلاتِ باطلہ سے مسئلۂ ختمِ نبوّت کو صرف نبوّتِ تشریعیہ کے ساتھ مخصوص کردینا چاہتے ہیں وہ ذرا اس صحیح حدیث کے مضمون پر غور فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بلیغ تمثیل کے ساتھ اُن کے اوہام کا استیصال فرمادیا ہے، کیونکہ اس تمثیل کا حاصل یہ ہے کہ نبوّت ایک عالی شان محل کی طرح پر ہے، جس کے ارکان انبیاء علیہم السلام ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس

عالم میں تشریف لانے سے پہلے یہ محل بالکل تیار ہوچکا تھا، اور اس میں ایک اینٹ کے سوا اور کسی قسم کی گنجائش تعمیر میں باقی نہیں تھی جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا فرماکر قصرِ نبوّت کی تکمیل فرمادی، اب اُس میں نہ نبوّتِ تشریعیہ کی گنجائش ہے اور نہ غیرتشریعی وغیرہ کی۔

علاوہ بریں حدیث میں "مَثَلَ الْأَنْبِيَاءَ مِنْ قَبْلِيْ" کے الفاظ خصوصیت سے قابلِ غور ہیں جن سے انبیاء کا عموم بتلایا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے انبیاء گزر چکے ہیں جن میں اصحابِ شریعتِ جدیدہ بھی تھے، اور پہلی شرائع کے متبع بھی، الغرض ان سب کے مجمع سے قصرِ نبوّت کی تکمیل میں صرف ایک ہی اینٹ کی کمی واقع تھی جس کو آپؐ نے پورا فرمایا، آپؐ کے بعد کسی قسم کے نبی کی گنجائش نہیں رہی۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

مرزائی اُمت نے اس حدیث کی تحریف کے لئے کہا ہے کہ جب نبوّت کے محل میں کسی نبی کی گنجائش نہیں رہی تو پھر آخر زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا کس طرح ہوسکتا ہے؟ نیز ان کا اپنی جگہ سے نکل کر دُوسری جگہ میں جانا قصرِ نبوّت کے تزلزل کا باعث ہوگا۔

لیکن جس شخص کو عقل و انصاف کا کوئی حصہ ملا ہے، وہ بلاتکلف سمجھ سکتا ہے کہ مکان کی کسی اینٹ کے تعمیر میں آخری ہونے سے یہ کسی طرح لازم نہیں آتا کہ پہلی تمام اینٹیں فنا ہوچکی ہیں۔

ٹھیک اسی طرح سمجھو کہ کسی نبی کا آخری ہونا بھی اس کو مستلزم نہیں کہ اس سے پہلے سارے انبیاء وفات پاچکے ہوں، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تمثیلِ بلیغ سے جو آپؐ کا قصرِ نبوّت کے لئے آخری رکن ہونا سمجھ میں آتا ہے وہ کسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا منافی نہیں۔

اسی طرح یہ کہنا بھی انتہائی جہالت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آخر زمانے میں آنے سے قصرِ نبوّت میں حرکت اور تزلزل لازم آتا ہے، کیونکہ اس کا مطلب تو یہ

ہے کہ مشبہ بہ کے تمام احکام مشبہ پر جاری کئے جائیں، یعنی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ''فلاں شخص شیر ہے یا شیر کے مانند ہے'' تو اس کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ وہ درندہ جانور ہے، جنگلوں میں رہتا ہے، اُس کے دُم بھی ہے اور بڑے بڑے ناخنوں اور بالوں والا بھی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

یا اگر کوئی شخص کہے کہ ''فلاں آدمی چاند کے مانند ہے'' تو اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ وہ ایک گول کرّہ ہے، نہ اس کے ہاتھ پاؤں ہیں اور نہ آنکھ، وہ آسمان میں جڑا ہوا ہے یا جدید تحقیقات کے اُصول پر وہ زمین کے گرداگرد چکر کھا رہا ہے ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

حدیثِ نبویؐ میں اگر انبیاء علیہم السلام کو ایک مکان کی اینٹوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی تو ان عقلمندوں نے انبیاء علیہم السلام کو ٹھیک ٹھیک گارے کی اینٹیں سمجھ لیا اور العیاذ باللہ اُن کو تہ بر تہ خیال کر کے ایک خالی مکان بنالیا، اور عیسیٰ علیہ السلام کے آخر زمانے میں دوبارہ اس عالم میں آنے سے اس مکان میں زلزلہ ڈالنے لگے، کیا خوب یہ مبلغِ علم وفہم اور اس پر مجدّدیت کے نہیں نبوّت کے دعوے!

ہم کہتے ہیں کہ اگر اسی طرح مشبہ بہ کے تمام اَحکام کو مشبہ پر جاری کرنا ہے اور انبیاء علیہم السلام کو ٹھیک اینٹوں کی طرح سمجھنا ہے تو پھر قصرِ نبوّت کا تزلزل عیسیٰ علیہ السلام کے آخری نزول پر ہی موقوف نہیں ہوگا، بلکہ اپنے زمانے میں بھی وہ جب کوئی حرکت ایک جگہ سے دُوسری جگہ کریں گے تب بھی مرزائی منطق کے مطابق نبوّت کے محل میں زلزلہ آئے گا، بلکہ اس صورت میں ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی کیا تخصیص ہے جبکہ ہر نبی قصرِ نبوّت کے لئے ایک اینٹ کے مرتبے پر ہے، تو ہر نبی کی ہر حرکت سے یہی زلزلہ آتا رہے گا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حدیث نمبر۲:- عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلِیْ وَمَثَلُ النَّبِیِّیْنَ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا فَأَتَمَّهَا اِلَّا لَبِنَةً وَّاحِدَةً فَجِئْتُ أَنَا فَأَتْمَمْتُ تِلْکَ اللَّبِنَةَ. (رواہ مسلم وأحمد)

اس حدیث کا ترجمہ اور حاصلِ مضمون بھی وہی ہے جو پہلی حدیث میں گزر چکا اس لئے مکرّر لکھنے کی ضرورت نہیں (روایت کیا اس کو امام مسلمؒ اور امام احمدؒ نے)۔

حدیث نمبر۳:- عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْأَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی دَارًا فَأَكْمَلَهَا وَأَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَكَانَ مَنْ دَخَلَهَا فَنَظَرَ اِلَيْهَا قَالَ: مَا أَحْسَنَهَا اِلَّا مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ، فَخُتِمَ بِیَ الْأَنْبِیَاءُ.

(رواه الشيخان والترمذی وابن أبی حاتم)

اس کا ترجمہ اور حاصلِ مطلب بھی تقریباً وہی ہے جو پہلی اور دُوسری کا ہے (روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابنِ ابی حاتم نے)۔

حدیث نمبر۴:- عَنْ أَبِیْ حَازِمٍ قَالَ: قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِيْنَ فَسَمِعْتُهٗ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ، وَاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ. قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فُوْا بَيْعَةَ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَاِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.

(رواه البخاری فی كتاب أحاديث الأنبياء ج:۱ ص:۴۹۱، و مسلم فی كتاب الامارة وأحمد فی مسنده ج:۲ ص:۲۹۷، وابن ماجة وابن جرير وابن أبی شيبة)

ترجمہ:- حضرت ابوحازمؒ فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا، میں نے خود سنا کہ وہ یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے، جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی

دُوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنادیتا تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ (یہ سن کر) صحابہؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! اُن خلفاء کے متعلق آپؐ کیا حکم دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ہر ایک کے بعد دُوسرے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حقِ اطاعت کو پورا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی رعیت کے متعلق ان سے سوال کرے گا۔(۱)

(روایت کیا اس کو بخاریؒ نے ج:۱ ص:۴۹۱ میں، اور مسلمؒ نے کتاب الامارت میں، اور امام احمدؒ نے اپنے مسند ج:۲ ص:۲۹۷ میں، اور ابنِ ماجہؒ اور ابنِ جریرؒ اور ابنِ ابی شیبہؒ نے)

یہ حدیث جس طرح نبوّتِ تشریعیہ کے انقطاع کے لئے روشن دلیل ہے اسی طرح ہر قسم کی نبوّت کے اختتام کا اعلان ہے، اس سے نہ مرزا صاحب کی ایجاد کردہ نبوّتِ غیرتشریعیہ بچ سکتی ہے اور نہ بروزیہ اور ظلّیہ۔

حدیثِ مذکور سے غیرتشریعی یا ظلّی اور بروزی یا لغوی نبوّت کا اِنقطاع

اوّل:- اس لئے کہ نصِ حدیث مطلق اور عام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں، جس سے مطلقاً ہر مصداقِ نبوّت کی نفی ثابت ہوتی ہے، پس اگر بقول مرزا صاحب غیرتشریعی اور ظلّی یا بروزی بھی کوئی نبی ہوسکتا ہے تو وہ یقیناً "لَا نَبِیَّ" کی نفی کے تحت میں داخل ہے، بلکہ اگر (لاہوری مرزائیوں کے خیال کے مطابق) کوئی لغوی نبی بھی ہوسکتا ہے تو وہ بھی "لَا نَبِیَّ" کی نفی سے نہیں بچ سکتا، کیونکہ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس پر لفظ "نبی" بولا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا نہیں ہوسکتا۔

دوم:- اُصول اور معانی کا مشہور علمی قاعدہ ہے کہ جب نکرہ نفی کے تحت

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ظلم کریں گے تو اللہ تعالیٰ خود ان کو جزا دے گا، مگر تم اپنی طاعت میں کمی نہ کرو۔ ۱۲ منہ

میں آتا ہے تو وہ اِستغراق اور عموم کا فائدہ دیتا ہے، اس حدیث میں بھی لفظ ''نبی'' نکرہ ہے اور حرفِ نفی ''لا'' کے تحت میں واقع ہے، اس لئے حسبِ قاعدہ ''نبی'' سے باستغراق ہر نبی مراد ہونا چاہئے، یعنی صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہو یا پہلی شریعت کا متبع اور بقول قادیانی مرزائیوں کے ظلّی اور بروزی ہو یا بقول لاہوری مرزائیوں کے لغوی نبی ہو۔

الغرض حدیثِ مذکور اس اَمر کا صاف اعلان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوسکتا جس پر کسی طرح لفظ ''نبی'' بولا جائے۔

سوم:- حدیث میں انبیائے بنی اسرائیل کے مقابلے میں فرمایا گیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، جس سے معلوم ہوا کہ اس اُمت میں ایسے انبیاء بھی نہیں ہوں گے جیسے بنی اسرائیل کی سیاست کے لئے آئے تھے، اب دیکھ لیا جائے کہ وہ کس قسم کے انبیاء تھے اور سیاستِ بنی اسرائیل سے کیا مراد ہے؟

حافظ الدنیا علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:-

> قوله: تسوسهم الأنبياء، أى انهم كانوا اذا ظهر فيهم فساد بعث الله لهم نبيًّا يقيم لهم أمرهم ويزيل ما غيّروا من أحكام التوراة. (فتح الباری ج:۶ ص:۳۶)
>
> یعنی بنی اسرائیل میں جب فساد ظاہر ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی نبی بھیج دیتا جو ان کے اُمور کو دُرست کرے اور اُن تحریفات کو دُور کرے جو انہوں نے توراۃ میں کی ہیں۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ انبیائے بنی اسرائیل شریعتِ مستقلہ لے کر نہ آتے تھے، بلکہ شریعتِ موسویہ کے اِتباع میں تبلیغ اَحکام کرتے، اور لوگوں کو صحیح اَحکام توراۃ کا پابند بناتے تھے، اسی قسم کے انبیاء کو مرزا صاحب نے غیرتشریعی نبی کہا ہے، اس لئے حدیثِ مذکور کا حاصل صاف یہ ہوگیا کہ اس اُمت میں غیرتشریعی (یعنی شریعتِ سابقہ کے متبع) انبیاء بھی پیدا نہیں ہوں گے۔

چہارم:- سب سے زیادہ قابلِ لحاظ اور سب سے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انقطاعِ نبوّت کے بیان کرنے پر

اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ ہی اس چیز کو بھی بیان فرمادیا ہے جو نبوّت کے قائم مقام ہوکر اصلاحِ عالم کے لئے باقی رہے گی، یعنی خلافتِ نبوّت، چنانچہ ارشاد فرمایا: "وَسَیَکُوْنُ خُلَفَاءُ" یعنی میرے بعد کوئی نبی تو نہ ہوگا، مگر خلفاء بہت ہوں گے۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان میں ہر انسان کے لئے یہ سبق نہیں کہ نبوّت کی کوئی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہونے والی نہیں ہے، ورنہ کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ بجائے خلفاء کے اس قسم کے انبیاء کا ذکر فرمایا جاتا جو آپؐ کے بعد آنے والے تھے، اور جب حدیث کے اُسلوبِ حکیم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف خلفاء کو رکھا ہے تو یہ اُس کا یقینی ثبوت ہے کہ آپؐ کے بعد نہ کوئی تشریعی نبی ہوسکتا ہے، اور نہ بقول مرزاجی غیرتشریعی یا ظلّی اور بروزی۔ اسی طرح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپؐ کے بعد کسی شخص کو لغۃً بھی "نبی" نہیں کہا جاسکتا۔

ایک اور شبہ اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ حدیثِ مذکور صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "قُوْلُوْا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ" یعنی خاتم النبیّین کہو مگر لا نبی بعدہٗ مت کہو۔ (درمنثور)

اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے سامنے ایک شخص نے کہا رحمت کرے اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ خاتم النبیّین ہیں، یعنی آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں، حضرت مغیرہؓ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:-

حسبک اذا قلت خاتم الأنبیاء فانّا کنّا نحدّث أن عیسیٰ علیہ السلام خارج فان هو خرج فقد کان قبله وبعدهٗ. (درمنثور ج:۵ ص:۲۰۴)

ترجمہ:- تمہارے لئے صرف خاتم الانبیاء کہہ دینا کافی ہے (لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ کہنے کی ضرورت نہیں) کیونکہ ہم سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نکلنے والے ہیں، پس جب وہ نکلیں

گے تو وہ آپؐ سے پہلے بھی ہوئے اور بعد میں بھی۔

ہم اس نرالے مرزائی اُصول کے سمجھنے سے عاجز ہیں کہ اگر مطلب کے موافق نہ ہو تب تو احادیثِ متواترہ ومشہورہ اور روایاتِ صحیح بخاری ومسلم کو بھی رَدّی کی ٹوکری میں ڈالنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں، اور اگر اپنی ہوائے نفسانی کے مطابق ہو تو ایک ضعیف سے ضعیف حدیث بلکہ ایک ایسے قول پر جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف ہو اگرچہ اس کی سند کا بھی کچھ پتہ نہ ملتا ہو، اس درجہ یقین کرلیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلے میں صحیح بخاری کی مرفوع حدیثوں کا رَدّ کردینا ان کے نزدیک سہل ہوجاتا ہے۔

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایک طرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثِ مرفوع ہے اور دُوسری طرف اُس کے مقابلے میں ایسے دو قول ہیں جن کی نسبت حضرت عائشہؓ اور حضرت مغیرہؓ کی طرف ہے جن کی اسناد کا حال بھی معلوم نہیں۔ اُصولِ حدیث اور عقل و دانش کے فیصلے سے اس وقت واجب تھا کہ صحیح اور مرفوع حدیث کو مجہول الاسناد آثار پر ترجیح دے کر بمقابلہ احادیثِ صحیحہ کے ان آثار کو نظر انداز، ناقابلِ تأویل قرار دیا جاتا، مگر مرزائی دُنیا کے نرالے اُصول نے فیصلہ کیا کہ ایک مجہول الاسناد قولِ صحابی کی بناء پر صحیحین کی قوی الاسناد مرفوع حدیث کو مردُود کردیا، کیا خوب ؎

بار خاطر ہو تو قرآن کا بھی ارشاد بُرا
دِل کو بھا جائے تو مرزا کی خرافات اچھی

یہ شبہ اور اس کا مفصل جواب اس رسالے کے پہلے حصہ میں آیتِ خاتم النبیین کے تحت گزر چکا ہے، جس میں ان آثارِ صحابہؓ کی اسنادی اور معنوی تحقیق مکمل بیان کی گئی ہے، ناظرینِ کرام اُس کے لئے صفحہ: ۷۱ سے صفحہ: ۱۲۰ تک مکرّر ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عائشہؓ خود ختمِ نبوّت کی قائل ہیں اور اس کی احادیث روایت کرتی ہیں

علاوہ بریں جب ہم ختمِ نبوّت کی احادیث پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن کے رُواۃ کی فہرست لگاتے ہیں تو اُن میں صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی جلی حرفوں میں

سامنے آتا ہے، اور دفترِ حدیث میں سے احادیثِ ذیل خود حضرت عائشہؓ کی روایت سے ہم تک پہنچی ہیں:-

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: لَا يَبْقَى بَعْدَهُ مِنَ النُّبُوَّةِ شَيْءٌ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰى لَهُ.

(وكذا فى كنز العمّال برواية أحمد والخطيب)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے بعد نبوّت میں سے کوئی جزو باقی نہیں رہے گا سوائے مبشرات کے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مبشرات کیا چیز ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ: اچھے خواب جو کوئی مسلمان خود دیکھے یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے۔

(اس روایت کو کنز العمال میں بحوالۂ مسند احمد اور خطیب نقل کیا ہے)

نیز عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت فرماتی ہیں:-

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِيْ خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِيَاءِ.

(كذا فى الكنز بحوالة الديلمى وابن النجار والبزار)

ترجمہ:- میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم مساجد الانبیاء ہے۔ (نقل کیا اس کو کنز العمال نے بحوالہ دیلمی اور ابن نجار اور بزار)

کیا اس کے بعد بھی کسی مسلمان بلکہ منصف انسان کے لئے جائز ہوسکتا ہے کہ وہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ افتراء باندھے کہ وہ ختمِ نبوّت کا انکار کرتی ہیں؟ کیا ظلم نہیں کہ ہوائے نفس کے موافق ہو تو ایک مجہول الاسناد قول پر بلا تحقیق ایمان لے آئیں، اور ہوائے نفس کے خلاف ہو تو ہر صحیح سے صحیح اور قوی سے قوی حدیث کو ردّ کردیا جائے، اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ۔

ایک اور شبہ اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ حدیث "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے مخالف ہے، جیسا کہ ابھی حضرت عائشہؓ اور مغیرہؓ کی طرف منسوب اقوال سے معلوم ہوا کیونکہ اگر "لَا نَبِیَّ" کی نفی عام ہے تو عیسیٰ علیہ السلام بھی اس نفی میں داخل ہیں، اور اگر عام نہیں ہے تو آپؐ کے بعد بھی انبیاء ہونے کی گنجائش نکلتی ہے اور مسئلہ ختمِ نبوّت ہاتھ سے جاتا ہے۔

یہ وہ شبہ ہے کہ مرزائی اُمت اس کو لاینحل سمجھ کر بڑے دعوے کے ساتھ پیش کرتی ہے، لیکن حقیقت میں یہی اُن کی انتہائی سادہ لوحی کی دلیل اور مبلغِ علم کا امتحان ہے، کیونکہ یہ شبہ وہ شخص کرسکتا ہے جس کو عربی عبارت سمجھنے کی بھی تمیز نہ ہو، اور جو محاوراتِ عرب سے بالکل ناواقف ہو۔ عربی محاورے میں جب اس قسم کی عبارت بولی جاتی ہے تو اس کی مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ آئندہ یہ وصف کسی شخص میں پیدا نہ ہوگا، جس شخص میں پہلے سے موجود ہے اس کا معدوم ہوجانا ہرگز مراد نہیں ہوتا، مثال کے طور پر چند محاورات ملاحظہ ہوں:-

حدیث میں ہے: "لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ" یعنی فتحِ مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت نہیں ہوگی، جس کا مطلب ہر فہیم انسان یہی سمجھتا ہے کہ فتحِ مکہ کے بعد کوئی شخص مہاجر نہ بنے گا، نہ یہ کہ فتحِ مکہ سے پہلے جو شخص مہاجر ہوچکا ہے، فتحِ مکہ کے بعد اس کا زندہ رہنا محال ہوجائے گا، یا اس کی ہجرت باطل ہوجائے گی۔

اور جب "لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ" کی ترکیب بعینہٖ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کی ترکیب ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کا مطلب تمام نصوصِ شرعیہ کے خلاف یہ لیا جائے کہ انبیائے سابقین میں سے بھی کوئی نبی آپؐ کے بعد دُنیا میں نہیں آسکتا، یا زندہ نہیں رہ سکتا۔

یا اگر کوئی شخص کہتا ہے: "لَا عَمَلَ بَعْدَ الْمَوْتِ" تو بلاشبہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی عمل نہیں ہوگا، یا یہ کہ مرنے کے بعد عمل کا سلسلہ منقطع

ہوجاتا ہے اور آئندہ کوئی جدید عمل نہیں ہوسکتا، کوئی انسان اس جملے کے یہ معنی نہیں لے سکتا کہ مرنے کے بعد اس کے پہلے کئے ہوئے بھی عمل بیکار ہوجاتے ہیں، اس باب میں جس قدر محاوراتِ عرب کا تتبع کیا جاتا ہے وہ سب اس کے ہم نوا نظر آتے ہیں۔

محاوراتِ عرب سے آگے بڑھ کر اگر احادیث کے طرق اور ان کے الفاظ کو دیکھئے تو خود نصوصِ حدیث اور الفاظِ روایت ہمارے بتائے ہوئے معنی کے لئے شاہد نظر آتے ہیں، مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:-

صحیح مسلم غزوۂ تبوک میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کے بجائے "لَا نُبُوَّۃَ بَعْدِیْ" کے الفاظ موجود ہیں، جس کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد نبوّت نہیں، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کے معنی بھی یہی ہیں کہ آپؐ کے بعد کسی کو نبوّت نہ دی جائے گی۔

اس کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" میں نفی بالکل عام ہے، اس سے کوئی نبوّت مستثنیٰ نہیں، مگر محاورۂ عرب اور فنِ حدیث کے موافق اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو عہدۂ نبوّت نہ دیا جائے گا، نہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو اور نہ آئندہ پیدا ہونے والے مرزا کو۔

ہاں! جن حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہ عہدہ مل چکا ہے اس کا سلب ہونا اور اُن کا عہدۂ نبوّت سے معزول ہوجانا اس سے کسی طرح لازم نہیں آتا، پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس عالم میں آپؐ سے پہلے عہدۂ نبوّت مل چکا ہے تو ان کا آپؐ کے بعد میں تشریف لانا ہرگز "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کے خلاف نہیں۔ ہاں! جو مسیحیت کا مدعی آج اپنے لئے عہدۂ نبوّت ثابت کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے بیشک یہ حدیث ایک مایوس کن پیغام ہے، وہ اس پر جتنا ماتم کرے بجا ہے۔

الغرض محاوراتِ عرب کا تتبع حکم کرتا ہے کہ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کسی کو عہدۂ نبوّت نہ دیا جائے گا، اور جن لوگوں کو آپؐ سے پہلے اس عالم میں نبوّت مل چکی ہے ان سب کا فنا ہوجانا یا ان کا نبوّت سے معزول ہوجانا یا آپؐ کے بعد دوبارہ دُنیا میں نہ آسکنا کسی طرح اس حدیث کے مفہوم میں داخل نہیں،

بلکہ یہ محض مرزائی خوش فہمی کی برکات ہیں اور شاید حضرت عائشہؓ اور حضرت مغیرہؓ کو کشف کے آئینے میں یہی خوش فہم فرقہ نظر آگیا ہو جس کی اصلاح اور ان کے خیالاتِ باطلہ کے قلع قمع کے لئے انہوں نے کلمۂ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کے اطلاق کو عوام کے لئے پہلے ہی سے روک دیا، ورنہ عربیت سے واقف حضرات سے یہ اندیشہ نہیں ہوسکتا تھا۔

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

قادیانی نبوّت کے دلدادہ لوگوں نے حدیث "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کی تحریف کے لئے جو کچھ تدبیریں اختیار کی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "لَا نَبِیَّ" کی نفی کو نفیٔ کمال قرار دیا جائے، یعنی میرے بعد کوئی کامل نبی نہیں ہوسکتا، غیر مستقل اور غیر تشریعی نبی ہونے کی نفی نہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے: "لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ" (جس شخص میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں، یعنی کامل ایمان)۔

اور حدیث میں ہے: "لَا صَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ" (مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد ہی میں، یعنی کامل نماز)۔ پس جس طرح ان احادیث میں باتفاق نفیٔ کمال مراد ہے، اسی طرح اگر "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" میں بھی نفیٔ کمال قرار دی جائے تو کیا حرج ہے؟

جواب:- کیا خوب! اگر یہی اجتہاد اور یہی قیاس ہے تو اگر کوئی بُت پرست ہندو یہ کہتا ہے کہ لا الٰہ الاَّ اللہ میں بھی نفیٔ کمال ہے، یعنی کامل معبود سوا اللہ کے کوئی نہیں، اگرچہ غیر مستقل اور غیر شارع معبود ہوسکتے ہیں، اور حقیقۃً یہی تمام بُت پرست قوموں کا عقیدہ بھی ہے، تو آپ اُس کو کیا جواب دیں گے؟ یا کوئی کہتا ہے کہ آیتِ قرآنیہ: "لَا رَیْبَ فِیْهِ" میں بھی نفیٔ کمال مراد ہے، یعنی کامل ریب قرآن میں ہیں اگرچہ بعض اقسام ریب کے موجود ہیں، تو کیا مرزائی اُمت اس کو بھی تسلیم کرلے گی؟

کوئی ان نبوّت کے دعویداروں سے پوچھے کہ اگر حدیث "لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ" وغیرہ میں نفیٔ کمال بھی تسلیم کرلی جائے تو اس سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" میں بھی نفیٔ کمال ہی مراد ہو؟ کیا کسی ایک حدیث میں مجازاً نفیٔ

کمال مراد ہوجانا آپ کے نزدیک اس کو مستلزم ہے کہ سب جگہ یہی معنیٰ چلائے جائیں؟ اور اگر ایسا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ لا الٰہ اِلَّا اللہ اور "لَا رَیْبَ فِیْہِ" وغیرہ میں نفیٔ کمال مراد نہ لی جائے۔

اور اگر آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل موجود ہے کہ جس کے ذریعہ سے لا الٰہ اِلَّا اللہ میں نفیٔ کمال مراد لینے سے منع کیا جاسکتا ہے، تو وہی دلیل ہماری جانب سے "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" میں نفیٔ کمال مراد نہ ہونے پر تصوّر فرمالیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

مرزائی اُمت نے جدید نبوّت کے اشتیاق میں حدیث "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کی تحریف کے لئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا، ہر ضعیف سے ضعیف اور لچر سے لچر وہم کا سہارا ڈھونڈھا گیا، اسی ذیل میں کہا گیا کہ حدیث "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسے حدیث "اِذَا ھَلَکَ کِسْرٰی فَلَا کِسْرٰی بَعْدَہٗ وَاِذَا ھَلَکَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ" (یعنی جب کسریٰ بادشاہ ملکِ فارس ہلاک ہوجائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا، اور جب قیصر بادشاہِ رُوم ہلاک ہوجائے گا تو پھر کوئی اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا)۔

چونکہ کسریٰ اور قیصر خاص شخصوں کے نام نہیں بلکہ "کسریٰ" ملکِ فارس کے ہر بادشاہ کا لقب ہے، اور اسی طرح "قیصر" ملکِ رُوم کے ہر بادشاہ کو کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ملکِ فارس و رُوم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک برابر بادشاہ ہوتے چلے آئے ہیں، جس کو دُوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ کسریٰ اور قیصر برابر موجود رہے ہیں، اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ اس حدیث سے اس کے ظاہری معنیٰ مراد نہیں، بلکہ حدیث کی مراد یہ ہے کہ اگرچہ قیصر و کسریٰ باقی ہوں گے مگر اسلام کے زیرنگیں ہوکر رہیں گے، اُن کی خودمختار سلطنتیں باقی نہ رہیں گی، اسی طرح "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کو سمجھنا چاہئے، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل اور تشریعی نبی نہ ہوں گے بلکہ جو نبی ہوگا وہ آپؐ کا متبع اور آپؐ کی شریعت کا پیرو ہوگا۔

لیکن اگر ذرا انصاف کیا جائے تو مرزائی منطق کی یہ شکل اور اس کا نتیجہ بناء فاسد علی الفاسد کی مجسمہ تصویر نکلتی ہے، خود ہی اپنے دماغ میں فرض کرلیا کہ کسریٰ و قیصر آج تک موجود ہیں، اور خود ہی حدیث "لَا کِسْـــرٰی" کی ایک تحریف تیار کرلی، اور پھر اہلِ اسلام کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ ان کی تحریف کو تمام دُوسری احادیث کا بھی قبلہ تسلیم کرلیں، اور سب کو کھینچ تان کر اس کے مطابق بنائیں، تِلْکَ اَمَانِیُّھُمْ۔

یہ محض دھوکا اور بالکل غلط ہے کہ کسریٰ اور قیصر آج تک موجود ہیں، نوویؒ شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: امام شافعیؒ اور تمام علماء نے فرمایا ہے کہ حدیث کی مراد یہ ہے کہ کسریٰ عراق میں اور قیصر ملکِ شام میں باقی نہ رہے گا، جس کا حاصل یہ تھا کہ ان دونوں اقلیم[1] میں ان کی سلطنت نہ رہے گی، چنانچہ ٹھیک اسی طرح ہوا، کسریٰ اور کسرویت کا تو بالکل خاتمہ ہوگیا، اور قیصر نے ملکِ شام سے بھاگ کر کسی اور جگہ پناہ لی، غرض ان دونوں اقلیموں میں کسریٰ و قیصر نہ رہے۔

اس لئے خود یہی کہنا غلط ہے کہ حدیث "لَا کِسْرٰی .... الخ" اپنے ظاہر معنیٰ میں مستعمل نہیں ہے، پھر اُس پر "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کو قیاس کرکے اس کی تحریف اگر بناء فاسد علی الفاسد نہیں تو اور کیا ہے؟

ہاں! اس جگہ مرزائی اجتہاد کا ایک اور کرشمہ بھی قابلِ دید ہے، وہ یہ کہ اگر تھوڑی دیر کے لئے کوئی یہ فرض بھی کرلے کہ حدیث "لَا کِسْرٰی .... الخ" کسی وجہ

---

(۱) حافظ الدنیا علامہ ابنِ حجرؒ فتح الباری شرح بخاری میں ان دونوں اقلیم کی تخصیص کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: قریش کی عادت تھی کہ سردی کے زمانے میں یمن اور گرمی کے زمانے میں شام کا سفر کرتے تھے، اور یہی جگہ ان کی تجارت گاہیں تھیں، جیسا کہ قرآنِ عزیز میں "رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ" کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے، جب قریش مسلمان ہوگئے تو اُن کو اپنی تجارتوں کا خوف ہوا کہ اب ہمارا یمن اور شام میں داخلہ بند کردیا جائے گا، اس پر اُن کی تسکین کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری تجارت گاہیں اُن کے وجود ہی سے پاک کردی جائیں گی۔ ۱۲

سے اپنے ظاہری اور حقیقی معنیٰ میں ہے تو اس سے یہ کیسے لازم آگیا کہ حدیث "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کو بھی کھینچ تان کر اس کے مطابق بنادیا جائے، کیا کسی ایک حدیث میں کسی وجہ سے مجازی معنیٰ لے لینا آپ کی شریعت میں اس کو مستلزم ہے کہ کسی حدیث میں اس لفظ کے حقیقی معنیٰ نہ لئے جائیں۔

ایک لطیفہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے مطابق اس اُمت میں جھوٹے مدعی نبوّت ہمیشہ آتے رہیں گے، اور حدیث "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" چونکہ ان کے مقاصدِ یاجوجیت کے مقابلے میں سدِّ سکندری کی طرح حائل تھی اس لئے سب کی نظرِ عنایت اس کی تحریف پر تُلی رہی ہے، اور ان میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی فہم کے مطابق اس کی تحریف میں کوشش کی۔

ایک شخص نے اپنا نام لفظِ "لَا" رکھ لیا، اور نبوّت کا دعویدار بن کر خود اسی حدیث کو اپنی نبوّت کا گواہ بنالیا، اور کہنے لگا کہ اصل عبارتِ حدیث یوں ہے: "لَا نَبِیٌّ بَعْدِیْ" جس میں "لَا" مبتدا، اور "نَبِیٌّ بَعْدِیْ" اُس کی خبر ہے، جس کے مطابق حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ "میرے بعد یہ شخص مسمّٰی بہ لَا نبی ہوگا۔ (کذا فی فتح الباری)

ایک عورت کو مغرب میں یہی جنون سوار ہوا اور نبوّت کا دعویٰ کر بیٹھی، لوگوں نے "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کا فرمان اس کے مقابلے پر پیش کیا تو کہنے لگی کہ حدیث "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" ہے، "لَا نَبِیَّةَ بَعْدِیْ" نہیں، یعنی مرد کے نبی ہونے کا انکار ہے، عورت کی نبوّت کا انکار نہیں۔ (فتح الباری شرح بخاری)

مگر زمانے میں خیر اور صلاح کے آثار باقی تھے، دِلوں میں امانت کا کوئی حصہ موجود تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا احترام جزوِ ایمان سمجھا جاتا تھا، وہاں اس قسم کی لایعنی تحریفات کب کھپ سکتی تھیں، اُمت نے اُن کے ساتھ وہی سلوک کیا جو ایک مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ عالمِ اسلام کو ان کے وجود اور ان کی تحریفات سے پاک کردیا، حالانکہ ان کی تحریفات مرزا قادیانی کی تحریفات سے زیادہ دِلچسپ تھیں۔

قسمت سے ہمارے حصے میں اگر متنبی ایسا خوش فہم آیا ہے کہ اس کو تحریف کرنے کا بھی کوئی سلیقہ نہیں تو لوگ بھی ایسے خوش عقیدہ آئے کہ انہیں ہر مجنون کے ہذیان کو دینِ نبی سمجھ لینا بالکل سہل ہے، خدا جانے اگر یہ لوگ پہلے متنبیّو ں کے زمانے میں ہوتے اوران کی شعبدہ کاریاں دیکھتے تو کیا کرتے؟

حدیث نمبر۵:- عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعَمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ أَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِیَ الَّذِیْ مَحَی اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَأَنَا حَاشِرٌ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی عَقِبِیْ وَأَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ.

(رواہ البخاری ومسلم ج:۲ ص:۲۶۱، وأبونُعیم فی الدلائل ص:۱۲)

ترجمہ:- حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور ماحی ہوں یعنی میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا، اور میں حاشر ہوں، یعنی میرے بعد ہی قیامت آجائے گی اورحشر برپا ہوگا، (اورکوئی نبی میرے اور قیامت کے درمیان نہ آئے گا)، اور میں عاقب ہوں اور عاقب اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے بعداورکوئی نبی نہ ہو۔

(روایت کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے ج:۲ ص:۲۶۱، اور ابونعیم نے دلائل ص:۱۲ میں)

اوراسی حدیث کے بعض الفاظ میں ہے: "یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ" جس کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری ج:۶ ص:۴۰۶ میں فرمایا ہے:-

یمکن أن یکون المراد بالقدم الزمان أی وقت قیامی علٰی قدمی لظهور علامات الحشر اشارة الٰی انه لا نبی بعدهٗ ولا شریعة.

ترجمہ:- ممکن ہے کہ قدم سے مراد زمانہ ہو، یعنی جس وقت علاماتِ قیامت کے ظہور کے ساتھ میں اپنے قدم پر کھڑا ہوں گا، اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپؐ کے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی شریعت۔

حافظ کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث ہر قسم کی نبوت کے انقطاع کی خبر دے رہی ہے خواہ پہلی شریعت کے تابع ہو یا شریعتِ جدیدہ کے ساتھ۔

حدیث نمبر ۶:- عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ كَانَ فِیْمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَإِنْ یَكُنْ فِیْ أُمَّتِیْ أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ. زاد زكریا بن أبی زائدة عن سعد عن أبی سلمة عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ كَانَ فِیْمَا كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رِجَالٌ یُكَلَّمُوْنَ مِنْ غَیْرِ أَنْ یَكُوْنُوْا أَنْبِیَاءَ فَإِنْ تَكُنْ فِیْ أُمَّتِیْ مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ.

(رواه البخاری فی صحیحه ج: ۱ ص: ۵۲۱ فی مناقب عمر وكذلک رواه مسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: تم سے پہلی اُمتوں میں محدّث ہوا کرتے تھے، پس اگر میری اُمت میں کوئی محدّث ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ اور اسی حدیث کے دُوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ: تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ مکلّم ہوا کرتے تھے، بغیر اس بات کے کہ وہ نبی ہوں، پس اگر ان میں سے کوئی میری اُمت میں بھی ہوسکتا ہے تو وہ عمرؓ ہے۔

(روایت کیا اس کو بخاریؒ نے اپنی صحیح ج:۱ ص:۵۲۱ میں اور روایت کیا اس کو مسلمؒ نے)

محدِّث یا مکلّم کون ہوتے ہیں؟

حافظؒ نے فتح الباری ج:۴ ص:۴۰ میں لفظ ''محدّث'' کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ: مکلّم اور محدِّث کی تفسیر میں چند اقوال ہیں، بعض لوگوں نے اس کے معنیٰ ''مُلہم'' بتلائے ہیں، یعنی جس کو اللہ کی طرف سے الہام ہوتا ہے، اور صحیح مسلم کی ایک روایت اس کی تائید کرتی ہے، جس میں خود حدیث میں بجائے ''محدثون'' کے ''ملھمون'' کا لفظ منقول ہے۔

اسی طرح مسندِ حمیدی میں حضرت عائشہؓ سے اسی مضمون کی ایک حدیث آئی ہے، جس کے آخر میں ''الملھم بالصواب'' مذکور ہے، اور ترمذی نے ابنِ عیینہ کے بعض شاگردوں سے ''محدّثون'' کی تفسیر میں ''مفھمون'' کے الفاظ نقل کئے ہیں، یعنی جن کو اللہ کی طرف سے حق بات سمجھادی جاتی ہے۔

بہرحال یہ بات خود نصِ حدیث سے بھی ثابت ہے کہ محدّث یا مکلّم وہ لوگ ہیں جو انبیاء تو نہیں مگر الطافِ خداوندی اُن کی طرف خاص طور پر مبذول ہیں اور اُن کو حق بات کا اللہ کی طرف سے اِلہام ہوجاتا ہے یا حق بات سمجھادی جاتی ہے۔

یہ بات خود نصِ حدیث سے بھی ثابت ہے اور تمام اقوال محدثین بھی اس کے مطابق ہیں کہ محدّث نبی نہیں ہوتا۔

اس کے بعد اصل حدیث کے مضمون پر غور فرمایئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اُمت کے سب سے بہتر افراد یعنی صحابہ کرامؓ اور ان میں سے بھی منتخب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اگر کوئی بڑے سے بڑا درجہ تجویز فرمایا ہے تو وہ صرف محدثیت کا درجہ ہے، نبوّت کا درجہ ان کے لئے بھی تجویز نہیں کیا، بلکہ صراحۃً اس کی نفی فرمائی، صحابہ کرامؓ جو باجماعِ اُمت خیار الخلائق بعد الانبیاء ہیں، اور ان میں بھی خلفائے راشدینؓ جن کی سنت کا اتباع بھی مثلِ سنتِ نبویہ اُمت کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے، جب رتبۂ نبوّت کو نہیں پاسکتے تو اُن کے بعد کوئی غوث یا قطب یا ولی یقیناً اُس درجے کو نہیں پاسکتا، کیونکہ باتفاقِ اُمت کوئی ولی کتنا ہی ترقی کرے مگر صحابہؓ کے

درجے کو بھی نہیں پہنچ سکتا، افضل ہونا تو کجا، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ غیر نبی، نبی سے افضل نہیں ہوسکتا۔

اب اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کوئی نبی بنے تو لازم آتا ہے کہ غیر نبی یعنی صحابہ کرامؓ اس نبی سے افضل ہوں۔

حدیث نمبر۷:- عَنْ سَعَدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ: اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ. (رواہ البخاری ومسلم فی غزوۃ تبوک) **وفی لفظ المسلم: خَلَّفَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ بَعْضِ مَغَازِیْہِ فَقَالَ لَہٗ عَلِیٌّ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! خَلَّفْتَنِیْ مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْیَانِ، فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی؟ اِلَّا اَنَّہٗ لَا نُبُوَّۃَ بَعْدِیْ. وفی لفظ اٰخر عندہ: اِلَّا اَنَّکَ لَسْتَ نَبِیًّا.**

ترجمہ:- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے حضرت ہارون موسیٰ (علیہما السلام) کے ساتھ تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا (اس لئے کہ تم ہارونؑ کی طرح نبی نہیں)۔ (روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے غزوۂ تبوک کے باب میں) اور مسلم شریف کی روایت میں اتنی بات اور زیادہ ہے کہ: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جہاد میں حضرت علیؓ کو ساتھ نہیں لیا بلکہ گھر پر چھوڑ دیا، تو حضرت علیؓ نے (بطور نیازمندانہ شکایت کے) عرض کیا کہ: آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔ آپؐ نے (ان کو تسلی کے لئے) ارشاد فرمایا کہ: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے

ساتھ ایسے ہوجاؤ جیسے ہارون موسیٰ (علیہما السلام) کے ساتھ (یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے پاس اپنا نائب بنا کر چھوڑ گئے تھے، اسی طرح سے تم اس وقت میرے نائب تھے) لیکن میرے بعد نبوّت نہیں (اس لئے تمہارا مرتبہ اگرچہ ہارونؑ کا سا ہے مگر تم کو نبوّت حاصل نہیں)۔ اور مسلم شریف کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: "اِلَّا اَنَّکَ لَسْتَ نَبِیًّا" (مگر تم نبی نہیں ہو)۔

جن لوگوں نے "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" کے الفاظ کو تحریفات کا میدان بنا رکھا ہے، وہ اگر ان الفاظ پر بھی نظر ڈالیں تو ان کے سارے منصوبے ختم ہوجاتے ہیں۔

حدیث نمبر۸:- عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَقْتَتِلَ فِئَتَانِ فَیَکُوْنُ بَیْنَھُمَا مَقْتَلَۃٌ عَظِیْمَۃٌ دَعْوٰھُمَا وَاحِدَۃٌ، وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ قَرِیْبًا مِّنْ ثَلٰثِیْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ (رواہ البخاری ومسلم وأحمد)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ اس سے پہلے یہ علامات نہ ہوچکیں کہ دو جماعتوں میں جنگِ عظیم رُونما ہو، حالانکہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہو، اور قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک کہ تقریباً ۳۰ دجال کاذب دُنیا میں نہ آچکیں جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

(روایت کیا اس کو امام بخاریؒ اور مسلمؒ اور امام احمدؒ نے)

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعیٔ نبوّت کو دجال و کذاب

فرمایا گیا ہے، جیسا کہ آئندہ حدیث میں اس کی اور بھی زیادہ تصریح ہے۔

ایک سوال

اس جگہ پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اگر ہر مدعیٔ نبوت دجال و کذاب ہے تو پھر تیس کا عدد صادق نہیں آتا، کیونکہ مدعیٔ نبوت تو تیس سے بہت زیادہ ہو چکے ہیں، اور نہ معلوم اور کتنے ہوں گے۔

جواب

حافظ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں اس سوال کو حل کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

> **ولیس المراد بالحدیث من ادعی النبوة مطلقًا فانهم لا یحصون کثرة لکون غالبهم ینشأ لهم ذٰلک عن جنون وسوداء وانما المراد من قامت له الشوکة.**
>
> (فتح الباری ج:۶ ص:۴۵۵)
>
> ترجمہ:- اور ہر مدعیٔ نبوت مطلقاً اس حدیث میں مراد نہیں، اس لئے کہ آپؐ کے بعد مدعیٔ نبوت تو بے شمار ہوئے ہیں، کیونکہ یہ بے بنیاد دعوے عموماً جنون یا سوداویت سے پیدا ہوتے ہیں، بلکہ اس حدیث میں جن تیس دجالوں کا ذکر ہے وہ وہی ہیں جن کی شوکت قائم ہوجائے اور جن کا مذہب مانا جائے اور جن کے متبع زیادہ ہوجائیں۔

حافظؒ کی اس عبارت سے جس طرح مذکورۃ الصدر سوال کا شافی جواب معلوم ہوگیا کہ اگرچہ مدعیٔ نبوت سبھی کذاب ہیں مگر حدیث میں ۳۰ کے عدد سے وہ مدعیٔ نبوت مراد ہیں جن کی شوکت و حشمت قائم ہوجائے اور ان کے ماننے والوں کی کوئی جماعت پیدا ہوجائے، اسی طرح دو اور فائدے معلوم ہوئے:-

اوّل:- یہ کہ اس قسم کے دعوائے نبوت آج کل عموماً جنون یا سوداویت کا

کرشمہ ہوتے ہیں۔

دوم:- یہ کہ کسی مدعیٔ نبوّت کی شوکت و حشمت کا قائم ہوجانا یا اُس کے مذہب کا رواج پانا اور اُس کے متبعین کا زیادہ ہوجانا یہ اس کی سچائی یا حقانیت کی دلیل نہیں ہوسکتی، ہاں! اس کی دلیل ہوتی ہے کہ کوئی معمولی متنبّی نہیں ہے، بلکہ اُن ہی تیس دجالوں کی فہرست میں کا ایک نمبری چھوٹا ہے جن کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔

اب مرزا صاحب کا اپنے مریدین کی کثرت یا مذہب کے رواج یا لوگوں کے اموال بٹورنے پر فخر کرنا اور اس کو اپنی حقانیت کی دلیل بلکہ معجزہ قرار دینا جس درجے کی دلیل ہے وہ بھی ظاہر ہوگیا، اور معلوم ہوگیا کہ مرزا صاحب اُن تیس دجالوں میں سے بڑا رُتبہ رکھتے ہیں، سچ ہے ؎

وکان امرأً من جند ابلیس فارتقی
بہ الحال حتّٰی صار ابلیس من جندہ

ترجمہ:- وہ ابلیس کے لشکر کا ایک آدمی تھا، پھر اس کی ترقی ہوگئی یہاں تک کہ ابلیس بھی اس کا ایک لشکری بن گیا۔

حدیث نمبر۹:- عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ مِثْلُہٗ عِنْدَ مُسْلِم۔ (فتح الباری مطبوعہ ہند، باب:۱۴ ص:۳۴۳)

ترجمہ:- حضرت جابر بن سمرہؓ سے بھی اسی مضمون کی حدیث امام مسلمؒ نے روایت کی ہے۔

حدیث نمبر۱۰:- عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ، وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قریب ہے کہ میری اُمت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی

کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ (روایت کیا اس کو مسلمؒ نے)

کیا اس قسم کی صاف صاف احادیث اور ارشاداتِ نبویہ کے بعد بھی مسئلۂ ''ختمِ نبوت'' کا کوئی پہلو خفاء میں رہتا ہے؟ اور کیا اس کے بعد بھی مرزائی اُمت کے لئے وقت نہیں آیا کہ وہ اپنے خیالاتِ باطلہ سے تائب ہوجائیں؟

حدیث نمبر۱۱:- عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا وَّأُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَّخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ. (رواہ مسلم فی الفضائل)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے: اوّل یہ کہ مجھے جوامع الکلم دیئے گئے اور دُوسرے یہ کہ رُعب سے میری مدد کی گئی (یعنی مخالفین پر میرا رُعب پڑ کر ان کو مغلوب کردیتا ہے)، تیسرے میرے لئے غنیمت کا مال حلال کردیا گیا (بخلاف انبیائے سابقین کے کہ مالِ غنیمت اُن کے لئے حلال نہ تھا، بلکہ آسمان سے ایک آگ نازل ہوتی تھی جو تمام مالِ غنیمت کو جلاکر خاک سیاہ کردیتی تھی، اور یہی جہاد کی مقبولیت کی علامت سمجھی جاتی تھی)، اور چوتھے میرے لئے تمام زمین نماز پڑھنے کی جگہ بنادی گئی (بخلاف اُممِ سابقہ کے کہ ان کی نماز صرف مسجدوں ہی میں ہوسکتی تھی) اور زمین کی مٹی میرے لئے پاک کرنے والی بنادی گئی (یعنی بوقتِ ضرورت تیمم جائز کیا گیا جوکہ پہلی اُمتوں کے لئے جائز نہ تھا)، پانچویں میں تمام مخلوق کی طرف نبی بناکر بھیجا گیا ہوں (بخلاف

انبیائے سابقین کے کہ وہ خاص خاص قوموں کی طرف کسی خاص اقلیم میں ایک محدود زمانہ تک کے لئے مبعوث ہوتے تھے)، چھٹے یہ کہ مجھ پر انبیاء ختم کردیئے گئے۔

(روایت کیا اس کو مسلمؒ نے فضائل میں)

حدیث نمبر۱۲:- عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا أَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّهُ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ.

(رواہ البخاری فی کتاب التعبیر ج:۲ ص: ۱۰۳۳، علی هامش الفتح ومسلم)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اے لوگو! نبوّت کا کوئی جزو سوائے اچھے خوابوں کے باقی نہیں۔

(اس حدیث کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ نبوّت بالکلیہ ختم ہوچکی اور سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا البتہ اجزائے نبوّت میں سے ایک جزو مبشرات باقی ہے، یعنی جو سچے خواب مسلمان دیکھتے ہیں، یہ بھی نبوّت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے جس کی تشریح بخاری ہی کی دُوسری حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ: سچا خواب نبوّت کا چھیالیسواں جزو ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

عبرت کی جگہ ہے کہ ارشاداتِ نبویہؐ کے ان بینات کے بعد بھی بجائے اس کے کہ مرزائی قلوب میں زلزلہ پڑجاتا اور وہ ایک متنبیٔ کاذِب کو چھوڑ کر سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کو اپنے لئے کافی سمجھ لیتے، ان کی جسارت اور تحریف میں دلیری اور بڑھتی جاتی ہے، وَکَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قَلْبِ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ۔

اِدھر حدیث میں سلسلۂ نبوّت کے اِنقطاع پر یہ صاف ارشاد ہوتا ہے، اور اُدھر قادیانی دُنیا میں خوشیاں منائی جاتی ہیں کہ اس سے بقائے نبوّت ثابت ہوگیا، اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔

کہا جاتا ہے کہ اس حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ نبوّت کا ایک جزو باقی ہے جس سے نفسِ نبوّت کا بقاء ثابت ہوتا ہے، جیسے پانی کا ایک قطرہ بھی باقی ہو تو پانی کو باقی کہا جاسکتا ہے، اسی طرح نبوّت کے ایک جزو کا باقی ہونا خود نبوّت کا باقی ہونا ہے۔

اہلِ دانش فیصلہ کریں کہ اس فلسفہ اور سائنس کے دور میں ایک مدعیٔ نبوّت کی طرف سے کہا جارہا ہے، اُس کو جزو اور کل کا بدیہی امتیاز معلوم نہیں، وہ کسی شے کے ایک جزو موجود ہونے کو کل کا موجود ہونا سمجھتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نماز کے ایک جزو مثلاً ''اللہ اکبر'' کو پوری نماز، اور وضوء کے ایک جزو مثلاً ''ہاتھ دھونے'' کو پورا وضو کہا جائے، اسی طرح ایک لفظ ''اللہ'' کو پوری اذان، اور ایک منٹ کے روزہ کو ''ادائے روزہ'' کہا جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر قادیانی نبوّت کی یہی برکات ہیں کہ کسی شے کے ایک جزو کے وجود کو کل کا وجود قرار دیا جائے، اور جزو پر کل کا اطلاق دُرست ہوجائے تو پھر ایک اینٹ کو پورا مکان کہنا بھی دُرست ہوگا، اور کھانے کے بیس اجزاء میں سے ایک جزو نمک ہے تو نمک کو ''کھانا'' کہنا بھی روا ہوگا، نمک کو ''پلاؤ'' اور پلاؤ کو ''نمک'' کہا جائے تو کوئی غلطی نہ ہوگی، اور پھر تو شاید ایک تاگہ کو ''کپڑا'' کہنا بھی جائز ہوگا، اور ایک اُنگلی کے ناخن کو ''انسان'' اور ایک رسّی کو ''چارپائی'' بھی کہا جائے، اور ایک میخ کو ''کواڑ'' بھی، کیا خوب! نبوّت ہو تو ایسی ہو کہ تمام ہی کو بدل ڈالے۔

پس اگر ایک اینٹ کو مکان اور نمک کو پلاؤ اور ایک تاگہ کو کپڑا اور ایک رسّی کو چارپائی اور ایک میخ کو کواڑ نہیں کہہ سکتے تو نبوّت کے چھیالیسویں جزو کو بھی ''نبوّت'' نہیں کہہ سکتے۔

رہی پانی کی مثال کہ اس کا ایک قطرہ بھی ''پانی'' ہی کہلاتا ہے اور پورا سمندر بھی ''پانی'' کہلاتا ہے، سو یہ ایک جدید مرزائی فلسفہ ہے کہ ان عقلمندوں نے پانی کے ایک قطرہ کو پانی کا ایک جزو سمجھ رکھا ہے، حالانکہ پانی کا ایک قطرہ بھی ایسا ہی مکمل پانی ہے جیسے ایک دریا۔ جو شخص علم کی ابجد سے بھی واقف ہے وہ جانتا ہے کہ پانی کے ہر قطرہ میں اجزائے مائیہ پورے پورے موجود ہیں، فرق اتنا ہے کہ سمندر میں پانی

کے اجزاء زیادہ ہیں، اور قطرہ میں کم مقدار میں موجود ہیں، مگر اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایک قطرہ میں پانی کے دونوں اجزاء جن کو جدید فلسفہ ہائیڈروجن اور آکسیجن نام رکھتا ہے، موجود ہیں، اس لئے پانی کے قطرات کو پانی کے اجزاء نہیں کہا جاسکتا، بلکہ پانی کے اجزاء وہی ہائیڈروجن اور آکسیجن ہیں، تو جس طرح تنہا ہائیڈروجن کو بھی ''پانی'' کہنا غلط ہے اور تنہا آکسیجن کو بھی ''پانی'' کہنا غلط ہے، اسی طرح نبوّت کے کسی جزو کو ''نبوّت'' کہنا بھی غلط ہے، یہ محض لچر اور ناقابلِ ذکر بات ہے کہ نبوّت کا ایک جزو باقی ہونے سے نبوّت کا بقاء ثابت کرڈالا۔

نبوّت بروزیہ یا ظلّیہ وغیرہ بالفرض اگر نبوّت ہے تو وہ بھی آپؐ کے بعد منقطع ہے

اس حدیث میں یہ بات زیادہ قابلِ لحاظ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انقطاعِ نبوّت کے ذکر کے ساتھ صرف رُؤیائے صالحہ کے بقاء کا ذکر فرمایا ہے اور کسی قسم کی نبوّت کا نام نہیں لیا، جو اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ آپؐ کے نزدیک نبوّت کی کوئی قسم آپؐ کے بعد باقی نہیں رہی، ورنہ ضروری تھا کہ نبوّت کی جو قسم باقی رہنے والی ہے بجائے سچے خواب کے اس قسم کا ذکر فرمایا جاتا۔

اور اسی پر بس نہیں، بلکہ نبوّت کے تمام اجزاء اور اقسام کے بالکلیہ انقطاع کی خبر دے کر صرف ایک جزو یعنی رُؤیائے صالحہ کا استثناء فرمایا گیا ہے، اب انصاف کیجئے کہ اگر سوائے رُؤیائے صالحہ کے اور بھی کوئی جزو یا کوئی نوع یا کوئی قسم نبوّت کی باقی رہنے والی تھی، تو اس کا استثناء کیوں نہیں فرمایا گیا؟

مرزا صاحب نے اپنی اسلام دُشمنی پر پردہ ڈالنے کے لئے کبھی فرمایا کہ ختمِ نبوّت کا مسئلہ تو میرا ایمان ہے مگر صرف تشریعی نبوّت ختم ہوئی ہے، اور میری نبوّت غیرتشریعی ہے۔ اور کبھی کہا کہ کلی نبوّت ختم ہوئی ہے اور میری نبوّت جزئی ہے۔ اور کبھی ارشاد ہوا کہ حقیقی نبوّت ختم ہوئی ہے اور میری نبوّت ظلّی اور بروزی ہے۔ اور کہیں لکھا ہے کہ مستقل نبوّت ختم ہوئی ہے اور میری نبوّت غیر مستقل ہے۔

غرض ان متعارض اور متہافت اقوال کو اختیار کر کے مرزا صاحب نے سمجھا ہے کہ ہماری نبوّت بھی سیدھی ہوگئی، اور مسلمانوں کے سامنے یہ کہنے کی بھی جگہ باقی رہی کہ قرآن وحدیث کے صریح حکم یا اُمت کے اجماعی عقیدہ ختمِ نبوّت کے منکر نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث نے مرزا صاحب کے سارے منصوبے خاک میں ملادیئے ہیں، کیونکہ اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے فرض کرلیں کہ ظلّی و بروزی وغیرہ جو قسم نبوّت کی مرزا صاحب نے ایجاد کی ہے وہ واقعی نبوّت کی ایک قسم ہے، اس حدیث میں اس کے بھی انقطاع کی خبر بصراحت موجود ہے، کیونکہ اس میں اجزاء وانواعِ نبوّت میں سے رُؤیائے صالحہ کے سوا کچھ مستثنیٰ نہیں فرمایا گیا، پس اگر ظلّی و بروزی وغیرہ بھی نبوّت کی قسمیں ہیں تو وہ بھی اس حدیث کی رُو سے منقطع ومختتم ہوچکیں، اور مرزا صاحب کو ان متعارض اقوال اور نئی نئی قسم کی نبوّتیں تراشنے کے بعد بھی کچھ ہاتھ نہ آیا۔

حدیث نمبر۱۳:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَشَفَ السِّتَارَةَ وَرَأْسُهُ مَعْصُوْبٌ فِیْ مَرَضِهِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ وَالنَّاسُ صُفُوْفٌ خَلْفَ أَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ: یَا أَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّهُ لَمْ یَبْقَ مِنْ مُّبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ اِلَّا الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ یَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرٰی لَهُ.

(رواه مسلم والنسائی وغیره)

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وفات میں دروازہ کا پردہ کھولا، آپؐ کا سر مبارک بوجہ مرض کے بندھا ہوا تھا، اُدھر لوگ حضرت صدیقِ اکبرؓ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے تھے، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: نبوّت میں کوئی جزو باقی نہیں رہا، مگر اچھے خواب جو مسلمان دیکھتا ہے، یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے۔

(روایت کیا اس کو مسلمؒ اور نسائیؒ نے)

حدیث نمبر۱۴:- عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ قَارِظٍ: أَشْهَدُ

أَنِّيْ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِنِّيْ اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِيْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ. (رواه مسلم ج:۱ ص:۴۴۶، والنسائی ولفظه: خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَخَاتِمُ الْمَسَاجِدِ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ فرماتے ہیں کہ: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔

(اس حدیث کو مسلم نے ج:۱ ص:۴۴۶ میں اور نسائی نے روایت کیا ہے، نسائی کے الفاظ میں بجائے آخر الانبیاء اور آخر المساجد کے خاتم الانبیاء اور خاتم المساجد واقع ہوا ہے، اور بہر دو صورت معنی واحد ہیں، جیسا کہ اسی رسالے میں مفصل گزر چکا ہے)

تنبیہ

حدیث میں خاتم المساجد سے مراد خاتم مساجد الانبیاء ہے، جیسا کہ ایک دُوسری حدیث میں خود یہی لفظ موجود ہے، جس کو ائمہ حدیث دیلمیؒ، ابنِ نجارؒ، بزارؒ وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بایں الفاظ روایت کیا ہے:-

أَنَا خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِيْ خَاتِمُ مَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ.

(كذا في الكنز)

ترجمہ:- میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجدِ انبیاء کی خاتم اور آخر ہے۔

حاصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ کسی نبی کی اور مسجد بنے گی۔

ایک لطیفہ

مرزائی دُنیا میں صحیح مسلم کی حدیث کے الفاظ دیکھ کر خوشیاں منائی گئیں کہ اس نے ختمِ نبوّت کے مسئلے میں تحریف کا راستہ نکال دیا، کیونکہ ''خاتم المساجد'' کے معنی

باتفاق یہ نہیں ہوسکتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مسجد نہیں بنے گی، کیونکہ یہ واقعات کے خلاف ہے، اسی طرح ''خاتم الانبیاء'' کے معنی بھی یہ نہیں ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

لیکن دیلمیؒ، ابنِ نجارؒ اور بزارؒ کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو حدیث ابھی پیش کی گئی ہے کہ ''خاتم المساجد'' کے معنی ''خاتم مساجد الانبیاء'' ہیں، اس نے اُن کے تمام منصوبے خاک میں ملادیئے۔

حدیث نمبر ۱۵:- عَنْ أَبِیْ مُوْسَی الْأَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسَمِّیْ لَنَا نَفْسَهُ أَسْمَاءً فَقَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَّأَحْمَدُ وَالْمُقَفِّیْ، الحدیث.

(رواہ مسلم ج:۲ ص:۲۶۱)

ترجمہ:- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسمائے شریفہ ہم سے بیان فرمایا کرتے تھے، چنانچہ آپؐ نے فرمایا: میں محمدؐ ہوں اور احمدؐ اور مقفّیؐ بھی ہوں۔ (اس حدیث کو امام مسلمؒ نے روایت فرمایا ہے)

امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لفظ ''مقفّی'' کے معنی شمر سے نقل کئے ہیں کہ مقفّی بمعنی عاقب ہے، اور عاقب کے معنی خود نصِ حدیث میں آخر الانبیاء بیان فرمائے ہیں، جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گزرا ہے۔ اور ابن الاعرابی نے مقفّی کا ترجمہ ''هُوَ الْمُتَّبِعُ لِلْأَنْبِیَاءِ'' کیا ہے، جس کے معنی بھی یہی آخر الانبیاء ہوتے ہیں، اس لئے نوویؒ نے دونوں قول نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ: ''فَظَهَرَ أَنَّ الْمُقَفِّیْ هُوَ الْآخِرُ'' یعنی ثابت ہوا کہ مقفّی کے معنی آخر کے ہیں، اور اس لئے حدیث کا حاصلِ مطلب یہ ہوا کہ میں آخر الانبیاء ہوں۔

حدیث نمبر ۱۶:- عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِ الشَّفَاعَةِ: فَیَقُوْلُ لَهُمْ عِیْسٰی: اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ، اِذْهَبُوْا اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَیَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُحَمَّدُ! أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ .... الخ.

(رواہ البخاری ج:۲ ص:۶۸۵، ومسلم ج:۱ ص:۱۱۱)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: جب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز شفاعت کے لئے عرض کریں گے تو وہ کہیں گے کہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ: اے محمدؐ! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں (الیٰ آخر الحدیث)۔

(روایت کیا اس کو بخاری نے ج:۲ ص:۶۸۵ میں اور مسلم نے ج:۱ ص:۱۱۱ میں)

حدیث نمبر۱۷:- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ.

(رواه البخاری فی صحيحه، مشكوٰة المصابيح باب قرب القيامة)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (انگشتِ شہادت اور بیچ کی اُنگلی کو ملا کر) فرمایا کہ: میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دونوں اُنگلیاں ملی ہوئی ہیں۔

باتفاقِ علمائے حدیث اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قیامت کے درمیان کوئی جدید نبی پیدا نہ ہوگا اور قیامت آپؐ کے ساتھ ملی ہوئی آنے سے یہی مراد ہوسکتی ہے، ورنہ حدیث کا خلافِ واقعہ ہونا لازم آتا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کو تقریباً چودہ سو برس ہوچکے اور اب تک قیامت کا پتہ نہیں۔

اور دُوسری احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیامت کے متصل ہونے کا یہی مطلب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے جیسا کہ "ختم النبوۃ فی القرآن" (آیت نمبر۶۲ کے تحت) صفحہ:۲۰۹ میں حضرت ابوزمل رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث کا ایک حصہ نقل ہو چکا ہے، جس کے چند جملے یہ ہیں:-

وَأَمَّا النَّاقَةُ الَّتِيْ رَأَيْتَهَا أَبْعَثُهَا فَهِيَ السَّاعَةُ عَلَيْنَا تَقُوْمُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِيْ. (ابنِ کثیر ج:۹ ص:۳۶۹)

ترجمہ:- وہ ناقہ جس کو تم نے خواب میں دیکھا اور یہ کہ میں اس کو چلا رہا ہوں وہ قیامت ہے جو ہم پر قائم ہوگی، کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اور نہ میری اُمت کے بعد کوئی اُمت۔

اس میں بوضاحت معلوم ہوگیا کہ قیامت کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملے ہوئے آنے کے یہی معنی ہیں کہ آپؐ کے اور قیامت کے درمیان نہ کوئی نبی ہوگا، نہ کوئی دُوسری اُمت۔

حدیث نمبر۱۸:- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ كَانَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُوْنَ فَإِنْ يَكُنْ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. (رواه مسلم والنسائی وأبویعلٰی وأحمد)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: تم سے پہلی اُمتوں میں محدّث ہوا کرتے تھے، اگر میری اُمت میں بھی ان میں سے کوئی ہوسکتا ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔

(اس حدیث کو مسلمؒ اور نسائیؒ اور ابویعلیٰؒ اور امام احمدؒ نے روایت فرمایا ہے)

حدیث نمبر۶ کے تحت "محدّث" کے معنی اور مضمونِ حدیث کا مطلب مفصل گزر چکا ہے۔

حدیث نمبر۱۹:- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بَیْدَ اَنَّھُمْ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِیْنَا مِنْ بَعْدِھِمْ، الحدیث.

(رواہ البخاری ومسلم والنسائی من الکنز ج:۶ ص:۲۳۰، ومثلہ عند أبی نُعیم فی الدلائل ص:۹)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ہم سب سے آخر ہیں اور قیامت میں سب سے سابق ہوں گے، صرف اتنی بات ہے کہ اُممِ سابقہ کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں اُن کے بعد ملی۔

(روایت کیا اس حدیث کو بخاریؒ اور مسلمؒ اور نسائیؒ نے، کذا فی الکنز ج:۶ ص:۲۳۰، اور ابونعیمؒ نے دلائلِ نبوت ص:۹ میں بعینہٖ یہی حدیث نقل کی ہے)

صحیح مسلم میں ابواب الجمعہ میں اس حدیث کو چار طریق سے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر۲۰:- عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِثْلُہٗ وَلَفْظُہٗ: نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ مِنْ اَھْلِ الدُّنْیَا وَالْاَوَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

(رواہ مسلم ج:۲ ص:۲۸۲)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون مسلم نے روایت کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ: ہم دُنیا میں سب سے آخری اُمت ہیں، اور قیامت میں سب سے پہلے ہوں گے۔

صحیحین کے علاوہ وہ احادیث جن کو ائمہ حدیث نے صحیح کہا ہے

حدیث نمبر۲۱:- عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ دَجَّالُوْنَ سَبْعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ، مِنْھُمْ اَرْبَعُ نِسْوَةٍ، وَاِنِّیْ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ.

(رواہ أحمد والطبرانی واسنادہ جیّد، والطحاوی فی مشکل الآثار ج:۴ ص:۱۰۴)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میری اُمت میں ستائیس[۲۷] کذاب دجال ہوں گے، جن میں سے چار عورتیں ہوں گی، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

(اس کو امام احمدؒ اور طبرانیؒ نے باسناد جید روایت کیا ہے، اور اسی طرح روایت کیا اس کو طحاویؒ نے مشکل الآثار ج:۴ ص:۱۰۴ میں)

اس سے پہلے ایک حدیث گزر چکی ہے جس میں تیس[۳۰] دجالوں کا ذکر ہے، اس میں ستائیس[۲۷] مذکور ہیں، مگر ان میں کوئی تعارض نہیں، ہوسکتا ہے اوّل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستائیس کا علم ہوا ہو اور پھر تیس کا ہونا معلوم ہوا۔

حدیث نمبر۲۲:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: وُجِعْتُ وَجْعًا فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقَامَنِيْ فِيْ مَقَامِهٖ وَقَامَ يُصَلِّيْ وَأَلْقٰى عَلَيَّ طَرَفَ ثَوْبِهٖ ثُمَّ قَالَ: بَرِئْتَ يَا ابْنَ أَبِيْ طَالِبٍ فَلَا بَأْسَ عَلَيْكَ مَا سَأَلْتَ بِاللهِ لِيْ شَيْئًا اِلَّا سَأَلْتُ لَكَ مِثْلَهٗ وَلَا سَأَلْتُ اللهَ شَيْئًا اِلَّا أَعْطَانِيْهِ غَيْرَ أَنَّهٗ قِيْلَ لِيْ أَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ. فَقُمْتُ كَأَنِّيْ مَا اشْتَكَيْتُ.

(رواه ابن جرير وابن شاهين في السنة والطبراني في الأوسط وأبونُعيم في فضائل الصحابة، كذا في الكنز)

ترجمہ:- حضرت علی کرّم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ مجھے سخت درد ہوا، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کردیا، اور خود نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے، اور آپؐ نے کپڑے کا ایک کنارہ میرے اُوپر ڈال دیا، پھر فرمایا کہ: اے علی! تم شفایاب ہوگئے، اب تم میں کوئی مرض نہیں رہا۔ جو کچھ تم اللہ سے میرے لئے دُعا کروگے، میں تمہارے لئے وہی دُعا کروں گا، اور میں جو کچھ دُعا

کروں گا اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا، اس کے سوا کہ مجھ سے کہہ دیا گیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا (اس لئے تمہارے لئے بھی نبوّت کی دُعا نہیں کرسکتا)۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ: اس کے بعد میں وہاں سے ایسا تندرست ہوکر اُٹھا کہ گویا بیمار تھا ہی نہیں۔ (روایت کیا اس کو ابن جریرؒ نے اور فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، نیز روایت کیا ابن شاہینؒ نے سنت میں، اور طبرانیؒ نے معجم اوسط میں اور ابونعیمؒ نے فضائلِ صحابہ میں، از کنز العمال)

حدیث نمبر۲۳:- عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا أَبَا ذَرٍّ! أَوَّلُ الْأَنْبِیَاءِ اٰدَمُ وَاٰخِرُهٗ مُحَمَّدٌ.

(رواه ابن حبان فی صحیحه وأبونُعیم فی الحلیة وابن عساکر والحکیم الترمذی، من الکنز ج:٦ ص:١٣٠، وأخرجه ابن حبان فی تاریخه فی السنة العاشرة ص:٦٩ قلمی)

ترجمہ:- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: سب انبیاء میں پہلے آدم علیہ السلام ہیں، اور سب سے آخر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

(روایت کیا اس حدیث کو ابنِ حبانؒ نے اپنی کتاب صحیح میں، نیز اپنی تاریخ میں سنہ۱۰ھ کے احوال کے تحت قلمی ص:۶۹ پر، اور ابونعیمؒ نے حلیہ میں اور ابنِ عساکرؒ، وحکیم ترمذیؒ وغیرہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ دیکھو کنز العمال ج:۶ ص:۱۳۰۔ اور حافظ ابنِ حجرؒ نے بھی فتح الباری میں اس کی تصحیح کی ہے)

حدیث نمبر۲۴:- وَعَنْ مَالِکٍ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تَرٰی أَنْ تَکُوْنَ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی إِلَّا أَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ.

(رواه الحاکم فی المستدرک والطبرانی فی الکبیر. کذا فی الکنز ج:٦ ص:١٥٤)

ترجمہ:- حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ: کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ (علیہما السلام) کے ساتھ تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ (اس حدیث کو حاکمؒ نے مستدرک میں نقل کرکے تصحیح کی ہے، اور طبرانیؒ نے معجم کبیر میں بھی روایت کیا ہے، حدیث کا مطلب اور تحقیق مفصل پہلے گزر چکی ہے)

حدیث نمبر۲۵:- عَنْ نَّافِعٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَّأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمُقَفّٰی وَالْحَاشِرُ وَالْمَاحِیْ وَالْخَاتِمُ وَالْعَاقِبُ.

(رواه أحمد وابن سعد والطبراني والحاكم، من الكنز)

ترجمہ:- حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں محمد ہوں اور احمد، مقفّٰی، حاشر، ماحی، خاتم اور عاقب۔

(روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے مسند میں اور ابنِ سعدؒ اور طبرانیؒ نے اور حاکمؒ نے اس کو مستدرک میں درج کرکے تصحیح فرمائی، من الکنز)

مراد حدیث کی یہ ہے کہ یہ سب میرے نام ہیں، "مقفّٰی" اور "عاقب" کے معنی پہلے گزر چکے ہیں کہ خاتم الانبیاء کو کہا جاتا ہے۔ اسی طرح "حاشر" کے معنی بھی یہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی حشر و قیامت قائم ہوجائے گی، کوئی نبی اور نہ پیدا ہوگا، اور "ماحی" کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کے ذریعہ سے کفر کو مٹائے گا۔

حدیث نمبر۲۶:- عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: فَوَاللهِ! لَأَنَا الْحَاشِرُ وَأَنَا الْعَاقِبُ وَأَنَا الْمُقَفّٰی.

(رواه طب وك من الكنز)

ترجمہ:- حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: خدا کی قسم! میں حاشر اور

عاقب اور مُقفّٰی ہوں۔ (روایت کیا اس کو طبرانی نے اور حاکم نے مستدرک میں درج کرکے تصحیح کی ہے)

ابھی گزر چکا ہے کہ حاشر، عاقب، مُقفّٰی تینوں کی مراد ایک ہے، یعنی آخر الانبیاء۔

حدیث نمبر ۲۷:- عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ فِي الْمَحْشَرِ: فَيَقُوْلُ قَوْمُ نُوْحٍ: وَأَنّٰى عَلِمْتَ هٰذَا يَا أَحْمَدُ؟ وَأَنْتَ وَأُمَّتُكَ اٰخِرُ الْأُمَمِ.

(رواه الحاكم في المستدرك، كذا في الكنز)

ترجمہ:- حضرت وہب بن منبہؒ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قیامت کے دن حضرت نوح (علیہ السلام) کی اُمت کہے گی کہ: اے احمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو[(۱)] یہ کیسے معلوم ہوا؟ حالانکہ آپؐ اور آپؐ کی اُمت آخر الاُمم ہے۔

(اس کو حاکمؒ نے مستدرک میں درج کرکے صحت کا حکم کیا ہے)

حدیث نمبر ۲۸:- عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَبْعَةِ رَهْطٍ شَهِدُوْا بَدْرًا كُلُّهُمْ رَفَعُوا الْحَدِيْثَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ. (رواه الحاكم في المستدرك)

ترجمہ:- حضرت حسن رضی اللہ عنہ سات صحابہؓ سے جو غزوۂ بدر کے شرکاء میں سے تھے مرفوعاً اسی مضمون کو نقل کرتے ہیں جو اس سے پہلی حدیث میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کیا گیا ہے۔

(حاکمؒ نے مستدرک میں روایت کرکے صحت کا حکم کیا ہے)

---

(۱) ایک معاملے کی طرف اشارہ ہے جو ابتدائے حدیث میں مذکور ہے۔ ۱۲ منہ

حدیث نمبر۲۹:- عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ مَرْفُوْعًا: اِنِّیْ خَاتِمُ أَلْفِ نَبِیٍّ أَوْ أَکْثَرَ.

(رواہ الحاکم فی المستدرک من الکنز ج:٦ ص:١٢١)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: میں ایک ہزار انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں یا کچھ زیادہ کا۔

(حاکمؒ نے مستدرک میں نقل کرکے تصحیح فرمائی ہے)

حدیث نمبر۳۰:- عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ وَخَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ.

(رواہ البیھقی والحاکم وصححہ، کذا فی الدر المنثور ج:۵ ص:۲۰۷)

ترجمہ:- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: میں اللہ کا بندہ ہوں اور تمام انبیاء کا خاتم اور آخر۔

(اس کو بیہقیؒ نے روایت کیا، اور حاکمؒ نے مستدرک میں روایت کرکے تصحیح فرمائی، از درمنثور)

حدیث نمبر۳۱:- عَنْ زَیْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ قِصَّةٍ طَوِیْلَةٍ لَّہٗ حِیْنَ جَاءَتْ عَشِیْرَتُہٗ یَطْلُبُوْنَہٗ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا أَسْلَمَ فَقَالُوْا لَہٗ: اِمْضِ مَعَنَا یَا زَیْدُ! فَقَالَ: مَا أُرِیْدُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَدَلًا وَّلَا غَیْرِہٖ أَحَدًا. فَقَالُوْا: یَا مُحَمَّدُ! اِنَّا مُعْطُوْکَ بِھٰذَا الْغُلَامِ دِیَاتٍ فَسَمِّ مَا شِئْتَ فَاِنَّا حَامِلُوْہُ اِلَیْکَ. فَقَالَ: أَسْئَلُکُمْ أَنْ تَشْھَدُوْا أَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَأَنِّیْ خَاتِمُ أَنْبِیَائِہٖ وَرُسُلِہٖ وَأُرْسِلُہٗ مَعَکُمْ. الحدیث.

(أخرجه الحاکم مفصّلًا وسرد قصته فی مستدرک ج:۳ ص:۲۱۴)

ترجمہ:- حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا طویل اور دِلچسپ قصہ بیان فرماکر آخر میں فرماتے ہیں کہ: جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر مسلمان ہوگیا تو میرا قبیلہ مجھے تلاش کرتا ہوا آپؐ کی خدمت میں پہنچا اور مجھے آپؐ کے پاس دیکھ کر کہا: اے زید! اُٹھو اور ہمارے ساتھ چلو۔ میں نے جواب دیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے میں ساری دُنیا کو کچھ نہیں سمجھتا اور نہ آپؐ کے سوا کسی اور کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پھر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے کہا کہ: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کے اس لڑکے کے بدلے میں بہت سی دیتیں (اموال) دینے کے لئے تیار ہیں جو آپ چاہیں فرمادیں، ہم ادا کردیں گے (مگر اس لڑکے کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے)۔ آپؐ نے فرمایا کہ: میں تم سے صرف ایک چیز مانگتا ہوں، وہ یہ ہے کہ شہادت دو اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں، اور یہ کہ میں رسولوں کا ختم کرنے والا ہوں (جب تم یہ گواہی دوگے) میں اس لڑکے کو تمہارے ساتھ کردُوں گا، الحدیث۔

(روایت کیا اس کو حاکمؒ نے مستدرک ج:۳ ص:۲۱۴ میں)

فائدہ:- اس حدیث میں یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدۂ ختمِ نبوّت کو کلمۂ شہادت کی طرح ایمان کا جزو قرار دیا ہے۔

حدیث نمبر۳۲:- عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ عُمَرُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنِّیْ مَرَرْتُ بِاَخٍ لِّیْ مِنْ قُرَیْظَةَ فَکَتَبَ لِیْ جَوَامِعَ مِنَ التَّوْرَاةِ لِاَعْرِضَهَا عَلَیْکَ، فَتَغَیَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ

بِيَدِهٖ! لَوْ أَصْبَحَ فِيكُمْ مُوسٰى ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوهُ لَضَلَلْتُمْ، اِنَّكُمْ حَظِّى مِنَ الْأُمَمِ وَأَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّينَ.

(رواه أحمد فی مسنده كذا فی الدر المنثور للسيوطی ج:۲ ص:۴۸)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! میں بنی قریظہ میں سے اپنے ایک بھائی کے پاس گزرا، اس نے توراۃ سے کچھ جامع کلمات لکھ کر مجھے دیئے ہیں تاکہ وہ آپ کے سامنے پیش کروں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک بدل گیا، اور فرمایا کہ: اس ذاتِ قدوس کی قسم ہے جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے! اگر خود موسیٰ (علیہ السلام) بھی تمہارے اندر آجائیں اور تم اُس وقت اُن کی اتباع کرنے لگو تو تم گمراہ ہوجاؤ، کیونکہ تم تمام اُمتوں سے صرف میرا حصہ ہو، اور تمام انبیاء میں سے صرف میں تمہارا حصہ ہوں۔ (اس کو امام احمدؒ نے مسند میں روایت کیا ہے، از درمنثور ج:۲ ص:۴۸، کذا فی الکنز ج:۱ ص:۵۱)

فائدہ:- اس حدیث میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حصر کرکے بتلادیا ہے کہ نہ اس اُمت کے لئے اور کوئی نبی ہوسکتا ہے، اور نہ یہ اُمت کسی اور نبی کی اُمت بن سکتی ہے۔

حدیث نمبر۳۳:- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِىْ وَلَا نَبِيَّ.

(رواه الترمذی وقال هذا حديث صحيح، وقال ابن كثير فی تفسيره ج:۸ ص:۹ أخرجه أحمد أيضًا)

ترجمہ:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں

کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: رسالت اور نبوّت منقطع ہوچکی، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔

(اس حدیث کو ترمذیؒ نے روایت کرکے فرمایا ہے کہ حدیث صحیح ہے، اور ابنِ کثیرؒ نے اپنی تفسیر ج:۸ ص:۹ میں فرمایا ہے کہ اس کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں بھی روایت کیا ہے)

فائدہ:- اس حدیث میں لفظ ''نبی'' اور ''رسول'' کو علیحدہ علیحدہ بیان کرکے یہ بھی بتلادیا گیا ہے کہ نہ کوئی تشریعی نبی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگا، نہ غیرتشریعی، کیونکہ ہم اس رسالے کے پہلے حصے کے شروع میں لکھ چکے ہیں کہ جمہور کے نزدیک ''رسول'' صاحبِ شریعت نبی کو کہا جاتا ہے، اور ''نبی'' عام ہے، صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہو یا پہلی شریعت کا متبع۔

حدیث نمبر۳۴:- عَنْ أُمِّ کُرْزٍ الْکَعْبِیَّةِ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِیَتِ الْمُبَشِّرَاتِ.

(رواه ابن ماجة فی سننه ص:۲۸۶، وأحمد والطبرانی وصححه ابن خزیمة، کذا فی الکنز)

ترجمہ:- حضرت اُمِّ کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ فرما رہے تھے کہ: نبوّت ختم ہوگئی، صرف مبشرات باقی رہ گئے۔

(اس کو ابنِ ماجہؒ نے اپنی سنن ص:۲۸۶ میں، اور امام احمدؒ نے مسند میں اور طبرانیؒ نے روایت کیا ہے اور ابنِ خزیمہؒ نے اس کو روایت کرکے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، کذا فی الکنز)

اس حدیث میں بھی ''مبشرات'' سے اچھے خواب مراد ہیں، جس کی تفصیل ابھی گزری ہے۔

حدیث نمبر۳۵:- عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: وَأَنَا اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ اٰخِرُ الْأُمَمِ.

(رواه ابن ماجة في سننه ص:۳۰۷ باب فتنة الدّجال، وابن خزيمة والحاكم والضياء من منتخب الكنز ج:۶ ص:۴۱)

ترجمہ:- حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں آخر الانبیاء ہوں اور تم سب سے آخری اُمت ہو۔ (دیکھو ابنِ ماجہ ص:۳۰۷، باب فتنۃ الدجال، اور منتخب الکنز ج:۶ ص:۴۱ میں اس حدیث کو بحوالہ صحیح ابنِ خزیمہ اور حاکم اور ضیاء نے بھی روایت کیا ہے)

حدیث نمبر ۳۶:- عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حديث التمثيل باللبنة الخاتمة وفي اٰخره: فَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ.

(رواه أحمد والترمذي وقال الترمذي: هٰذا حديث حسن صحيح غريب)

ترجمہ:- حضرت اُبیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا حدیث جس میں نبوّت کو آپ صلی اللہ علیہ سلم نے ایک عظیم الشان محل کے ساتھ اور انبیاء علیہم السلام کو اس کی اینٹوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے، مفصل الفاظ نقل کرنے کے بعد یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ: میں خاتم النبیّین ہوں، اور درجہ میرا انبیاء میں ایسا ہے جیسا اس محل میں آخری اینٹ کا۔ (روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور امام احمدؒ نے اور ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے)

یہ چھتیس احادیث ختمِ نبوّت کے ثبوت میں محدثینؒ کی اصطلاح کے مطابق صحیح احادیث ہیں، جو حدیث کے اقسام میں سب سے قوی حجت سمجھی جاتی ہیں۔

سننِ اربعہ یعنی صحاحِ ستہ کی باقی احادیث

نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ

حدیث نمبر ۳۷:- عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ:- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطابؓ ہوتے۔ (روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ میں کمالاتِ نبوّت موجود تھے، مگر باایں ہمہ ان کو عہدۂ نبوّت نہیں دیا گیا، کیونکہ سلسلۂ نبوّت ختم کردیا گیا ہے۔ حدیث میں لفظ "لَوْ كَانَ" سے اسی طرف اشارہ ہے، کیونکہ لفظ "لَوْ" عربی زبان میں اسی غرض کے لئے آتا ہے کہ شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں، لہٰذا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میرے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں ہوسکتا، اس لئے عمرؓ بھی نبی نہیں ہوئے۔

خیر الاُمم اور کمالاتِ نبوّت

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوّت کے اِنقطاع سے یہ لازم نہیں آتا کہ کمالاتِ نبوّت بھی منقطع ہوجائیں، بلکہ اس اُمت میں بھی کمالاتِ نبوّت موجود ہیں، البتہ عہدۂ نبوّت نہیں دیا جاتا۔ اور یہ ایسا ہے کہ ایک فارغ التحصیل عالم میں مدرّس ہونے کی قوت اور درس و تدریس کا کمال موجود ہے مگر اس وقت تک مدرّس نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ کسی مدرسہ میں یہ عہدہ اس کو نہ دیا جائے۔ یا ایک گریجویٹ جو انگریزی فنون کا پورا ماہر ہے، اس میں ڈپٹی کلکٹر ہونے کی قوت اور کمال موجود ہے، مگر کلکٹری کا عہدہ اس کو جب تک نہ دیا جائے وہ کلکٹر نہیں کہلاسکتا۔

الحاصل اس اُمت کے فضلاء کمالاتِ نبوّت سے محروم نہیں، بلکہ کمالاتِ نبوّت میں سے ان کو وافر حصہ ملا ہے، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت چونکہ قیامت تک باقی اور قائم ہے، اس کے ہوتے ہوئے کسی دُوسرے کو عہدۂ نبوّت دینے کی نہ ضرورت ہے اور نہ مناسب، کیونکہ آپؐ کی نبوّت قائم ہوتے ہوئے کسی کو عہدۂ نبوّت دینا آپؐ کی کسرِ شان ہے، اس لئے عہدۂ نبوّت کسی کو نہیں دیا گیا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت فرماتے ہیں کہ: قیامت کے دن تمام اُممِ سابقہ ہمارا احترام کریں گی اور کہیں گی:-

کَادَ هٰذِهِ الْأُمَّةُ أَنْ تَكُوْنُوْا أَنْبِيَاءَ كُلُّهَا۔

(رواہ أبوداؤد الطیالسی فی مسندہ ص:۳۵۴، وکذٰلک رواہ أحمد وأبویعلٰی)

ترجمہ:- یہ اُمت بلحاظ کمالات سب کے سب انبیاء ہونے کے قریب تھے۔

اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے خصائصِ کبریٰ صفحہ:۶۱ میں یہی مضمون حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے بحوالۂ توراۃ و اِنجیل نقل کیا ہے، اور کنز العمال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپؐ نے چند صحابہؓ کے متعلق فرمایا کہ: "كَادُوْا أَنْ يَّكُوْنُوْا أَنْبِيَاءَ" یعنی یہ لوگ باعتبار کمالات انبیاء ہونے کے قریب ہیں۔

اس بیان سے اُس قادیانی مکر کی بھی حقیقت کھل گئی جس کو وہ مسلمانوں کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کیا کرتے ہیں کہ اگر بالکل نبوّت کا انقطاع تسلیم کرلیا جائے تو اس اُمتِ مرحومہ کی سخت توہین ہوگی کہ ساری اُمتیں ہمیشہ نبوّت کا شرف پاتی رہیں اور یہ اس سے محروم رہ گئی۔

کیونکہ احادیثِ مذکورہ سے ثابت ہوگیا کہ یہ اُمت کمالاتِ نبوّت میں تمام پہلی اُمتوں سے بھی بہت آگے ہے، اور عہدۂ نبوّت کا نہ ملنا چونکہ آپؐ کی نبوّت کی بقاء و قیام کی وجہ سے ہے، اس لئے یہ بھی درحقیقت اس اُمت کے لئے افضلیت کا باعث

ہے، نہ کہ محرومی یا نقصان کا۔

حدیث نمبر ۳۸:- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا أَرَادَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّخْلِفَ قَالَ لَهُ عَلِيٌّ: مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فِيَّ إِذَا خَلَفْتَنِيْ؟ قَالَ: فَقَالَ: أَمَا أَنْ تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى إِلَّا أَنَّهُ لَا يَكُوْنُ بَعْدِيْ نَبِيٌّ۔ (رواه أحمد وابن ماجة والترمذی)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب (غزوۂ تبوک کے موقع پر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو مکان پر چھوڑ دیں اور جہاد میں نہ لے جائیں، تو حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! اگر آپؐ نے مجھے چھوڑ دیا تو لوگ کیا کہیں گے (کہ جہاد چھوڑ کر بیٹھ گئے)۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہو جیسا کہ حضرت ہارون (علیہ السلام) کا موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ ہے (یعنی جیسے موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر جانے کے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے، اسی طرح تم میرے پیچھے ہو) مگر (اتنا فرق ہے کہ حضرت ہارونؑ نبی تھے) اور میری نبوّت کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا (اسی لئے تم بھی نبی نہیں ہو)۔

فائدہ:- اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جیسی نبوّت ہارونؑ کو ملی تھی، وہ بھی منقطع ہوچکی ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہارونؑ کی نبوّت شریعتِ مستقلّہ کے ساتھ نہیں تھی، بلکہ شریعتِ موسویہ کے اِتباع اور احکامِ توراۃ کی تبلیغ کے لئے تھی، اس سے ثابت ہوا کہ جس کو مرزا صاحب غیرتشریعی نبوّت کہہ کر باقی رکھنا چاہتے ہیں وہ بھی اس حدیث کے حکم سے ختم اور منقطع ہوچکی ہے۔

حدیث نمبر ۳۹:- عَنْ سَفِيْنَةَ مَوْلٰى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ

عَنْهَا فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فِی الرُّؤْیَا وَنُزُوْلِ الْمِیْزَانِ مِنَ السَّمَاءِ قَالَ: فَتَغَیَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلٰثُوْنَ عَامًا ثُمَّ یَكُوْنُ مُلْكٌ. فَاسْتَاءَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْنِیْ فَسَاءَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ: خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ یُؤْتِی اللهُ الْمُلْكَ مَنْ یَّشَاءُ.

(رواہ الترمذی وأبو داؤد)

ترجمہ:- حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ ایک طویل حدیث میں ایک خواب اور اس میں آسمان سے ایک ترازو کا اُترنا ذکر کرکے بیان کرتے ہیں کہ یہ خواب سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک بدل گیا اور پھر فرمایا کہ: نبوّت کی خلافت تیس برس تک رہے گی، اور پھر ملک و سلطنت ہوجائے گی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر رنجیدہ ہوئے اور فرمایا کہ: کچھ دنوں خلافتِ نبوّت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ملک دے۔ (روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے)

نبوّتِ بروزیہ اگر بالفرض نبوّت ہے تو وہ بھی آپؐ کے بعد منقطع ہے

اس حدیث میں بھی بوضاحت بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف خلافتِ نبوّت باقی رہے گی، نبوّت بالکل نہیں ہوگی، اور اگر نبوّت کی بھی کوئی قسم باقی رہتی تو لازم تھا کہ خلافت کے ذکر سے اس کے ذکر کو مقدم سمجھا جاتا۔

اس سے بھی بلاتکلف ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی نو ایجاد نبوّت بروزی و ظلّی یا غیر مستقل نبوّت اگر واقع میں بھی نبوّت کی قسمیں فرض کرلی جائیں تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہ سکتی۔

حدیث نمبر ۴۰:- عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا:

أَنَّهُ لَيْسَ يَبْقٰى بَعْدِىْ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.

(رواه النسائى وأبو داوٗد، من الفتح ج:۱۲ ص:۳۳۱)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے بعد سوائے رُؤیائے صالحہ کے نبوّت میں سے کوئی جزو باقی نہیں رہے گا۔

(روایت کیا اس کو نسائیؒ اور ابوداوٗدؒ نے، کذا فی فتح الباری ج:۱۲ ص:۳۳۱)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوّت کی کوئی قسم تشریعی یا غیرتشریعی یا بقول مرزا صاحب ظلّی یا بروزی وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہ سکتی۔

حدیث نمبر۴۱:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحْنُ اٰخِرُ الْأُمَمِ وَأَوَّلُ مَنْ يُّحَاسَبُ أَيْنَ الْأُمَّةُ أُمِّيَّةُ وَنَبِيُّهَا؟ فَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ. (رواه ابن ماجة، كذا فى الكنز ج:٦ ص:۲۳)

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ہم سب سے آخری اُمت ہیں اور قیامت میں سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا، پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں اُمتِ اُمیہ اور اس کے نبی؟ اس لئے ہم ایک حیثیت سے سب سے اوّل بھی ہیں اور سب سے آخر بھی۔

(روایت کیا اس کو ابنِ ماجہ نے، کذا فی الکنز)

حدیث نمبر۴۲:- عَنْ بَهْزِ ابْنِ حُكَيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ مَرْفُوْعًا: تَكْمُلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُوْنَ أُمَّةً نَحْنُ اٰخِرُهَا وَخَيْرُهَا. (رواه الترمذى وابن ماجة والدارمى، كذا فى الكنز ج:٦ ص:۲۳۲، وقال: هٰذا حديث حسن كذا فى المشكٰوة ص:۵۸۴)

ترجمہ:- حضرت بہز بن حکیم اپنے باپ حکیم رضی اللہ عنہ سے اور وہ اُن کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت کے روز ستر اُمتیں کامل ہوں گی، ہم اُن سب سے آخر اور سب سے بہتر ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ترمذیؒ، ابنِ ماجہؒ اور دارمیؒ نے، اور ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث ہے)

حدیث نمبر۴۳:- عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ جَنْدَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْتُمْ تَتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ أُمَّةً وَأَنْتُمْ خَيْرُهَا وَأَكْرَمُهَا عَلَى اللهِ. (رواه أحمد فی مسنده والترمذی وابن ماجة والحاكم فی المستدرک، كنز ج:٦ ص:٢٣٠)

ترجمہ:- حضرت معاویہ بن جندہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: تم ستر ۷۰ اُمتیں پوری کرتے ہو جن میں سے تم سب سے بہتر اور اللہ کے نزدیک زیادہ محترم ہو۔ (روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور ابنِ ماجہؒ نے اور احمدؒ نے مسند میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں، کذا فی الکنز ج:۶ ص:۲۳۰)

حدیث نمبر۴۴:- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.

(رواه النسائی، كنز ج:٦ ص:٣٣)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ: نبوّت میں سے اچھے خواب کے سوائے کوئی جزو باقی نہیں رہا۔

حدیث نمبر۴۵:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ.

(رواه الترمذی فی شمائله ص:٣)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوّت ہے، اور آپؐ خاتم النبیین ہیں۔ (رواہ الترمذی)

مسندِ امام احمد بن حنبلؒ کی احادیث

یہ حدیث کی وہ مستند اور معتبر کتاب ہے کہ جس کی شہرت تعریف سے بے نیاز ہے، سات لاکھ پچاس احادیث کے ذخیرہ میں سے صرف تیس ہزار احادیث کا انتخاب کر کے امام احمد بن حنبلؒ نے یہ کتاب تیار کی ہے، اور جمہور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس میں کوئی حدیث حسن لغیرہ سے کم نہیں، اس لئے اس کی احادیث معتبر و مستند ہیں۔

حدیث نمبر۴۶:- عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدَلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ.

(رواه في شرح السنة وأحمد في مسنده، كذا في المشكوٰة والكنز ج:٦ ص:١١٢، وفي لفظ لهٰذا الحديث عند ابن سعد: اني في أم الكتاب خاتم النبيين. الحديث. كذا في الكنز)

ترجمہ:- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین اس وقت لکھا ہوا تھا جبکہ آدم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

(اس حدیث کو امام احمدؒ نے مسند میں روایت کیا ہے، کذا فی المشکوٰۃ، نیز یہ حدیث کنز العمال میں بھی بحوالہ ابنِ سعد روایت کی گئی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ: میں اُمّ الکتاب میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا، کذا فی الکنز ج:۶ ص:۱۱۲)

حدیث نمبر۴۷:- عَنِ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا كَالْمُوَدِّعِ فَقَالَ: اَنَا النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ، ثَلٰثًا، وَلَا نَبِيَّ بَعْدِيْ. الٰى قوله: فَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا مَا دُمْتُ فِيْكُمْ فَاِذَا ذُهِبَ بِيْ فَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَحِلُّوْا حَلَالَهٗ وَحَرِّمُوْا حَرَامَهٗ.

(رواه أحمد في مسنده، كذا في تفسير ابن كثير ج:٨ ص:٩١ طبع قديم مع بغوى)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے

ہیں کہ: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، پس تین مرتبہ مکرّر فرمایا کہ: میں نبی اُمی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور (اسی حدیث کے آخر میں فرمایا کہ) جب تک میں تمہارے اندر موجود ہوں اس وقت تک میرے اَحکام سنتے اور اُن کا اِتباع کرتے رہو، اور جب مجھے دُنیا سے لے لیا جائے تو تم کتاب اللہ کو مضبوط پکڑو اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو۔

(روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں، اور ابنِ مردویہؒ نے
(کذا فی الدر المنثور ج:۳ ص:۱۳۱) کذا فی ابنِ کثیر ج:۸ ص:۹۱)

مطلب یہ ہے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں مفہومِ قرآنی کی تعبیر و تفسیر خود حضورؐ فرماتے ہیں، اس کا اِتباع ضروری ہے، اور آپؐ کے بعد جو کوئی نئی بات پیش آئے اس کو خود قرآن میں تلاش کر کے حکم معلوم کرو۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت نے یہ بھی واضح کردیا کہ اگر قرآن میں مسئلہ نہ ملے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں تلاش کریں اس میں بھی نہ ملے تو مسلمانوں کے اجماع کو، پھر قیاسِ شرعی کو استعمال کریں۔

حدیث نمبر ۴۸:- عَنْ نُعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ وَحُذَیْفَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِیْكُمْ مَا شَآءَ اللهُ أَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِیَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَآءَ اللهُ أَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، ثُمَّ سَكَتَ.

(رواه أحمد فی مسنده والبیهقی، كذا فی المشكوٰة)

ترجمہ:- حضرت نعمان بن بشیر اور حذیفہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: تمہارے اندر نبوّت رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا (یعنی

جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں زندہ رہیں گے)
پھر اللہ تعالیٰ نبوّت کو اُٹھالے گا، اس کے بعد قوت کے زور پر
بادشاہت رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوگا، اس کے بعد
اللہ تعالیٰ اس کو اُٹھالے گا، پھر خلافت طریقۂ نبوّت پر ہوگی، اس
کے بعد آپؐ خاموش ہوگئے۔

(امام احمدؒ نے مسند میں اور بیہقیؒ نے روایت کیا ہے، از مشکوٰۃ)

اس حدیث میں سب سے آخر میں خلافت کا ذکر ہے، اس سے وہ خلافت مراد ہے جو قریبِ قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگی۔

فائدہ:- اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کی کوئی قسم باقی نہیں رہے گی، بلکہ صرف ملک و جبروت یا خلافت باقی رہے گی، جس سے مرزا صاحب کی تصنیف کردہ نبوّت کی اقسام، ظلّیہ، بروزیہ وغیرہ کا بھی قلع قمع ہوجاتا ہے۔

حدیث نمبر۴۹:- عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُ حَدِيْثِ النُّعْمَانِ الْمَذْكُوْرِ مَرْفُوْعًا.

(رواه أحمد في مسنده والبيهقي كذا في المشكٰوة)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی ایک حدیث مروی ہے جو حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت سے اس سے پہلی روایت میں بیان ہوا ہے۔ (روایت کیا اس کو احمدؒ نے)

حدیث نمبر۵۰:- عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ فَلَا نُبُوَّةَ بَعْدِيْ إِلَّا الْمُبَشَّرَاتُ. قِيْلَ: مَا الْمُبَشَّرَاتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الرَّجُلُ أَوْ تُرٰى لَهٗ. (رواه أحمد والخطيب، كذا في الكنز)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ بن اُسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: نبوّت چلی گئی، میرے بعد نبوّت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا۔ عرض کیا گیا کہ: مبشرات سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ: اچھے خواب جو اِنسان خود دیکھتا ہے یا اس کے واسطے کوئی اور دیکھے۔ (اس کو احمدؒ نے مسند میں اور خطیبِ بغدادیؒ نے روایت کیا ہے، کذا فی الکنز، اس روایت کی مفصل تحقیق گزر چکی ہے)

حدیث نمبر۵۱:- عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ: أَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا أَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ. (رواه أحمد وأبوبكر المطيری فی جزئه ج:٦ ص:١٥٣، كذا فی الكنز)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرمات ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ: تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ ہارون (علیہ السلام)، مگر (اتنا فرق ہے کہ ہارونؑ نبی ہیں، تم نہیں، کیونکہ) میرے کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

(اس کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور خطیب مطیریؒ نے جزء میں روایت کیا ہے، از کنز ج:۶ ص:۱۵۳، اس روایت کی توضیح بھی پہلے گزر چکی ہے)

حدیث نمبر۵۲:- عَنْ زَیْدِ بْنِ أَبِیْ أَوْفٰی رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا عَلِیُّ! وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ مَا اخْتَرْتُکَ اِلَّا لِنَفْسِیْ وَأَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا أَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ.

(رواه أحمد وابن عساكر، من الكنز)

ترجمہ:- حضرت زید بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اے علی! قسم ہے اس

ذاتِ قدوس کی جس نے مجھے دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے تمہیں اپنے ہی لئے پسند کیا ہے، اور تم مجھ سے ایسے ہو جیسے موسیٰ (علیہ السلام) سے ہارون (علیہ السلام) مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

(اس کو امام احمدؒ نے مسند میں اور ابن عساکرؒ نے روایت کیا ہے، از کنز)

حدیث نمبر۵۳:- عَنْ أَبِیْ نَضْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِ الشَّفَاعَةِ: فَیَأْتُوْنَ عِیْسٰی فَیَقُوْلُوْنَ: اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّنَا فَیُقْضِیْ بَیْنَنَا، فَیَقُوْلُ: اِنِّیْ لَسْتُ هُنَاکُمْ اِنِّیْ اتُّخِذْتُ وَأُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلٰکِنْ أَرَأَیْتُمْ لَوْ أَنَّ مَتَاعًا فِیْ وِعَاءٍ قَدْ خُتِمَ عَلَیْهِ أَکَانَ یُوْصَلُ اَیَّ مَا فِی الْوِعَاءِ حَتّٰی یُفَضَّ الْخَاتَمُ؟ فَیَقُوْلُوْنَ: لَا! فَیَقُوْلُ: فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ حَضَرَ الْیَوْمَ وَقَدْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَأَخَّرَ. قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: فَیَأْتِیْنِی النَّاسُ فَیَقُوْلُوْنَ: اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّنَا حَتّٰی یَقْضِیَ بَیْنَنَا، فَأَقُوْلُ: أَنَا لَهَا! أَنَا لَهَا ...الی أن قال علیه الصلٰوة والسلام... فَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَالْأَوَّلُوْنَ وَأَوَّلُ مَنْ یُحَاسَبُ وَتَفَرَّجَ لَنَا الْأُمَمُ عَلٰی طَرِیْقَتِنَا وَتَقُوْلُ الْأُمَمُ: کَادَتْ هٰذِهِ الْأُمَّةُ أَنْ تَکُوْنَ أَنْبِیَاءَ کُلُّهَا. الحدیث. (رواه أبوداؤد الطیالسی فی مسنده ص:۳۵۴، رواه أحمد وأبویعلٰی وفی ألفاظه: فیقول (یعنی عیسٰی): أن محمدا صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خاتم النبیین قد حضر الیوم).

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے قیامت اور شفاعت کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کے آخر میں ہے کہ: تمام لوگ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے پاس

جائیں گے اور کہیں گے کہ: اے رُوح اللہ! آپ ہی ہماری شفاعت فرمائیں کہ ہمارا حساب ہوجائے، وہ فرمائیں گے کہ: میں یہ کام نہیں کرسکتا، کیونکہ دُنیا میں میری اور میری والدہ کی پرستش کی گئی ہے، لیکن کیا تم جانتے ہو کہ اگر کسی برتن کو بند کرکے اس پر مہر لگادی جائے تو کیا اس برتن کی چیز کو اس وقت تک لے سکتے ہیں جب تک کہ اس کی مہر نہ توڑی جائے؟ لوگ کہیں گے کہ: ایسا تو نہیں ہوسکتا! پھر عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ: پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جو انبیاء کے خاتمہ پر بمنزلہ مہر کے ہیں) آج موجود ہیں اور ان کی اگلی اور پچھلی لغزشیں سب معاف کردی گئی ہیں (تم ان کے پاس جاؤ)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: لوگ یہ سن کر میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ: یا محمدؐ! آپ ہی ہماری شفاعت فرمایئے تاکہ ہمارا حساب ہوجائے۔ میں کہوں گا کہ: ہاں یہ کام میں ہی کروں گا۔ اس کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہم سب سے آخر ہیں اور سب سے پہلے، اور وہ اُمت جس کا حساب سب سے پہلے ہوگا، اور تمام اُمتیں ہمارے لئے تعظیماً راستہ چھوڑ دیں گی، اور سب اُمتیں کہیں گی کہ: یہ اُمت تو قریب ہے کہ سب ہی انبیاء میں شمار ہوں (الیٰ آخر الحدیث)۔

اس طویل حدیث کو ابوداؤد طیالسیؒ نے اپنی مسند صفحہ:۳۵۴ میں روایت کیا ہے، اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور ابویعلیٰؒ نے بھی روایت کیا ہے، اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور آج یہاں موجود ہیں .... الخ۔

حدیث نمبر۵۴:- عَنْ بُرَیْدَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ

جَمِيعًا اِنْ كَادَتْ لِتَسْبِقَنِي.

(أخرجه ابن جرير بحوالة مسند أحمد، كذا في تفسير ابن كثير ج:٦ ص:١٥٦ طبع قديم مع بغوی)

ترجمہ:- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں اور قیامت دونوں ساتھ بھیجے گئے ہیں، وہ تو قریب تھی کہ مجھ سے بھی آگے جائے۔

اس حدیث میں مبالغے کے ساتھ قربِ قیامت کو بیان فرمایا گیا ہے، اور حدیث نمبر۱۷ کے تحت آپ نے معلوم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے ساتھ ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپؐ کے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

حدیث نمبر۵۵:- عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: لَا نُبُوَّةَ بَعْدِيْ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.

(أخرجه سعيد بن منصور وأحمد في مسنده وابن مردوية من الكنز ج:٨ ص:٣٣)

ترجمہ:- حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے بعد نبوّت باقی نہیں رہے گی، مگر مبشرات، یعنی اچھے خواب باقی رہیں گے۔

(روایت کیا اس کو سعید بن منصورؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور ابنِ مردویہؒ نے، کنز العمال ج:۸ ص:۳۳)

حدیث نمبر۵۶:- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: لَا يَبْقٰى مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشَّرَاتُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.

(أخرجه أحمد والخطيب، من الكنز ج:٨ ص:٣٣)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے بعد نبوّت میں سے کوئی جزو سوائے مبشرات یعنی اچھے خوابوں کے باقی نہیں رہے گا۔

(روایت کیا اس کو امام احمد بن حنبلؒ اور خطیبؒ نے، کنز العمال ج:۸ ص:۳۳)

باقی مستند کتب کی احادیث

اس حصے میں وہ احادیث ہدیۂ ناظرین کی جائیں گی جو معتبر ائمۂ حدیث نے اپنی مستند کتابوں میں درج فرمائی ہیں، مگر محدثین نے ان کے متعلق خاص طور پر کوئی حکم تجویز نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۵۷:- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَّمُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ.

(رواہ الدارمی وابن عساکر، کذا فی المشکوۃ والکنز ج:٦ ص:١٠٩)

ترجمہ:- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں تمام رسولوں کا پیشوا ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں خاتم النبیین ہوں اور کوئی فخر نہیں، اور میں قیامت کے روز پہلا شفاعت کرنے والا اور مقبول الشفاعت ہوں اور کوئی فخر نہیں۔

(روایت کیا اس کو دارمیؒ نے اور ابن عساکرؒ نے، کذا فی المشکوٰۃ والکنز ج:۶ ص:۱۰۹)

اور خصائصِ کبریٰ جلد:۲ صفحہ:۲۲۴ میں اسی حدیث کو تاریخ بخاری اور معجمِ اَوسط طبرانی اور بیہقی اور ابونعیم کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۵۸:- عَنْ تَمِیْمَ الدَّارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فِیْ سُؤَالِ الْقَبْرِ فَیَقُوْلُ (أَیِ الْمَیِّتُ): اَلْاِسْلَامُ دِیْنِیْ وَمُحَمَّدٌ نَّبِیِّ وَھُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ. یَقُوْلُوْنَ لَہٗ: صَدَقْتَ.

(رواہ ابن أبی الدنیا وأبو یعلی، کذا فی الدر المنثور للسیوطی ج:٦ ص:١٦٥)

ترجمہ:- حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے

ذیل میں سوالِ قبر کے بارے میں روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: (منکر و نکیر کے جواب میں) مسلمان کہے گا کہ: میرا دین اسلام ہے، اور میرے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور وہ خاتم النبیین ہیں۔ منکر نکیر یہ سن کر کہیں گے کہ: تو نے سچ کہا۔ (روایت کیا اس کو ابن ابی الدنیا اور ابویعلیٰ نے، منقول از درمنثور ج:۶ ص:۱۶۵)

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلۂ ختمِ نبوّت ایمان کا اس قدر اہم جزو ہے کہ قبر کے مختصر سے سوال و جواب میں بھی اس کی شہادت دی جاتی ہے۔

حدیث نمبر۵۹:- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا خَلَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ اٰدَمَ أَخْبَرَهُ بِبَنِيْهِ فَجَعَلَ يَرٰى فَضَائِلَ بَعْضِهِمْ عَلٰى بَعْضٍ فَرَاٰى نُوْرًا سَاطِعًا فِيْ أَسْفَلِهِمْ، قَالَ: يَا رَبِّ! مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: هٰذَا ابْنُكَ أَحْمَدُ هُوَ الْأَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ وَهُوَ شَافِعٌ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ. (رواه ابن عساكر، كذا في الكنز)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو اپنی اولاد پر مطلع فرمایا، آدم علیہ السلام ان میں دیکھ رہے تھے کہ بعض، بعض پر فضیلت رکھتے ہیں، پس اُن سب سے نیچے کی جانب میں ایک نور دیکھا، تو عرض کیا کہ: اے میرے پروردگار! یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ آپ کے بیٹے احمد ہیں، وہی سب سے پہلے نبی ہیں اور وہی سب سے آخر ہیں، اور قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والے اور مقبول الشفاعت ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ابن عساکرؒ نے، از کنز)

حدیث نمبر۶۰:- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا نَزَلَ اٰدَمُ بِالْهِنْدِ وَاسْتَوْحَشَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَنَادٰى بِاِذْنِ اللهِ: اَللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَرُ مَرَّتَيْنِ، أَشْهَدُ أَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ مَرَّتَيْنِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ مَرَّتَيْنِ، قَالَ اٰدَمُ لِجِبْرِيْلَ: مَنْ مُّحَمَّدٌ؟ قَالَ: اٰخِرُ وُلْدِكَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ.

(رواه ابن عساكر، كذا فى الكنز ج:۶ ص:۱۱۴)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آدم علیہ السلام ہندوستان میں نازل ہوئے (مگر تنہائی کی وجہ سے) ان کو وحشت ہوئی تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور اذان پڑھی، اللہ اکبر، اللہ اکبر دو مرتبہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ دو مرتبہ، اشہد ان محمداً رسول اللہ دو مرتبہ، آدم علیہ السلام نے جبریلِ امینؑ سے دریافت کیا کہ: محمدؐ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ: انبیاء میں سے آپ کے سب سے آخری بیٹے ہیں۔

(روایت کیا اس کو ابنِ عساکرؒ نے، کنز العمال ج:۶ ص:۱۱۴)

اور خصائصِ کبریٰ جلد اوّل میں اسی حدیث کو بحوالہ حلیۂ ابونعیم بھی نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۶۱:- عَنْ أَبِىْ أُمَامَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ خُطْبَتِهٖ يَوْمَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: أَيُّهَا النَّاسُ! اَنَّهٗ لَا نَبِىَّ بَعْدِىْ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَكُمْ، فَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَأَدُّوْا زَكٰوةَ أَمْوَالِكُمْ طَيِّبَةً بِهَا أَنْفُسُكُمْ وَأَطِيْعُوْا وُلَاةَ أُمُوْرِكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ.

(كذا فى منتخب الكنز على هامش مسند أحمد ج:۲ ص:۳۹۱)

ترجمہ:- حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبے میں فرمایا:
اے لوگو! نہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ تمہارے بعد کوئی اُمت، خبردار! اپنے رَبّ کی عبادت کرتے رہو، اور پانچ نمازیں پڑھتے رہو، اور رمضان کے روزے رکھتے رہو، اور اپنے اموال کی زکوٰۃ خوش دِلی کے ساتھ دیتے رہو، اور اپنے خلفاء اور حکام کی اطاعت کرتے رہو تو تم اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔ (منتخب کنز علیٰ حاشیۃ مسند احمد ج:۲ ص:۳۹۱)

فائدہ:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کسی قسم کا بھی نہیں ہوسکتا، نہ تشریعی، نہ غیرتشریعی، اور مرزا صاحب کا ایجاد کردہ بروزی، ظلّی، لغوی، جزوی وغیرہ، کیونکہ اگر کسی قسم کا کوئی نبی بعد میں آنے والا ہوتا تو ضروری تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اطاعت اُمت کے لئے اُولی الامر کی اطاعت سے زیادہ ضروری قرار دے کر اس کی تاکید کو مقدم فرماتے، حالانکہ حدیث میں صرف اُولی الامر کی اطاعت کے حکم پر بس کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر۶۲:- عَنْ نَعِیْمِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَخْرُجَ ثَلٰثُوْنَ کَذَّابًا کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ.

(رواہ الطبرانی)

ترجمہ:- حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیسؔ دجال نہ پیدا ہولیں، جن میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہو کہ میں نبی ہوں۔ (طبرانی)

حدیث نمبر۶۳:- عَنْ عُبَیْدِاللہِ بْنِ عَمْرٍو اللَّیْثِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَخْرُجَ ثَلٰثُوْنَ کَذَّابًا کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ

قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (رواه ابن أبي شيبة)

ترجمہ:- حضرت عبیداللہ بن عمرو لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ اس سے پہلے تمیں۳۰ کذّاب نہ پیدا ہوچکیں، جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہو کہ میں نبی ہوں۔

(روایت فرمایا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے)

حدیث نمبر ۶۴:- عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَكْثَرُوْا النَّاسَ فِيْ أَمْرِ مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ شَيْئًا ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنٰى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فِيْ شَأْنِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ قَدْ أَكْثَرْتُمْ فِيْ شَأْنِهِ فَإِنَّهُ كَذَّابٌ مِّنْ ثَلٰثِيْنَ يَخْرُجُوْنَ قَبْلَ الدَّجَّالِ. (رواه الطحاوی فی مشکل الآثار ج:۴ ص:۱۰۴)

ترجمہ:- حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مسیلمہ کذّاب کے بارے میں جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں فرمایا تھا اس وقت تک لوگوں میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیا اور بعد حمد وصلوٰۃ کے ارشاد فرمایا کہ: یہ شخص جس کے بارے میں تم رائے زنی کر رہے ہو وہ تیس۳۰ کذّابوں میں سے ایک کذّاب ہے جو دجالِ اکبر سے پہلے نکلیں گے۔ (دیکھو مشکل الآثار طحاوی ج:۴ ص:۱۰۴)

حدیث نمبر ۶۵:- عَنْ ضَحَّاكِ بْنِ نَوْفَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِيْ. (رواه البيهقي في كتاب الرؤيا)

ترجمہ:- حضرت ضحاک بن نوفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور میری اُمت کے بعد کوئی اُمت نہیں ہوگی۔

(طبرانیؒ اور بیہقیؒ نے روایت فرمایا ہے)

حدیث نمبر ٦٦:- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا أُسْرِيَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ قَرَّبَنِيْ رَبِّيَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَتّٰى كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ كَقَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى، قَالَ: يَا حَبِيْبِيْ! يَا مُحَمَّدُ! قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَبِّ. قَالَ: هَلْ غَمُّكَ اِنْ جَعَلْتُكَ اٰخِرَ النَّبِيِّيْنَ؟ قُلْتُ: لَا يَا رَبِّ. قَالَ: حَبِيْبِيْ! هَلْ غَمَّ أُمَّتَكَ اِنْ جَعَلْتُهُمْ اٰخِرَ الْأُمَمِ؟ قُلْتُ: يَا رَبِّ لَا. قَالَ: أَبْلِغْ عَنِّي السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُمْ اِنِّيْ جَعَلْتُهُمْ اٰخِرَ الْأُمَمِ.

(رواه الخطيب والديلمي، كذا في الكنز ج:٦ ص:١١٢)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبِ اسریٰ میں جب مجھے آسمان پر لے گئے تو مجھے میرے ربّ اللہ تعالیٰ نے اتنا قریب فرمایا کہ قاب قوسین (دو کمانوں کی مقدار) کا فاصلہ درمیان میں رہ گیا یا اس سے بھی کم ہو، اور آواز دی: اے میرے محبوب! اے محمدؐ! میں نے عرض کیا کہ: حاضر ہوں اے میرے پروردگار! پھر ارشاد ہوا کہ: کیا تمہیں یہ ناگوار ہے کہ میں نے تمہیں آخر النبیین کردیا؟ میں نے عرض کیا کہ: نہیں، پھر ارشاد ہوا کہ: کیا تمہیں یہ ناگوار ہے کہ ہم نے تمہاری اُمت کو آخر الاُمم بنادیا؟ میں نے عرض کیا کہ: نہیں اے میرے ربّ، ایسا نہیں، پھر فرمایا کہ: اپنی اُمت کو میرا سلام پہنچادو اور کہہ دو کہ میں نے تمہیں آخر الاُمم کردیا۔

(روایت کیا اس کو خطیبؒ اور دیلمیؒ نے، کذا فی الکنز ج:۲ ص:۱۱۲)

حدیث نمبر ٦٧:- عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ ... الآیة. قَالَ: كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرُهُمْ فِی الْبَعْثِ.

(رواه ابن أبی حاتم وابن مردویة وأبو نعیم فی الدلائل ص:٦، والدیلمی وابن عساکر وابن أبی شیبة وابن جریر وابن سعد، کذا فی تفسیر ابن کثیر ج:٨ ص:٨٩، طبع قدیم مع بغوی والدر المنثور ج:٥ ص:٨٤، کنز العمال ج:٦ ص:١١٣)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ کریمہ: ''وَاِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ .... الخ'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: میں باعتبار اصل خلقت کے سب سے پہلا نبی ہوں اور باعتبار بعثت کے سب سے آخری۔ (روایت کیا اس کو ابنِ ابی حاتمؒ نے، ابنِ مردویہؒ اور ابونعیمؒ نے دلائل النبوۃ ص:٦ میں، نیز ابنِ عساکرؒ، ابنِ ابی شیبہؒ اور ابنِ جریرؒ وابنِ سعدؒ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے، دیکھو تفسیر ابنِ کثیر ج:٨ ص:٨٩، اور درمنثور ج:٥ ص:٨٤، اور کنز العمال ج:٦ ص:١١٣)

حدیث نمبر ٦٨:- عَنْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: كُنْتُ أَوَّلَ النَّاسِ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرُهُمْ فِی الْبَعْثِ.

(رواه ابن سعد مرسلًا وکذا فی الکنز ج:٦ ص:١٠٢، ورواه ابن أبی شیبة مسندًا عنه، کذا فی الدرر ج:٥ ص:١٨٤)

ترجمہ:- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں باعتبار اصل خلقت کے سب انسانوں سے پہلا ہوں اور باعتبار بعثت کے سب انبیاء سے آخری۔

(روایت کیا اس کو ابنِ سعدؒ نے مرسلاً اور ابنِ ابی شیبہؒ نے مسنداً، دیکھو درمنثور ج:٥ ص:١٨٤)

حدیث نمبر ۶۹:- عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا عَلِیُّ! أُخَصِّمُکَ بِالنُّبُوَّۃِ وَلَا نُبُوَّۃَ بَعْدِیْ وَتُخَصِّمُ بِسَبْعٍ لَّا یُحَاجُّکَ فِیْھَا أَحَدٌ، أَنْتَ أَوَّلُھُمْ اِیْمَانًا.

(رواہ أبو نُعیم فی الحلیۃ، کذا فی الکنز ج:۶ ص:۱۵۶)

ترجمہ:- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے علی! میں نبوّت میں تمہارے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہوں، مگر میرے بعد نبوّت نہیں ہوسکتی، اور تم سات چیزوں میں مقابلہ کئے جاؤ گے جن میں کوئی تم سے بڑھ نہ سکے گا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم ان میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہو۔

(روایت کیا اس کو ابونعیمؒ نے حلیہ میں، کنز العمال ج:۶ ص:۱۵۶)

حدیث نمبر ۷۰:- وَعَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رَفَعَہٗ: أَنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ وَلٰکِنْ بَقِیَتِ الْمُبَشِّرَاتُ. قَالُوْا: وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ: رُؤْیَا الْمُسْلِمِیْنَ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّۃِ.

(أخرجہ أبو یعلٰی، من الفتح ج:۱۲ ص:۲۳۲)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: رسالت اور نبوّت منقطع ہوگئی اور میرے بعد نہ کوئی نبی ہوسکتا ہے نہ رسول، لیکن مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ: مبشرات سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ: مسلمانوں کے خواب جو کہ نبوّت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔

(روایت کیا اس کو ابویعلیٰؒ نے، دیکھو فتح الباری ج:۱۲ ص:۲۳۲)

فائدہ:- اس حدیث کی مفصل تحقیق تو پہلے گزر چکی ہے، اور جو مطلب اس جگہ عرض کیا گیا ہے اُس کے متعلق یہ حدیث بہت صاف دلیل ہے، اس میں خود تصریح ہے کہ نبوّت موجود نہیں، بلکہ اس کا ایک جزو موجود ہے۔

حدیث نمبر ۷۱:- عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: اِسْتَأْذَنَ الْعَبَّاسُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْهِجْرَةِ فَكَتَبَ اِلَيْهِ: يَا عَمِّ! أَقِمْ مَكَانَكَ أَنْتَ بِهٖ فَإِنَّ اللهَ قَدْ خَتَمَ بِكَ الْهِجْرَةَ كَمَا خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ.

(رواه الطبراني وأبو نُعيم وأبو يعلٰى
وابن عساكر وابن النجار، من الكنز)

ترجمہ:- حضرت سہل بن الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عباسؓ نے مسلمان ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپؐ نے فرمایا کہ: اے چچا! اپنی جگہ ٹھہرے رہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ہجرت ختم کردی جس طرح کہ مجھ پر انبیاء ختم کردیئے گئے۔

(روایت کیا اس کو طبرانیؒ، ابونعیمؒ، ابو یعلیٰؒ،
ابنِ عساکرؒ اور ابنِ نجارؒ نے، کنز العمال)

فتحِ مکہ کے بعد چونکہ مکہ خود دارالاسلام ہوگیا تھا، اس لئے وہاں سے ہجرت کرنے کی اجازت نہیں دی۔

حدیث نمبر ۷۲:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَلَفْتُكَ أَنْ تَكُوْنَ خَلِيْفَتِيْ، قُلْتُ: أَتَخَلَّفُ عَنْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: أَلَا تَرٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ.

(رواه الطبراني في الأوسط)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے اس لئے تمہیں پیچھے چھوڑا ہے کہ

تم مکان پر میرے قائم مقام رہو، میں نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! کیا میں آپ سے علیحدہ رہوں گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ: کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے کہ تم مجھ سے ایسے ہو جیسے موسیٰ (علیہ السلام) سے ہارون (علیہ السلام)، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا (اس لئے تم ہارون کی طرح نبی نہیں)۔

(روایت کیا طبرانیؒ نے معجم اوسط میں)

حدیث نمبر۷۳:- وَعَنْ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ الْخَطِيْبِ. (کذا فی کنز العمال ج:٦ ص:١٥٤)

ترجمہ:- حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی بعینہٖ اسی مضمون کی حدیث روایت فرمائی جس کو خطیبؒ نے نقل فرمایا ہے۔

(دیکھو کنز العمال ج:۶ ص:۱۵۴)

حدیث نمبر۷۴:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عِنْدَ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ. (کذا فی الکنز ج:٦ ص:١٥٤)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بعینہٖ یہی مضمون مرفوعاً مروی ہے جس کو طبرانیؒ نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ (دیکھو کنز ج:۶ ص:۱۵۴)

حدیث نمبر۷۵:- عَنْ حَبَشِيِّ بْنِ جَنَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ! أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ.

(رواه أبو نعيم، كذا في الكنز)

ترجمہ:- اسی مضمون کی حدیث حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ نے بھی بیان فرمائی ہے جس کو ابونعیمؒ نے روایت کیا ہے۔

(کذا فی الکنز)

حدیث نمبر۷۶:- عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَلِيُّ! أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ.

(رواه الطبرانی)

ترجمہ:- حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے علی! تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے ہارون، موسیٰ (علیہما السلام) کے ساتھ، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ (طبرانی)

حدیث نمبر۷۷:- عَنْ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. (رواه الخطيب)

ترجمہ:- حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتے۔ (روایت کیا اس کو خطیبؒ نے)

اس حدیث کی تحقیق گزرچکی ہے، اور مطلب ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں اگرچہ کمالاتِ نبوّت سے حصہٴ وافر موجود ہے، مگر چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دروازہٴ نبوّت بند ہے، اس لئے عہدہٴ نبوّت اُن کو نہیں دیا گیا۔

حدیث نمبر۷۸:- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِيْ خَاتِمُ مَسَاجِدِ الْأَنْبِيَاءِ.

(رواه الديلمی وابن النجار والبزار، من الكنز)

ترجمہ:- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجدِ انبیاء کی خاتم ہے۔

(روایت کیا اس کو دیلمیؒ، بزارؒ، ابن نجارؒ نے، از کنز العمال)

حدیث کا مطلب صاف ہے کہ میرے بعد نہ کوئی اور نبی پیدا ہوگا اور نہ کوئی اور مسجد نبی کی تیار ہوگی۔

حدیث نمبر۷۹:- عَنِ الْحَسَنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مُرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَنَا رَسُوْلُ مَنْ أُدْرِکُ حَیًّا وَّمَنْ یُّوْلَدُ بَعْدِیْ.

(رواہ ابن سعد، من الکنز ج:٦ ص:١٠١)

ترجمہ:- حضرت حسن رضی اللہ عنہ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں اس شخص کا بھی رسول ہوں جس کو میں زندگی میں پالوں اور اس شخص کا بھی جو میرے بعد پیدا ہوگا۔ (روایت کیا اس کو ابنِ سعدؒ نے، دیکھو کنز العمال ج:٦ ص:١٠١، اور خصائصِ کبریٰ ج:٢ ص:١٨٨)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت تک جو انسان پیدا ہوگا اس کے نبی صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

حدیث نمبر۸۰:- عَنْ أَبِیْ قُبَیْلَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَکُمْ فَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَأَقِیْمُوْا خَمْسَکُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَکُمْ وَأَطِیْعُوْا وُلَاةَ أَمْرِکُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّکُمْ.

(رواہ الطبرانی والبغوی، من الکنز)

ترجمہ:- حضرت ابوقبیلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں ہوگی، پس تم اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور پانچوں نمازیں (ٹھیک وقت پر موافق شرط) پڑھتے رہو، اور ماہِ رمضان کے روزے رکھتے رہو، اور اپنے مسلمان حکام کی

اطاعت کرتے رہو تو تم اپنے رَبّ کی جنت میں داخل ہوگے۔

(روایت کیا اس کو طبرانیؒ اور بغویؒ نے، کنز العمال)

حدیث نمبر۸۱:- عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّهُ لَمْ یُبْعَثْ نَبِیٌّ قَطُّ اِلَّا کَانَ فِیْ اُمَّتِهٖ مَنْ یُّحَدَّثُ فَاِنْ یَّکُنْ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْهُمْ أَحَدٌ فَهُوَ عُمَرُ. (رواه ابن عساكر، من الكنز)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: مجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں بھیجا گیا جس کی اُمت میں کوئی محدَّث نہ ہو، اگر ان میں سے کوئی میری اُمت میں بھی ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔

(روایت کیا اس کو ابنِ عساکرؒ نے، از کنز، اور خصائصِ کبریٰ ج:۲ ص:۱۲۹ میں اسی حدیث کو بحوالہ طبرانی نقل کیا ہے)

پہلے گزر چکا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف محدَّث کا درجہ بیان فرمایا ہے، حالانکہ دُوسری احادیث میں یہ بھی موجود ہے کہ اس اُمت میں کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہی ہوسکتے تھے، تو جب باایں ہمہ حضرت عمرؓ کے لئے درجۂ نبوّت حاصل نہیں ہے تو صاف ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے یہ درجہ ملنے والا نہیں۔

حدیث نمبر۸۲:- عَنْ عَقِیْلِ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: یَا عَقِیْلُ! وَاللهِ لَأُحِبُّکَ لِخَصْلَتَیْنِ لِقَرَابَتِکَ وَلِحُبِّ أَبِیْ طَالِبٍ اِیَّاکَ، وَأَمَّا أَنْتَ یَا جَعْفَرُ! فَخُلُقُکَ یُشْبِهُ خُلُقِیْ، وَأَمَّا أَنْتَ یَا عَلِیُّ! فَأَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ. (رواه ابن عساكر، من الكنز)

ترجمہ:- حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے علیؓ! تم مجھ سے اُس درجے میں ہو جس میں موسیٰ سے ہارون (علیہما السلام) تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (ابنِ عساکرؒ، از کنز العمال)

حدیث نمبر۸۳: - عَنْ أَبِی الْفَضْلِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَنَّ لِیْ عِنْدَ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ عَشَرَۃُ أَسْمَاءَ مُحَمَّدٌ، أَحْمَدُ وَأَبُو الْقَاسِمِ وَالْفَاتِحُ وَالْخَاتَمُ وَالْمَاحِیُ وَالْعَاقِبُ وَالْحَاشِرُ وَیٰسٓ وَطٰہٰ.

(رواہ ابن عساکر وابن عدی فی الکامل، من الکنز ج:٦ ص:١١٦)

ترجمہ:- حضرت ابوالفضل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے پروردگار کے نزدیک میرے دس نام ہیں، محمد، احمد، ابوالقاسم، فاتح، خاتم، ماحی، عاقب، حاشر، یٰسٓ، طٰہٰ۔

(بروایت ابنِ عساکرؒ وابنِ عدیؒ، از کنز ج:۶ ص:۱۱۶)

حدیث نمبر۸۴: - عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا: أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَالْحَاشِرُ الَّذِیْ أُحْشِرَ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ. (من الکنز ج:٦ ص:١١٦ بروایۃ طبرانی)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں محمد ہوں، اور احمد اور حاشر کہ میرے زمانے میں لوگوں کا حشر ہوگا۔ (طبرانی، از کنز ج:۶ ص:۱۱۶)

پہلے گزر چکا ہے کہ اس حدیث کا حاصل آپؐ کا آخر النبیین ہونا ہے۔

حدیث نمبر۸۵: - عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِثْلُہٗ.

(رواہ سعید بن منصور فی سننہ، من الکنز ج:٦ ص:١١٦)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی

حدیث سعید بن منصور نے اپنے سنن میں روایت فرمائی ہے۔
(دیکھو کنز العمال ج:۶ ص:۱۱۶، اور خصائص
ص:۷۷ میں بحوالہ ترمذی وغیرہ ہے)

حدیث نمبر ۸۶:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا مُحَمَّدٌ وَالْحَاشِرُ وَالْمُقَفِّي وَالْخَاتَمُ.

(رواه الخطيب وابن عساكر، من الكنز ج:۶ ص:۱۱۶)

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: میں احمد ہوں اور محمد ہوں، اور حاشر ہوں اور مقفّٰی اور خاتم۔

(روایت کیا اس کو خطیبؒ اور ابنِ عساکرؒ نے، کنز العمال ج:۶ ص:۱۱۶)

ان سب احادیث میں جو اسمائے گرامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں، ان میں کئی ایسے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ اس سے پہلے بہ تفصیل گزر چکا ہے۔

حدیث نمبر ۸۷:- عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ بَدَأَ هٰذَا الْأَمْرَ نُبُوَّةً وَّرَحْمَةً وَكَائِنًا خِلَافَةً وَّرَحْمَةً وَكَائِنًا مُلْكًا عَضُوْضًا وَكَائِنًا عُتُوًّا وَّجَبْرِيَّةً وَّفَسَادًا فِي الْأُمَّةِ.

(رواه الطبراني في الكبير، كذا في الكنز ج:۶ ص:۲۹)

ترجمہ:- حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے اس اَمر کو نبوّت اور رحمت بناکر شروع کیا، اور پھر (کچھ دنوں کے بعد) خلافت اور رحمت ہونے والی ہے، اور پھر تکبر اور جبر اور اُمت میں فساد ہونے والا ہے۔

(روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے معجم کبیر میں، دیکھو کنز العمال ج:۶ ص:۲۹)

حدیث نمبر ۸۸:- عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا مِثْلُہٗ.

(رواہ أبو داؤد الطیالسی والبیھقی فی السنن، من الکنز ج:۶ ص:۲۹)

ترجمہ:- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث ابوداوٗد طیالسیؒ نے اور بیہقیؒ نے سنن میں روایت کی ہے۔

(کنز العمال ج:۶ ص:۲۹)

حدیث نمبر ۸۹:- عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا مَرْفُوْعًا: لَمْ یَبْقَ بَعْدِیْ مِنَ الْمُبَشِّرَاتِ اِلَّا الرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ یَرَاھَا الرَّجُلُ أَوْ تُرٰی لَہٗ.

(رواہ البیھقی فی الشعب، من الکنز ج:۸ ص:۳۳)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے بعد مبشرات میں سوائے اچھے خوابوں کے کچھ باقی نہیں رہا (یعنی سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا اور اب مبشرات میں سے صرف خواب کی صورت رہ گئی)۔

حدیث نمبر ۹۰:- عَنْ عِصْمَۃَ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ.

(رواہ الطبرانی، من الکنز ج:۶ ص:۱۴۶)

ترجمہ:- حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطابؓ ہوتے۔

(روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے، از کنز العمال ج:۶ ص:۱۴۶)

اور پہلے احادیث میں گزر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نبی نہیں ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

حدیث نمبر ۹۱:- عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فِی الْفِتَنِ: تَنَاسَخَتِ النُّبُوَّۃُ فَصَارَتْ مُلْکًا عُضُوْضًا رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ اَخَذَھَا بِالْحَقِّ خُرُوْجٌ مِّنْھَا کَمَا دَخَلَھَا۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر، کذا فی الکنز ج:۶ ص:۳۹)

ترجمہ:- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتن کو بیان فرماتے ہوئے ایک طویل حدیث میں فرمایا کہ: نبوت منقطع ہوگئی اور اب ملک عضوض ہوگیا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جو اس ملک کو حق کے موافق لے، اور اس سے اسی طرح پاک و صاف نکل جائے جس طرح داخل ہوا تھا۔

(روایت کیا اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں، کنز ج:۶ ص:۳۹)

حدیث نمبر۹۲:- عَنْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: ذُکِرَ لَنَا أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ یَوْمٍ وَّھُوَ مُسْنِدُ ظَھْرِہٖ اِلَی الْکَعْبَۃِ: نَحْنُ نُکْمِلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ سَبْعِیْنَ أُمَّۃً نَحْنُ اٰخِرُھَا وَخَیْرُھَا۔

(رواہ ابن جریر فی تفسیر قولہ: "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ" الآیۃ. کذا فی الدرر ج:۶ ص:۶۴)

ترجمہ:- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز کعبہ سے کمر مبارک لگائے ہوئے بیٹھے تھے اس وقت فرمایا کہ: ہم ستر امتیں پوری کریں گے جن میں ہم سب سے آخر اور سب سے بہتر ہوں گے۔

(اس کو ابن جریرؒ نے آیت: "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ" کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے، دیکھو درِ منثور ج:۶ ص:۶۴)

حدیث نمبر۹۳:- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَزْمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِنَ الْأَنْصَارِ: تُکْمِلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ سَبْعُوْنَ أُمَّۃً نَّحْنُ اٰخِرُھَا وَخَیْرُھَا۔ (رواہ الماوردی، کذا فی الکنز ج:۶ ص:۲۳۲)

ترجمہ:- حضرت محمد بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت کے دن ستر اُمتیں پوری ہوجائیں گی جن میں ہم سب سے آخر اور سب سے بہتر ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو ماوردیؒ نے، از کنز ج:۶ ص:۲۳۲)

حدیث نمبر۹۴:- عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَثَلُ أُمَّتِيْ كَحَدِيْقَةٍ قَامَ عَلَيْهَا صَاحِبُهَا فَاجْتَذَّ رَوَاكِيَهَا وَهَيَّأَ مَسَاكِنَهَا وَحَلَّقَ سَعْفَهَا فَأَطْعَمَ عَامًا فَوْجًا وَّعَامًا فَوْجًا فَلَعَلَّ اٰخِرَهُمَا طَعْمًا أَنْ يَّكُوْنَ أَجْوَدَهُمَا قِنْوَانًا وَأَطْوَلَهُمَا شِمْرَاخًا وَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ لَيَجِدَنَّ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فِيْ أُمَّتِيْ خُلَفَاءَ مِنْ حَوَارِيِّهِ.

(رواه أبو نُعيم، كذا في الكنز ج:۶ ص:۲۳۵)

ترجمہ:- حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میری اُمت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی باغ والا اپنے باغ کا پورا حق ادا کرے اور اس کی گولیں گہری اور اس کی بیٹھکیں دُرست اور اس کے درختوں کی شاخ بریدہ کرے، پھر ایک سال اس کے پھل ایک فوج کو کھلائے اور دُوسرے سال دُوسری فوج کو (اِسی طرح ہر سال ایک فوج کو کھلاتا رہے) تو شاید وہ فوج جو آخر میں کھائے گی اُس کے پھل عمدہ ہوں گے اور اُن کے خوشے لانبے ہوں گے، اُس ذاتِ قدوس کی قسم جس نے دِینِ حق کے ساتھ مجھے بھیجا ہے کہ عیسیٰؑ (جب نزول فرمائیں گے تو) میری اُمت میں اپنے حواریّین کے قائم مقام لوگ پائیں گے۔

(روایت کیا اس کو ابونعیمؒ نے، از کنز العمال ج:۶ ص:۲۲۵)

حدیث نمبر۹۵:- عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مُرْسَلًا: اِنَّمَا بُعِثْتُ خَاتِمًا وَّفَاتِحًا وَّأُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَفَوَاتِحَهٗ.

(رواه البیهقی فی الشعب، كذا فی الكنز ج:٦ ص:١٠٦)

ترجمہ:- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میں فاتح اور خاتم بناکر بھیجا گیا ہوں (یعنی اصل خلقت میں سب سے پہلے اور بعثتِ نبوّت میں سب سے آخر) اور مجھے جوامع کلم[1] اور فواتح کلم دیئے گئے ہیں۔ (روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں، از کنز العمال ج:۶ ص:۱۰۶)

حدیث نمبر۹۶:- عَنْ عَمْرِو بْنِ قَیْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی أَدْرَكَ بِیْ فِی الْأَجَلِ الْمَرْجُوِّ وَاخْتَارَنِیْ اخْتِیَارًا فَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. (رواه الدارمی، من الكنز ج:٦ ص:١١٠)

ترجمہ:- حضرت عمر بن قیس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اَمرِ منتظر کے لئے چھانٹ لیا ہے، اور مجھے انتخاب فرمایا ہے، پس ہم قیامت کے روز آخرین ہوں گے اور ہم ہی سابقین ہوں گے۔ (روایت کیا اس کو دارمیؒ نے، کنز ج:۶ ص:۱۱۰)

حدیث نمبر۹۷:- عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

---

(۱) خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۱۹۴ میں ابنِ شہابؒ سے نقل کیا ہے کہ: جوامع الکلم سے مراد یہ ہے کہ پہلے انبیاء کی وحی میں جو بہت سے اَمر لکھے جاتے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک یا دو اَمر میں جمع کردیئے گئے۔ انتہیٰ۔ اور فواتح الکلم سے مراد وہ کلمات ہیں جو کسی مستقل علم کا باب کھول دیتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْعَرْشَ كَتَبَ عَلَيْهِ مِنْ نُوْرٍ طُوْلُ الْقَلَمِ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَبِهٖ اٰخُذُ وَبِهٖ اُعْطِىْ وَاُمَّتُهٗ اَفْضَلُ الْاُمَمِ وَاَفْضَلُهَا اَبُوْ بَكْرٍ.

(رواه الرافعی، من الکنز ج:٦ ص:١٣٨)

ترجمہ:- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا تو اس پر نور سے یہ کلمہ لکھا (قلم کا طول اتنا تھا جتنا مغرب سے مشرق کا فاصلہ) البتہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، انہی کی وجہ سے اطاعت نہ کرنے پر مؤاخذہ کروں گا اور انہی کی وجہ سے (اطاعت کرنے پر) عطا کروں گا، ان کی اُمت تمام اُمتوں پر افضل ہے، اور پھر ساری اُمت میں ابوبکرؓ افضل ہیں۔ (روایت کیا اس کو رافعیؒ نے، کنز ج:٦ ص:١٣٨)

حدیث کی تصریح سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام اُمتِ محمدیہ سے افضل ترین فرد ہیں، حالانکہ وہ نبی نہیں ہیں، جس سے صاف ثابت ہوا کہ اس اُمت میں کوئی نبی نہیں ہوسکتا، ورنہ لازم آئے گا کہ غیرنبی (ابوبکرؓ) نبی سے بڑھ جائے، حالانکہ یہ ناممکن ہے۔

حدیث نمبر۹۸:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ:

لَا وَحْىَ اِلَّا الْقُرْاٰنُ.

(کذا فی المعتصر من مشکل الآثار ص:٤٥٢)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: قرآن کے سوا کوئی وحی نہیں۔ (دیکھو معتصر من مشکل الآثار ص:۴۵۲)

مراد یہ ہے کہ قرآن کے بعد اور کوئی جدید آسمانی کتاب نہیں آسکتی۔

حدیث نمبر۹۹:- عَنْ اَبِى الطُّفَيْلِ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَالَ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِیْ عِنْدَ رَبِّیْ عَشْرَۃُ أَسْمَاءَ. قَالَ أَبُو الطُّفَیْلِ حَفِظْتُ مِنْہَا ثَمَانِیَۃً: مُحَمَّدٌ وَّأَحْمَدُ وَأَبُو الْقَاسِمِ وَالْفَاتِحُ وَالْخَاتِمُ وَالْعَاقِبُ وَالْحَاشِرُ وَالْمَاحِیْ. (رواہ أبو نُعیم فی الدلائل ص:۱۲)

ترجمہ:- حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے پروردگار کے نزدیک میرے دس نام ہیں۔ (ابوالطفیلؓ کہتے ہیں کہ) مجھے ان میں سے آٹھ یاد رہ گئے، وہ یہ ہیں: محمد، احمد، ابوالقاسم، فاتح، خاتم، عاقب، حاشر، ماحی۔ (دیکھو دلائل النبوۃ، ابونعیم ص:۱۲)

حدیث نمبر۱۰۰:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لِیَ النُّبُوَّۃُ وَلَکُمُ الْخِلَافَۃُ. (رواہ ابن عساکر، من الکنز ج:۶ ص:۱۸۰)

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: میرے لئے نبوّت ہے اور تمہارے لئے خلافت۔

(روایت کیا اس کو ابنِ عساکرؒ نے، از کنز العمال ج:۶ ص:۱۸۰)

حدیث کی تقسیم سے معلوم ہوا کہ اس اُمت میں بجائے نبوّت کے محض خلافت ہے، نبوّت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔

حدیث نمبر۱۰۱:- عَنِ ابْنِ شِہَابٍ مُرْسَلًا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِطْمَئِنَّ یَا عَمِّ! فَاِنَّکَ خَاتِمُ الْمُہَاجِرِیْنَ فِی الْہِجْرَۃِ کَمَا أَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ فِی النُّبُوَّۃِ. (کذا فی الکنز ج:۶ ص:۱۷۸)

ترجمہ:- ابن شہابؒ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: اے چچا! آپ مطمئن رہیں (اور مکہ سے ہجرت نہ کریں) اس لئے کہ آپ ہجرت میں خاتم المہاجرین ہیں جیسے میں نبوّت میں خاتم النبیّین ہوں۔

(روایت کیا اس کو رویانی اور ابنِ عساکرؒ نے، کذا فی الکنز ج:۶ ص:۱۷۸)

حدیث نمبر۱۰۲:- عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبُوْ بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ اِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ نَبِيٌّ.

(رواه الطبرانی وابن عدی فی الکامل، من الکنز ج:۶ ص:۱۳۷)

ترجمہ:- حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ابوبکرؓ انبیاء کے سوا تمام انسانوں سے بہتر ہیں۔

(روایت کیا اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابنِ عدیؒ نے کامل میں، از کنز ج:۶ ص:۱۳۷)

حدیث نمبر۱۰۳:- عَنْ عِكْرَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ أَبِيْهِ مَرْفُوْعًا: أَبُوْ بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدِيْ اِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ نَبِيٌّ.

(رواه ابن عدی والطبرانی فی الکبیر والخطیب فی المتفق والمفترق والدیلمی، من الکنز ج:۶ ص:۱۳۸)

ترجمہ:- حضرت عکرمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ابوبکرؓ سوائے نبی کے میرے بعد سب انسانوں سے افضل ہیں۔

(روایت کیا اس کو ابنِ عدیؒ نے اور طبرانی نے معجم کبیر میں، اور خطیبؒ نے متفق ومفترق میں اور دیلمیؒ نے، کنز ج:۶ ص:۱۳۸)

حدیث نمبر۱۰۴:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقُلْتُ: مَنْ یُّھَاجِرُ مَعِیَ؟ قَالَ: أَبُوْ بَکْرٍ، وَھُوَ یَلِیْ أَمْرَ أُمَّتِکَ مِنْ بَعْدِکَ وَھُوَ أَفْضَلُ أُمَّتِکَ مِنْ بَعْدِکَ.

(رواہ الدیلمی، من الکنز ج:٦ ص:١٣٨)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے تو میں نے دریافت کیا کہ: میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا؟ فرمایا: ابوبکرؓ، اور وہی آپؐ کے بعد آپؐ کی اُمت کے خلیفہ ہوں گے اور وہ آپؐ کے بعد ساری اُمت سے افضل ہیں۔

(کنز العمال ج:۶ ص:۱۳۸)

حدیث نمبر۱۰۵:- عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا أَبَا الدَّرْدَاءِ! أَتَمْشِیْ أَمَامَ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنْکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی أَحَدٍ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ أَفْضَلَ مِنْ أَبِیْ بَکْرٍ.

(رواہ ابن النجار وجل، من الکنز ج:٦ ص:١٤٠)

ترجمہ:- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے ابوالدرداء! کیا تم اس شخص سے آگے چلتے ہو جو تم سے دُنیا و آخرت میں افضل ہے؟ یاد رکھو کہ نبیّین اور مرسلین کے بعد پورے دورِ شمسی یعنی زمانہ میں ابوبکر سے افضل کوئی نہیں ہوا۔ (کنز العمال ج:۶ ص:۱۴۰)

حدیث نمبر۱۰۶:- عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا قَالَ:

خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ.

(رواہ ابن عساکر، من الکنز ج:٦ ص:١٤٠)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اس اُمت کے نبی کے بعد ساری اُمت سے افضل ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

(روایت کیا اس کو ابنِ عساکرؒ نے، کنز العمال ج:٦ ص:١٤٣)

حدیث نمبر۱۰۷:- عَنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا:

خَيْرُ أُمَّتِيْ بَعْدِيْ أَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ.

(رواہ ابن عساکر، من الکنز ج:٦ ص:١٤٢)

ترجمہ:- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میرے بعد میری اُمت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ (ابنِ عساکرؒ، از کنز ج:٦ ص:١٤٢)

ان تمام احادیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تمام اُمتِ محمدیہ میں افضل انسان ہیں، اور بایں ہمہ جبکہ وہ نبی نہیں تو معلوم ہوا کہ اس اُمت میں کوئی نبی نہیں ہوسکتا، ورنہ غیرِ نبی کا نبی سے افضل ہونا لازم آئے گا۔

حدیث نمبر۱۰۸:- عَنْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: لَا اٰمَنْتُ بِكَ (يَعْنِيْ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) حَتّٰى يُؤْمِنَ بِكَ هٰذَا الضَّبُّ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَنَا يَا ضَبُّ؟ فَقَالَ الضَّبُّ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ يَّفْهَمُهُ الْقَوْمُ جَمِيْعًا: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. قَالَ: مَنْ تَعْبُدُ؟ فَقَالَ: الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ عَرْشُهُ وَفِي الْأَرْضِ سُلْطَانُهُ وَفِي الْبَحْرِ سَبِيْلُهُ وَفِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهُ وَفِي النَّارِ عَذَابُهُ. قَالَ: فَمَنْ أَنَا؟ قَالَ: أَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَخَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ. الحدیث. (أخرجه الطبرانی فی الأوسط والصغیر وابن عدی والحاکم فی المعجزات والبیهقی وأبو نُعیم وابن عساکر ولیس فی اسناده من ینظر فی حاله سوی محمد بن علی بن الولید البصری السملی شیخ الطبرانی وابن عدی وقال السیوطی فی الخصائص: قلت لحدیث عمر طریق اخر لیس فیه محمد بن علی بن الولید، أخرجه أبو نُعیم)

ترجمہ:- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں مروی ہے کہ: (ایک گاؤں والے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی تو اس نے ایک گوہ آپؐ کے سامنے چھوڑ دی اور کہا) میں جب تک ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے خطاب کرکے فرمایا کہ: بتلا میں کون ہوں؟ گوہ نے نہایت بلیغ عربی زبان میں جس کو ساری مجلس سمجھتی تھی کہا: لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ! یعنی ''اے ربّ العالمین کے سچے رسول میں حاضر ہوں اور آپ کی اطاعت کرتی ہوں'' آپؐ نے فرمایا کہ: تو کس کی عبادت کرتی ہے؟ گوہ نے جواب دیا کہ: اس ذاتِ مقدس کی کہ آسمان میں اس کا عرشِ عظیم ہے اور زمین پر اس کا قبضہ وسلطنت ہے اور دریا میں اس کا بنایا ہوا راستہ ہے اور جنت میں اس کی رحمت ہے اور دوزخ میں اس کا عذاب ہے۔ آپؐ نے فرمایا: میں کون ہوں؟ گوہ نے جواب دیا کہ: آپ پروردگارِ عالم کے سچے رسول ہیں اور انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ (اس حدیث کو طبرانیؒ نے معجم الاوسط اور معجم صغیر میں، اور ابنِ عدیؒ اور حاکمؒ نے معجزات میں، اور بیہقیؒ، ابونعیمؒ، ابنِ عساکرؒ نے روایت کیا ہے۔ (دیکھو خصائصِ کبریٰ للسیوطی ج:۲ ص:۶۵) شیخ

جلال الدین سیوطیؒ اس حدیث کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد میں کوئی ایسا شخص نہیں جس کی ثقاہت میں کلام کیا جائے، سوائے محمد بن علی بن الولید کے جو کہ طبرانیؒ اور ابنِ عدیؒ کے اُستاذ ہیں، لیکن اس روایت کے لئے ایک اور طریقِ سند بھی ہے جس میں محمد بن علی بن الولید نہیں ہیں، ابونعیمؒ نے اسی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے)

الحاصل حدیث کے قابلِ وثوق ہونے میں کوئی تأمل نہیں ہوسکتا۔

حدیث نمبر۱۰۹:- عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا مِثْلُهُ عِنْدَ الْبَیْهَقِیْ. (کذا فی الخصائص الکبریٰ ج:۲ ص:۶۵)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی مضمون کی حدیث بیہقیؒ نے روایت کی ہے۔ (دیکھو خصائصِ کبریٰ ج:۲ ص:۶۵)

حدیث نمبر۱۱۰:- عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ مِثْلُهُ أَخْرَجَهُ الْبَیْهَقِیْ. (من الخصائص الکبریٰ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بعینہٖ اسی مضمون کی حدیث بیہقیؒ نے روایت کی ہے۔ (از خصائصِ کبریٰ)

حدیث نمبر۱۱۱:- وَمِثْلُهُ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ، أَخْرَجَهُ ابْنُ عَسَاکِرٍ. (کذا فی الخصائص ج:۲ ص:۶۵)

ترجمہ:- اسی طرح بعینہٖ مضمون کی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابنِ عساکرؒ نے روایت فرمائی ہے۔

افسوس! جنگل کے وحشی جانور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر النبیین ہونے پر ایمان لاتے ہیں، مگر اسلام کے مدعی قادیانیوں کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی ؎

گفتم ایں شرط آدمیت نیست
مرغ تسبیح خوان و تو خاموش

حدیث نمبر۱۱۲:- عَنْ أَبِیْ زُمَلٍ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ تَأْوِیْلِ رُؤْیَاهُ (وفی

الحديث طول) وبعض الفاظه هكذا: وَأَمَّا النَّاقَةُ الَّتِي رَأَيْتَهَا وَرَأَيْتَنِي أَبْعَثُهَا فَهِيَ السَّاعَةُ عَلَيْنَا تَقُوْمُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِي.

(رواه البيهقي في دلائل النبوة، هكذا عند ابن كثير في التفسير ج: ۹ ص: ۳۶۹ طبع قديم مع بغوی)

ترجمہ:- حضرت ابو زمل جہنی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا ایک طویل خواب بیان کیا، آپؐ نے اُس کی مفصل تعبیر بیان فرمائی، اس کے آخری جملے مسئلۂ زیرِ بحث کے لئے روشن دلیل ہیں، وہ یہ ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تم نے جو خواب میں اُونٹنی کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ میں اس کو چلا رہا ہوں تو اس سے مراد قیامت ہے جو ہماری اُمت پر قائم ہوگی، کیونکہ نہ میرے بعد کوئی نبی ہے، اور نہ میری اُمت کے بعد کوئی اُمت۔ (روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے دلائلِ نبوّت میں، از تفسیر ابنِ کثیر ج:۹ ص:۳۶۹ طبع قدیم مع بغوی)

حدیث نمبر۱۱۳:- في حديث طويل في باب الاسراء عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: قَالُوْا: يَا جِبْرِيْلُ! مَنْ هٰذَا مَعَكَ؟ قَالَ: هٰذَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ. (الٰى أن قال) فَقَالَ لَهُ رَبُّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: قَدْ أَخَذْتُكَ حَبِيْبًا وَّهُوَ مَكْتُوْبٌ فِي التَّوْرَاةِ مُحَمَّدٌ حَبِيْبُ الرَّحْمٰنِ وَأَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ كَافَّةً وَّجَعَلْتُ أُمَّتَكَ هُمُ الْأَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْاٰخِرُوْنَ وَجَعَلْتُ أُمَّتَكَ لَا تَجُوْزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنَّكَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ وَجَعَلْتُكَ أَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ خَلْقًا وَّاٰخِرَهُمْ بَعْثًا وَّأَعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَلَمْ أُعْطِهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَأَعْطَيْتُكَ خَوَاتِيْمَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ

كَنـزٍ تَحتَ الْعَرْشِ لَمْ أُعْطِهَا قَبْلَكَ وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا. الحديث.

(رواه البزار، كذا في مجمع الزوائد ص:۲۷، ۲۹)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے شبِ اسریٰ کے واقعے کو مفصل ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے جس کے چند جملے حسبِ ضرورت درج کئے جاتے ہیں[1]: (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) فرشتوں نے جبریلؑ سے کہا کہ: تمہارے ساتھ یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ: اللہ کے رسول اور تمام انبیاء میں سے آخر محمدؐ ہیں۔ (اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے ارشاد ہوا کہ: میں نے تمہیں اپنا محبوب بنایا ہے اور توراۃ میں بھی لکھا ہوا ہے کہ محمد اللہ کے محبوب ہیں، اور ہم نے تمہیں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اور آپؐ کی اُمت کو اوّلین و آخرین بنایا، اور میں نے آپ کی اُمت کو اس طرح رکھا کہ اُن کے لئے کوئی خطبہ جائز نہیں جب تک کہ وہ خالص دِل سے گواہی نہ دیں کہ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، اور میں نے آپ کو باعتبار اصل خلقت کے سب سے اوّل اور باعتبار بعثت کے سب سے آخر بنایا ہے، اور آپ کو سبع مثانی (سورۂ فاتحہ) دی ہے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی، اور آپ کو آخر سورۂ بقرہ کی آیتیں دی ہیں اس خزانے سے جو عرش کے نیچے ہے اور جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی اور آپ کو فاتح اور خاتم بنایا .... الیٰ آخر الحدیث۔ (مجمع الزوائد از صفحہ:۲۷ تا صفحہ:۲۹ بحوالہ بزار)

(۱) اس حدیث میں چھ جگہ مختلف انداز سے ختمِ نبوّت کے مسئلے کو روشن کیا گیا ہے۔ ۱۲ منہ

اور خصائصِ کبریٰ صفحہ:۱۷۱ میں اس حدیث کو بحوالہ ابنِ جریرؒ اور ابنِ ابی حاتمؒ اور ابنِ مردویہؒ اور ابویعلیٰؒ اور بیہقیؒ نے بھی نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر۱۱۴:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أُمِرَ اِبْرَاهِیْمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِاِخْرَاجِ هَاجَرَ حُمِلَ عَلَى الْبُرَاقِ فَكَانَ لَا یَمُرُّ بِأَرْضٍ عَذْبَةٍ سَهْلَةٍ اِلَّا قَالَ: أَنْزِلُ هٰهُنَا یَا جِبْرِیْلُ! فَیَقُوْلُ: لَا، حَتّٰى أَتٰى مَكَّةَ فَقَالَ جِبْرِیْلُ: أَنْزِلْ یَا اِبْرَاهِیْمُ! قَالَ: حَیْثُ لَا ضَرْعٌ وَّلَا زَرْعٌ؟ قَالَ: نَعَمْ! هٰهُنَا یَخْرُجُ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ مِنْ ذُرِّیَةِ ابْنِكَ الَّذِیْ تَتِمُّ بِهِ الْكَلِمَةُ الْعُلْیَا. (كذا فی الخصائص الكبرىٰ ص:۹)

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت ہاجرہؓ کے لے جانے کا حکم دیا گیا تو آپ کو براق پر سوار کیا گیا، پس جب براق کسی عمدہ شیریں اور نرم زمین پر لے کر گزرتا تھا تو ابراہیم علیہ السلام فرماتے تھے کہ: جبریل! یہاں اُتر جاؤ، مگر جبریلؑ انکار کرتے تھے، یہاں تک کہ مکہ کی سرزمین پر گزر ہوا تو جبریلِ امینؑ ٹھہر گئے اور فرمایا کہ: اے ابراہیم! یہاں اُتر جاؤ، ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ: عجیب بات ہے یہاں اُتارتے ہو جہاں نہ کوئی کھیتی کا سامان ہے نہ دُودھ کا، جبریلؑ نے جواب دیا کہ: ہاں! اسی جگہ آپ کے صاحبزادے کی ذُرّیت سے نبیٔ اُمی پیدا ہوں گے جن کے ذریعہ کلمۂ علیا تمام (مکمل) ہوگا۔ (خصائصِ کبریٰ ص:۹)

حدیث نمبر۱۱۵:- عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِ الشَّفَاعَةِ: یَأْتُوْنَ مُحَمَّدًا فَیَقُوْلُوْنَ: یَا نَبِیَّ اللهِ! أَنْتَ الَّذِیْ فَتَحَ اللهُ بِكَ وَخَتَمَ وَغَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ وَمَا تَأَخَّرَ.

(رواہ ابن أبی شیبة، كذا فی فتح الباری ج:۱۱ ص:۳۷۸)

ترجمہ:- حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت کے روز تمام مخلوق جمع ہوکر آئیں گی اور کہیں گی کہ: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ہیں کہ اللہ نے آپ سے نبوّت کو شروع فرمایا اور آپ ہی پر ختم کیا، اور آپ کی سب اگلی پچھلی لغزشیں معاف کیں (آپ ہی ہماری سفارش کیجئے)۔

(روایت کیا اس کو ابنِ ابی شیبہؒ نے، از فتح الباری ج:۱۱ ص:۳۷۸)

حدیث نمبر۱۱۶:- عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ نَزَلَ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ، أَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَأَنْتُمْ حَظِّيْ مِنَ الْأُمَمِ.

(رواه البيهقي في الشعب، كنز ج:۱ ص:۴۹)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: تم میں خود موسیٰ علیہ السلام بھی آجاویں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کا اِتباع کرو تو البتہ تم گمراہ ہوجاؤ، انبیاء میں سے تمہارا حصہ صرف میں ہی ہوں، اور اُمتوں میں سے میرا حصہ صرف تم ہی ہو۔

(روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں، من الکنز)

اسی مضمون کی ایک حدیث بحوالہ مسندِ احمد نمبر۴۸ میں گزر چکی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انحصار کے ساتھ اس اُمت کے لئے صرف اپنی ذاتِ اقدس کو نبی قرار دیا ہے، اور اس اُمت کے لئے اپنے سوا کسی اور کے نبی ہونے سے انکار فرمایا ہے۔

حدیث نمبر۱۱۷:- عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلَهُ عِنْدَ الطَّبَرَانِيِّ فِي الْكَبِيْرِ. (از کنز ج:۱ ص:۵۱)

ترجمہ:- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث طبرانیؒ نے روایت فرمائی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۸:- عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ مُوْسٰى لَمَا نَزَلَتْ عَلَيْهِ التَّوْرَاةُ وَقَرَأَهَا فَوَجَدَ فِيْهَا ذِكْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، فَقَالَ: يَا رَبِّ! اِنِّیْ أَجِدُ فِی الْأَلْوَاحِ أُمَّةً هُمُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ فَاجْعَلْهُمْ أُمَّتِیْ. الحديث.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: موسیٰ علیہ السلام پر جب توراۃ نازل ہوئی اور انہوں نے اس کو پڑھا تو اس میں اس اُمت کا ذکر پایا، اس وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ: اے میرے پروردگار! میں اَلواحِ توراۃ میں ایک ایسی اُمت پاتا ہوں (جو دُنیا میں) سب سے آخری اُمت ہے اور (قیامت میں) سب سے پہلے ہیں، ان کو میری اُمت بنادے۔

(دلائلِ نبوّت، ابونعیم ص:۱۴)

حدیث نمبر ۱۱۹:- أَخْرَجَ ابْنُ عَسَاكِرٍ مِّنْ طَرِيْقِ أَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: قَالَ: بَيْنَ كَتِفَیْ اٰدَمَ مَكْتُوْبٌ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ.

(از خصائص کبریٰ ج:۱ ص:۷)

ترجمہ:- ابنِ عساکرؒ نے بطریق ابوالزبیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان لکھا ہوا تھا: ”محمد رسول اللہ خاتم النبیّین“۔

حدیث نمبر ۱۲۰:- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ (فی حديث طويل) قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ

مُوْسٰی دَعَا اللہَ تَعَالٰی: اِجْعَلْنِیْ نَبِیَّ تِلْکَ الْاُمَّۃِ (یَعْنِیْ هٰذِهِ الْاُمَّۃِ الْمَرْحُوْمَۃِ) قَالَ (یَعْنِی اللہُ تَعَالٰی): نَبِیُّهَا مِنْهَا، قَالَ: اجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّۃِ ذٰلِکَ النَّبِیِّ، قَالَ: اِسْتَقْدَمْتَ وَاسْتَأْخَرَ وَلٰکِنْ سَأَجْمَعُ بَیْنَکُمَا فِیْ دَارِ جَلَالٍ.

(رواه أبو نُعیم فی الحلیة، کذا فی الخصائص ج:۱ ص:۱۴)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی کہ: مجھے اس اُمت (یعنی اُمتِ محمدیہ) کا نبی بنادے، تو ارشاد ہوا کہ: اس اُمت کا نبی خود انہیں میں سے ہوگا (آپ نہیں ہوسکتے)، پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ: مجھے اس نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت بنادیا جائے، تو ارشاد ہوا کہ: آپ اُن سے پہلے آئے ہیں اور وہ بعد میں تشریف لائیں گے (اس لئے اُمت بھی نہیں ہوسکتے) البتہ دارِ جلال میں ہم آپ دونوں کو جمع کردیں گے۔

(ابونعیمؒ فی الحلیہ، کذا فی الخصائص ج:۱ ص:۱۴)

اس حدیث میں ایک تو یہ ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا اُولوالعزم پیغمبر بھی جب اس اُمت کا نبی نہیں بن سکتا، تو پھر اور کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی نبوّت کا درجہ کیسے پاسکتا ہے؟ دُوسرے اس حدیث میں لفظ "نَبِیُّهَا" زیادہ قابلِ غور ہے، کیونکہ اس کو بصیغۂ واحد ادا کرکے بتلادیا گیا ہے کہ اس اُمت کے لئے صرف ایک نبی ہوگا، ورنہ اقتضائے مقام یہ تھا کہ بصیغۂ جمع "أَنْبِیَائُهَا مِنْهَا" فرمایا جاتا۔

حدیث نمبر۱۲۱:- عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَنَا مُحَمَّدٌ وَّأَحْمَدُ وَأَنَا رَسُوْلُ الرَّحْمَۃِ أَنَا رَسُوْلُ الْمَلْحَمَۃِ أَنَا الْمُقَفّٰی وَالْحَاشِرُ بُعِثْتُ بِالْجِهَادِ وَلَمْ

أُبْعَثْ بِالزِّرَاعِ.

(أخرجه ابن سعد، كذا في الخصائص ج: ١ ص: ٧٦)

ترجمہ:- حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور رسولِ رحمت ہوں اور جہاد کا رسول ہوں، اور سب سے آخری رسول ہوں جس کے بعد حشر و قیامت ہوگی، مجھے جہاد کے لئے بھیجا گیا ہے زراعت کے لئے نہیں۔

حدیث نمبر۱۲۲:- عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ لِيْ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا بُنَيَّ! اِنَّكَ لَاقٍ رَبَّكَ اللَّيْلَةَ وَاِنَّ اُمَّتَكَ اٰخِرُ الْأُمَمِ وَأَضْعَفُهَا فَاِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُوْنَ حَاجَتَكَ كُلَّهَا أَوْجُلَّهَا فِيْ أُمَّتِكَ فَافْعَلْ.

(أخرجه ابن عرفة في جزئه وأبو نُعيم وابن عساكر من طريق ابن أبي عبيدة عن ابن مسعود، خصائص ج: ١ ص: ١٦٢)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ واقعۂ معراج بیان فرماتے ہوئے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: شبِ معراج میں مجھ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ: آپ آج کی رات اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں، اور آپ کی اُمت آخری اُمت ہے اور سب سے زیادہ ضعیف ہے، اس لئے اگر آپ کچھ کرسکتے ہیں تو اپنی اُمت کے لئے سہولت کے بارے میں کوشش کیجئے۔ (ابنِ عرفہؒ، ابونعیمؒ، ابنِ عساکرؒ)

حدیث نمبر۱۲۳:- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا كَانَ نَبِيٌّ اِلَّا كَانَ فِيْ اُمَّتِهٖ مُعَلِّمٌ اَوْ مُعَلِّمَانِ فَاِنْ يَّكُنْ فِيْ اُمَّتِيْ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَهُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. (أخرجه الطبرانی فی الأوسط، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۱۲۹)

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ہر نبی کی اُمت میں ایک یا دو معلّم (محدّث) ہوا کرتے تھے، اگر میری اُمت میں ان میں سے کوئی ہوسکتا ہے تو وہ عمرؓ بن خطاب ہیں۔ (طبرانی)

اس مضمون کی متعدّد احادیث باختلافِ الفاظ پہلے گزر چکی ہیں، اس حدیث میں بھی بجائے "محدّث" کے "معلّم" کا لفظ رکھا ہے، مگر مضمون واحد ہے، تقریرِ مضمون اور ختمِ نبوّت کا ثبوت مفصل ملاحظہ فرماچکے ہیں۔

حدیث نمبر۱۲۴:- اَخْرَجَهُ ابْنُ عَسَاكِرٍ عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ قَالَ: قَالَ جِبْرِيْلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ: اِنْ كُنْتُ اصْطَفَيْتُ اٰدَمَ فَقَدْ خَتَمْتُ بِكَ الْاَنْبِيَاءَ وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَكْرَمَ مِنْكَ عَلَيَّ. (خصائص ج:۲ ص:۱۹۳)

ترجمہ:- ابنِ عساکر نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ جبریلؑ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ: آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ: اگر ہم نے آدمؑ کو صفی اللہ ہونے کا تمغۂ امتیازی دیا ہے تو آپ پر تمام انبیاء کو ختم کرکے آپ کی شانِ امتیاز سب سے بڑھادی ہے، اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ عزیز ہو۔

حدیث نمبر۱۲۵:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللهَ أَيَّدَنِيْ بِأَرْبَعَةِ وُزَرَاءَ، اِثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ.

(أخرجه البزار والطبراني، كذا في الخصائص ج:۲ ص:۲۰۰)

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے چار وزیروں کے ذریعہ میری تائید فرمائی، جن میں سے دو آسمان والوں میں سے ہیں یعنی جبرئیلؑ اور میکائیلؑ اور دو زمین والوں میں سے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ (بزار، طبرانی، از خصائصِ کبریٰ ج:۲ ص:۲۰۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں، لیکن باایں ہمہ بتصریحاتِ نبویہ و اجماعِ اُمت وہ دونوں انبیاء میں داخل نہیں، حالانکہ انبیائے سابقین کے وزیر نبی ہوتے تھے جیسا کہ خود قرآن میں موجود ہے: "وَجَعَلْنَا أَخَاهُ هَارُوْنَ وَزِيْرًا" الاٰية، "اور ہم نے موسیٰ کے بھائی ہارون کو اُن کا وزیر بنادیا"۔

اور دُوسری جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا اس طرح نقل کی گئی ہے:-

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ أَهْلِيْ. هَارُوْنَ أَخِيْ.

یعنی اے اللہ! میرے لئے میرے اہل میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے۔

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وزراء انبیاء و رُسل نہیں (حالانکہ انبیائے سابقین کے وزیر نبی ہوتے تھے) تو صاف ظاہر ہوگیا کہ اس اُمت میں سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

حدیث نمبر ۱۲۶:- أخرج ابن جرير في كتاب السنة عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللهَ اخْتَارَ أَصْحَابِيْ عَلٰى جَمِيْعِ

الْعَالَمِيْنَ سِوَى النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاخْتَارَ مِنْ أَصْحَابِيْ أَرْبَعَةً أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا فَجَعَلَهُمْ خَيْرَ أَصْحَابِيْ وَفِيْ أَصْحَابِيْ كُلُّهُمْ خَيْرٌ.

(خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۲۰۳)

ترجمہ:- ابنِ جریرؒ نے کتاب السنۃ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو انبیاء و مرسلین کے علاوہ تمام اہلِ عالم میں پسند فرمایا، اور پھر صحابہ میں سے چار کو پسند فرمایا، یعنی ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور ان چاروں کو تمام صحابہ میں بہترین قرار دیا اور میرے سب صحابہ میں خیر اور بھلائی غالب ہے۔

(خصائصِ کبریٰ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام اُمت سے افضل ہیں اور بایں ہمہ جب وہ بھی نبی نہیں تو اور کوئی کیسے نبی ہوسکتا ہے؟

حدیث نمبر۱۲۷:- عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فی حدیث طویل): بَلْ يَا يَهُوْدِيُّ أَنْتُمُ الْأَوَّلُوْنَ وَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (أخرجه ابن راهوية فى مسنده وابن أبى شيبة فى المصنّف، خصائص ج:۲ ص:۲۰۹)

ترجمہ:- ایک طویل حدیث کے ذیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے یہودی! تم دُنیا میں ہم سب سے پہلے ہو، اور ہم دُنیا میں سب سے آخر ہیں، اور قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔

(مسند ابنِ راہویہؒ و مصنف ابنِ ابی شیبہؒ)

حدیث نمبر۱۲۸:- أَخْرَجَ أَبُوْ نُعَيْمٍ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ عَنْ

خَالِدِ بْنَ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَهُ مَاهَانُ عَامِلُ مَلِكِ الرُّوْمِ عَلَى الشَّامِ: هَلْ كَانَ رَسُوْلُكُمْ أَخْبَرَكُمْ أَنَّهُ يَأْتِيْ بَعْدَهُ رَسُوْلٌ؟ قَالَ: لَا، وَلٰكِنْ أَخْبَرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَأَخْبَرَ أَنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ قَدْ بَشَّرَ بِهٖ قَوْمَهُ. قَالَ الرُّوْمِيُّ: وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ. (خصائص ج:۲ ص:۴۸۴)

ترجمہ:- حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ جب یرموک پہنچے تو لشکرِ رُوم کے سردار نے ایک قاصد بھیجا، قاصد نے کہا کہ: ملکِ شام کے گورنر ماہان کی طرف سے آیا ہوں، انہوں نے کہا ہے کہ: آپ ہمارے پاس اپنی جماعت میں سے ایک عقلمند کو بھیج دیجئے تاکہ ہم ان سے مکالمہ کریں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا، چنانچہ حضرت خالدؓ تشریف لے گئے، دورانِ گفتگو ماہان نے دریافت کیا کہ: کیا تمہارے رسول نے تمہیں یہ خبر بھی دی ہے کہ ان کے بعد کوئی اور رسول آئے گا؟ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ: نہیں! بلکہ یہ خبر دی ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور یہ خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے وجود کی اپنی اُمت کو پہلے ہی سے بشارت دی تھی۔ ماہان رُومی نے یہ سن کر کہا کہ: ہاں! میں بھی اس پر گواہ ہوں۔ (ابونعیمؒ)

حدیث نمبر ۱۲۹:- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ (فی حدیث طویل) مَرْفُوْعًا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَرْسَلَنِيْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَكَافَّةً لِّلنَّاسِ (الٰی قوله) وَجَعَلَ أُمَّتِيْ هُمُ الْاٰخِرُوْنَ وَهُمُ الْأَوَّلُوْنَ، قَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: جَعَلْتُ أُمَّتَكَ هُمُ الْاٰخِرُوْنَ وَهُمُ الْأَوَّلُوْنَ (الٰی قوله) جَعَلْتُكَ أَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ

خَلْقًا وَّاٰخِرُهُمْ بَعْثًا (الٰی قوله) وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا.

(أخرجه أبو نُعيم، خصائص کبریٰ ج:۲ ص:۱۹۷)

ترجمہ:- حضرت انسؓ رضی اللہ عنہ ایک طویل الذیل حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: حمد ہے اُس ذاتِ قدوس کے لئے جس نے مجھے تمام اہلِ عالم کے لئے رحمت بناکر بھیجا اور میری اُمت کو سب سے آخری اور سب سے پہلا بنایا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ہم نے تمہاری اُمت کو آخری اُمت اور اوّل بنایا، اور ہم نے باعتبار خلقت کے آپ کو سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر نبی بنایا اور ہم نے آپ کو فاتح اور خاتم بنایا۔

حدیث نمبر۱۳۰:- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ: أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّا أَنَّهٗ لَا نُبُوَّةٌ وَّلَا وِرَاثَةٌ. (خصائص ج:۲ ص:۲۴۹، بحوالۃ طبرانی)

ترجمہ:- حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم مجھ سے اس مرتبے پر ہوجاؤ جس پر حضرت موسیٰ سے ہارون تھے، مگر ہارون کی طرح تم کو نبوّت اور وراثت نہیں مل سکتی۔ (طبرانی)

حدیث نمبر۱۳۱:- أخرج أبو نُعيم عَنْ يُوْنُسَ بْنِ مَيْسَرَةَ بْنِ حَلِيْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَانِيْ مَلَكٌ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَشَقَّ بَطْنِيْ فَأَخْرَجَ حُشْوَةً فِيْ جَوْفِيْ فَغَسَلَهَا ثُمَّ ذَرَّ عَلَيْهِ ذُرُوْرًا ثُمَّ قَالَ (فِيْمَا قَالَ) وَأَنْتَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ الْمُقَفّٰى

وَالْحَاشِرُ. (خصائص ج:۱ ص:۲۵)

ترجمہ:- حضرت یونس بن میسرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میرے پاس ایک فرشتہ ایک سونے کا طباق لایا، پھر میرے پیٹ کو چاک کرکے اس میں سے ایک لوتھڑا نکالا پھر اس کو دھویا، اور اس پر کوئی چیز چھڑکی، پھر کہا کہ: آپ محمدؐ ہیں اللہ کے رسول جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور جن کے بعد ہی حشر و نشر ہوجائے گا۔ (ابونعیمؒ)

حدیث نمبر۱۳۲:- أخرج الدارمی وابن عساکر عَنِ ابْنِ غَنَمٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جِبْرِیْلُ أَنْزَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَشَقَّ بَطْنَهٗ ثُمَّ قَالَ جِبْرِیْلُ: قَلْبٌ وَّكِیْعٌ فِیْهِ أُذُنَانِ سَمِیْعَتَانِ وَعَیْنَانِ بَصِیْرَتَانِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ الْمُقَفَّی الْحَاشِرُ. (خصائص ج:۱ ص:۶۵)

ترجمہ:- دارمیؒ اور ابنِ عساکرؒ نے ابنِ غنم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: جبریلؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کا پیٹ چاک کیا، اور پھر کہا کہ: قلب حفاظت کرنے والا ہے، کان سننے والے ہیں، اور آنکھیں دیکھنے والی ہیں، یہ محمدؐ ہیں اللہ کے رسول جن کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اور جن کے بعد ہی قیامت قائم ہوجائے گی۔

(از خصائص ج:۱ ص:۲۵)

حدیث نمبر۱۳۳:- عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ زَیْدُ بْنُ خَارِجَةَ مِنْ سَرَاةِ الْأَنْصَارِ فَبَیْنَمَا هُوَ یَمْشِیْ فِیْ طَرِیْقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِیْنَةِ بَیْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ اِذْ خَرَّ فَتُوُفِّیَ فَأَعْلَمَتْ بِهِ الْأَنْصَارُ فَأَتَوْهُ فَاحْتَمَلُوْهُ اِلٰی بَیْتِهٖ وَسَجَّوْهُ كِسَاءً وَبُرْدَیْنِ وَفِی الْبَیْتِ نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ

يُبْكِيْنَ عَلَيْهِ وَرِجَالٌ مِّنْ رِّجَالِهِمْ فَمَكَثَ عَلٰى حَالِهٖ حَتّٰى إِذَا كَانَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا سَمِعُوْا صَوْتَ قَائِلٍ يَّقُوْلُ: أَنْصِتُوْا! أَنْصِتُوْا! فَنَظَرُوْا فَإِذَا الصَّوْتُ مِنْ تَحْتِ الثِّيَابِ فَحَسَرُوْا عَنْ وَجْهِهٖ وَصَدْرِهٖ فَإِذَا الْقَائِلُ يَقُوْلُ عَلٰى لِسَانِهٖ: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ، كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ، صَدَقَ صَدَقَ.

(أخرجه الحافظ ابن أبي الدنيا في كتابه من عاش بعد الموت حديث رقم:۷ ص: ۵۱، ۵۲، والطبراني في معجم الكبير ج:۵ ص: ۲۴۹، ۲۵۰، حديث رقم: ۵۱۴۴)

ایک حیرت انگیز واقعہ

ترجمہ:- نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: زید بن خارجہ انصار کے سرداروں میں سے تھے، ایک روز وہ مدینہ طیبہ کے کسی راستے میں چل رہے تھے کہ یکا یک زمین پر گرے اور فوراً وفات ہوگئی، انصار کو اس کی خبر ہوئی تو ان کو وہاں جاکر اُٹھایا اور گھر لائے اور چاروں طرف سے ڈھانپ دیا، گھر میں کچھ انصاری عورتیں تھیں جو ان کی وفات پر گریہ و زاری میں مبتلا تھیں، اور کچھ مرد جمع تھے، اسی طرح پر جب مغرب و عشاء کا درمیان وقت آیا تو اچانک ایک آواز سنی کہ: ”چپ رہو! چپ رہو!“ لوگ متحیر ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے، تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ آواز اسی چادر کے نیچے سے آرہی ہے جس میں میّت ہے، یہ دیکھ کر لوگوں نے اُن کا منہ کھول دیا، اس وقت دیکھا گیا کہ زید بن خارجہ کی زبان سے یہ آواز نکل رہی ہے کہ ”محمد رسول الله النبی الأمّی خاتم النبیّین لا نبی بعدهٗ .... الخ“ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں اور نبیٔ اُمی ہیں، جو انبیاء کے ختم کرنے والے

ہیں، آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، یہی مضمون کتابِ اوّل یعنی توراۃ و انجیل وغیرہ میں موجود ہے، سچ کہا سچ کہا۔

حدیث نمبر۱۳۴:- رَوٰی اَبُوْ یَعْلٰی بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَخْرُجَ ثَلٰثُوْنَ کَذَّابًا دَجَّالًا مِّنْھُمُ الْمُسَیْلَمَۃُ وَالْعَنْسِی وَالْمُخْتَارُ.

(کذا فی فتح الباری من طبع الھند ص:۳۴۳ پ:۱۴)

ترجمہ:- ابویعلیٰؒ نے باسنادِ حسن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہوسکتی جب تک تیس جھوٹے دجال نہ نکل آویں، جن میں مسیلمہ، عنسی اور مختار ہیں۔

حدیث نمبر۱۳۵:- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فِیْ خُطْبَۃِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ فَجَمَعَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَعَلَھُمُ الْاُمَّۃَ الْبَاقِیَۃَ الْوُسْطٰی. (کنز العمال ج:۳ ص:۱۴۲)

ترجمہ:- جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعض عرب مرتد ہوگئے اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اُن پر جہاد کا ارادہ کرکے صحابہؓ سے مشورہ طلب کیا اور ان سب نے اپنی قلتِ تعداد اور ضعف کی وجہ سے جہاد کو مناسب نہ سمجھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور ایک نہایت شجاعانہ طویل الذیل خطبہ دیا (جس کے ابتدائی کلمات یہ ہیں کہ:) خداوند تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور آپؐ کے ذریعہ تمام متفرق اور مختلف لوگوں کا سر جوڑ دیا، اور اُن کو تا قیامت باقی رہنے والی درمیانہ چال کی اُمت بنادیا۔

(تا آخر حدیث) آپؐ کی اُمت تا قیامت جب ہی آپ کی اُمت رہ سکتی ہے جب کوئی دُوسرا نبی نہ آئے۔

حدیث نمبر۱۳۶:- وَفِیْ حَدِیْثِ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عِنْدَ الْبَیْھَقِیِّ فِی الدَّلَائِلِ فِیْ حَدِیْثِ الْاِسْرَاءِ: بَیْنَمَا ھُوَ یَسِیْرُ اِذْ لَقِیَہٗ خَلْقُ اللّٰہِ فَسَلَّمُوْا عَلَیْہِ فَقَالُوْا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا أَوَّلُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اٰخِرُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَاشِرُ.

(زرقانی شرح مواھب ج:۶ ص:۴۰) وفی اٰخرہ: قَالَ جِبْرِیْلُ: وَأَمَّا الَّذِیْنَ سَلَّمُوْا عَلَیْکَ فَاِبْرَاھِیْمُ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰی.

ترجمہ:- بیہقیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے واقعۂ معراج میں ایک حدیث روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے کہ: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں کی سیر فرما رہے تھے تو آپؐ کا ایک جماعت پر گزر ہوا، جنھوں نے آپؐ کو دیکھ کر اس طرح پر سلام کیا: السلام علیک یا اوّل، السلام علیک یا آخر، السلام علیک یا حاشر۔ اور اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ جبریلؑ نے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ: جن لوگوں نے آپؐ کو سلام کیا تھا یہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ تھے۔

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر اور حاشر ہونے اور آپؐ پر نبوّت ختم ہونے کا اعلان ہے۔

حدیث نمبر۱۳۷:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا مَرْفُوْعًا: أَبُوْ بَکْرٍ وَّعُمَرُ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی.

(رواہ ابن الجوزی)

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: ابوبکرؓ اور عمرؓ کا

مرتبہ میرے مقابلے میں ایسا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھ
حضرت ہارون (علیہما السلام) کا تھا۔ (ابنِ جوزیؒ)

اس حدیث میں شیخین رضی اللہ عنہما کا مرتبہ مقامِ ہارونی کو قرار دیا گیا ہے، مگر بایں ہمہ وہ نبی نہیں تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے نبی نہ ہونے کے متعلق بارہا اعلان فرمایا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ اگر اس اُمت میں کوئی نبی ہوسکتا تو یہ دونوں بزرگ جو مقامِ ہارون میں تھے ضرور یہ عہدہ پاتے۔

حدیث نمبر ۱۳۸:- عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: أَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ خَیْرُ أَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَخَیْرُ مَنْ بَقِیَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ. (رواه الدیلمی، کنز ج:٦ ص:١٤٣)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ تمام آسمانی اور زمینی مخلوقات سے بہتر ہیں، اور ان تمام لوگوں سے بھی بہتر ہیں کہ قیامت تک جن کا پیدا ہونا باقی اور مقدور ہے۔

اس حدیث نے نہایت وضاحت سے ہمارے مقصد کو صاف کردیا ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما تاقیامت تمام آنے والی نسلوں سے افضل ہیں، جن کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آئندہ کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا تاکہ غیرِ نبی کا نبی سے افضل ہونا لازم نہ آئے، اور اسی مضمون کی دو حدیثیں پہلے بھی گزر چکی ہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۹:- عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: أُتِیْتُ بِكَفَّةِ مِیْزَانٍ فَوُضِعْتُ فِیْهَا وَجِیْئَ بِأُمَّتِیْ وَوُضِعَتْ فِی الْكَفَّةِ الْأُخْرٰی فَرَجَحْتُ بِأُمَّتِیْ ثُمَّ رُفِعْتُ فَجِیْئَ بِأَبِیْ بَكْرٍ فَوُضِعَ فِیْ كَفَّةِ الْمِیْزَانِ فَرَجَحَ بِأُمَّتِیْ ثُمَّ رُفِعَ أَبُوْ بَكْرٍ وَّجِیْئَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَوُضِعَ فِیْ كَفَّةِ الْمِیْزَانِ فَرَجَحَ بِأُمَّتِیْ ثُمَّ رُفِعَ الْمِیْزَانُ اِلَی السَّمَاءِ وَأَنَا أَنْظُرُ.

(رواه أبو نعیم فی فضائل الصحابة، کنز ج:٦ ص:١٤٣)

ترجمہ:- حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: (خواب میں) میرے سامنے ایک ترازو لائی گئی اور مجھے اس کے پلے میں رکھ دیا گیا اور پھر میری تمام اُمت کو جمع کرکے دُوسرے پلے میں رکھ دیا گیا، تو میں وزن میں ساری اُمت سے بڑھ گیا، اس کے بعد مجھے وہاں سے اُٹھادیا اور ابوبکرؓ کو رکھ دیا گیا تو وہ بھی ساری اُمت سے بڑھ گئے، اس کے بعد ابوبکرؓ کو اس میں سے اُٹھالیا گیا اور عمرؓ کو اس میں رکھ دیا گیا، وہ بھی ساری اُمت سے بڑھ گئے، اس کے بعد وہ ترازو آسمان پر اُٹھالی گئی، جس کو میں سامنے دیکھ رہا تھا۔ (ابونعیمؒ)

حدیث نمبر۱۴۰:- عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِثْلُہٗ (بتغیر ما) عند الطبرانی فی الکبیر.

(کنز العمال ج:۶ ص:۱۴۳)

ترجمہ:- اسی مضمون کی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی طبرانیؒ نے معجمِ کبیر میں روایت کی ہے۔

حدیث نمبر۱۴۱:- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلٰوتُکَ وَبَرَکَاتُکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ.

(أخرجه الديلمي مرفوعًا، قال الحافظ ابن حجر العسقلاني: المعروف أنه موقوف عليه، كذا رواه ابن ماجة، از كنز ج:۱ ص:۱۲۵)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: (بوقتِ درود) تم یہ کہا کرو کہ: اے اللہ! تو اپنی رحمتیں اور برکات رسولوں کے سردار اور متقیوں کے امام اور انبیاء کے ختم کرنے والے رسول (محمدؐ) پر

نازل فرما۔ (اس کو دیلمیؒ نے مرفوعاً روایت کیا ہے، مگر حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں کہ: اس حدیث کے متعلق مشہور یہ ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر موقوف ہے، چنانچہ ابنِ ماجہؒ نے اس کو موقوفاً ہی روایت کیا ہے)

حدیث نمبر۱۴۲:- عَنِ الضَّحَّاکِ بْنِ نَوْفَلَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ فِی الرُّؤْیَا مَرْفُوْعًا: فَالدُّنْیَا سَبْعَۃُ الْاَلْفِ سَنَۃً وَّاَمَّا فِیْ اٰخِرِھَا اَلْفًا (الٰی قولہ) وَاَمَّا النَّاقَۃُ الَّتِیْ رَاَیْتَھَا وَرَاَیْتَنِیْ اَتَّبِعُھَا فَھِیَ السَّاعَۃُ عَلَیْنَا تَقُوْمُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا اُمَّۃَ بَعْدَ اُمَّتِیْ.

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیھقی، کنز ج:۸ ص:۳۵)

ترجمہ:- حضرت ضحاک بن نوفل رضی اللہ عنہ تعبیرِ خواب کے باب میں ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: دُنیا کی کل عمر سات ہزار سال ہے اور میں اس کے آخری ہزار میں مبعوث ہوا ہوں، (اس کے بعد ضحاکؓ کے خواب کی تعبیر دیتے ہوئے فرمایا کہ) تم نے جو اُونٹنی دیکھی اور یہ دیکھا کہ میں اس کے پیچھے ہوں تو سمجھ لو کہ وہ قیامت ہے، جو ہم پر قائم ہوگی، نہ میرے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ میری اُمت کے بعد کوئی اُمت ہوگی۔

(طبرانیؒ، بیہقیؒ)

حدیث نمبر۱۴۳:- عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فِیْ صِیَغِ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِمَامُ الْمُرْسَلِیْنَ. الحدیث. (رواہ عیاض فی الشفاء)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دُرود شریف کے صیغے جو روایت کئے گئے ہیں اُن میں: "**اللّٰھم صل علی محمد خاتم**

النبیین و امام المرسلین" بھی آیا ہے۔

(قاضی عیاضؒ نے اپنی کتاب شفاء میں اس کو نقل کیا)

وہ احادیث جن سے مسئلہ ختمِ نبوّت بطور استنباط سمجھا جاتا ہے

حدیث نمبر۱۴۴:- عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا: أَنَّھَا سَتَکُوْنُ فِتْنَۃٌ، قِیْلَ: مَا الْمَخْرَجُ عَنْھَا؟ قَالَ: کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ نَبَأُ مَنْ قَبْلَکُمْ وَخَبَرُ مَنْ بَعْدَکُمْ وَحُکْمُ مَا بَیْنَکُمْ ھُوَ الْفَصْلُ لَیْسَ بِالْھَزْلِ مَنْ تَرَکَہُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَہُ اللّٰہُ وَمَنِ ابْتَغَی الْھُدٰی مِنْ غَیْرِہٖ أَضَلَّہُ اللّٰہُ.

(رواہ أحمد والترمذی، کنز ج:۱ ص:۴۵)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عنقریب ایک فتنہ پیدا ہونے والا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ: پھر اس سے بچنے کی کیا سبیل ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ: خدا کی کتاب (قرآن) جس میں تم سے پہلے لوگوں کے واقعات اور آئندہ آنے والوں کی خبریں اور تمہارے نزاعات کے فیصلے موجود ہیں، وہ فیصلہ کن کتاب ہے، ٹھٹھا نہیں، جو ظالم اس کو چھوڑے گا اللہ اس کو ہلاک کرے گا، اور جو اس کے سوا (کسی منسوخ شدہ آسمانی کتاب سے) ہدایت ڈھونڈے گا اس کو اللہ گمراہ کردے گا۔ (امام احمدؒ، ترمذیؒ)

حدیث نمبر۱۴۵:- عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِثْلُہٗ وَلَفْظُہٗ: مَنِ اسْتَمْسَکَ بِہٖ وَأَخَذَ کَانَ عَلَی الْھُدٰی وَمَنْ أَخْطَأَہٗ ضَلَّ. الحدیث. (رواہ أحمد فی مسندہ وعبداللہ بن حمید، من الکنز ج:۱ ص:۱۴۵)

ترجمہ:- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون

مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ: جس شخص نے اس کی (یعنی قرآن کی) پیروی کی وہ ہدایت پر ہے، اور جس نے اُسے چھوڑا وہ گمراہ ہوگیا۔

حدیث نمبر۱۴۶:- عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمْ كِتَابَ اللهِ هُوَ حَبْلُ اللهِ مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدٰى وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ.

(رواه ابن أبي شيبة وابن حبان في صحيحه، كنز ج:۱ ص:۱۴۷)

ترجمہ:- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں تمہارے اندر اللہ کی کتاب (قرآن) چھوڑتا ہوں، وہ اللہ کی رَسّی ہے جس نے اسے پکڑ لیا اور اس کا اِتباع کیا اس نے ہدایت پائی، اور جس نے چھوڑ دیا گمراہ ہوگیا۔ (ابنِ ابی شیبہؒ، صحیح ابنِ حبانؒ)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قرآنِ کریم کے بعد نہ کوئی اور آسمانی کتاب نازل ہوگی اور نہ کوئی شریعتِ جدیدہ آئے گی، نہ قرآن کا کوئی حرف منسوخ ہوگا، یہ صرف نبوّتِ تشریعیہ کے انقطاع کی دلیلیں ہیں۔

حدیث نمبر۱۴۷:- عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَنْزَلَ اللهُ كِتَابَهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ وَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ فَمَا أَحَلَّ فِيْ كِتَابِهٖ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ فَهُوَ حَلَالٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَا حَرَّمَ فِيْ كِتَابِهٖ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ فَهُوَ حَرَامٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

(رواه أبو النصر السنجري في الابانة، كنز ج:۱ ص:۵۰)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اے لوگو! اللہ نے اپنی کتاب اپنے

نبی کی زبان پر نازل فرمائی، اور اپنے حلال کو حلال اور حرام کو حرام بیان فرمادیا ہے، پس جو اللہ نے اپنی کتاب میں اپنے نبی کی زبان پر حلال کردیا ہے وہ قیامت تک حلال ہے، اور جو حرام کردیا ہے وہ قیامت تک حرام ہے۔

حدیث نمبر۱۴۸:- عَنْ جَابِرِ بْنُ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَنْ يَبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عُصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ. (رواه مسلم، کنز ج:۶ ص:۲۳)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: یہ دِین (یعنی دِینِ محمدی) ہمیشہ قائم رہے گا، اور اس کے باقی رکھنے کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت ہمیشہ جہاد کرتی رہے گی، جب تک کہ قیامت قائم ہو۔ (صحیح مسلم)

حدیث نمبر۱۴۹:- عَنْ مُغِيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُهٗ عند البخاری ومسلم. (کنز ج:۶ ص:۲۳۱)

ترجمہ:- حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث بخاری ومسلم میں موجود ہے۔

حدیث نمبر۱۵۰:- عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُهٗ عند ابن ماجة. (کنز ج:۶ ص:۲۳۱)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث سنن ابن ماجہ میں موجود ہے۔

حدیث نمبر۱۵۱:- عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُهٗ عند الحاکم فی المستدرک. (کنز ج:۶ ص:۲۳۱)

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث مستدرک حاکم میں ہے۔

حدیث نمبر۱۵۲:- عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عند أحمد في مسنده والبخاري ومسلم. (کنز ج:٦ ص:۲۳۲)

ترجمہ:- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہی مضمون بخاری و مسلم و مسندِ احمد میں مروی ہے۔

حدیث نمبر۱۵۳:- عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عند مسلم والترمذي وابن ماجة. (کنز ج:٦ ص:۲۳۲)

ترجمہ:- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی کی حدیث کو مسلم و ترمذی، ابنِ ماجہ میں روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر۱۵۴:- عَنْ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ وفيه: حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ. عند مسلم.

(کنز ج:٦ ص:۲۳۲)

ترجمہ:- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث صحیح مسلم میں مروی ہے۔

حدیث نمبر۱۵۵:- وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ، وفيه: حَتّٰى يُقَاتِلَ اٰخِرُهُمُ الدَّجَّالَ.

(أخرجه أحمد في مسنده وأبو داوٗد والحاكم في المستدرك، كنز ج:٦ ص:۲۳۲)

ترجمہ:- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون امام احمدؒ اور حاکمؒ اور ابوداوٗدؒ نے روایت کیا اور اس کے الفاظ یہ بھی ہیں کہ: یہاں تک کہ اس اُمت کا آخری طائفہ دجال سے مقاتلہ کرے گا۔

حدیث نمبر۱۵٦:- وَعَنْ قُرَّةِ بْنِ اِيَاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ

عند ابن حبان فی صحیحه وأحمد والترمذی.

(کنز ج:٦ ص:٢٣٢)

ترجمہ:- اور حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون صحیح ابنِ حبان اور مسندِ احمد و جامع ترمذی وغیرہ میں مروی ہے۔

حدیث نمبر۱۵۷:- عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عند الطبرانی فی الکبیر وابن سعد.

(کنز ج:٦ ص:٢٣٥)

ترجمہ:- سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ سے یہی مضمون طبرانیؒ اور ابنِ سعدؒ نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر۱۵۸:- وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عند ابن حبان فی صحیحه. (کنز ج:٦ ص:٢٣٥)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحیح ابنِ حبان میں بھی مروی ہے۔

حدیث نمبر۱۵۹:- وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عند عبد بن حمید.

ترجمہ:- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہی مضمون مروی ہے۔ (مسندِ عبد بن حمید)

حدیث نمبر۱۶۰:- وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ أخرجه أبو النصر السنجری فی الابانة والهروی فی ذم الکلام. (کنز ج:٦ ص:٢٣٥)

ترجمہ:- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہی مضمون ابو النصر سنجریؒ نے ابانہ میں اور ہرویؒ نے ذم الکلام میں روایت کیا ہے۔

یہ کل کی کل تعدادِ احادیث اعلان کر رہی ہے کہ اُمتِ محمدیہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی اُمت ہوکر قیامت تک باقی رہے گی، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہوسکتا، ورنہ پھر تو لوگ اس نبی کی اُمت کہلاویں گے جیسے انبیائے سابقین کی اُمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد آپؐ کی اُمت کہلاتی ہیں، نہ کہ گزشتہ انبیاء کی۔

حدیث نمبر۱۶۱:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا: اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَّمْ یُعْطَهُنَّ نَبِیٌّ قَبْلِیْ وَلَا اَقُوْلُهٗ فَخْرًا، بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّةً الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ، وَکَانَ النَّبِیُّ قَبْلِیْ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ.

(رواه أحمد فی مسنده والحکیم، من الکنز ج:۶ ص:۱۰۹)

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئیں ہیں کہ جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، اور یہ میں فخر سے نہیں کہتا، (اُن پانچ چیزوں میں) ایک یہ ہے کہ میں تمام انسانوں کی طرف نبی بناکر بھیجا گیا ہوں، جس میں عرب و عجم سب برابر ہیں، اور مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے۔ (مسندِ احمد و حکیم ترمذی)

حدیث نمبر۱۶۲:- عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَّمْ یُعْطَهُنَّ نَبِیٌّ قَبْلِیْ، اُرْسِلْتُ اِلَی الْاَبْیَضِ وَالْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ، الحدیث.

(رواه العسکری فی الأمثال، کنز ج:۶ ص:۱۰۹)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: مجھے پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، ایک یہ کہ مجھے بلاامتیاز کالے گورے (عرب و عجم کے) تمام عالم کے لئے نبی بناکر

بھیجا گیا ہے۔ (عسکری فی الامثال)

حدیث نمبر۱۶۳:- وَمِثْلُهُ عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ.

(رواه طحم وحک والدارمی، من الکنز ج:٦ ص:١٠٩)

ترجمہ:- اسی مضمون کی حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ سے مسندِ احمد و مستدرک حاکمؒ وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ (کنز ج:٦ ص:١٠٩)

حدیث نمبر۱۶۴:- وَمِثْلُهُ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا عند الحکیم والطبرانی فی الکبیر.

(کنز ج:٦ ص:١٠٩)

ترجمہ:- اسی مضمون کی ایک حدیث حکیم ترمذیؒ اور طبرانیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کی ہے۔

حدیث نمبر۱۶۵:- وَمِثْلُهُ عَنْ أَبِیْ مُوْسَی الْأَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، أخرجه أحمد فی مسنده والطبرانی فی الکبیر.

(من الکنز ج:٦ ص:١٠٩)

ترجمہ:- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے امام احمدؒ نے مسند میں اور طبرانیؒ نے معجم کبیر میں اسی مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔

حدیث نمبر۱۶۶:- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ أُعْطِیْتُ اللَّیْلَةَ خَمْسًا لَّمْ یُعْطَهُنَّ نَبِیٌّ قَبْلِیْ، أَمَّا أَوَّلُهُنَّ فَأُرْسِلْتُ اِلَی النَّاسِ کُلِّهِمْ کَافَّةً عَامَّةً وَّکَانَ مِنْ قَبْلِیْ اِنَّمَا یُرْسَلُ اِلٰی قَوْمِهٖ.

(رواه أحمد فی مسنده والحکیم، من الکنز ج:٦ ص:١١٠)

ترجمہ:- حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آج کی

رات مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، ان میں سے پہلی یہ ہے کہ میں تمام عالم کی طرف نبی ہوکر آیا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی اپنی قوموں کی طرف پیغمبر ہوکر آتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۶۷:- وَمِثْلُهُ عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عند الطبرانی فی الکبیر وأخرج الترمذی بعضه وقال حسن صحیح. (من الکنز ج:۶ ص:۱۱۰)

ترجمہ:- حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کی گئی ہے جس کو طبرانیؒ نے روایت کیا ہے، اور ترمذیؒ نے اس کے ایک حصے کو روایت کرکے کہا ہے کہ یہ حسن صحیح ہے۔ (کنز العمال ج:۶ ص:۱۱۰)

حدیث نمبر ۱۶۸:- عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّةً. الحدیث.

ترجمہ:- حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں تمام عالم والوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

یہ احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لئے نبی ہیں، آپؐ کی نبوّت کے بعد قیامت تک جتنے انسان پیدا ہوئے یا ہوں گے سب آپؐ کی اُمت ہیں، نبی نہیں، کیونکہ عمومِ بعثت میں دونوں قسم کے عموم داخل ہیں، یعنی عمومِ اقوامِ عالم اور عمومِ زمان، یعنی اپنے زمانے میں بھی آپؐ کی نبوّت تمام اقوامِ دُنیا کے لئے ثابت تھی اور باعتبار زمانہ کے آپؐ کے بعد کی آنے والی نسلوں کو بھی شامل ہے، جیسا کہ گزشتہ احادیث میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بتصریح گزر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''أَنَا رَسُوْلُ مَنْ

أُدْرِكُهُ حَيًّا وَّمَنْ يُّوْلَدُ بَعْدِیْ" (یعنی میں اس شخص کا بھی رسول ہوں جس کو میں اپنی زندگی میں پالوں اور اس شخص کا بھی جو میرے بعد قیامت تک پیدا ہوگا)۔

بہرحال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت تمام اقوامِ عالم کے لئے اور قیامت تک ہر زمانے کو شامل ہے اور قیامت تک آپ کی نبوّت کا سلسلہ باقی ہے، جب یہ ظاہر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے ہوتے ہوئے کوئی نبی نہیں ہوسکتا، ورنہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نبوّت کی توہین ہوگی اور احادیثِ ذیل بھی اسی مضمون کی تائید کرتی ہیں:-

حدیث نمبر۱۶۹:- عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بَعَثَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَهُدًی لِّلْمُؤْمِنِیْنَ.

(رواه أحمد فی مسنده والطبرانی فی الكبير)

ترجمہ:- حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام اہلِ عالم کے لئے رحمت بناکر بھیجا ہے اور مؤمنین کے لئے ہدایت۔

(مسندِ احمد و معجم کبیر طبرانی)

حدیث نمبر۱۷۰:- عَنْ مِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ رَحْمَةً لِّلنَّاسِ كَافَّةً.

(رواه الطبرانی فی الكبير، كنز ج:۶ ص:۱۱۱)

ترجمہ:- حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انسانوں کے لئے رحمت بناکر بھیجا ہے۔

حدیث نمبر۱۷۱:- وَمِثْلُهُ عَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عند الحسن بن سفيان وابن مندة وأبی نُعيم وابن النجار.

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون ایک روایت حسن بن سفیانؒ اور ابنِ مندہؒ اور ابونعیمؒ اور ابن النجارؒ میں مروی ہے۔ (خصائص کبریٰ ج:۱ ص:۱۶)

حدیث نمبر۱۷۲:- عَنْ عُرْوَةِ بْنِ رُوَيْمٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: خَيْرُ أُمَّتِي أَوَّلُهَا وَاٰخِرُهَا، أَوَّلُهَا فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ وَاٰخِرُهَا فِيْهِمْ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ وَبَيْنَ ذٰلِكَ نَهْجٌ أَعْوَجُ لَيْسُوْا مِنْكُمْ وَلَسْتُمْ مِنْهُمْ.

(رواه أبو نعيم في الحلية مرسلًا، من الكنز ج:٦ ص:١٣٢)

ترجمہ:- حضرت عروہ بن رُویم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میری اُمت کا بہترین طبقہ اس کا سب سے پہلا اور سب سے آخری طبقہ ہے، کیونکہ پہلے طبقے میں اللہ کا رسول (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، اور آخری طبقے میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) آئیں گے، اور اس کے درمیان ٹیڑھے راستے والے ہیں، نہ تم میں سے وہ ہیں، اور نہ تم ان میں سے۔ (حلیہ ابونعیمؒ مرسلاً)

حدیث نمبر۱۷۳:- عَنْ زَمَلِ بْنِ عَمْرٍو الْعَذْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ: ثُمَّ قَالَ (يَعْنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:) يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ! إِنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ إِلَى الْأَنَامِ كَافَّةً (الى أن قال) فَمَنْ أَجَابَنِيْ فَلَهُ الْجَنَّةُ نُزُلًا وَّثَوَابًا، وَمَنْ عَصَانِيْ كَانَتْ لَهُ النَّارُ مُنْقَلِبًا، الحديث. (من الكنز)

ترجمہ:- حضرت زمل بن عمرو عذری رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں تمام مخلوق کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اور پھر فرمایا کہ: جس نے میری دعوت قبول کی اس کے

لئے جنت میں مہمانی ہے، اور جس نے نافرمانی کی اس کے لئے جہنم ٹھکانا ہے۔

حدیث نمبر۱۷۴:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا: اِنَّ اللّٰهَ اَيَّدَنِيْ بِأَرْبَعَةِ وُزَرَاءَ اِثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاثْنَيْنِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ. (أخرجه الطبراني والبزار)

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے چار وزیروں کے ساتھ میری تائید فرمائی، دو آسمان والوں میں سے یعنی جبرئیل ومیکائیل، اور دو زمین والوں میں سے یعنی ابوبکرؓ وعمرؓ۔

(طبرانیؒ وبزارؒ)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ تمام اقوامِ عالم قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اُمت ہوگی حتیٰ کہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اُمت ہوں گے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود عہدۂ نبوّت پر باقی رہنے کے اس اُمت کے لئے نبی ہوکر نہ آئیں گے، بلکہ جس طرح پہلے بنی اسرائیل کے نبی تھے اُسی عہدۂ نبوّت پر ہوں گے۔

حدیث نمبر۱۷۵:- عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ حَوْلَ الْعَرْشِ فَرِيْدَةً خَضْرَاءَ مَكْتُوْبٌ فِيْهَا بِقَلَمِ نُوْرٍ أَبْيَضَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ أَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ.

(رواه ابن حبان في الضعفاء والدارقطني في الافراد، كنز ج:٦ ص:١٣٨)

ترجمہ:- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: شبِ اسریٰ میں نے ایک سبز

موتی دیکھا جس میں نور کے قلم سے لکھا ہوا تھا: لا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق۔ (ابنِ حبانؒ، دارقطنیؒ)

حدیث نمبر۱۷۶:- عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ وفي اٰخرہ: اَبُوْ بَكْرِ الصَّدِيْقُ عُمَرُ الْفَارُوْقُ عُثْمَانُ ذُوالنُّوْرَيْنِ۔ (أخرجه ابن عساكر، كذا في الخصائص)

ترجمہ:- حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث ابنِ عساکرؒ نے روایت کی ہے، اور اس کے آخر میں ہے: ابوبکر الصدیق، عمر الفاروق، عثمان ذوالنورین۔

حدیث نمبر۱۷۷:- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْلَةً أُسْرِيَ بِيْ عَرَجَ اِلَى السَّمَاءِ مَا مَرَرْتُ بِسَمَاءٍ اِلَّا وَجَدْتُ اسْمِيْ مَكْتُوْبٌ فِيْهَا وَأَبُوْ بَكْرِ الصَّدِّيْقُ خَلْفِيْ۔

(أخرجه أبو يعلىٰ والطبراني في الأوسط وابن عساكر وابن عرفة في جزئه المشهور، كذا في الخصائص)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: شبِ اسریٰ میں نے ہر آسمان سے گزرتے ہوئے وہاں اپنا نام اور اس کے پیچھے ابوبکر الصدیق لکھا ہوا پایا۔ (روایت کیا اس کو ابویعلیٰؒ، طبرانیؒ نے اوسط میں، ابنِ عساکرؒ نے اور ابنِ عرفہؒ نے جزء میں، کذا فی الخصائص)

ان احادیث سے بتصریح ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اُمت سے افضل حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور جب وہ نبی نہیں ہیں تو اور کیسے نبی ہوسکتا ہے؟ ورنہ غیر کا نبی سے افضل ہونا لازم آئے گا۔

نادرہ

ابنِ عساکرؒ اور ابنِ نجارؒ نے اپنی اپنی تاریخ میں ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے

کہ ابوالحسن علی بن عبداللہ الہاشمی الرقی فرماتے ہیں کہ: میں ایک مرتبہ ہندوستان کے بعض شہروں میں گیا، میں نے اس کے ایک گاؤں میں سیاہ گلاب دیکھا جس پر گلاب کا بڑا پھول کھلتا تھا، اس کی خوشبو نہایت عمدہ اور رنگ سیاہ ہوتا تھا، جس پر سفیدی سے لکھا ہوا تھا: ''لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَبُوْبَـكْـرِ الـصِّدِّيْقُ عُمَرُ الْفَارُوْقُ'' ، مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی اور یہ خیال کیا کہ مصنوعی ہے، کسی نے لکھ دیا ہوگا، مگر جب میں نے اس کے دُوسرے غنچے کو جو اَبھی کھلا نہیں تھا، توڑ کر دیکھا تو اس کے اندر بھی یہی لکھا ہوا پھول نکلا، اور میں نے دیکھا کہ اس کے شہر کے لوگ سب پتھروں کو پوجتے تھے، کوئی اللہ کو جانتا بھی نہ تھا۔

(کذا فی الخصائص الکبریٰ للسیوطیؒ ج:۱ ص:۸)

حدیث نمبر۱۷۸:- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّيْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ أَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا، كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ أَهْلَ بَيْتِيْ.

(رواه النسائی والترمذی، کذا فی الکنز ج:۱ ص:۴۴)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں نے تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑ دی ہیں جن کو اگر تم نے مضبوطی سے پکڑ لیا تو تم ہرگز کبھی گمراہ نہ ہوگے، اور وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہلِ بیتؓ ہیں۔ (نسائی و جامع ترمذی شریف)

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد تمام انسانوں کی نجات کے لئے قرآنِ کریم اور اہلِ بیتؓ وصحابہؓ کے اِتباع کو مدارِ ہدایت قرار دیا ہے، جو اس کی دلیل ہے کہ آپؐ کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہوگا، ورنہ ضروری تھا کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نبی کا ذکر فرماتے جو بعد میں ہونے والا ہے۔

اس مضمون کی احادیث ذخیرۂ حدیث میں بے شمار ہیں، جن میں سے بعض ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

حدیث نمبر۱۷۹:- عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِثْلُہٗ وَلَفْظُہٗ: اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ خَلِیْفَتَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مَمْدُوْدٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ وَاِنَّھُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَی الْحَوْضِ.

(رواہ أحمد فی مسندہ والطبرانی فی الکبیر، کنز ج:۱ ص:۱۴۴)

ترجمہ:- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں تمہارے اندر اپنے دو قائم مقام چھوڑتا ہوں، ایک اللہ کی کتاب جو زمین و آسمان کے درمانی خدائی سلسلہ ہے، اور دُوسرے میری عترت اہلِ بیت، اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے۔ (مسندِ احمد، طبرانی)

حدیث نمبر۱۸۰:- عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِثْلُہٗ عند الترمذی. (کذا فی الکنز)

ترجمہ:- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث ترمذیؒ نے روایت کی ہے۔ (کنز العمال)

حدیث نمبر۱۸۱:- عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِثْلُہٗ عند الحاکم فی المستدرک وأبی بکر الشافعی. (من الکنز)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث مستدرک حاکم میں موجود ہے۔

حدیث نمبر۱۸۲:- عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مَرْفُوْعًا: اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَلَوْ اُمِّرَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ، فَاِنَّہٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتُ

الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

(رواه أحمد فی المسند وأبو داوٗد والترمذی وابن ماجة والحاكم فی المستدرك، كنز ج:۴ ص:۱۴۴)

ترجمہ:- حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اور مسلم حکام کی اطاعت کرو، اگرچہ ایک حبشی غلام تمہارا امیر بن جائے، اس لئے کہ جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کے اِتباع کو لازم سمجھو، اور اس کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں میں پکڑلو، تم نئی باتوں سے بچو، کیونکہ (دِین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، مسندِ امام احمد، حاکم، از کنز العمال ج:۴ ص:۱۴۴)

حدیث نمبر۱۸۳:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا: اِنِّیْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَّا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ فَلَنْ تَضِلُّوْا أَبَدًا، كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّكُمْ.

(رواه الحاكم فی المستدرك، من الكنز ج:۴ ص:۱۴۷)

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: میں تمہارے اندر ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم نے اُن کو لازم پکڑا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے، ایک اللہ کی کتاب، اور دُوسرے نبیؐ کی سنت، الحدیث۔

(مستدرک)

حدیث نمبر۱۸۴:- وَمِثْلُهٗ عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ عند الباوردی وابن أبی شيبة وأحمد وابن سعد وأبی

یعلیٰ. (کنز ج:۴ ص:۱۴۷)

ترجمہ:- حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون مروی ہے۔ (امام احمدؒ، ابنِ ابی شیبہؒ، ابویعلیٰؒ)

حدیث نمبر۱۸۵:- وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عند أحمد فی مسنده والطبرانی فی الكبير وسعيد بن منصور فی سننه. (کنز ج:۱ ص:۱۴۷)

ترجمہ:- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث امام احمدؒ اور طبرانیؒ اور سعید بن منصورؒ نے روایت فرمائی ہے۔ (کنز ج:۱ ص:۱۴۷)

حدیث نمبر۱۸٦:- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عن ابن أبی شيبة والخطيب. (کنز ج:۱ ص:۱۴۸)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث ابنِ ابی شیبہؒ اور خطیبؒ نے روایت کی ہے۔

حدیث نمبر۱۸۷:- عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عند الديلمی. (کنز ج:۱ ص:۱۴۸)

ترجمہ:- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون دیلمیؒ نے روایت کیا ہے۔

ان سب احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لئے جو دستور العمل تجویز فرمایا ہے اس میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ بعد میں کوئی نبی مبعوث ہوگا جو تمہاری ہدایت کا کفیل ہوگا۔

حدیث نمبر۱۸۸:- عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا:

رَضِيْتُ بِاللهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا.

(رواه ابن السُّنی فی عمل اليوم والليلة)

ترجمہ:- میں عبادت کے لئے اللہ تعالیٰ پر اور نبوّت کے لئے محمد

صلی اللہ علیہ وسلم پر اور دِین کے لئے اسلام پر راضی ہوں، یعنی ان کے سوا ہر معبود اور آپؐ کے بعد ہر مدعیٔ نبوّت اور ہر دِین سے بیزار ہوں۔

حدیث نمبر۱۸۹:- من طریق سعید بن خیثم عَنْ شَیْخٍ مِنْ اَھْلِ الشَّامِ مَرْفُوْعًا: اَعْھَدُ اِلَیْکُمْ اَنْ تَتَّقُوا اللهَ وَتَلْزَمُوْا سُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْھَادِیَةِ الْمَھْدِیَّةِ فَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ، وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ فَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا. (رواہ البغوی، کنز ج:۱ ص:۵۴)

ترجمہ:- جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، اور میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کا اِتباع کرو، اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑلو، اگرچہ تم پر ایک حبشی غلام حاکم بنادیا جائے، اس کی بھی اطاعت کرو۔ (روایت کیا اس کو بغویؒ نے، کنز ج:۱ ص:۵۴)

حدیث نمبر۱۹۰:- عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: مَنْ اَھَانَ سُلْطَانَ اللهِ فِی الْاَرْضِ اَھَانَهُ اللهُ، وَمَنْ اَکْرَمَ سُلْطَانَ اللهِ فِی الْاَرْضِ اَکْرَمَهُ اللهُ.

(طبرانی، کنز ج:۱ ص:۵۵)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: جو شخص اللہ کے حاکم کی اہانت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا، اور جو اس کی عزّت کرے گا، اللہ اس کو عزّت دے گا۔

حدیث نمبر۱۹۱:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ مِثْلَهُ عند السنجری.

ترجمہ:- حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے یہی مضمون سنجریؒ نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۹۲:- عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ مِثْلَهُ عند الدیلمی۔ (کنز ج:۱ ص:۵۵)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون دیلمیؒ نے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۹۳:- وَعَنْ مَعْقَلِ بْنِ یَسَارٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِعْمَلُوْا بِالْقُرْاٰنِ اَحِلُّوْا حَلَالَهٗ وَحَرِّمُوْا حَرَامَهٗ وَاقْتَدُوْا بِهٖ وَلَا تَکْفُرُوْا بِشَیْءٍ مِّنْهُ وَمَا تَشَابَهَ عَلَیْکُمْ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَاِلٰی اُولِی الْعِلْمِ مِنْ بَعْدِیْ کَیْمَا یُخْبِرُوْکُمْ وَاٰمِنُوْا بِالتَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالزَّبُوْرِ وَمَا اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ۔[۱]
(رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک، من الکنز ج:۱ ص:۴۹)

ترجمہ:- حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قرآن پر عمل کرو، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو، اور اس کی اقتداء کرو، اور اس کے کسی حرف کا انکار نہ کرو، اور اس کی جو آیت تم پر مشتبہ ہوجائے اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف اور میرے بعد اہلِ علم کی طرف رُجوع کرو، تاکہ وہ تمہیں صحیح تفسیر بتلائیں، اور توراۃ و انجیل و زَبور اور تمام ان کتابوں یا صحف پر ایمان لاؤ جو پہلے انبیاء پر نازل ہوئی ہیں۔ (مستدرک حاکم، معجم کبیر للطبرانی)

(۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اختلاف و اشتباہ کے موقعوں پر اہلِ علم کی تقلید کرنی چاہئے اور یہ تقلید عین حکمِ نبوی کی اطاعت ہے، نہ کہ شرک فی النبوۃ جیسا کہ ہمارے زمانے کے بعض جہلاء کا خیال ہے۔ ۱۲ منہ

حدیث نمبر۱۹۴:- عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی أَنْ یَّبْعَثَ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰی کُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَّنْ یُّجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا. (رواه أبو داؤد والحاكم والبيهقي في المعرفة، كنز ج:١ ص:٣٣٨)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اُمت کے لئے ہر سَو سال کے ایک مجدّد بھیجے گا جو اس کے دِین کو دُرست کرے گا اور جو کچھ اس میں رخنے واقع کردیئے گئے ہیں اُن کا انسداد کرے گا۔ (کنز العمال ج:۱ ص:۳۳۸)

حدیث نمبر۱۹۵:- عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِکِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ. (رواه مسلم)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: دِین خیرخواہی کرنے کا نام ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ: کس کی خیرخواہی؟ آپؐ نے فرمایا کہ: اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی کتابوں اور مسلمانوں کے اماموں اور عام مسلمانوں کی۔

حدیث نمبر۱۹۶:- عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ أَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ.

(رواه أحمد في مسنده والترمذي وابن ماجة، كنز ج:٦ ص:١٣٢)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اُن دو شخصوں کا اِتباع کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے، یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ۔ (روایت کیا اس حدیث کو ترمذیؒ اور ابنِ ماجہؒ اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں، کنز ج:۶ ص:۱۳۲)

حدیث نمبر ۱۹۷:- عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: یَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ كُلُّ أُمَامَةٍ عُطَاشًا اِلَّا مَنْ أَحَبَّ أَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیًّا.

(رواه الرافعی، کنز ج:٦ ص:١٦١)

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: قیامت کے روز ساری اُمتیں پیاسی آئیں گی مگر جو شخص کہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کی محبت رکھتا ہوگا وہ پیاسا نہ ہوگا۔

(روایت کیا اس کو امام رافعیؒ نے، از کنز ج:٦ ص:١٦١)

حدیث نمبر ۱۹۸:- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ أَصْحَابِیْ أَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ، اِهْتَدُوْا بِهَدْیِ عَمَّارٍ وَّتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ.

(رواه الترمذی، کنز ج:٦ ص:١٤٢)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ: ان لوگوں کی اطاعت کرو جو میرے صحابہ میں سے میرے بعد ہوں گے، یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ، اور عمارؓ کی سی عادت اختیار کرو، اور عبداللہ بن مسعودؓ کے عہد کے ساتھ تمسک کرو۔

حدیث نمبر ۱۹۹:- عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُهٗ عند الرویانی.

(کنز ج:٦ ص:١٤٢)

ترجمہ:- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث رویانی نے نقل کی ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۰:- وَعَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُهٗ.

(کنز ج:٦ ص:١٤٢)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون ابنِ عدیؒ نے روایت کیا ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۱:- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُهُ عند الطبرانی فی الأوسط. (کنز ج:٦ ص:١٤٢)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون مرفوعاً مروی ہے۔ (دیکھو معجمِ اوسط طبرانی)

حدیث نمبر ۲۰۲:- عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُهُ.

(کنز ج:٦ ص:١٤٢)

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۳:- عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِثْلُهُ.

(کنز ج:٦ ص:١٤٢)

ترجمہ:- حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون منقول ہے۔

حدیث نمبر ۲۰۴:- عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ. (أخرجه البخاری ومسلم والترمذی، الریاض النضرة للطبری ج:٢ ص:٢٦٤)

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ہر نبی کے لئے ایک مخلص و مددگار ہوتا ہے اور میرے مخلص و مددگار زبیرؓ ہیں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

حدیث نمبر ۲۰۵:- عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا: لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِيْنٌ وَأَمِيْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنَ

الْجَرَّاحِ. (رواه البخاری ومسلم، الریاض النضرة ج:۲ ص:۳۰۸)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ہر ایک اُمت کا ایک امین ہوتا ہے، اور میری اُمت کے امین ابوعبیدہؓ بن الجراح ہیں۔ (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر ۲۰۶:- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا: لِكُلِّ شَیْءٍ سَنَامٌ وَسَنَامُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَمِّیَ الْعَبَّاسُ، وَلِكُلِّ شَیْءٍ سَبْطٌ وَسَبْطُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ.

(کنز ج:۶ ص:۱۶۳)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ہر چیز کا ایک اعلیٰ حصہ ہوتا ہے اور اس اُمت کا اعلیٰ حصہ میرے چچا عباسؓ ہیں، اور ہر شے کے لئے ایک شجرہ (درخت) ہے کثیر الاغصان (زیادہ ٹہنیوں والا یعنی پھیلا ہوا) اور اس اُمت کے شجرہ حسنؓ اور حسینؓ ہیں۔

یہ بشارت ہے ان دونوں صاحبزادوں کے کثیرالاولاد ہونے کی قیامت تک، واللہ اعلم۔ منجد میں ہے: "السبط أیضا الشجرة لها أغصان کثیرة وأصلها واحد"۔ (ص:۳۲۶، مطبوعہ بیروت)

حدیث نمبر ۲۰۷:- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا مَرْفُوْعًا: خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَبْدُاللهِ بْنُ عَبَّاسٍ.

(خطابی، کنز ج:۶ ص:۱۶۳)

ترجمہ:- حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اس اُمت کے بہترین فرد عبداللہ بن عباسؓ ہیں۔ (کنز ج:۶ ص:۱۶۳)

حدیث نمبر ۲۰۸:- عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ مَرْفُوْعًا:

أَعْلَمُهَا (أَیْ الْأُمَّةِ) بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مَعَاذُ بْنِ جَبَلٍ.

(کنز ج:۶ ص:۱۶۳)

ترجمہ:- حلال اور حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبلؓ ہیں۔ (کنز ج:۶ ص:۱۶۳)

حدیث نمبر۲۰۹:- عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَلْأَبْدَالُ یَکُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَھُمْ أَرْبَعُوْنَ رَجُلًا کُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ أَبْدَلَ اللہُ مَکَانَہٗ رَجُلًا یُسْقٰی بِھِمُ الْغَیْثُ وَیُنْتَصِرُ بِھِمْ عَلَی الْأَعْدَاءِ. (رواہ أحمد، مشکوۃ ص:۵۷۵)

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ابدال ملکِ شام میں ہوں گے اور وہ چالیسؒ آدمی ہیں، جب اُن میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دُوسرا پیدا کردیتا ہے، اُن کی برکت سے قحط دفع ہوگا اور دُشمنوں پر فتح حاصل ہوگی۔ (مسندِ احمد)

حدیث نمبر۲۱۰:- عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ رَجُلًا یَّأْتِیْکُمْ مِنَ الْیَمَنِ یُقَالُ لَہٗ أُوَیْسُ (الٰی قولہ) فَمَنْ لَّقِیَہٗ مِنْکُمْ فَلْیَسْتَغْفِرْ لَکُمْ. (رواہ مسلم، مشکوۃ ص:۵۷۳)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ایک شخص تمہارے پاس یمن سے آئیں گے جن کا نام اُویس ہوگا، تم میں سے جو شخص اُن سے ملے اپنے لئے اِستغفار کرائے (کیونکہ وہ مستجاب الدعوات ہوں گے)۔

(روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے، مشکوۃ ص:۵۷۳)

احادیث مذکورۃ الصدر سے ختمِ نبوّت کا ثبوت

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت و شفقت جو اُمتِ مرحومہ کے ساتھ ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، اور پھر یہ بھی مُسلّم ہے کہ زمانۂ ماضی و مستقبل کے جتنے علوم و حالات آپؐ کو عطا کئے گئے ہیں وہ نہ کسی نبی کو حاصل ہیں اور نہ کسی فرشتے کو۔

ان دونوں باتوں کے سمجھنے کے بعد یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لئے دِین کے راستے کو ایسا ہموار اور صاف بنا کر چھوڑا کہ جس میں دن اور رات برابر ہو، اس پر چلنے والے کو ٹھوکر لگنے یا راستہ بھولنے کا اندیشہ نہ رہے، اس میں جتنے خطرات اور مہالک کے مواقع ہوں گے وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتلادیئے ہوں گے، نیز اس راستے کے لئے ایسے ایسے نشانات ان کو بتلائے ہوں گے جو تمام راستے میں ان کی رہبری کرتے رہیں۔

چنانچہ جب ہم حدیثِ نبوی کے دفتر پر نظر ڈالتے ہیں تو ثابت ہوجاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اُمور میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا، آپؐ کے بعد جتنے آدمی قابلِ اقتداء رہنمائی پیدا ہونے والے تھے آپؐ نے اکثر کے نام لے لے کر بتلادیا، اور اُمت کو ان کی پیروی کی ہدایت فرمائی، جن میں سے ''مشتے نمونہ از خروارے'' چند احادیث اُوپر ذکر کی گئی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی شفقت اور مربیانہ تعلیم اور پھر احادیثِ مذکورۂ بالا کو دیکھتے ہوئے ایک مسلمان بلکہ ایک منصف مزاج انسان یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی (اگرچہ وہ بقول مرزا، ظلّی یا بروزی رنگ میں سہی) اس عالم میں پیدا نہیں ہوسکتا، ورنہ لازمی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اس نبی کا ذکر فرماتے، کیونکہ ان سب کا اِتباع اُمت کی نجات کا مدار نہیں، اور نبی خواہ کسی قسم کا ہو جب کسی اُمت میں بھیجا جائے تو اس کی پیروی اس اُمت کے لئے مدارِ نجات ہوجاتی ہے، بغیر اس کی

پیروی کہ ان کے سارے عمل حبط سمجھے جاتے ہیں۔

مگر عجب تماشا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو خلفائے راشدین کے اقتداء کا حکم فرماتے ہیں، ائمۂ دِین اور اُمراء کی اطاعت کی تعلیم دیتے ہیں، بلکہ ایک حبشی غلام کی بھی (جبکہ وہ امیر بن جائے) اطاعت اُمت پر واجب قرار دیتے ہیں، مواقع اشتباہ و اختلاف میں اہلِ علم و اجتہاد کی تقلید کی تاکید کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کی دعوت دیتے ہیں، حضرت زبیر، ابوعبیدۃ بن الجراح، معاذ بن جبل، عبداللہ بن عباس وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لے لے کر انہیں واجب التکریم اور قابلِ اقتداء فرماتے ہیں، اویسؒ قرنی کے آنے کی خبر اور ان سے اِستغفار کرانے کی تعلیم دیتے ہیں، مجدّدینِ اُمت کا ہر صدی پر آنا، ابدال کا ملکِ شام میں پیدا ہونا، اور اُن کا مستجاب الدعوات ہونا، وغیرہ وغیرہ مفصل بیان فرماتے ہیں۔

لیکن ایک حدیث میں بھی یہ بیان نہیں فرماتے کہ ہمارے بعد فلاں نبی پیدا ہوگا، تم اس پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت کرنا، حالانکہ ایک رؤف و رحیم نبی کا پہلا فرض یہ تھا کہ وہ آنے والے نبی کے مفصل حالات سے اپنی اُمت کو خوب واقف کرادے، اس کا نام، مقامِ پیدائش، تاریخ، حلیہ، والدین کا نام وغیرہ بتلادے، تاکہ ان کو آنے والے نبی کی پہچان میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

اگر پہلو میں دِل اور دِل میں ایمان یا انصاف کا کوئی ذرّہ بھی ہے تو تمام احادیثِ سابقہ کو چھوڑ کر صرف یہی احادیث ایک انسان کو اس پر مجبور کرنے کے لئے کافی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تاقیامت کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

یہ دوسَو دس[۲۱۰] احادیثِ نبویہ ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ختمِ نبوّت کا قطعی اعلان فرماکر ہر قسم کی تأویل اور تخصیص کا راستہ بند کردیا ہے!

جس کے آنکھوں ہوں دیکھے، اور جس کے کان ہوں سنے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ

وَهُوَ شَهِيدٌ، وَصَلَوَاتُ اللهِ الْبَرِّ الرَّحِيمِ وَالْمَلٰئِكَةِ
الْمُقَرَّبِينَ وَالنَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِينَ،
وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ عَلٰى سَيِّدِنَا
مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللهِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتِمِ
النَّبِيِّيْنَ وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الشَّاهِدِ الْبَشِيْرِ الدَّاعِيْ
اِلَيْكَ بِاِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ.

(رواه عياض فی الشفاء عن علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ)

ختم النبوۃ حصہ دوم

تمام شد

ختم النبوة

فی الاٰثار

حصہ سوم

ختم النبوۃ فی الآثار

حصۂ سوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ:-

پہلے دو حصوں میں ایک سو آیاتِ قرآنیہ اور دو سو سے زائد احادیثِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس دعویٰ کی شہادت میں ناظرین کے سامنے آچکی ہیں کہ ہمارے آقائے نامدار خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوّت باقی نہیں، اور کسی قسم کا نبی تشریعی یا غیرتشریعی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا نہیں ہوسکتا، بلکہ ہر مدعیٔ نبوّت کذّاب ودجال ہے۔

اب اس تیسرے حصے میں یہ دِکھلایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ملتِ اسلامیہ کے ان ضروریات میں سے ہے کہ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک سے آج پونے چودہ سو برس تک تمام اُمتِ اُمیہ کا قطعی اِجماع واتفاق رہا ہے، جس نے کسی مسلمان گھرانے میں پرورِش پائی ہو وہ کبھی اس مسئلے میں شبہ یا تأویل کے درپے نہیں ہوسکتا۔

علمائے ربانیین کے تمام طبقات محدثین، مفسرین، فقہاء، متکلمین، صوفیاء کی غیرمحصور تصانیف ہمارے اس دعوے کی ناقابلِ انکار شہادتوں سے لبریز ہیں جن کو اگر ہم باستیعاب نقل کرنے کا ارادہ کریں تو نہ صرف یہ رسالہ ایک عظیم الشان دفتر بن جائے گا، بلکہ یقین ہے کہ ہم لکھتے لکھتے تھک جائیں گے اور ان ائمۂ سلف اور علمائے اُمت کے اقوال وتصریحات ختم نہ ہوں گی۔ اس لئے بالاختصار اوّل اِجماعِ اُمت اور بالخصوص اِجماعِ صحابہؓ کی نقلیں پیش کرکے اہلِ اِجماع میں سے بعض حضرات کے اقوال

بطور نمونہ ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں، وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہِ۔

ایک ضروری گزارش

مرزاجی اور اُن کی اُمت چونکہ ختمِ نبوّت کے تمام دلائل و براہین کو یہ کہہ کر ٹھکرادیتے ہیں کہ ان سے نبوّتِ تشریعی کا اختتام مراد ہے، غیرتشریعی نبوّت اس میں داخل نہیں، اس لئے ہم نے اس سے پہلے دونوں حصوں میں اکثر آیات و احادیث کے ذیل میں اس پر تنبیہ کی ہے، کہ قرآن و حدیث نے سینکڑوں مواقع میں صراحۃً اور اشارۃً ختمِ نبوّت کو بیان کیا ہے، لیکن کسی ایک جگہ بھی تشریعی و غیرتشریعی کی تقسیم نہیں فرمائی، بلکہ بہت جگہ صراحۃً اس کی نفی کردی گئی، اسی بناء پر میں اس حصے میں بھی ناظرین کی توجہ اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہر بات اور ہر عنوان میں اس کا لحاظ رکھیں کہ ساری اُمتِ اسلامیہ میں سے کسی ایک نے بھی کہیں یہ تفصیل کی ہے کہ ختمِ نبوّت سے مراد صرف تشریعی نبوّت کا اختتام ہے؟ اور جب یہ نہیں تو پھر مرزا اور مرزائیوں سے پوچھیں کہ کیا وہ اپنی اس طبع زاد تحقیق پر کوئی حجت اسلامی دلائل میں سے پیش کرسکتے ہیں؟

اِجماع کی حقیقت اور اس کی عظمت

خدائے تعالیٰ کی ہزاروں ہزار دُرود اس ذاتِ مقدس پر جس کے طفیل میں ہم جیسے سراپا گناہ اور سراسر خطا و قصور بھی خیر الاُمم، اُمتِ وسط، اُمتِ مرحومہ، شہدائے خلق کے القابِ گرامی کے ساتھ پکارے جاتے ہیں ۔

کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

وہ بے شمار خداوندی اِنعام و اِکرام جو ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہم پر مبذول ہوئے ہیں، اِجماعِ اُمت بھی ان میں سے ایک امتیازی فضیلت ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ اس اُمت کے علمائے مجتہدین اگر کسی مسئلے میں ایک حکم پر اتفاق کرلیں تو یہ حکم بھی ایسا ہی واجب الاتباع اور واجب التعمیل ہوتا ہے جیسے قرآن و حدیث کے صریح اَحکام۔ جس کی حقیقت دُوسرے عنوان سے یہ ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نبوّت ختم کردی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ہستی معصوم باقی نہیں رہتی جس کے حکم کو غلطی سے پاک اور ٹھیک حکم خداوندی کا ترجمان کہا جاسکے، اس لئے رحمتِ خداوندی نے اُمتِ محمدیہ کے مجموعے کو ایک نبیٔ معصوم کا درجہ دے دیا، کہ ساری اُمت جس چیز کے اچھے یا بُرے ہونے پر متفق ہوجائے، وہ علامت اس کی ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہے جیسا اُمت کے مجموعے نے سمجھا ہے۔

اسی بات کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:-

لَنْ تَجْتَمِعَ أُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ.

یعنی میری اُمت کا مجموعہ کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتا۔

اسی لئے اُصول کی کتابوں میں اس کے حجت ہونے اور اس کے شرائط و لوازم پر مفصل بحث کی جاتی ہے، اور اَحکامِ شرعیہ کی حجتوں میں قرآن و حدیث کے بعد تیسرے نمبر پر اجماع کو رکھا جاتا ہے، اور درحقیقت اِجماع کا شرعی حجتوں میں داخل ہونا اور اس اُمت کے لئے مخصوص ہونا خود بھی ہمارے زیرِ بحث مسئلۂ ختمِ نبوّت کی روشن دلیل ہے، جیسا کہ صاحبِ توضیح لکھتے ہیں:-

وَمَا اتَّفَقَ عَلَیْهِ الْمُجْتَهِدُوْنَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ عَصْرٍ عَلٰی أَمْرٍ فَهٰذَا مِنْ خَوَاصِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهٗ خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ لَا وَحْیَ بَعْدَهٗ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالٰی: اَلْیَوْمَ أَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ. وَلَا شَکَّ أَنَّ الْأَحْکَامَ الَّتِیْ تَثْبُتُ بِصَرِیْحِ الْوَحْیِ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الْحَوَادِثِ الْوَاقِعَةِ قَلِیْلَةٌ غَایَةَ الْقِلَّةِ فَلَوْ لَمْ تُعْلَمْ أَحْکَامُ تِلْکَ الْحَوَادِثِ مِنَ الْوَحْیِ الصَّرِیْحِ وَبَقِیَتْ أَحْکَامُهَا مُهْمَلَةً لَا یَکُوْنُ الدِّیْنُ کَامِلًا، فَلَا بُدَّ أَنْ یَکُوْنَ لِلْمُجْتَهِدِیْنَ وِلَایَةُ اسْتِنْبَاطِ أَحْکَامِهَا مِنَ الْوَحْیِ.

(توضیح، مصری ج:۱ ص:۴۹)

ترجمہ:- اور وہ حکم جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے مجتہدین کا کسی زمانے میں اتفاق ہوجائے اس کا واجب التعمیل ہونا اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین ہیں اور آپؐ کے بعد کسی پر وحی نہیں آئے گی، اور اُدھر یہ اشارۂ خداوندی ہے کہ: ''ہم نے تمہارا دین کامل کردیا ہے'' اور اس میں بھی شک نہیں کہ جو اَحکام صریح وحی سے ثابت ہوئے ہیں وہ بہ نسبت روزمرّہ کے پیش آنے والے واقعات کے نہایت قلیل ہیں، پس جب ان واقعات کے اَحکام وحیٔ صریح سے معلوم نہ ہوئے (اب اگر اِجماع و قیاس کو حجت نہ بنایا جائے) اور شریعت میں ان واقعات کے متعلق اَحکام نہ ہوں تو دِین کامل نہیں رہتا، اس لئے ضروری ہے کہ اس اُمت کے مجتہدین کو وحی سے ان اَحکام کے استنباط کرنے کا حق حاصل ہو۔

الغرض جس طرح قرآن و حدیث سے اَحکامِ شرعیہ ثابت ہوئے ہیں، اسی طرح بتصریح نصوصِ قرآن و حدیث اور باتفاق علمائے اُمت، اِجماع سے قطعی اَحکام ثابت ہوتے ہیں۔

البتہ اس میں چند درجات ہیں، جن میں سب سے مقدّم اور سب سے زیادہ قطعی اِجماعِ صحابہؓ ہے، جس کے متعلق علمائے اُصول کا اتفاق ہے کہ اگر کسی مسئلے پر تمام صحابہؓ کی رائیں بالتصریح جمع ہوجائیں تو وہ بالکل ایسا ہی قطعی ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیات۔

اور اگر یہ صورت ہو کہ بعض نے اپنی رائے بیان فرمائی اور باقی صحابہؓ نے اس کی تردید نہ کی بلکہ سکوت اختیار کیا، تو یہ بھی اِجماعِ صحابہؓ میں داخل ہے، اور اس سے جو حکم ثابت ہو وہ بالکل ایسا ہی قطعی ہے جیسے احادیثِ متواترہ کے اَحکام قطعی ہوتے ہیں۔

بلکہ اگر غور سے کام لیا جائے تو تمام اَدِلۂ شرعیہ میں سب سے زیادہ فیصلہ کن دلیل ہے، اور بعض حیثیات سے تمام حججِ شرعیہ پر مقدّم ہے، کیونکہ قرآن و سنت کے

مفہوم و معنی متعین کرنے میں رائیں مختلف ہوسکتی ہیں، اِجماع میں اس کی بھی گنجائش نہیں، چنانچہ حفاظِ حدیث علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:-

وَاِجْمَاعُهُمْ حُجَّةٌ قَاطِعَةٌ يَجِبُ اتِّبَاعُهَا بَلْ هِيَ أَوْكَدُ الْحُجَجِ وَهِيَ مُقَدَّمَةٌ عَلٰى غَيْرِهَا وَلَيْسَ هٰذَا مَوْضَعُ تَقْرِيْرِ ذٰلِكَ فَاِنَّ هٰذَا الْأَصْلَ مُقَرَّرٌ فِيْ مَوْضِعِهٖ وَلَيْسَ فِيْهِ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ وَلَا بَيْنَ سَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ خِلَافٌ .... الخ. (اقامۃ الدلیل ج:۳ ص:۱۳۰)

ترجمہ:- اور اِجماعِ صحابہؓ حجتِ قطعیہ ہے، اس کا اِتباع فرض ہے بلکہ وہ تمام شرعی حجتوں سے زیادہ مؤکد اور سب سے مقدّم ہے، یہ موقع اس بحث کے پھیلانے کا نہیں، کیونکہ اپنے موقع (یعنی کتبِ اُصول) میں یہ بات باتفاقِ اہلِ علم ثابت ہوچکی ہے، اور اس میں تمام فقہاء اور تمام مسلمانوں میں جو واقعی مسلمان ہیں کسی کا بھی خلاف نہیں۔

اس کے بعد ہم اپنے اصلی مقصد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور نہایت قوی اور صحیح روایات سے دِکھلاتے ہیں کہ:-

صحابہ کرامؓ کا سب سے پہلا اِجماع

مسئلۂ ختمِ نبوّت پر اور اُس کے منکر کے مرتد، واجب القتل ہونے پر ہوا ہے

مسیلمہ کذّاب کا دعویٔ نبوّت اور صحابہ کرامؓ کا اس پر جہاد

اسلامی تاریخ میں یہ بات درجۂ تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ مسیلمہ کذّاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دعوائے نبوّت کیا اور بڑی جماعت اس کی پیرو ہوگئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلا مہم جہاد جو

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں کیا ہے وہ اسی کی جماعت پر تھا۔ جمہور صحابہؓ مہاجرین و انصار نے اس کو محض دعوائے نبوّت کی بناء پر کافر سمجھا، اور باجماعِ صحابہؓ و تابعینؒ اُن کے ساتھ وہی معاملہ کیا گیا جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے، اور یہی اسلام میں سب سے پہلا اجماع تھا، حالانکہ مسیلمہ کذّاب بھی مرزا صاحب کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور قرآن کا منکر نہ تھا بلکہ بعینہٖ مرزا صاحب کی طرح آپؐ کی نبوّت پر ایمان لانے کے ساتھ اپنی نبوّت کا بھی مدعی تھا، یہاں تک کہ اُس کی اذان میں برابر "أَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ" پکارا جاتا تھا، اور وہ خود بھی بوقتِ اذان اس کی شہادت دیتا تھا، تاریخ طبریؔ میں ہے:-

وَكَانَ يُؤَذِّنُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَشْهَدُ فِي الْأَذَانِ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ وَكَانَ الَّذِيْ يُؤَذِّنُ لَهُ عَبْدُاللهِ بْنُ النَّوَاحَةِ وَكَانَ الَّذِيْ يُقِيْمُ لَهُ حُجَيْرُ بْنُ عُمَيْرٍ وَيَشْهَدُ لَهُ وَكَانَ مُسَيْلَمَةُ اِذْ أَدْنٰى حُجَيْرُ مِنَ الشَّهَادَةِ قَالَ: صَرَّحَ حُجَيْرُ، فَيَزِيْدُ فِيْ صَوْتٍ وَّيُبَالِغُ التَّصْدِيْقَ نَفْسَهُ ... الخ. (تاریخ طبری ج:۳ ص:۲۴۴)

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اذان دیتا تھا اور اذان میں یہ گواہی دیتا تھا کہ محمد رسول اللہ ہیں، اور اس کا مؤذّن عبداللہ بن نواحہ اور اِقامت کہنے والا حجیر بن عمیر تھا، اور جب حجیر شہادت پر پہنچتا تھا تو مسیلمہ بآوازِ بلند کہتا تھا کہ: حجیر نے صاف بات کہی، اور پھر اس کی تصدیق کرتا تھا۔

الغرض نبوّت و قرآن پر ایمان اور نماز روزہ سب ہی کچھ تھا، مگر ختمِ نبوّت کے بدیہی مسئلے کے انکار اور دعوائے نبوّت کی وجہ سے باجماعِ صحابہؓ کافر سمجھا گیا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرامؓ، مہاجرین و انصار اور تابعین کا ایک عظیم الشان لشکر حضرت خالد بن ولیدؓ کی اِمارت میں مسیلمہ کے ساتھ جہاد کے لئے یمامہ کی طرف روانہ کیا۔

جمہور صحابہؓ میں سے کسی ایک نے بھی اس پر انکار نہ کیا اور کسی نے نہ کہا کہ یہ لوگ اہلِ قبلہ ہیں، کلمہ گو ہیں، قرآن پڑھتے ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اُن کو کیسے کافر سمجھ لیا جائے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ابتداءً خلاف کرنا اور بعد تحقیقِ حق کے صدیقِ اکبرؓ کے ساتھ موافقت کرنا جو روایات میں منقول ہے وہ بھی اس واقعے میں نہیں تھا، بلکہ مانعینِ زکوٰۃ پر جہاد کرنے کے معاملے میں تھا۔

بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تھا، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اُن پر جہاد کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت فاروقؓ نے وقت کی نزاکت اور مسلمانوں کی قلت وضعف کا عذر پیش کر کے ابتداءً اُن کی رائے سے خلاف ظاہر فرمایا تھا، لیکن حضرت صدیقؓ کے ساتھ تھوڑے سے مکالمے کے بعد ان کی رائے بھی موافق ہوگئی۔

الغرض حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا ابتداءً خلاف کرنا بھی مسیلمہ کے واقعے میں ثابت نہیں، جیسا کہ بعض غیرمحقق لوگوں نے سمجھا ہے۔

الحاصل بلاخوف و بلانکیر یہ آسمانِ نبوّت کے ستارے اور حزب اللہ کا ایک جمِ غفیر یمامہ کی طرف بڑھا، اس کی پوری تعداد تو اس وقت نظر سے نہیں گزری، مگر تاریخِ طبری میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان خالدؓ بن ولید[1] کے نام درج ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو صحابہؓ و تابعینؒ اس جہاد میں شہید ہوئے اُن کی تعداد بارہ سو[۱۲۰۰] ہے۔ نیز اسی تاریخ میں ہے کہ مسیلمہ کی جماعت جو اس وقت مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلی تھی اس کی تعداد چالیس ہزار مسلح جوان تھی، جن میں سے اٹھائیس ہزار کے قریب ہلاک ہوئے اور خود مسیلمہ بھی اسی فہرست میں داخل ہوا، باقی ماندہ

---

(۱) حضرت خالد رضی اللہ عنہ جب مسیلمہ کذّاب کو قتل کر کے اہلِ یمامہ پر فتح حاصل کر چکے تو مسیلمہ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص مجاعہ نامی کی لڑکی سے شادی کر لی، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی تو ایک عتاب نامہ ان کے پاس بھیجا، جس کے الفاظ یہ تھے: "اِنَّکَ فَارِغٌ تَنْکِحُ النِّسَاءَ بِفِنَاءِ بَیْتِکَ دَمُ اَلْفٍ وَّمِائَتَیْ رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ لَمْ یَجْفَفْ بَعْدُ"۔

(تاریخ طبری ج:۳ ص:۲۵۴)

لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بہت مالِ غنیمت اور قیدی ہاتھ آئے، اور پھر صلح کرلی گئی۔

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہؓ کی کتنی بڑی جماعت اس میدان میں آئی تھی جنھوں نے ایک مسئلۂ ختمِ نبوّت کے انکار کی وجہ سے نہ وقت کی نزاکت کا خیال کیا اور نہ مسلمانوں کی بے سروسامانی کا، اور نہ اس جماعت کے اذان و نماز اور تلاوت و اِقرارِ نبوّت اور تمام اسلامی اَحکام کے ادا کرنے کا، بلکہ اتنی بڑی عظیم الشان جماعت پر جہاد کرنے کے لئے باجماع و اتفاق اُٹھ کھڑے ہوئے۔

نتائج

۱:- اس واقعے میں بغیر اس کے کہ مسیلمہ کے دعویٰ پر دلائل اور معجزات طلب کئے جائیں اور اس کے حالات کا جائزہ لیا جائے، تمام صحابہؓ کے اس کو کذّاب سمجھنے اور جہاد کے لئے آمادہ ہوجانے سے صاف معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرامؓ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے بعد کسی شخص کا دعوائے نبوّت کرنا خواہ وہ کسی تأویل اور کسی پیرایہ سے ہو باجماعِ صحابہؓ موجبِ کفر و ارتداد ہے۔

۲:- اس سے یہ بھی بلاتکلف معلوم ہوا کہ مرزا صاحب اور مرزائیوں نے جو اپنے دعویٰ نبوّت میں نبوّتِ غیرتشریعی یا غیرمستقل، یا ظلّی یا بروزی یا لغوی یا جزوی وغیرہ بے معنی الفاظ کی آڑ لی ہے، اور مسئلۂ ختمِ نبوّت کی تحریف کرکے ایک لفظ بے معنیٰ بنادیا ہے، اور چاہا ہے کہ مسلمانوں کی آنکھوں اور عقلوں پر پردہ ڈال دیں، اُن کا یہ کید اور یہ تحریف انہیں کفر سے نہیں بچاسکتی، جیسا کہ باجماعِ صحابہؓ مسیلمہ اور اس کی جماعت کی تأویلات اس معاملے میں نہیں سنی گئیں بلکہ مطلق دعویٰ نبوّت کو کفر سمجھا گیا۔

۳:- یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص تمام اسلامی فرائض و اَحکام کو بصدقِ دِل تسلیم کرے اور سب پر بطیبِ خاطر اور اِخلاص کے ساتھ عمل کرے، لیکن اَحکامِ شرعیہ میں سے صرف ایک حکم (بشرطیکہ اس کا شرعی حکم ہونا قطعی اور یقینی ہو) انکار کردے تو ایسا ہی کفر و ارتداد ہے جیسے تمام شریعت کا انکار کرنا، جیسا کہ مسیلمہ اور اس

کی جماعت کو باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے اور نماز روزہ وغیرہ ادا کرنے کے کافر ہی سمجھا گیا۔

آج مرزائیوں کو اپنی اس کوشش پر ناز ہے جس کا نام انہوں نے ''تبلیغِ اسلام'' رکھا ہے، لیکن مسیلمہ کے واقعے سے معلوم ہوا کہ اگر یہ تبلیغ واقعی اور صحیح اسلام کی تبلیغ ہوتی تب بھی اُن کے عقائدِ کفریہ کے ہوتے ہوئے ان کے ہاتھ میں سوائے خسران کے کچھ نہ تھا۔

۴:- یہ بھی واضح ہوگیا کہ کسی شخص کے اَتباع اور پیروؤں کی کثرت اس کی حقانیت کی دلیل نہیں ہوسکتی، ورنہ مسیلمہ کذّاب کے متبعین کی کثرت اور شوکت وقوت بدرجۂ اَولیٰ اس کی حقانیت کی دلیل ہوتی، کیونکہ چالیس ہزار جوانوں کا لشکرِ جرار اس کا پتہ دیتا ہے کہ اُن کے پیچھے اور کتنے مرد وعورت اور بوڑھے بچے اس کی جماعت کے ساتھ وابستہ ہوں گے۔

عجب ہے کہ آج مرزا صاحب کو اپنی ایک مٹھی بھر جماعت پر فخر ہی نہیں، بلکہ اس کو اپنی حقانیت کی ایک بڑی دلیل قرار دیتے ہیں، حالانکہ مرزائیوں کی تعداد آج تک بھی مسیلمہ کے متبعین کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتی۔

۵:- صحابہ کرامؓ کے اس طرزِ عمل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُمتِ محمدیہ میں سے جو فرقہ کسی اور مدعیٔ نبوّت کی پیروی اختیار کرلے، وہ اسلام اور مسلمانوں سے اتنا بعید ہے کہ اسلام کے صریح مخالفین، یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے مقابلے کے وقت بھی اُن کو مسلمانوں کے ساتھ نہیں ملایا جاسکتا، جبکہ اسلام اپنے ذاتی ضعف و بے سروسامانی کے ساتھ تمام بیرونی واندرونی دُشمنوں کے نرغے میں ہو۔

کیونکہ جس وقت مسیلمہ پر جہاد کیا جاتا ہے، یہ وہ وقت ہے کہ اسلام سخت بیچارگی و بے سروسامانی کی حالت میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، اُدھر بیرونی دُشمن یہود ونصاریٰ اور مشرکین جو ہر وقت موقع کے منتظر رہتے تھے، اس وقت مسلمانوں کو نگل جانے کے خواب دیکھنے لگے، اُدھر خود مسلمانوں کے بہت سے قبائل اطرافِ مدینہ میں مرتد ہوکر اُن کے ساتھ مل گئے، ایک طرف یمامہ میں مسیلمہ

کے فتنے نے ایک طوفان کی صورت اختیار کرلی، اور ہر طرف باہمی اختلافات کی بنیاد پڑگئی، اسلام کے ذمہ دار ارکان سخت تشویش میں ہیں، اس وقت اگر "نئی روشنی" کی ملحدانہ سیاست سے مشورہ لیا جاتا تو بلاشبہ اس کو فرض بتلاتے کہ مسیلمہ کذّاب اور اس کی جماعت کو جو ایک درجے میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہے اور اکثر اسلامی اَحکام وعقائد کو تسلیم کرتی ہے، اس کو اپنے ساتھ ملاکر دُوسرے مخالفین کا مقابلہ کیا جائے، لیکن وہاں سیاستِ الٰہیہ کی حکومت تھی، حضرت صدیقِ اکبر اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان میں سے کسی بات کی بھی پروا نہیں کی، بلکہ سب سے پہلا جہاد انہی مرتدین پر کیا گیا، کیونکہ وہ اس راز کو خوب سمجھے ہوئے تھے کہ مسلمانوں کی عزّت و ذِلت اور فتح و شکست اُن کی مردم شماری کی کثرت کے قبضے میں نہیں ہے، بلکہ اللہ ربّ العزّت کے قبضے میں ہے، جس نے بدر میں ایک بے سروسامان قلیل وضعیف جماعت کو ہزاروں جوانوں کے باسامان لشکر پر فتح دی، اور وادیٔ حُنین میں باوجود کثرتِ تعداد اور ہر قسم کی قوّت و طاقت کے شکست دے دی، وہ جانتے تھے کہ مسلمان اگر مسلمان ہوں تو تھوڑے بھی بہت ہیں، ورنہ بہت بھی کچھ نہیں۔

الغرض اس واقعے سے ثابت ہوا کہ کسی سیاسی مصلحت کی بناء پر "مسلمان" کے مفہوم کو اتنا عام کردینا کہ اس میں بہت سے کافر بھی داخل ہوجائیں اور اس طرح سے بیرونی مخالفین کے مقابلے میں مسلمانوں کی کثرت اور اتفاق دِکھلانا سنتِ سلف، سیاستِ شرعیہ کے خلاف بھی ہے اور بے فائدہ بھی۔

دُوسرے مدعیانِ نبوّت اور سلف صالحینؒ کا ان کے ساتھ برتاؤ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی کے مطابق اُمت میں بہت سے کذّاب لوگوں نے نبوّت کا دعویٰ کیا، مگر صحابہؓ و تابعینؒ اور ان کے بعد تمام خلفائے اسلام اور پھر عام اہلِ اسلام نے ہمیشہ ہر قرن اور ہر شہر میں اُن کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو ایک مرتد کے ساتھ ہونا چاہئے۔

چنانچہ جب اسود عنسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں

نبوّت کا دعویٰ کیا تو آپؐ کے حکم سے صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں قتل کردیا گیا، اس طرح زمانۂ خلفاء میں بھی جب کسی نے یہ دعویٰ کیا فوراً تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا، جن کے کچھ مختصر واقعات حافظ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری میں نقل فرمائے ہیں۔

(فتح الباری ج:۶ ص:۴۵۵)

امام بیہقیؒ کتاب المحاسن والمساوی میں نقل فرماتے ہیں کہ: طلیحہ نامی ایک شخص نے صدیقِ اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں نبوّت کا دعویٰ کیا، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے خالدؓ بن ولید کو اس کے قتل کے لئے بھیجا، مگر وہ شام کی طرف بھاگ گیا، ہاتھ نہ آسکا، اور صدیقِ اکبرؓ کی وفات کے بعد پھر خود بخود مسلمان ہوگیا۔

(کتاب المحاسن والمساوی ج:۱ ص:۶۴)

خلیفہ عبدالملک بن مروانؒ کے عہدِ خلافت میں حارث نامی ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا تو خلیفہ نے علمائے وقت (جو صحابہؓ و تابعینؒ تھے) کے متفقہ فتویٰ سے اس کو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا، قاضی عیاضؒ شفاء میں اس واقعے کو نقل کرکے لکھتے ہیں:-

وَفَعَلَ ذٰلِکَ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْخُلَفَاءِ وَالْمُلُوْکِ بِأَشْبَاهِهِمْ وَأَجْمَعَ عُلَمَاءُ وَقْتِهِمْ عَلٰی صَوَابِ فِعْلِهِمْ وَالْمُخَالِفُ فِیْ ذٰلِکَ مِنْ کُفْرِهِمْ کَافِرٌ. (شفاء، قاضی عیاضؒ)

ترجمہ:- اور بہت سے خلفاء و سلاطین نے ان جیسے مدعیانِ نبوّت کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے، اور اس زمانے کے علماء نے اُن کے اس فعل کے دُرست ہونے پر اجماع کیا ہے، اور جو شخص ایسے مدعیانِ نبوّت کی تکفیر میں خلاف کرے وہ خود کافر ہے۔

خلیفہ ہارون الرشیدؒ کے عہدِ خلافت میں بھی ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا، اور کہا کہ: میں نوح علیہ السلام ہوں، کیونکہ عمرِ نوح کے ایک ہزار پورے ہونے میں پچاس سال کی کمی باقی رہی تھی جس کے پورا کرنے کے لئے مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اور کہا کہ: قرآنِ عزیز میں بھی اس کی تصدیق موجود ہے: "أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا" یعنی نوح علیہ السلام دُنیا میں پچاس کم ایک ہزار سال زندہ رہے۔

ہارون الرشیدؒ نے علماء کے فتویٰ سے بحکم اِرتداد اس کی گردن ماردی، اور پھر عبرت کے لئے سولی پر لٹکادیا۔　　　　(کتاب المحاسن والمساوی للبیہقیؒ ج:۱ ص:۶۴)

ہمارے مرزاجی کے دعوے تو اس سے کہیں بڑھ کر ہیں، وہ آدم بھی ہیں اور شیث بھی، نوح بھی ہیں موسیٰ بھی، عیسیٰ بھی ہوئے داؤد بھی ہوئے، غرض سارے انبیائے کرام ہونے کا دعویٰ کیا، (مرزا صاحب حاشیہ حقیقۃ الوحی[1] صفحہ:۷۲ میں فرماتے ہیں: میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہرِ اتم ہوں، یعنی ظلّی طور پر میں محمد اور احمد ہوں)۔

اور اس پر مزید یہ کہ اکثر انبیاء کی توہین بھی کی، مگر ان کی قسمتِ بابرکت سے مسلمانوں کا احساس یہاں تک باطل ہوگیا کہ ان کی ایک جماعت ان کی کفریات ہی کو اسلام سمجھنے اور کہنے کے لئے تیار ہوگئی، اور بڑی خوش قسمتی ان کی یہ ہے کہ اُن کا وجود باوجود انگریزی سلطنت کے سایہ میں ظہور پذیر ہوا، اور پھر ان کے قدم کی برکت سے رہی سہی اسلامی سلطنتیں بھی مٹ گئیں، اور اب میدان صاف ہوگیا، کوئی پوچھنے والا نہ رہا۔

الغرض مسیلمہ کذّاب اور اس کے امثال کے یہ واقعات اور صحابہ کرامؓ کا دعوائے نبوّت معلوم کرکے بغیر مطالبۂ معجزات کے ان کو کذّاب و دجال اور مرتد قرار دینا اور قتل کرنا اور کسی ایک صحابی یا تابعی سے اس کے خلاف آواز بلند نہ ہونا اس بات پر صریح اِجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہوسکتا، اور جو ایسا دعویٰ کرے وہ اور اس کے تمام متبعین مرتد ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ)

قاضی عیاضؒ اپنی کتاب شفاء میں اسی اِجماع کی تصریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

لِأَنَّهُ أَخْبَرَ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا نَبِيَّ

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۷۶۔

بَعْدَهُ وَأَخْبَرَ عَنِ اللهِ تَعَالٰى أَنَّهُ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَأَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى حَمْلِ هٰذَا الْكَلَامِ عَلٰى ظَاهِرِهٖ أَنَّهُ مَفْهُوْمُهُ الْمُرَادُ بِهٖ دُوْنَ تَأْوِيْلٍ وَّلَا تَخْصِيْصٍ فَلَا شَكَّ فِيْ كُفْرِ هٰؤُلَاءِ الطَّوَائِفِ كُلِّهَا قَطْعًا اِجْمَاعًا وَسَمْعًا.

(شفاء قاضی عیاض ص:۳۶۲، مطبوعہ ہند)

ترجمہ:- اس لئے کہ آپؐ نے خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپؐ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، اور اس پر اُمت کا اِجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے، اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہ ہی بغیر کسی تأویل یا تخصیص کے مراد ہے، پس اُن لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے جو اس کا انکار کریں، اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔

اور علامہ سیّد محمود آلوسیؒ مفتیٔ بغداد اپنی تفسیر رُوح المعانی میں اسی اِجماع کو الفاظِ ذیل میں نقل فرماتے ہیں:-

وَكَوْنُهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ مِمَّا نَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ وَصَدَعَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَأَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ فَيُكَفَّرُ مُدَّعِيْ خِلَافِهٖ وَيُقْتَلُ اِنْ أَصَرَّ. (رُوح المعانی ج:۲۲ ص:۴۱)

ترجمہ:- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ان مسائل میں سے ہے جن پر قرآن مجید نے تصریح فرمائی ہے، اور احادیثِ نبویہ اس کو بوضاحت بیان کرتی ہیں، اور تمام اُمت کا اس پر اِجماع ہے، پس اس کے خلاف کا مدعی کافر ہے، اگر توبہ نہ کرے تو قتل کردیا جائے۔

اور اسی مضمون کو علامہ ابنِ حجر مکیؒ نے اپنے فتاویٰ میں اس طرح بیان

فرمایا ہے:-

وَمَنِ اعْتَقَدَ وَحْیًا بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَفَرَ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِیْنَ.

ترجمہ:- اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی وحی کا معتقد ہو وہ باجماعِ مسلمین کافر ہے۔

اور مُلّا علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:-

وَدَعْوَی النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ. (شرح فقہ اکبر ص:۲۰۲)

ترجمہ:- اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ باجماع کفر ہے۔

حضرات صحابہؓ وتابعینؒ کی شہادتیں ختمِ نبوّت پر

اگرچہ اجماعِ صحابہؓ کی مذکورہ بالا نقل کے بعد ضرورت نہیں کہ صحابہؓ اور ائمۂ سلفؒ کے فرادیٰ فرادیٰ شخصی اقوال نقل کئے جائیں، لیکن تائید کے طور پر چند آثار صحابہؓ وتابعینؒ لکھ کر اُن حضرات صحابہؓ کے اسمائے گرام پیش کئے جاتے ہیں جن سے ختمِ نبوّت کی تصریحات کسی حدیث میں منقول ہیں۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک طویل کلام کے ذیل میں واقعہ ردّت کے وقت ارشاد فرمایا ہے:-

قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْیُ وَتَمَّ الدِّیْنُ أَوَ یَنْقُصُ وَأَنَا حَیٌّ؟

(رواه النسائی بهٰذا اللفظ معناه فی الصحیحین، الریاض النضرة ج:۱ ص:۹۸، و تاریخ الخلفاء للسیوطی ص:۹۴)

ترجمہ:- اب وحی منقطع ہوچکی اور دِینِ الٰہی تمام ہوچکا، کیا میری زندگی ہی میں اس کا نقصان شروع ہوجائے گا؟

نیز حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت فرمایا:-

اَلْیَوْمَ فَقَدْنَا الْوَحْیَ وَمِنْ عِنْدِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ الْکَلَامَ۔
(رواہ أبو اسمٰعیل الھروی فی دلائل التوحید، کنز العمال ج:۴ ص:۵۰)

ترجمہ:- آج ہم وحی کو اور خدا کی جانب سے کلام کو گم کرچکے ہیں۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ، صحیح بخاری ج:۱ ص:۳۶۰ میں اسی مضمون کا کلام حضرت صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما دونوں حضرات سے منقول ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک روز حضرت صدیقِ اکبرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ: چلو اُمِّ ایمنؓ کی زیارت کر آئیں، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کی زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم تینوں وہاں گئے، اُمِّ ایمنؓ ہمیں دیکھ کر رونے لگیں، ان دونوں حضرات نے فرمایا: دیکھو اُمِّ ایمن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہی بہتر ہے جو اللہ کے نزدیک آپؐ کے واسطے مقدر ہے، انہوں نے کہا کہ:-

قَدْ عَلِمْتُ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلٰکِنْ اَبْکِیْ عَلٰی خَبَرِ السَّمَاءِ قَدِ انْقَطَعَ عَنَّا۔

(ش،م،ع، ابوعوانہ)

ترجمہ:- یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہی بہتر ہے جو اللہ کے نزدیک ہے، لیکن میں اس پر روتی ہوں کہ آسمانی خبریں ہم سے منقطع ہوگئیں۔

(کذا فی الکنز ج:۴ ص:۴۸)

اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت فرطِ غم سے اوّل تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپؐ کی وفات ہی سے انکار کرتے رہے، پھر جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے سمجھایا تو قلق و اضطراب میں ایک

طویل کلام کے ذیل میں فرمایا:-

بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيْلَتِكَ عِنْدَهٗ أَنْ بَعَثَكَ اٰخِرَ الْأَنْبِيَاءِ وَذَكَرَكَ فِيْ أَوَّلِهِمْ فَقَالَ تَعَالٰى: اِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ.

(مواہب ج:۲ ص:۴۹۶)

ترجمہ:- یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، آپؐ کی فضیلت اللہ کے نزدیک اس درجے کو پہنچی ہوئی ہے کہ آپؐ کو سب انبیاء کے بعد بھیجا اور آپؐ کا ذکر سب سے پہلے فرمایا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور آپؐ سے اور نوح (علیہ السلام) سے۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتِمُ النَّبِيّٖنَ.

(رواہ الترمذی فی الشمائل ص:۲)

ترجمہ:- آپؐ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوّت ہے اور آپؐ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

حضرت علیؓ کے اس کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مہرِ نبوّت ہونا یہ آپؐ کے آخر الانبیاء ہونے کی علامت ہے۔

صاحبِ مجمع البحار اور شمائلِ ترمذی کے شارحین مُلّا علی قاریؒ اور شیخ عبدالرؤف مناویؒ وغیرہ علماء نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے شاگرد[1] حضرت سلامہ کندیؒ تابعی بیان کرتے

(۱) ابنِ حبانؒ نے سلامہ کندیؒ کو ثقات تابعین میں شمار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ حضرت علیؓ سے احادیث روایت کرتے ہیں، اور درمنثور میں لکھا ہے کہ اس سند سے تو روایت ضعیف ہے، لیکن یہ دُوسری کئی سندوں سے مروی ہے جن کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں، مگر وہ مرسل ہیں۔ (شرح شفاء عیاض للخفاجیؒ ج:۳ ص:۵۲۴)۔

ہیں کہ حضرت علیؓ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود کے لئے الفاظِ ذیل ہمیں سکھلایا کرتے تھے:-

اَللّٰھُمَّ دَاحِیَ الْمَدْحُوَّاتِ وَبَارِیَٔ الْمَسْمُوْکَاتِ اجْعَلْ شَرَآئِفَ صَلَوٰتِکَ وَنَوَامِیَ بَرَکَاتِکَ وَرَاْفَةَ رَحْمَتِکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ الْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ. (شفاء قاضی عیاضؒ)

ترجمہ:- اے اللہ! زمینوں کے بچھانے والے اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے، اپنی پاک رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں اور مہربانی وشفقت ہمارے آقا محمدؐ پر فرما جو تیرے بندے اور رسول ہیں، بند شدہ دروازوں کے کھولنے والے اور ہر قسم کی نبوّت و رسالت کو ختم کرنے والے۔

یہ طویل عبارتِ دُرود حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے عام کتبِ وظائف وحزب الاعظم وغیرہ میں بھی منقول ہے۔

نیز قاضی عیاضؒ نے شفاء میں حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ آیتِ کریمہ: "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" تلاوت فرمائی، اور پھر الفاظِ ذیل میں دُرود پڑھا:-

صَلَوٰاتُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِیْمِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالنَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَمَا سَبَّحَ لَکَ مِنْ شَیْءٍ یَّا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ. (شرح شفاء، قاضی عیاضؒ ج:۳ ص:۵۰۳)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ رحیم وکریم کی رحمتیں اور مقرّب فرشتوں کی اور صدیقین وشہداء وصالحین کی جب تک کہ اے ربّ العالمین! تیرے لئے کوئی شے تسبیح کرتی رہے حضرت محمد بن عبداللہ پر نازل ہوں جو کہ خاتم النبیین ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابنِ ماجہؒ اور بیہقیؒ نے الفاظِ ذیل روایت کئے ہیں:-

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتِکَ وَبَرَکَاتِکَ وَرَحْمَتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔

(شرح شفاء ج:۳ ص:۵۳۰)

ترجمہ:- اے اللہ! اپنے دُرود اور برکتیں اور رحمت رسولوں کے سردار اور متقیوں کے امام اور انبیاء کے ختم کرنے والے پر نازل فرما۔

اور محدث دیلمیؒ نے اس کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے، لیکن حافظ ابنِ حجرؒ کہتے ہیں کہ: صحیح یہی ہے کہ موقوف ہے۔

حضرت ابنِ ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ: آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیمؓ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ: ہاں! اور پھر فرمایا:-

لَوْ قُدِّرَ أَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ لَعَاشَ اِبْرَاھِیْمُ۔ (صحیح بخاری)

ترجمہ:- اگر یہ مقدر ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوگا تو ابراہیمؓ زندہ رہتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سدیؒ نے دریافت کیا کہ: حضرت ابراہیمؓ کی عمر بوقتِ وفات کیا تھی؟ آپؓ نے فرمایا کہ:-

مَا مَلَأَ مَھْدَہٗ وَلَوْ بَقِیَ لَکَانَ نَبِیًّا لٰکِنْ لَمْ یَبْقَ لِأَنَّ نَبِیَّکُمْ اٰخِرُ الْأَنْبِیَاءِ۔ (تلخیص التاریخ الکبیر لابن عساکر ج:۱ ص:۲۹۴)

ترجمہ:- وہ تو گہوارہ (جھولے) کو بھی پورا نہیں بھر سکے، یعنی بچپن ہی میں انتقال ہوگیا، اور اگر وہ باقی رہتے تو نبی ہوتے، لیکن اس لئے باقی نہ رہے کہ تمہارے نبی آخری نبی ہیں۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اہلِ جنت کے نزدیک عبدالکریم ہے، اور اہلِ دوزخ کے نزدیک عبدالجبار، اور

صحفِ آسمانی میں عاقبؔ اور زبور میں فارقؔ۔ (کذا فی شرح الشمائل للمناویؒ)

اور حصہ دوم کی احادیث میں گزر چکا ہے کہ "عاقب" کے معنی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ اس کے بعد کوئی اور نبی پیدا نہ ہو۔

حضرت وہب بن منبہؒ جو کتبِ سابقہ کے مشہور عالم ہیں، فرماتے ہیں کہ: خداوند عالم نے اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ایک طویل کلام میں ارشاد فرمایا ہے:-

اُختِمُ بِهِمُ الْخَيْرَ الَّذِىْ بَدَأْتُ بِأَوَّلِهٖ.

(تفسیر ابن کثیر ج:۸ ص:۹۶، سورۂ اَحزاب، طبع قدیم مع بغوی)

ترجمہ:- میں انہی پر وہ خیر ختم کروں گا جس سے میں نے اوّل شروع کیا ہے۔

حضرت ابوجعفر محمدؒ بن علیؒ سے سیوطیؒ نے خصائصِ کبریٰ ج:۱ ص:۳ میں نقل کیا ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا اَخَذَ مِنْ بَنِىْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَاتِهِمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ مَنْ قَالَ: بَلٰى! وَلِذٰلِكَ صَارَ يَتَقَدَّمُ الْاَنْبِيَاءَ وَهُوَ اٰخِرُ مَنْ بُعِثَ. (خصائص ج:۱ ص:۳)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے جب (عالمِ اَمثال میں) بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کو اس بات پر گواہ بنایا کہ "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟" یعنی کیا میں ہی تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ تو جس نے سب پہلے "بَلٰى" کہا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لئے انبیاء میں وہ سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر ہوئے۔

حضراتِ صحابہؓ و تابعینؒ کے آثار و اقوال کو اگر مع عبارات جمع کیا جائے تو یقیناً رسالہ ایک دفتر بن جائے گا، اور پھر بھی استیعاب متعذر ہے، اس لئے بغرضِ اختصار ان صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی نقل کردینے پر اکتفاء کیا جاتا ہے جن سے

بتصریح ختمِ نبوّت کے قطعی ثبوت پر تقریریں منقول ہیں، یا انہوں نے ختمِ نبوّت کی احادیثِ مرفوعہ روایت کی ہیں جو مع حوالۂ کتبِ حدیث اور تصریح اسمائے صحابہؓ اسی رسالے کے حصۂ دوم میں گزر چکی ہیں، کیونکہ جو صحابی کسی مسئلے کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کرتا ہے ظاہر یہی ہے کہ اس مسئلے میں اس کا وہی اعتقاد و مذہب ہوگا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔

ان صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی جو ختمِ نبوّت کے شاہد ہیں

حضرت[1] صدیقِ اکبرؓ، حضرت[2] فاروقِ اعظمؓ، حضرت[3] علیؓ، حضرت[4] عبداللہ بن عمرؓ، حضرت[5] عائشہؓ، حضرت[6] اُبی بن کعبؓ، حضرت[7] انسؓ، حضرت[8] حسنؓ، حضرت[9] عباسؓ، حضرت[10] زبیرؓ، حضرت[11] سلمانؓ، حضرت[12] مغیرہؓ، حضرت[13] سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت[14] ابوذرؓ، حضرت[15] ابوسعید خدریؓ، حضرت[16] ابوہریرہؓ، حضرت[17] جابر بن عبداللہؓ، حضرت[18] جابر بن سمرہؓ، حضرت[19] معاذ بن جبل، حضرت[20] ابوالدرداءؓ، حضرت[21] حذیفہؓ، حضرت[22] ابنِ عباسؓ، حضرت[23] خالد بن ولیدؓ، حضرت[24] عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت[25] عقیل بن ابی طالبؓ، حضرت[26] معاویہ بن جندبؓ، حضرت[27] بہز بن حکیمؓ، حضرت[28] جبیر بن مطعمؓ، حضرت[29] بریدہؓ، حضرت[30] زید بن ابی اوفیٰؓ، حضرت[31] عوف بن مالکؓ، حضرت[32] نافعؓ، حضرت[33] مالک بن حویرثؓ، حضرت[34] سفینہؓ مولیٰ حضرت اُمِّ سلمہؓ، حضرت[35] ابوالطفیلؓ، حضرت[36] نعیم ابن مسعودؓ، حضرت[37] عبداللہ بن عمروؓ، حضرت[38] ابو حازمؓ، حضرت[39] ابو مالک اشعریؓ، حضرت[40] اُمِّ کرزؓ، حضرت[41] زید بن حارثہؓ، حضرت[42] عبداللہ بن ثابتؓ، حضرت[43] ابوقتادہؓ، حضرت[44] نعمان بن بشیرؓ، حضرت[45] ابنِ غنمؓ، حضرت[46] یونس بن میسرہؓ، حضرت[47] ابوبکرہؓ، حضرت[48] سعید بن حثیمؓ، حضرت[49] سعدؓ، حضرت[50] زید بن ثابتؓ، حضرت[51] عرباض بن ساریہؓ، حضرت[52] زید بن ارقمؓ، حضرت[53] مسعود بن مخرمہؓ، حضرت[54] عروہ بن رُویمؓ، حضرت[55] ابواُمامہ باہلیؓ، حضرت[56] تمیم داریؓ، حضرت[57] محمد بن حزمؓ، حضرت[58] سہل بن سعد الساعدیؓ، حضرت[59] ابوزمل جہنیؓ حضرت[60] خالد بن معدانؓ، حضرت[61] عمرو بن شعیبؓ، حضرت[62] مسلمہ بن نفیلؓ، حضرت[63] قرۃ بن ایاسؓ،

حضرت[۶۴] عمران بن حصینؓ، حضرت[۶۵] عقبہ بن عامرؓ، حضرت[۶۶] ثوبانؓ، حضرت[۶۷] ضحاک بن نوفلؓ، حضرت[۶۸] مجاہدؒ، حضرت[۶۹] مالکؓ، حضرت[۷۰] اسماء بنت عمیسؓ، حضرت[۷۱] حبشی بن جنادہؓ، حضرت[۷۲] عبداللہ بن حارثؓ، حضرت[۷۳] سلمہ بن اکوعؓ، حضرت[۷۴] عکرمہ بن اکوعؓ، حضرت[۷۵] عمرو بن قیسؓ، حضرت[۷۶] عبدالرحمٰن بن سمرہؓ، حضرت[۷۷] عصمۃ بن مالکؓ، حضرت[۷۸] ابوقبیلہؓ، حضرت[۷۹] ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت[۸۰] عبداللہ بن مسعودؓ۔

یہ اَسّی حضرات میرے مقدمے کے گواہوں کی پہلی قسط ہیں، جو مرزا جی کی نبوّت کے گواہ کنہیا لال وغیرہ نہیں بلکہ آفتابِ نبوّت کی شعاعیں، ہدایت کے ستارے، علومِ نبوّت کے وارث، ثقاہت و دیانت کے مجسّمے، علم و عمل میں سارے عالم کے مُسلَّم اُستاذ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت کے افراد ہیں ؎

أُولٰئِکَ اٰبَـائِیْ فَـجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ
اِذَا جَـمَـعَـتْـنَـا یَـا غُـلَامُ الْمَجَامِعُ

یہ میرے مقتداء ہیں، پس (اگر دعویٰ ہے) اے غلام احمد! مجلس میں اُن کی مثال پیش کر۔ اس فرشتہ صفت جماعت پر اگر میں فخر کروں تو بجا ہے ؎

دلے دارم جواہر خانۂ عشق است تحویلش
کہ دار و زیر گردوں میر سامانے کہ من دارم

یہ صحابہ کی جماعت ہے، ہم تو بحمداللہ تعالیٰ اُن کے اقتداء کو ذریعۂ نجات اور فرمانِ نبوی: "مَا أَنَا عَلَیْهِ وَأَصْحَابِیْ" کی تعمیل سمجھتے ہیں، اگر یہ حق پر ہیں تو ہم بھی اس کے متبع ہیں، اور اگر حق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے اُسوۂ حسنہ کے سوا کسی اور چیز کا نام ہے تو ہم شرحِ صدر سے کہتے ہیں کہ ہمیں ایسے مرزائی حق کی ضرورت نہیں ؎

وَرَشَـادِیْ اِنْ یَّـکُـنْ فِـیْ سَلْوَتِـیْ
فَـدَعُـوْنِـیْ لَسْـتُ أَرْضٰی بِالرَّشَادِ

ترجمہ:- اور اگر میری ہدایت اسی میں منحصر سمجھی جائے کہ میں آپ

کی محبت سے علیحدہ ہوجاؤں تو مجھے اپنے حال پر چھوڑو میں ایسی ہدایت نہیں چاہتا۔

اس کے بعد ہم اپنے دعوے کی شہادت میں اساطینِ اُمت، ائمۂ اسلام اور علمائے سلف کو پیش کرتے ہیں، لیکن یہ ایک ایسا دریائے ناپیدا کنار ہے کہ اُن کی شہادتیں سنانے اور سننے کے لئے عمرِ نوح (علیہ السلام) چاہئے، اس لئے نہایت اختصار کے ساتھ بغیر کسی تحقیق و تفتیش اور استقراء اور تتبع کے جن اکابر علماء کے اقوال اس باب میں سامنے آگئے ہیں، ان کو ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات اس قدر وسیع ہے کہ پھر بھی تطویل کا اندیشہ ہے، اس لئے بغرضِ اختصار چند حضرات علماء اور ان کی تصانیف کی عبارتیں نقل کرنے کے بجائے صرف اُن کے اسمائے گرامی کی تصریح اور حوالۂ کتاب پر اکتفاء کیا جاتا ہے، البتہ کہیں کہیں کوئی خاص عبارت بھی لکھ دی گئی ہے، اور اس بیان کو بغرضِ سہولت طبقاتِ اہلِ علم پر تقسیم کیا جاتا ہے، مثلاً طبقات المحدّثین، طبقات المفسّرین، طبقات الفقہاء وغیرہ۔

ضروری اطلاع

طبقاتِ علماء کے تحریر کرنے میں یہ مشکل پیشِ نظر ہے کہ بعض بلکہ اکثر علمائے سلف جس پایہ کے محدّث ہیں اُسی رُتبے کے مفسر اور فقیہ بھی ہیں، اب اُن کے اسمائے گرامی کو کس طبقے میں لیا جائے؟ نیز یہ کہ تقدیم و تأخیر میں اُن کے مراتب و درجات کا لحاظ بھی دُشوار ہے، لیکن چونکہ اصل مقصد سے اس بات کا کوئی تعلق نہیں اس لئے اس بات میں ہم نے تحقیق و تعمیق کو چھوڑ کر زیادہ توسیع سے کام لیا ہے، اور سرسری طور پر اپنے نزدیک جس طبقے میں جس عالم کی شہرت معلوم ہوئی اسی طبقے میں اُن کا نام درج کردیا، اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ

طبقات المحدّثین

اس باب میں ہم سب سے پہلے اُن حضراتِ محدّثین کے اسمائے گرامی پیش کرتے ہیں جنھوں نے ختمِ نبوّت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور اختلافِ رائے یا تأویل و تخصیص کو اس میں ظاہر نہیں فرمایا، بلکہ اس کو بعینہٖ اپنی ظاہری مراد میں تسلیم کیا ہے، اور چونکہ وہ احادیث مع حوالۂ صفحاتِ کتاب اور تصریح اسمائے محدّثین اسی رسالے کے حصۂ دوم میں گزر چکے ہیں، اس لئے اب مکرّر حوالۂ صفحات یا نقلِ عبارات بالکل زائد سمجھ کر صرف اُن حضراتِ محدّثین کے اسمائے گرامی شمار کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے جن سے ہم نے روایاتِ حدیث لی ہیں:-

امیر المؤمنین فی الحدیث امام [1] بخاریؒ، امام المحدّثین امام [2] مسلمؒ، [3] نسائیؒ، [4] ابوداؤد سجستانیؒ، [5] ترمذیؒ، [6] ابنِ ماجہؒ، امام [7] مالکؒ، امام [8] احمد بن حنبلؒ، [9] طحاویؒ، [10] ابنِ ابی شیبہؒ، [11] ابوداؤد طیالسیؒ، [12] طبرانیؒ، [13] ابنِ شاہینؒ، [14] ابونعیمؒ، [15] ابنِ حبانؒ، [16] ابنِ عساکرؒ، [17] حکیم ترمذیؒ، [18] حاکمؒ، [19] ابنِ سعدؒ، [20] بیہقیؒ، [21] ابنِ خزیمہؒ، [22] ضیاءؒ، [23] ابو یعلیٰؒ، [24] محی السنۃ بغویؒ، [25] دارمیؒ، [26] خطیبؒ، [27] سعید بن منصورؒ، [28] ابنِ مردویہؒ، [29] ابنِ ابی الدنیاؒ، [30] دیلمیؒ، [31] ابنِ ابی حاتمؒ، [32] ابن النجارؒ، [33] بزارؒ، [34] ابوسعید باوردیؒ، [35] ابنِ عدیؒ، [36] رافعیؒ، [37] ابنِ عرفہؒ، [38] ابنِ راہویہؒ، [39] ابنِ جوزیؒ، [40] قاضی عیاضؒ، [41] عبد بن حمیدؒ، [42] ابونصر سنجریؒ، [43] ہرویؒ، [44] ابنِ منذرؒ، [45] دارقطنیؒ، [46] ابن السنیؒ تلمیذِ نسائیؒ، [47] رویانیؒ، [48] طبریؒ فی الریاض النضرۃ، [49] خطابیؒ، [50] خفاجیؒ، حافظ [51] ابنِ حجرؒ در شرحِ بخاری، علامہ [52] عینیؒ در شرحِ بخاری، [53] قسطلانیؒ در شرحِ بخاری، [54] نوویؒ در شرحِ مسلم، صاحب [55] سراج الوہاج در شرحِ مسلم، [56] سندھیؒ در حاشیہ نسائی، شارحِ [57] ترمذی، [58] شعبیؒ۔

یہ ان محدّثین کے اسمائے گرامی ہیں جنھوں نے ختمِ نبوّت کی احادیثِ مرفوعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمائیں، اور بغیر کسی تأویل و تخصیص کے قبول کی ہیں۔ اس کے بعد اس مقدس جماعت کے چند خصوصی کلمات بھی بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں جن میں ان حضرات نے مسئلۂ ختمِ نبوّت پر روشنی ڈالی ہے۔

امام الحدیث قاضی عیاضؒ کی مفصل عبارت بھی آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے، جس میں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوّت کا اختتام قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کے بعد یہ دعویٰ کیا ہے کہ اُمت کا اِجماع ہے کہ یہ آیات و احادیث بالکل اپنے حقیقی اور ظاہری معنی پر محمول ہیں، ان میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نہیں چل سکتی۔

شیخ الاسلام ابوزرعہ عراقیؒ "خاتم نبوّت" کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:-

وَالْاِشَارَةُ بِهٖ اِلٰی اَنَّهٗ خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ. (کذا فی شرح الشمائل)

ترجمہ:- مہرِ نبوّت سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

اسی طرح محدّث عبدالرؤف مناویؒ اپنی شرح شمائل میں فرماتے ہیں:-

وَاِضَافَتُهٗ اِلَی النُّبُوَّةِ لِاَنَّهٗ اٰیَةُ تَمَامِهَا اِذَا الشَّیْءُ یُخْتَمُ بَعْدَ تَمَامِهٖ.

ترجمہ:- مہرِ نبوّت کی اضافت نبوّت کی طرف اس لئے ہے کہ وہ اختتامِ نبوّت کی علامت ہے، کیونکہ مہر کسی شے پر جب ہی ہوتی ہے جب وہ ختم ہو چکے۔

اور حافظِ حدیث علامہ ابنِ کثیرؒ کی طویل اور مفصل عبارت آیت خاتم النبیّین کی شرح کرتے ہوئے اسی رسالے کے پہلے حصے میں لکھی جا چکی ہے، جس میں آپ نے نہ فقط مسئلۂ زیرِ بحث پر ایک فیصلہ کن تقریر فرمائی ہے، بلکہ ساتھ ہی یہ بھی بتلایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعیٔ نبوّت کذّاب و دجال ہے، خواہ کتنے ہی خرقِ عادت اور کرامات و عجائبات دِکھلائے۔

(تفسیر ابنِ کثیر ج: ؟ ص:۸۹، طبع قدیم مع بغوی)

علامہ زرقانیؒ کی عبارت بھی پہلے حصے میں اسی جگہ گزر چکی ہے، جس میں فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپؐ آخری نبی ہیں۔

علامہ قرطبیؒ نے فرمایا ہے:-

لِأَنَّ بِمَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْقَطَعَ الْوَحْيُ.

(مواہب لدنیہ ص:۲۵۹)

ترجمہ:- اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وحی منقطع ہوچکی ہے۔

اور تیسری صدی کے مجدّد امام طحاویؒ نے اپنے رسالہ ''عقیدۂ طحاویہ'' میں تحریر فرمایا ہے:-

وَكُلُّ دَعْوَةٍ بَعْدَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَغْيٌ وَهَوىً وَهُوَ الْمَبْعُوثُ اِلَى الْجِنِّ وَكَافَّةِ الْوَرٰى. (عقیدہ ص:۱۴)

ترجمہ:- اور ہر دعویٰ نبوّت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بغاوت اور گمراہی ہے، اور آپؐ ہی تمام مخلوق جن و اِنس کے لئے رسول ہیں۔

حافظ ابنِ قیمؒ نے اپنے رسالہ ''الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان'' میں کئی جگہ (ص:۶ و۱۲۳ و ۵۶ وغیرہ میں) اسی مضمون کی تصریح فرمائی ہے جن میں سے ایک عبارت یہ ہے:-

وَالْأَنْبِيَاءُ كُلُّهُمْ يَأْتِيهِمُ الْوَحْيُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا سِيَّمَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ فِيْ نُبُوَّتِهٖ مُحْتَاجًا اِلٰى غَيْرِهٖ فَلَمْ تَحْتَجْ شَرِيْعَتُهٗ لَا اِلٰى نَبِيٍّ سَابِقٍ وَّلَا اِلٰى لَاحِقٍ بِخِلَافِ غَيْرِهٖ فَاِنَّ الْمَسِيْحَ أَحَالَهُمْ فِيْ أَكْثَرِ الشَّرِيْعَةِ عَلَى التَّوْرَاةِ وَشَرِيْعَةُ التَّوْرَاةِ جَاءَ الْمَسِيْحُ يُكَمِّلُهَا وَلِهٰذَا كَانَ النَّصَارٰى مُحْتَاجِيْنَ اِلَى النُّبُوَّةِ الْمُتَقَدِّمَةِ عَلَى الْمَسِيْحِ كَالتَّوْرَاةِ وَالزَّبُوْرِ وَتَمَامِ الْأَرْبَعِ وَالْعِشْرِيْنَ نُبُوَّةً وَكَانَ الْأُمَمُ قَبْلَنَا مُحْتَاجِيْنَ اِلَى الْمُحَدَّثِيْنَ بِخِلَافِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَغْنَاهُمْ بِهٖ فَلَمْ يَحْتَاجُوْا مَعَهٗ لَا اِلٰى نَبِيٍّ وَّلَا اِلٰى

مُحَدِّثٍ بَلْ جَمَعَ لَهُ مِنَ الْفَضَائِلِ وَالْمَعَارِفِ وَالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ مَا فَرَّقَهُ فِيْ غَيْرِهٖ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ. (الفرقان ص:۵۶)

ترجمہ:- سب انبیاء علیہم السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے، بالخصوص ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی نبوّت میں کسی اور کے محتاج نہیں ہیں، اور اسی لئے آپؐ کی شریعت نہ کسی نبیٔ سابق کی محتاج اور نہ آئندہ آنے والے کی، بخلاف آپؐ کے علاوہ دُوسرے انبیاء کے، اس لئے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنی شریعت کے اکثر حصے میں توراۃ کا حوالہ دیا، اور شریعتِ توراۃ کی تکمیل کرنے کے لئے خود حضرت مسیحؑ تشریف لائے، اور اسی لئے نصاریٰ اس شریعت کے محتاج تھے جو حضرت مسیحؑ سے پہلے ظہور میں آچکی تھیں، مثل توراۃ و زبور اور پوری چوبیس نبوتوں کے، اور ہم سے پہلی اُمتیں محدثوں کی بھی محتاج تھیں بخلاف اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کہ نہ وہ کسی نبی کی محتاج ہے اور نہ کسی محدّث کی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے فضائل اور علوم اور اعمال و اخلاق اس قدر جمع کردیئے ہیں جو تمام انبیائے سابقین میں متفرق طور پر موجود تھے۔

نیز علامہ موصوفؒ نے اپنی کتاب ''زاد المعاد'' میں بھی اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔

اور محدّث قسطلانیؒ شارح بخاری نے اپنی کتاب ''مواہب لدنیہ'' میں مسئلۂ ختمِ نبوّت کو متعدّد مقامات میں تفصیلاً و اِجمالاً ذکر فرمایا ہے، جس کی بعض عبارات اس رسالے کے حصۂ اوّل میں آیت خاتم النبیّین کے ماتحت گزر چکی ہیں، اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کرے تو یہ دُعا پڑھنا چاہئے:-

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ.

(مواہب ج:۲ ص:۵۰۹)

ترجمہ:- اے رسولوں کے سردار اور انبیاء کو ختم کرنے والے آپ پر سلام۔

نیز امام الحدیث ابونعیمؒ نے اپنی مسند صفحہ:۳ میں اور حافظِ حدیث علامہ ابنِ تیمیہؒ نے "جواب صحیح لمن بدل دین المسیح" میں اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے "انتقاد الصحیح" وغیرہ میں اس مضمون کی تصریح فرمائی ہے۔

علامہ خفاجیؒ شفاء قاضی عیاضؒ کی شرح میں فرماتے ہیں:-

فَاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ وَلَا رَسُوْلَ یُرْسَلُ بَعْدَهٗ وَلَا فِیْ عَهْدِهٖ.

ترجمہ:- اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ رسول، اور نہ آپؐ کے عہدِ مبارک میں۔

نیز علامہ موصوفؒ شرح شفاء میں تحریر فرماتے ہیں:-

وَکَذٰلِکَ قَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ فِیْ مَنْ تَنَبَّأَ وَزَعَمَ اَنَّهٗ یُوْحٰی اِلَیْهِ وَقَالَهٗ سَحْنُوْنُ وَقَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ فِیْمَنْ تَنَبَّأَ: اَنَّهٗ کَالْمُرْتَدِّ سَوَاءٌ کَانَ دَعَا ذٰلِکَ اِلٰی مُتَابَعَةِ نُبُوَّتِهٖ سِرًّا کَانَ اَوْ جَهْرًا کَمُسَیْلَمَةَ لَعَنَهُ اللهُ. وَقَالَ اَصْبَغُ بْنُ الْفَرَحِ: مَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ نَبِیٌّ یُوْحٰی اِلَیْهِ کَالْمُرْتَدِّ فِیْ اَحْکَامِهٖ لِاَنَّهٗ قَدْ کَفَرَ بِکِتَابِ اللهِ لِاَنَّهٗ کَذَّبَهٗ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ اَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ مَعَ الْفِرْیَةِ عَلَی اللهِ.

ترجمہ:- اور ایسے ہی ابنِ قاسمؒ نے اس شخص کے متعلق کہا ہے جو دعویٰ نبوّت کرے اور کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے، اور یہ سحنونؒ کا بیان ہے۔ اور ابنِ قاسمؒ مدعیٔ نبوّت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: وہ مثل مرتد کے ہے، برابر ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی نبوّت کے اتباع کی دعوت دے یا نہ دے، اور پھر یہ دعویٰ خفیہ ہو یا علانیہ، جیسے مسیلمہ کذّاب لعنہ اللہ تعالیٰ۔ اور اصبغ بن الفرحؒ فرماتے ہیں

کہ: جو شخص یہ کہے کہ میں نبی ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے، وہ اَحکام میں مثل مرتد کے ہے، اس لئے کہ وہ قرآن کا منکر ہوگیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قول میں جھٹلایا کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر افتراء بھی باندھا کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔

اس کے بعد اس کے کفر و ارتداد کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

لِأَنَّهُ مُكَذِّبٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهِ الَّذِيْ نَقَلَهُ عَنْهُ الثِّقَاتُ: لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، أَيْ لَا يُنَبَّأُ أَحَدٌ بَعْدَ نُبُوَّتِيْ. (خفاجی شرح شفاء ج:۴ ص:۴۳۰)

ترجمہ:- اس لئے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والا ہے اس قول میں جس کو ثقات نے نقل فرمایا ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، یعنی کسی کو میرے بعد جدید نبوّت نہ دی جائے گی۔

اور ابنِ حبانؒ فرماتے ہیں:-

مَنْ ذَهَبَ اِلٰى أَنَّ النُّبُوَّةَ مُكْتَسِبَةٌ لَا تَنْقَطِعُ أَوْ اِلٰى أَنَّ الْوَلِيَّ أَفْضَلُ مِنَ النَّبِيِّ فَهُوَ زِنْدِيْقٌ يَجِبُ قَتْلُهٗ.

(زرقانی ج:۶ ص:۱۸۸)

ترجمہ:- اور جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ نبوّت کسب کرکے حاصل کی جاسکتی ہے اور وہ منقطع نہیں ہوئی، یا یہ عقیدہ رکھے کہ ولی نبی سے افضل ہے تو یہ شخص زِندیق ہے، اس کا قتل کرنا واجب ہے۔

اور شفاء قاضی عیاضؒ میں ہے:-

وَقَدْ قَتَلَ عَبْدُالْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ الْحَارِثَ الْمُتَنَبِّيَّ وَصَلَبَهٗ وَفَعَلَ ذٰلِكَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الْخُلَفَاءِ وَالْمُلُوْكِ بِأَشْبَاهِهِمْ وَأَجْمَعَ عُلَمَاءُ وَقْتِهِمْ عَلٰى صَوَابِ فِعْلِهِمْ

وَالْمُخَالِفُ فِیْ ذٰلِکَ مِنْ کُفْرِهِمْ کَافِرٌ. (از اِکفار ص:۴۳)

ترجمہ:- اور خلیفہ عبدالملک بن مروانؒ نے حارث مدعیٔ نبوّت کو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا، اور ایسا ہی معاملہ بہت سے خلفاء اور بادشاہوں نے اس جیسے مدعیانِ نبوّت کے ساتھ کیا ہے، اور اس زمانے کے علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اُن کا یہ فعل صحیح و دُرست تھا اور جو ان کے کافر کہنے کا مخالف ہے وہ خود کافر ہے۔

اور شرح شفاء میں ہے:-

وَکَذٰلِکَ نُکَفِّرُ مَنِ ادَّعَی النُّبُوَّةَ أَحَدٌ مَعَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَیْ فِیْ زَمَنِهٖ کَمُسَیْلَمَةَ الْکَذَّابِ وَالْأَسْوَدِ الْعَنْسِیْ أَوِ ادَّعَی النُّبُوَّةَ أَحَدٌ بَعْدَهٗ فَاِنَّهٗ خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ بِنَصِّ الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِیْثِ فَهٰذَا تَکْذِیْبُ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَالْعِیْسَوِیَّةِ. (شرح شفاء)

ترجمہ:- اور ایسے ہی ہم اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی نبوّت کا دعویٰ کرے یعنی آپؐ کے زمانۂ مبارک میں دعویٰ کرے جیسے مسیلمہ اور اَسود عنسی نے کیا، یا آپؐ کے بعد کرے، اس لئے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں بتصریح قرآن و حدیث، پس دعویٔ نبوّت اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب ہے مثل عیسائیوں کے۔

اور صبح الاعشیٰ ج:۱۳ ص:۳۰۵ میں ہے:-

وَهَاتَانِ الْمَسْئَلَتَانِ مِنْ جُمْلَةِ مَا کُفِّرُوْا بِهٖ بِتَجْوِیْزِ النُّبُوَّةِ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ أَخْبَرَ تَعَالٰی اَنَّهٗ خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ.

ترجمہ:- اور یہ دونوں مسئلے بھی من جملہ ان کے ہیں جن کی وجہ سے ان کو کافر کہا گیا ہے، بوجہ جائز رکھنے نبوّت کے بعد ہمارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جن کے متعلق حق تعالیٰ نے خبر دی ہے
کہ آخری پیغمبر ہیں۔

محدّثین کی اس عظیم الشان جماعت کے اقوال وتصریحات آپ نے ملاحظہ فرمائیں، کیا کسی ایک نے بھی ختمِ نبوّت میں یہ شاخ نکالی ہے کہ صرف تشریعی نبوّت کا اختتام ہوا ہے، غیر تشریعی یا ظلّی یا بروزی قیامت تک جاری رہے گی؟

اچھا اگر محدّثین سے بھی یہ ''فروگزاشت'' ہوگئی تو آگے آیئے، ہم اَربابِ تفسیر سے اس عقدے کا حل طلب کریں جن کی تمام تر مساعی کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی مراد کو سہل اور صاف طریق سے اُمت کے سامنے پیش کردیں۔

طبقات المفسّرین

حضرات مفسّرین کے اقوال مسئلۂ زیرِ بحث کے متعلق بیشتر اسی رسالے کے پہلے حصے میں آیاتِ ختمِ نبوّت کے ماتحت گزر چکے ہیں، لہٰذا اب ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں، بلکہ صرف ان حضرات کے اسمائے گرامی شمار کردینا کافی معلوم ہوتا ہے۔

امام[1] التفسیر والحدیث حافظ ابوجعفر طبریؒ، امام[2] راغب اصفہانیؒ، حافظ[3] عماد الدین ابنِ کثیرؒ، علامہ[4] زمخشری صاحبِ کشاف، سیّد محمود[5] آلوسیؒ مفتیٔ بغداد صاحبِ رُوح المعانی، علامہ[6] نسفیؒ صاحبِ مدارک، علامہ[7] بغویؒ صاحبِ معالم التنزیل، خازن[8]، امام[9] رازیؒ صاحبِ تفسیرِ کبیر، قاضی[10] بیضاویؒ، علامہ[11] جلال الدین سیوطیؒ صاحبِ جلالین و درمنثور، ابوحیان[12]ؒ صاحبِ بحرِ محیط، علامہ[13] شربینیؒ صاحبِ سراج المنیر، صاحبِ[14] جمل حاشیہ جلالین، شیخ محی[15] الدین ابنِ عربیؒ، علامہ[16] شیخ محمد نوویؒ صاحبِ مراح لبید، حضرت[17] قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ صاحبِ تفسیرِ مظہری، علامہ[18] شیخ اسماعیل حقیؒ صاحبِ رُوح البیان، شیخ معین[19] الدینؒ صاحبِ جامع البیان، حضرت[20] شاہ عبدالقادرؒ صاحبِ موضح القرآن، ابومحمد[21] روزبہان شیرازیؒ صاحبِ عرائس البیان، علامہ[22] ثعالبیؒ صاحبِ جواہر حسان، شیخ کمال الدین[23] حسین ہرویؒ، فواتح[24] الٰہیہ، علامہ[25] ابوالسعودؒ، علامہ[26] احمدؒ معرف بمُلّا جیون صاحبِ تفسیرِ احمدی، تفسیر[27] مواہب لدنیہ۔

ان حضرات کے اقوال اور تصریحات عموماً آیت خاتم النبیین کے تحت مذکور ہیں جن میں سے بعض کے اقوال اس رسالے میں درج کئے گئے ہیں اور بعض جدید ہیں، لیکن کسی ایک نے بھی کہیں یہ نہ لکھا کہ ختمِ نبوّت سے فقط تشریعی نبوّت کا اختتام مراد ہے، کوئی ظلّی، بروزی نبوّت کی قسم اب بھی باقی ہے۔ اس لئے ہم اور آگے بڑھ کر فقہائے اُمت سے اس کا استفسار کرتے ہیں، کیونکہ یہ جماعت بال کی کھال نکالنے اور مسئلے کے ہر پہلو اور ہر قید وشرط کو بوضاحت بیان کرنے میں مشہور ہے۔

حضراتِ فقہاء

صاحب الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردّۃ میں لکھتے ہیں:-

اِذْ لَمْ یَعْرِفْ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ لِاَنَّهٗ مِنَ الضُّرُوْرِیَّاتِ. (اشباہ ص:۲۹۶)

ترجمہ:- اور جب کوئی شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء میں سے آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں اس لئے کہ آپؐ کا آخری نبی ہونا ضروریاتِ دین(۱) میں سے ہے۔

اور علامہ ابن نجیمؒ بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں تحریر فرماتے ہیں:-

وَیَکْفُرُ بِقَوْلِهٖ اِنْ کَانَ مَا قَالَ الْاَنْبِیَاءُ حَقًّا اَوْ صِدْقًا، وَبِقَوْلِهٖ: اَنَا رَسُوْلُ اللهِ. (بحر ج:۵ ص:۱۳۰)

ترجمہ:- اگر کوئی کلمۂ شک کے ساتھ یہ کہے کہ اگر انبیاء کا فرمان صحیح اور سچ ہو .... الخ، تو کافر ہوجاتا ہے، اسی طرح اگر یہ کہے کہ: میں اللہ کا رسول ہوں۔

اور فتاویٰ عالمگیری ج:۳ ص:۲۶۳ میں ہے:-

اِذَا لَمْ یَعْرِفِ الرَّجُلُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

---

(۱) "ضروریاتِ دین" وہ اُحکام ہیں جن کا وجود مذہبِ اسلام میں درجۂ تواتر کو پہنچ چکا ہو، خواہ یہ حکم فرض ہو یا واجب، مسنون ہو یا مباح۔ ۱۲

اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ وَلَوْ قَالَ: أَنَا رَسُوْلُ اللهِ، أَوْ قَالَ بِالْفَارِسِيَّةِ: من پیغمبرم، يُرِيْدُ بِهٖ من پیغام می برم، يَكْفُرُ.

ترجمہ:- جب کوئی آدمی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں، اور اگر کہے کہ: ''میں رسول اللہ ہوں'' یا فارسی میں کہے کہ: ''میں پیغمبر ہوں'' اور مراد یہ ہو کہ میں پیغام پہنچاتا ہوں تب بھی کافر ہوجاتا ہے۔

علامہ ابنِ حجر مکی شافعیؒ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:-

مَنِ اعْتَقَدَ وَحْيًا بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَرَ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ.

ترجمہ:- جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی وحی کا اعتقاد رکھے، باجماعِ مسلمین کافر ہوگیا۔

اور مُلَّا علی قاریؒ شرح شمائل میں مہرِ نبوّت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

وَإِضَافَتُهٗ إِلَى النُّبُوَّةِ لِأَنَّهٗ خُتِمَ بِهٖ بَيْتُ النُّبُوَّةِ حَتّٰى لَا يَدْخُلَ بَعْدَهٗ أَحَدٌ.

ترجمہ:- مہرِ نبوّت کی نسبت نبوّت کی طرف اس لئے ہے کہ اس کے ذریعے سے محلِ نبوّت پر مہر لگ چکی ہے، یہاں تک کہ اس کے بعد کوئی اس میں داخل نہ ہوگا۔

نیز علامہ موصوفؒ شرح فقہِ اکبر ص:۲۰۲ میں فرماتے ہیں:-

وَدَعْوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفْرٌ بِالْإِجْمَاعِ.

ترجمہ:- اور نبوّت کا دعویٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باجماع کفر ہے۔

عجب ہے کہ مرزائی اُمت مُلَّا علی قاریؒ پر یہ تہمت باندھتی ہے کہ وہ ختمِ نبوّت کے قائل نہیں، بلکہ غیرتشریعی نبوّت کے بعد میں جاری رہنے کو جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ کس صفائی کے ساتھ اس جگہ مطلقاً دعویٰ نبوّت کو کفر فرما رہے ہیں، تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔

اور علامہ سیّد محمودؒ مفتیٔ بغداد کی مفصل عبارت پہلے گزر چکی ہے، جس کے چند جملے یہ ہیں:-

وَكَوْنُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتِمَ النَّبِيِّيْنَ مِمَّا نَطَقَتْ بِهِ الْكُتُبُ وَصَدَعَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَأَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ فَيُكَفَّرُ مُدَّعِيْ خِلَافِهِ وَيُقْتَلُ اِنْ أَصَرَّ. (رُوح المعانی ج:۱ ص:۶۵)

ترجمہ:- اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اُن مسائل میں سے ہے جن پر تمام آسمانی کتابیں ناطق ہیں، اور جن کو احادیثِ نبویہ نے نہایت وضاحت سے بیان کردیا ہے اور جن پر اُمت نے اجماع کیا ہے، اس لئے اس کے خلاف کا مدعی کافر سمجھا جائے گا، اور اگر اصرار کرے گا تو قتل کردیا جائے گا۔

اور شیخ سلیمانؒ بجیری شرح منہاج میں ایک نظم میں تحریر فرماتے ہیں:-

حَتْمٌ عَلٰى كُلِّ ذِي التَّكْلِيْفِ مَعْرِفَةُ
الْأَنْبِيَاءِ عَلَى التَّفْصِيْلِ قَدْ عُلِمُوْا

ترجمہ:- ہر مکلّف مسلمان پر واجب ہے کہ ان انبیائے کرام کو پہچانے جن کے اسمائے گرامی قرآن میں بتفصیل مذکور ہیں۔

فِيْ تِلْكَ حُجَّتُنَا مِنْهُمْ ثَمَانِيَةٌ
مِنْ بَعْدِ عَشْرٍ وَّيَبْقٰى سَبْعَةٌ وَّهُمْ

ترجمہ:- انہیں ہماری حجت پچّیس انبیاء علیہم السلام ہیں، جن میں سے سات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

اِدْرِيْسُ وَهُوْدٌ شُعَيْبٌ صَالِحٌ وَّكَذَا
ذُوالْكِفْلِ اٰدَمُ بِالْمُخْتَارِ قَدْ خُتِمُوْا

ترجمہ:- حضرت ادریسؑ، ہودؑ اور شعیبؑ اور صالحؑ اور ذوالکفلؑ،

آدمؑ جو محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کردیئے گئے ہیں۔

اور فصولِ عمادی میں کلماتِ کفر شمار کرتے ہوئے لکھا ہے:-

وَكَذَا لَوْ قَالَ: أَنَا رَسُوْلُ اللهِ، أَوْ قَالَ بِالْفَارِسِيَّةِ: من پیغامبرم يُرِيْدُ بِهٖ پیغام می برم يَكْفُرُ وَلَوْ أَنَّهٗ حِيْنَ قَالَ هٰذِهِ الْمَقَالَةَ طَلَبَ غَيْرُهٗ مِنْهُ الْمُعْجِزَةَ قِيْلَ يَكْفُرُ الطَّالِبُ، وَالْمُتَأَخِّرُوْنَ مِنَ الْمَشَايِخِ قَالُوْا: اِنْ كَانَ غَرْضُ الطَّالِبِ تَعْجِيْزُهٗ وَافْتِضَاحُهٗ لَا يَكْفُرُ. (فصول ۱۳۰۰)

ترجمہ:- اور ایسے ہی اگر کہے کہ: میں اللہ کا رسول ہوں، یا فارسی زبان میں کہے: من پیغامبرم، اور مراد یہ ہو کہ میں پیغام لے جاتا ہوں تو کافر ہوجائے گا، اور جب اس نے یہ بات کہی اور کسی شخص نے اس سے معجزہ طلب کیا تو بعض کے نزدیک یہ طالبِ معجزہ بھی کافر ہوجائے گا، لیکن متأخرین نے فرمایا ہے کہ: اگر طالبِ معجزہ کی نیت طلبِ معجزہ سے محض اس کی رُسوائی اور اظہارِ عجز ہو تو کافر نہ ہوگا۔

اور خلاصۃ الفتاویٰ میں امام عبدالرشید بخاریؒ فرماتے ہیں:-

وَلَوِ ادَّعٰى رَجُلٌ النُّبُوَّةَ وَطَلَبَ رَجُلٌ الْمُعْجِزَةَ قَالَ بَعْضُهُمْ يُكْفَرُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنْ كَانَ غَرْضُهٗ اِظْهَارُ عَجْزِهٖ وَافْتِضَاحِهٖ لَا يُكْفَرُ.

ترجمہ:- اور اگر کسی شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور دُوسرے نے اس سے معجزہ طلب کیا تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ طالبِ معجزہ بھی مطلقاً کافر ہوجائے گا، اور بعض نے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ اگر اس نے اظہارِ عجز و رُسوائی کے لئے معجزہ طلب کیا تھا تو یہ کافر نہ ہوگا۔

اور تحفہ شرح منہاج میں کلماتِ کفر شمار کرتے ہوئے لکھا ہے:-

أَوْ كَذَّبَ رَسُوْلًا أَوْ نَبِيًّا أَوْ نَقَّصَهُ بِأَيِّ مُنْقَصٍ كَأَنْ صَغَّرَ بِاسْمِهٖ مُرِيْدًا تَحْقِيْرَهُ أَوْ جَوَّزَ نُبُوَّةَ أَحَدٍ بَعْدَ وُجُوْدِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ نُبِّئَ قَبْلُ فَلَا يَرِدُ.
(از اکفار ص:۴۲)

ترجمہ:- یا کسی رسول یا نبی کی تکذیب کرے یا کسی قسم کی تنقیص کرے جیسے اس کے نام کو تصغیر کے ساتھ بہ نیتِ تحقیر ذکر کرے یا کسی کی نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جائز رکھے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپؐ سے پہلے نبی ہوچکے ہیں اس لئے اُن کے نزول سے اعتراض نہیں ہوسکتا۔

گزشتہ عبارات فصول عمادی اور خلاصۃ الفتاویٰ جو فقہ کی متفق علیہ اور مستند کتابیں ہیں اُن میں جس طرح یہ بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعیٔ نبوّت کافر و مرتد اور واجب القتل ہے، اسی طرح یہ بھی بیان کردیا گیا ہے کہ جو شخص اس کے دعوے کو محتمل الصدق سمجھ کر اس سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوّت کا احتمال باقی نہیں، بلکہ جس وقت دعوائے نبوّت کا لفظ کسی کی زبان پر آئے تو فوراً بغیر امتحانِ مدعی اور طلبِ دلیل وغیرہ کے یقین کرنا چاہئے کہ وہ کذّاب ہے، اس کے دعوے میں صدق کا احتمال نکالنا درحقیقت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے میں کذب کا احتمال پیدا کرنا اور سینکڑوں احادیثِ نبویہ کو جھٹلانا ہے، والعیاذ باللہ۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اربابِ فتویٰ نے بھی مطلقاً نبوّت کے اختتام کا اعلان فرمایا جس میں تشریعی و غیرتشریعی سب داخل ہیں، اور پھر اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ہر مدعیٔ نبوّت اور ہر مدعیٔ وحی کو کافر، کاذب، دجال قرار دیا، خواہ تشریعی نبوّت کا مدعی ہو یا غیرتشریعی کا، اس لئے اب ہم اس مسئلے کو حضراتِ متکلمین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، جن کے یہاں لفظ لفظ پر بحث و تمحیص کے بازار گرم ہوتے ہیں، کہ شاید وہ ہمیں پتہ دیں کہ غیرتشریعی نبوّت کا اختتام نہیں ہوا ہے۔

حضراتِ متکلمین

امام الحدیث والکلام حافظ ابنِ حزمؒ اندلسی نے ''ملل ونحل'' میں اس مسئلے کو متعدّد مواقع میں روشن فرمایا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں:-

فَوَجَبَ الْاِقْرَارُ بِهٰذِهِ الْجُمْلَةِ وَصَحَّ أَنَّ وُجُوْدَ النُّبُوَّةِ بَعْدَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَاطِلٌ لَّا يَكُوْنُ اَلْبَتَّةَ. (ملل ج:۱ ص:۷۷)

ترجمہ:- پس ان تمام اُمور کا اقرار واجب ہے، اور یہ بات صحیح طور پر ثابت ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا وجود باطل ہے اور ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اور ملل جلد:۳ صفحہ:۲۴۹ میں فرماتے ہیں:-

وَكَذٰلِكَ مَنْ قَالَ (الی قوله) أَوْ أَنَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا غَيْرَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّهٗ لَا يَخْتَلِفُ اثْنَانِ فِيْ تَكْفِيْرِهٖ لِصَحَّةِ قِيَامِ الْحُجَّةِ بِكُلِّ هٰذَا.

ترجمہ:- اور ایسے ہی جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی نبی ہے تو کوئی شخص اس کے کافر ہونے میں اختلاف نہیں کرسکتا، کیونکہ ان سب اُمور پر صحیح اور قطعی حجت قائم ہوچکی ہے۔

اور یہی مضمون ملل جلد:۴ ص:۱۹۸ اور جلد:۱ ص:۱۱۳ و جلد:۴ ص:۱۸۰ وغیرہ میں تحریر فرمایا ہے۔

نیز اسی کتاب میں ایک جگہ فرماتے ہیں:-

فَكَيْفَ يَسْتَجِيْزُ مُسْلِمًا أَنْ يَّثْبُتَ بَعْدَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيًّا فِي الْأَرْضِ. (ملل ونحل)

ترجمہ:- پس کوئی مسلمان اس کو کیسے جائز سمجھ سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زمین میں اور کوئی نبی ثابت کرے۔

اور ملّا علی قاریؒ کی عبارت شرح فقہ اکبر ابھی آپ نے ملاحظہ فرمائی جس میں مطلقاً دعوائے نبوّت کو کفر قرار دیا ہے۔

اور امام نجم الدین عمر نسفیؒ اپنے عقائد میں تحریر فرماتے ہیں:-

وَأَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ اٰدَمُ وَاٰخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یعنی انبیاء میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور علامہ تفتازانیؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:-

وَقَدْ دَلَّ كَلَامُهُ وَكَلَامُ اللّٰهِ الْمُنَزَّلُ عَلَيْهِ أَنَّهُ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ وَأَنَّهُ مَبْعُوْثٌ اِلٰى كَافَّةِ النَّاسِ بَلْ اِلَى الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ثَبَتَ أَنَّهُ اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ. (شرح عقائد نسفی)

ترجمہ:- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اور اللہ تعالیٰ کا کلام جو آپؐ پر نازل ہوا، اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپؐ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور یہ کہ آپؐ تمام انسانوں بلکہ تمام جن و اِنس کی طرف مبعوث ہوئے، اس سے ثابت ہوا کہ آپؐ آخری رسول ہیں۔

اور یہی مضمون علم عقائد و کلام وغیرہ کی کتب مندرجہ ذیل میں بھی مجمل و مفصل موجود ہے، جن کے فقط نام شمار کئے جاتے ہیں:-

المعتقد المنتقد ص:۲۰۹، الاتقان للسیوطیؒ ج:۲ ص ۱۲۸، مسامرہ لابن الہمامؒ ص:۲۰۴، مجموعۃ العقائد للیافعیؒ ص:۱۵، عقیدۃ العوام للشیخ احمد المرزوقیؒ ص:۱۲، شرح عقیدۃ العوام از علامہ نوویؒ، مسائل ابو اللیثؒ، قطر الغیث للنوویؒ ص:۱۵۰۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ میزان العقائد میں تحریر فرماتے ہیں:-

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلٌ وَخَاتِمُهُمْ.

ترجمہ:- محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں، اور انبیاء کے ختم

کرنے والے ہیں۔

اورعلمِ عقائد کی معروف ومعتمد کتاب جوہرۃ التوحید میں ہے:-

وَخَصَّ خَيْـرَ الْخَلْقِ أَنْ قَدْ تَـمَّمَا
بِـهِ الْـجَمِيْـعَ رَبُّنَـا وَعَـمَّـمَـا

ترجمہ:- ہمارے پروردگار نے خیرالخلائق یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خصوصیت دی کہ انبیاء کو آپؐ پر ختم کردیا، اور آپؐ کی بعثت تمام جن و اِنس کے لئے عام کردی۔

اور شیخ امام عبدالسلام بن ابراہیمؒ مالکی المذہب اس کتاب کی شرح ''اتحاف المرید'' میں تحریر فرماتے ہیں:-

أَیْ خَتَـمَ رَبُّنَـا بِنُبُوَّتِـهٖ جَمِيْعَ الْأَنْبِيَاءِ قَالَ تَعَالٰى: وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. وَيَلْزَمُ مِنْهُ خَتْمُ الْمُرْسَلِيْنَ أَيْضًا لِأَنَّ خَتْمَ الْأَعَمِّ خَتَمٌ لِلْأَخَصِّ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ فَلَا تَبْتَدِأُ نُبُوَّةٌ وَّلَا شَرِيْعَةٌ بَعْدَهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (اتحاف المرید ص:۱۲۶)

ترجمہ:- یعنی ہمارے پروردگار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت سے تمام انبیاء کو ختم فرمادیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ'' اور ختمِ نبوّت سے ختمِ رسالت بھی لازم آتا ہے کیونکہ نبوّت عام ہے، اور عام کا ختم خاص کا اختتام بھی ہے مگر اس کا عکس نہیں ہوتا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبوّت شروع ہوگی اور نہ شریعت۔

اس میں ''لَا تَـبْـتَدِأُ نُـبُـوَّةٌ'' کے لفظ سے اس شبہ کا بھی ازالہ کردیا کہ آخر زمانے میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختمِ نبوّت کے منافی سمجھا جاسکتا تھا، اس لئے بتلادیا کہ ختمِ نبوّت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی نبوّت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شروع نہ ہوگی اور عیسیٰ علیہ السلام کی نبوّت پہلے شروع ہوچکی ہے۔

اور شیخ عبدالغنی نابلسیؒ شرح کفایۃ العوام صفحہ:۱۸ میں لکھتے ہیں:-

أَوَّلُهُمْ آدَمُ ثُمَّ الْآخِرُ مِنْهُمْ بِحَيْثُ لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ وَّلَا رَسُوْلٌ أَصْلًا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ النَّبِيُّ الْبَاقِيُّ عَلٰى رِسَالَتِهٖ وَإِنْ مَّاتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى آخِرِ الزَّمَانِ وَانْقِطَاعِ الدُّنْيَا.

ترجمہ:- سب سے پہلے رسول آدم علیہ السلام، پھر ان میں سے آخری نبی اس طرح کہ اُن کے بعد مطلقاً نہ کوئی نبی ہے اور نہ رسول، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں، اور آپؐ ہی ایسے نبی ہیں کہ آپؐ کی نبوّت و رسالت دُنیا میں آپؐ کی وفات کے بعد بھی آخر زمانہ اور فناءِ دُنیا تک باقی ہیں۔

وہ لوگ جو تشریعی اور غیرتشریعی کی شاخیں نکال کر ہر عبارت کی تحریف کیا کرتے ہیں، آنکھیں کھول کر ان عبارتوں کو پڑھیں کہ کس طرح ان حضرات نے ان کے مکر وتحریف کا راستہ بند کردیا ہے، کیونکہ ان دونوں عبارتوں میں نہایت وضاحت کے ساتھ تشریعی اور غیرتشریعی ہر قسم کی نبوّت کے اختتام کی تصریح کرتے ہوئے اس کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے کہ ختمِ نبوّت سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو منصبِ نبوّت نہ دیا جائے گا، کسی قدیم نبی کا اپنی نبوّت پر رہنا یا پھر دُنیا میں آنا ختمِ نبوّت کے کسی طرح معارض نہیں، اس لئے مسئلۂ نزولِ مسیحؑ کو ختمِ نبوّت کا معارض سمجھنا خاص مرزائی فہم وفراست کا اعجاز ہے۔

اور شیخ ابوالشکور سالمی تمہید میں تحریر فرماتے ہیں:-

وَقَالَتِ الرَّوَافِضُ أَنَّ الْعَالَمَ لَا يَكُوْنُ خَالِيًا مِّنَ النَّبِيِّ قَطُّ وَهٰذَا كُفْرٌ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ: "وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ" وَمَنِ ادَّعَى النُّبُوَّةَ فِيْ زَمَانِنَا فَإِنَّهٗ يَصِيْرُ كَافِرًا وَّمَنْ طَلَبَ مِنْهُ الْمُعْجِزَاتِ فَإِنَّهٗ يَصِيْرُ كَافِرًا لِأَنَّهٗ لَا شَكَّ فِي النَّصِّ فَيَجِبُ الْإِعْتِقَادُ بِأَنَّهٗ لَا شِرْكَةَ لِأَحَدٍ فِي النُّبُوَّةِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِلَافِ مَا قَالَتِ الرَّوَافِضُ أَنَّ عَلِيًّا

كَانَ شَرِيْكًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النُّبُوَّةِ وَهٰذَا مِنْهُمْ كُفْرٌ.

ترجمہ:- روافض کہتے ہیں کہ عالم نبی سے کبھی خالی نہیں رہے گا، اور اُن کا یہ خیال کفر ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ'' اور جو شخص ہمارے زمانے میں نبوّت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہوجائے گا، اور جو شخص اس سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہوجائے گا، کیونکہ قرآن مجید کی نصِ قطعی میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا، اس لئے یہ اعتقاد رکھنا فرض ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت میں کسی کو شرکت حاصل نہیں، بخلاف عقیدۂ روافض کے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریکِ نبوّت تھے، اور ان کا یہ عقیدہ کفر ہے۔

اور شرح عقیدۂ سفارینیؒ میں ہے:-

وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهَا مُكْتَسَبَةٌ فَهُوَ زِنْدِيْقٌ يَجِبُ قَتْلُهُ لِأَنَّهُ يَقْتَضِيْ كَلَامُهُ وَاعْتِقَادُهُ أَنْ لَّا تَنْقَطِعَ وَهُوَ مُخَالِفٌ لِلنَّصِّ الْقُرْاٰنِيِّ وَالْأَحَادِيْثِ الْمُتَوَاتِرَةِ بِأَنَّ نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ (الٰى قوله) وَكَانَ ذٰلِكَ مُمْتَدًّا مِّنْ عَهْدِ الْأَبِ الْأَوَّلِ الصَّفِيِّ اٰدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ إِلٰى أَنْ بُعِثَ الْخَاتَمُ النَّبِيُّ الْحَبِيْبُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (شرح عقائد سفارینی ص:۲۵۷)

ترجمہ:- اور جو شخص یہ سمجھے کہ نبوّت کوشش اور سعی سے حاصل ہوسکتی ہے وہ زِندیق ہے، اس کا قتل کرنا واجب ہے، اس لئے کہ اس کا یہ عقیدہ تو اس کو مقتضی ہے کہ سلسلۂ نبوّت کبھی ختم نہ ہو، اور یہ نصِ قرآنی و احادیثِ متواترہ کے خلاف ہے، جن میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بیان کیا گیا ہے،

(اس کے بعد فرماتے ہیں) اور یہ سلسلہ اسی طرح ممتد ہوتا ہوا چلا آیا، یہاں تک کہ نبی خاتم محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔

اور حجۃ الاسلام امام غزالیؒ اپنی کتاب اقتصاد میں مسئلۂ زیرِ بحث کو اس طرح صاف بیان فرماتے ہیں کہ کسی مخالف کو لب کھولنے کی گنجائش نہیں رہتی:-

اِنَّ الْاُمَّۃَ فَھِمَتْ بِالْاِجْمَاعِ مِنْ ھٰذَا اللَّفْظِ وَمِنْ قَرَائِنِ أَحْوَالِہٖ اَنَّہٗ فُھِمَ عَدَمُ نَبِیٍّ بَعْدَہٗ أَبَدًا وَّعَدَمُ رَسُوْلِ اللہِ أَبَدًا وَّاَنَّہٗ لَیْسَ فِیْہِ تَأْوِیْلٌ وَّلَا تَخْصِیْصٌ۔ (۱)

(الاقتصاد ص:۱۲۸، طبع مصر)

ترجمہ:- بیشک اُمت نے اس لفظ (یعنی خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ) سے اور قرائنِ احوال سے باجماع یہی سمجھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابد تک نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ کوئی رسول، اور یہ کہ نہ اس میں کوئی تأویل چل سکتی ہے نہ تخصیص۔

''اقتصاد'' کے اس صفحے میں اس عبارت سے پہلے امام غزالیؒ نے ان تمام تأویلات کو اقسامِ ہذیان میں شمار فرمایا ہے جو ملحدین نے لفظ ''خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ'' یا ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' کے متعلق لکھی ہیں۔

اربابِ عقائد و کلام کے یہ تمام اقوال و تصریحات ہمارے سامنے ہیں، اور ہماری نظریں ان میں بھی اسی مقصد کو ڈھونڈ رہی ہیں کہ کیا اس کی طرف کوئی اشارہ کرتا

---

(۱) ''ختمِ نبوّت'' کے سابقہ ایڈیشن میں اقتصاد کے حوالے سے جو عبارت لکھی گئی تھی وہ درحقیقت اقتصاد کے مضمون کا خلاصہ تھا، جو حجۃ الاسلام حضرت سیّدی مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اکفار الملحدین'' میں بزبانِ عربی نقل فرمایا ہے، اُس وقت احقر کے سامنے اصل کتاب اقتصاد نہیں تھی، اکفار الملحدین میں درج شدہ خلاصۂ عبارت کو اصل سمجھ کر وہی خلاصۂ عبارت ''ختمِ نبوّت'' میں نقل کردیا گیا، بعد میں جب اصل کتاب اقتصاد سامنے آئی تو اب اس کتاب کی اصل عبارت لکھ دی گئی ہے، مگر کوئی اہلِ علم اس کا انکار نہیں کرسکتا کہ پہلے جو خلاصہ مفہوم ''اکفار الملحدین'' سے نقل کیا گیا تھا، وہ بالکل اصل کتاب کی عبارت کے مطابق ہے۔ ۱۲ محمد شفیع

ہے کہ اسلامی نصوص میں ختمِ نبوّت سے فقط تشریعی نبوّت کا اختتام مراد ہے، غیر تشریعی ہمیشہ کے لئے باقی ہے؟

لیکن اہلِ کلام کے کلام میں بھی ہمیں اس تفصیل و تقسیم کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا جو قادیانی مرزا صاحب نے ایجاد کی ہے۔ اس کے بعد ہم نکتہ شناس صوفیائے کرام کے اقوال ہدیۂ ناظرین کر کے یہی سوال پیش کرتے ہیں کہ کیا ختمِ نبوّت میں کوئی تشریعی یا غیر تشریعی کی تفصیل ہے یا مطلقاً ہر قسم کی نبوّت ختم ہو چکی ہے؟

صوفیائے کرامؒ

عارف باللہ حضرت مولانا رُومی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقائد نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

خاتم الانبیاء والرسل است
دیگر ہمچو جزو او چو کل است
وزپئے او رسولِ دیگر نیست
بعد ازاں ہیچ کس پیمبر نیست
چوں در آخر زماں بقولِ رسول
کند از آسماں مسیحؑ نزول
پیروِ دین و شرع او باشد
تابع اصل و فرع او باشد
دیں ہمہ شرع و دین او داند
ہمہ کس را بدینِ او خواند

شرح تعرف جس کے متعلق صاحبِ کشف الظنون: "**لو لا التعرّف لما عرف التصوّف**" فرماتے ہیں، (یعنی اگر کتاب تعرّف نہ ہوتی تو لوگ تصوّف کو نہ سمجھتے) اس میں مسئلہ زیرِ بحث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ ختم کرد پیغمبراں را علیہم السلام بمحمد علیہ السلام چنانکہ

خدائے گفت: ''وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ'' چوں خاتم بنصب خوانی مہر پیغمبراں باشد و آخر پیغمبراں و چوں خاتم بکسر خوانی مہر کنندہ باشد و آخر کنندہ و نیز پیغمبر سلام اللہ علیہ علی را کرّم اللہ وجہہ گفت: ''اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ'' نیز گفت: ''وَاَنَا الْعَاقِبُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ'' الخ۔

(شرح تعرّف ص:۱۴)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمایا، جیسا کہ ارشاد ہے: ''وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ'' جب خاتم کو بفتح تاء پڑھو تو معنی پیغمبروں کی مہر اور اُن کے ختم کرنے والے، اور اگر بالکسر پڑھو تو معنی مہر کرنے والے اور آخر کرنے والے ہوں گے، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ: تم مجھ سے وہ نسبت رکھتے ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، مگر ہارونؑ نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اس لئے تم نبی نہیں۔ نیز فرمایا کہ: میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اور مولانا نظامیؒ گنجوی مخزن الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں:-

کنت نبیاً کہ علم پیش برد

ختم نبوّت بمحمد سپرد

اور حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادرؒ غنیۃ الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں:-

اِدَّعَتْ اَيْضًا اَنَّ عَلِيًّا نَبِيٌّ (الٰى قوله) لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَسَائِرُ خَلْقِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَقَلَعَ وَاَبَادَ خَضْرَائَهُمْ وَلَا يَجْعَلُ مِنْهُمْ فِي الْاَرْضِ دَيَّارًا فَاِنَّهُمْ بَالَغُوْا فِيْ غُلُوِّهِمْ وَمَرَدُوْا عَلَى الْكُفْرِ وَتَرَكُوا الْاِسْلَامَ وَفَارَقُوا الْاِيْمَانَ وَجَحَدُوْا الْاِلٰهَ وَالرُّسُلَ وَالتَّنْزِيْلَ فَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِمَّنْ ذَهَبَ

اِلٰی ھٰذِہِ الْمَقَالَۃِ. (غنیہ، منقول از اکفار الملحدین ص:۴۲)

ترجمہ:- روافض نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ حضرت علیؓ نبی ہیں، لعنت کرے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام مخلوق اُن پر قیامت تک، اور برباد کرے اُن کی کھیتیوں کو، اور نہ چھوڑے ان میں سے کوئی گھر بسنے والا، اس لئے کہ انہوں نے اپنے غلوّ میں مبالغہ سے کام لیا اور کفر میں جم گئے، اور اسلام و ایمان کو چھڑایا، اور اللہ تعالیٰ اور انبیاء اور قرآن کا انکار کیا، پس ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اس شخص سے جس نے یہ قول اختیار کیا۔

اور علامہ عارف باللہ شیخ عبدالغنی نابلسیؒ شرح فرائد میں غالی روافض کی تکفیر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

فَسَادُ مَذْهَبِهِمْ غَنِیٌّ عَنِ الْبَیَانِ بِشَهَادَةِ الْعِیَانِ کَیْفَ وَهُوَ یُؤَدِّیْ اِلٰی تَجْوِیْزِ نَبِیٍّ مَعَ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبَعْدَهٗ وَذٰلِکَ یَسْتَلْزِمُ تَکْذِیْبَ الْقُرْاٰنِ اِذْ قَدْ نَصَّ عَلٰی اَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاٰخِرُ الْمُرْسَلِیْنَ، وَفِی السُّنَّةِ: اَنَا الْعَاقِبُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ. وَاَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی اِبْقَاءِ هٰذَا الْکَلَامِ عَلٰی ظَاهِرِهٖ وَهٰذَا اِحْدَی الْمَسَائِلِ الْمَشْهُوْرَةِ الَّتِیْ کَفَّرْنَا بِهَا الْفَلَاسِفَةَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی. (از اکفار ص:۴۲)

ترجمہ:- اُن کے مذہب کا فساد محتاجِ بیان نہیں، بلکہ مشاہد ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو، اور اس سے قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے، اس لئے کہ اس کی تصریح کردی گئی ہے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں اور آخر المرسلین ہیں، اور حدیث میں ہے کہ: میں عاقب ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور اُمت کا اجماع ہے یہ کلام اپنے ظاہر پر بغیر کسی تأویل و تخصیص

کے رکھا جائے، اور یہ بھی انہی مسائل میں سے ہے جن کی وجہ سے ہم نے فلاسفہ ملاعنہ کی تکفیر کی ہے۔

یہ سلوک و تصوّف کے جلیل القدر ائمہ اُن روافض کو کافر قرار دیتے ہیں جو حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کو نبی مانتے ہیں، حالانکہ خود روافض بھی اُن کے لئے مستقل اور تشریعی نبوّت ثابت نہیں کرتے، معلوم ہوا کہ مطلقاً کسی قسم کی نبوّت کسی شخص کے لئے تسلیم کرنا قرآن و حدیث کو جھٹلانا اور کفرِ صریح ہے۔

اور عارف باللہ شیخ عمادالدین اموی قدس سرہٗ جو اکابر اولیاء میں سے ہیں، اپنی کتاب "حیات القلوب فی کیفیۃ الوصولی الی المحبوب" میں مستقل طور پر طائفہ صوفیہ کے عقائد کو جمع فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

اَلْفَصْلُ الرَّابِعُ فِیْ شَرْحِ عَقِیْدَتِهِمُ الَّتِیْ أَجْمَعُوْا عَلَیْهَا وَمَا أَخَذُوْا بِهٖ مِنَ الْمَذَاهِبِ فِیْ فُرُوْعِ الْأَحْکَامِ أَمَّا عَقِیْدَتُهُمْ فَعَقِیْدَةُ شَیْخِ السُّنَّةِ أَبِی الْحَسَنِ الْأَشْعَرِیِّ وَأَصْحَابِهٖ مِنْ فَاتِحَتِهَا اِلٰی خَاتِمَتِهَا.

(حیات القلوب بر حاشیہ قوت القلوب ج:۲ ص:۲)

ترجمہ:- چوتھی فصل عقائدِ صوفیہ کے بیان میں ہے جن پر ان کا اِجماع ہوچکا ہے، اور ان مذاہب کے بیان میں جو انہوں نے فرعی اَحکام میں اختیار کئے ہیں، یعنی اُن کا عقیدہ تو وہی ہے جو امامِ اہلِ سنت شیخ ابوالحسن اشعریؒ اور ان کے اصحاب کا ہے، من اوّلہٖ الیٰ آخرہٖ۔

اِس اجمالی بیان کے بعد پھر اُن کے عقائد کو مفصلاً نقل فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

وَأَنَّ مُحَمَّدًا أَفْضَلُ الْأَنْبِیَاءِ وَأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَتَمَ بِهِ النُّبُوَّةَ.

(حیات القلوب مذکور، ج:۲ ص:۴)

ترجمہ:- اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے افضل ہیں،

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نبوّت کو ختم فرمادیا ہے۔

اور شیخ عارف باللہ تقی الدین عبدالملکؒ اپنی کتاب ''نزہۃ الناظرین'' میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وخصائص شمار کرتے ہوئے مستقل طور پر ختمِ نبوّت کو افضل ترین خصائص میں شمار کرتے ہیں، اور احادیثِ ختمِ نبوّت کا ایک کافی حصہ نقل فرماتے ہیں، جو اس رسالے کے دُوسرے حصے میں درج ہوچکی ہیں۔

(نزہۃ الناظرین ج:۱ ص:۱۵)

اور عارف باللہ شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربیؒ ''فتوحات'' میں تحریر فرماتے ہیں:-

فَأَخْبَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الرُّؤْيَا جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ فَقَدْ بَقِيَ لِلنَّاسِ فِي النُّبُوَّةِ هٰذَا لَا غَيْرُهُ، وَمَعَ هٰذَا لَا يُطْلَقُ اسْمُ النُّبُوَّةِ وَلَا النَّبِيِّ اِلَّا عَلَى الْمُشَرِّعِ خَاصَّةً فَحَجَرَ هٰذَا الْاِسْمُ لِخُصُوْصِ وَصْفٍ مُّعَيَّنٍ فِي النُّبُوَّةِ. (فتوحات ج:۲ ص:۴۹۵)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا ہے کہ (سچا) خواب اجزائے نبوّت میں سے ایک جزو ہے، تو لوگوں کے واسطے نبوّت میں سے یہ جزو رُؤیا وغیرہ کا باقی رہ گیا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی ''نبوّت'' کا لفظ اور ''نبی'' کا نام بجز صاحبِ شریعت کے اور کسی پر بولا نہیں جاسکتا، تو نبوّت میں ایک خاص وصف معین ہونے کی وجہ سے اس نام (نبی) کی بندش کردی گئی۔

اور اسی کتاب میں دُوسری جگہ ارشاد ہے:-

كَمَنْ يُّوْحٰى اِلَيْهِ فِي الْمُبَشِّرَاتِ وَهِيَ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ صَاحِبُ الْمُبَشِّرَةِ نَبِيًّا فَتَفَطَّنْ لِعُمُوْمِ رَحْمَةِ اللهِ فَمَا تُطْلَقُ النُّبُوَّةُ اِلَّا لِمَنِ اتَّصَفَ بِالْمَجْمُوْعِ فَذٰلِكَ النَّبِيُّ وَتِلْكَ النُّبُوَّةُ الَّتِيْ حُجِزَتْ عَلَيْنَا وَانْقَطَعَتْ فَاِنَّ مِنْ جُمْلَتِهَا التَّشْرِيْعُ بِالْوَحْيِ الْمَلَكِيِّ فِي

التَّشْرِيْعِ وَذٰلِکَ لَا يَكُوْنُ اِلَّا لِنَبِيٍّ خَاصَّةً.

(فتوحات ج:۲ ص:۵۶۸)

ترجمہ:- جیسے کسی کی طرف مبشرات کی وحی آئی اور وہ مبشرات اجزائے نبوّت میں سے ہیں، اگرچہ صاحبِ مبشرہ نبی نہیں ہوجاتا، پس رحمتِ الٰہیہ کے عموم کو سمجھو تو نبوّت کا اطلاق اسی پر ہوسکتا ہے جو تمام اجزائے نبوّت سے متصف ہو وہ نبی ہے اور وہی نبوّت ہے جو ہم سے روک دی گئی اور منقطع ہوچکی، کیونکہ نبوّت کے اجزاء میں سے تشریع بھی ہے جو وحیِ ملکی سے ہوتی ہے، اور یہ بات صرف نبی کے ساتھ مخصوص ہے۔

شیخؒ نے ان دونوں عبارتوں میں ٹھیک اسی عقیدے کا اظہار فرمایا ہے جو جمہورِ اُمت اور تمام طائفۂ صوفیائے کرام کی زبانی آپ سن چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا عہدۂ جلیلہ کسی کو عطا نہیں ہوسکتا، بلکہ جس چیز کا نام عرفِ شرع میں ''نبوّت'' ہے وہ بالکلیہ منقطع ہوچکی ہے، البتہ کمالاتِ نبوّت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے افراد میں بہ نسبت اُممِ سابقہ کے بھی زیادہ موجود ہیں، اس کا انکار نہ علمائے ظاہر کرتے ہیں، نہ صوفیائے کرام، چنانچہ ہم حصۂ اوّل میں اس کی تصریح بعض آثار و احادیث سے بھی نقل کر آئے ہیں۔

نیز ان عبارتوں سے شیخؒ کے اس کلام کی مراد بھی حل ہوگئی، جو فتوحات کے بعض دُوسرے مقامات میں درج ہے کہ: ''نبوّت بغیر تشریع کے باقی ہے'' کیونکہ اس کلام کو ان عبارتوں کے ساتھ جوڑ دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیخؒ نے کمالاتِ نبوّت اور مبشرات اور ولایت کو نبوّتِ غیر تشریعی فرمایا ہے، جو اُن کی اپنی خاص اصطلاح ہے۔

اور ان عبارتوں میں یہ صاف اعلان کردیا کہ جو نبوّت بغیر تشریع ہو وہ نبوّت نہیں کہلاتی، بلکہ نبوّت کا اطلاق اسی وقت دُرست ہوتا ہے کہ جب تمام اجزائے نبوّت (جن میں تشریع بھی داخل ہے) مکمل موجود ہے، اس لئے اس عبارت کا حاصل تقریباً

وہی ہوا جو ایک حدیث کا مضمون ہے، جس میں ارشاد ہے کہ: ''سچا خواب اجزائے نبوّت میں سے ہے'' مگر کسی کے نزدیک اس کو ''نبوّت'' نہیں کہتے۔

اسی طرح شیخؒ کے کلام میں جب ایک طرف یہ تصریح موجود ہے کہ تشریع اجزائے نبوّت میں سے ہے، اور دُوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ نبوّت بغیر تشریع باقی ہے، تو اس کا حاصل سوا اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ نبوّت باقی نہیں، بلکہ بعض اجزائے نبوّت باقی ہیں، جن کو نہ شرعاً نبوّت کہا جاسکتا ہے نہ عرفاً، اور نہ خود شیخ اکبرؒ کی اصطلاح میں، کیونکہ وہ خود فرماچکے ہیں جب تک جزءِ تشریعی ساتھ نہ ہو اس وقت تک نبوّت کا اطلاق جائز نہیں۔

یہاں سے مرزائیوں کے اُس فریب کی بھی قلعی کھل گئی جو انہوں نے شیخ اکبرؒ کے کلام کی آڑ لے کر مسلمانوں میں پھیلایا ہے کہ شیخ اکبرؒ غیرتشریعی نبوّت کی بقاء کے قائل ہیں، کیونکہ آپ ابھی خود شیخؒ کی زبانی معلوم کرچکے ہیں کہ غیرتشریعی نبوّت، نبوّت نہیں بلکہ بعض اجزائے نبوّت ہیں۔

الغرض جس کی بقاء کے وہ قائل ہیں وہ نبوّت نہیں، اور جو نبوّت ہے اس کی بقاء کے قائل نہیں، اور یہی تمام اُمت کا اِجماعی عقیدہ ہے، اور اسی پر ایمان واجب ہے۔

اور اگر بالفرض شیخؒ کی مراد ہماری سمجھ میں نہ آتی تب بھی نصوصِ قرآن و حدیث اور اجماعِ صحابہ اور جمہور اُمت کے متفقہ عقیدے کو شیخ اکبرؒ کی کسی موہوم عبارت پر شیخؒ کی جلالتِ قدر مُسلّم ہونے کے باوجود نثار نہیں کیا جاسکتا۔

اور شیخ عبدالغنی نابلسیؒ شرح فصوص الحکم میں شیخ اکبرؒ کی ایک عبارت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

وَقَدِ انْقَطَعَتِ النُّبُوَّةُ وَالرِّسَالَةُ بِنُبُوَّةِ نَبِيِّنَا وَرَسُوْلِنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَيْثُ لَمْ يَبْقَ أَحَدٌ يَتَّصِفُ بِذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (شرح فصوص ص:۸۱)

ترجمہ:- اور تحقیق نبوّت و رسالت ہمارے رسول و نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر ختم ہوچکی، اس طرح پر کہ کوئی ایسا شخص نہیں

باقی رہا جو قیامت تک اس وصفِ نبوّت کے ساتھ متصف ہوسکے۔

اور امام العارفین حضرت شیخ مجدّد الف ثانیؒ مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں:-

چوں ایں فرقۂ مبتدعہ اہلِ قبلہ اند در تکفیر آنہا جرأت نباید نمود تازمانیکہ انکار ضروریاتِ دینیہ نمایند و ردِّ متواترت اَحکامِ شرعیہ نکند، وقبولِ ماعلم مجیئہ من الدین بالضرورۃ نہ کنند۔

(مکتوبات امامِ ربانی ج:۳ ص:۳۸ و ج:۸ ص:۹۰)

ترجمہ:- چونکہ یہ فرقۂ مبتدعہ (روافض) اہلِ قبلہ ہے، اس لئے ان کی تکفیر سے اس وقت پرہیز کیا جانا چاہئے جب تک کہ ضروریاتِ دینیہ اور متواتر اَحکامِ شرعیہ کا انکار و ردّ ثابت نہ ہوجائے۔[1]

جس میں تصریح ہے کہ جو مسئلہ اسلام میں متواتر اور ضروری الثبوت ہو اِس کا انکار کفر ہے، اور یہ ابھی معلوم ہوچکا ہے کہ مسئلۂ زیرِ بحث (ختمِ نبوّت) اعلیٰ درجے کا تواتر لئے ہوئے ہے، اس لئے اس کا انکار حضرت مجدّدؒ کے نزدیک بھی کفر ہوگا۔

اور اس مضمون کو شیخ اکبرؒ نے فتوحات ج:۲ ص:۲۵۷ میں بیان کرکے اتنا اور اضافہ کیا ہے:-

اَلتَّأْوِيْلُ الْفَاسِدُ كَالْكُفْرِ.

کہ ضروریات میں تأویلِ فاسد کرنا بھی مثلِ کفر کے ہے۔

یہ عارفین صوفیاء کے مقالات ہیں، جن میں سے چند بطور نمونہ ہدیۂ ناظرین ہوئے، ان میں بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جمہورِ اُمت کی طرح یہ بلند پرواز جماعت بھی ہرقسم کی نبوّت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتی ہے اور اسی عقیدے کو جزوِ ایمان بتاتی ہے۔

علمائے اُمت کے ہر طبقے اور ہر جماعت میں سے چند ارکان و عمائد کی شہادتیں آپ کے سامنے آچکی ہیں، جن میں بغیر کسی تأویل و تخصیص اور بلا تقسیم و

---

(۱) اس ترجمہ کا اس جدید ایڈیشن میں اضافہ کیا گیا ہے۔ ۱۲ نجیب غفرلہٗ

تفصیل کے جس چیز کا نام عرفِ شریعت میں ''نبوّت'' ہے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مختتم مانا گیا ہے۔

اس کے بعد ہم انبیائے سابقین علیہم السلام اور اُمم سابقہ سے اسی دعوے کی شہادتیں پیش کرتے ہیں، جس کے آنکھ ہو دیکھے اور جس کے کان ہو سنے، وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا فَمَا لَہٗ مِنْ نُّوْرٍ۔

کتبِ قدیمہ توراۃ و اِنجیل
میں
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر
اور مسئلہ ختمِ نبوّت پر انبیائے سابقین
اور ان کی اُمتوں کی شہادتیں

آخر میں ہم ناظرین کے سامنے کتبِ قدیمہ کے چند اوراق کھولتے ہیں، جن میں مسئلۂ ختمِ نبوّت زیرِ بحث پر کافی روشنی ڈال کر یہ جتلا دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوّت کا اختتام آپؐ کی ایک ایسی خصوصی فضیلت ہے کہ جماعتِ انبیاءؑ میں سے آپؐ کے لئے طغریٔ امتیاز ہے، اور امتیاز بھی وہ کہ آپؐ کی تشریف آوری سے بہت پہلے دُنیا میں اس کا اعلان کردیا گیا تھا۔

لیکن موجودہ توراۃ و اِنجیل چونکہ اپنے پرستاروں کے دستِ ظلم سے مسخ و فسخ اور حذف و ازدیاد کی آماجگاہ بنی ہوئی ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ آئے دن اُن کے بدلنے کے لئے کمیشن بیٹھتا ہیں، اس لئے ہم نے اس باب میں بھی اپنے علمائے سلف اور صحابہؓ وتابعینؒ کی نقلوں پر اعتماد کیا ہے جو مستند کتبِ حدیث سے اخذ کی گئی ہیں، جس کو ہم اگر اقوالِ محدّثین میں داخل کرنا چاہیں تو بلاتکلف کرسکتے ہیں۔ پھر جب ہم نے اس میدان میں قدم رکھا تو ابوابِ سابقہ کی طرح یہ بھی ایک ناپیدا کنار دریا نکلا، جس کے چند موتی ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں، اور باقی کو بخوفِ تطویل حذف کیا جاتا ہے، وہی ہذا:-

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم

امام التفسیر ابنِ جریر طبریؒ آیۂ کریمہ: ''وَأَخَذَ الْأَلْوَاحَ'' کے تحت اَلواحِ توراۃ کا ذکر کرتے ہوئے ایک طویل حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:-

قَالَ مُوْسٰی: یَا رَبِّ! اِنِّیْ أَجِدُ فِی الْأَلْوَاحِ أُمَّةً هُمُ الْاٰخِرُوْنَ فِی الْخَلْقِ السَّابِقُوْنَ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ، رَبِّ اجْعَلْهُمْ أُمَّتِیْ. قَالَ: تِلْکَ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ:- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ: اے میرے رَبّ! میں اَلواحِ توراۃ میں ایک ایسی اُمت دیکھتا ہوں جو پیدائش میں سب سے آخری ہے اور دُخولِ جنت میں سب سے مقدّم، اے میرے رَبّ! ان کو میری اُمت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہے۔

محدّث ابونعیمؒ نے بھی دلائل النبوۃ صفحہ:۱۴ میں یہ روایت مفصل نقل کی ہے، نیز ابونعیمؒ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:-

میں آخرِ شب میں ایک ٹیلے پر تھا کہ یکا یک ایک بلند آواز سنی جس سے زیادہ بلند اور رسا آواز میں نے کبھی نہیں سنی تھی، دیکھا گیا تو وہ ایک یہودی تھا جو مدینہ طیبہ کے ایک ٹیلے پر ایک مشعل لئے ہوئے ہے، اس کو دیکھ کر لوگ جمع ہوگئے، اور کہا کیا ہوا؟ کیوں چلاتے ہو؟ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اس کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا:-

هٰذَا کَوْکَبُ أَحْمَدَ قَدْ طَلَعَ هٰذَا کَوْکَبٌ لَّا یَطْلُعُ اِلَّا بِالنُّبُوَّةِ وَلَمْ یَبْقَ مِنَ الْأَنْبِیَاءِ اِلَّا أَحْمَدُ. (دلائل النبوۃ ص:۱۷)

ترجمہ:- یہ ستارۂ احمد طلوع ہوچکا، یہ ستارہ ہمیشہ نبوّت کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اور انبیاء میں سے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا

کوئی باقی نہیں رہا جو مبعوث نہ ہوا ہو۔

اور حضرت خویصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

یہود ہمارے ساتھ رہتے تھے، اور وہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے) ایک ایسے نبی کے پیدا ہونے کا ذکر کیا کرتے تھے جو مکہ میں مبعوث ہوں گے، اور ان کا نام احمد ہوگا، اور انبیاء میں سے اُن کے سوا کسی کی بعثت باقی نہیں رہی، اور یہ سب ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ (رواہ ابونعیمؒ فی الدلائل ص:۱۷)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ابومالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ: میں ایک روز قبیلۂ بنی عبدالاشہل میں گیا تھا، وہاں یوشع یہودی سے سنا کہ وہ کہتا تھا:-

ایک نبی کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب آگیا ہے، جن کو احمد کہا جاتا ہے، جو حرم میں پیدا ہوں گے، اور پھر کہا کہ: یہ بات تنہا یوشع نہیں کہتا بلکہ یثرب (مدینہ) کے تمام یہودی یہی کہہ رہے ہیں۔

ابو مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں یہاں سے فارغ ہوکر بنی قریظہ میں پہنچا، تو ایک جماعت دیکھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہی تھی، زہیر ابن باطا نے کہا کہ:-

کوکبِ احمد طلوع ہو چکا ہے، اور یہ ستارہ جب ہی طلوع ہوتا ہے جب کوئی نبی پیدا ہوتا ہے، اور انبیاء میں سے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کسی کی پیدائش باقی نہیں رہی، اور یہ (مدینہ) اُن کی ہجرت گاہ ہے۔ (رواہ ابونعیم فی الدلائل ص:۱۸)

اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرے والد توراۃ اور اس کلامِ پاک کے سب سے زیادہ عالم تھے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا، اور وہ جو کچھ جانتے تھے مجھ سے کچھ نہ چھپاتے تھے، جب اُن کی وفات قریب آئی تو مجھے بلایا اور کہا:-

بیٹا! تم جانتے ہو کہ جو کچھ علم مجھے حاصل تھا، میں نے تم سے کچھ نہیں چھپایا، مگر دو ورق ابھی تک میں نے تم پر ظاہر نہیں کئے تھے جن میں ایک نبی کا ذکر ہے، جن کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا ہے، میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ تمہیں پہلے سے اس پر مطلع کردوں، کیونکہ خطرہ تھا کہ کوئی کذّاب اُٹھے اور تم اسی کو نبیٔ موعود سمجھ کر اطاعت شروع کردو، ان دونوں ورقوں کو میں نے اس طاق میں جس کو تم دیکھ رہے ہو گارے سے بند کردیا۔

کعب احبار رضی اللہ عنہ نے (اس کا طویل دِلچسپ قصہ لکھنے کے بعد) فرمایا کہ: پھر میں نے یہ دو ورق اس طاق سے نکالے تو ان میں یہ کلمات بھی لکھے تھے:-

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتِمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ.

(رواہ ابونعیم، از درمنثور ج:۳ ص:۱۲۲)

ترجمہ:- محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور سب انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں، آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام

اور حضرت وہب بن منبہؒ نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی، جس میں طویل کلام کے ضمن میں یہ کلمات بھی مذکور ہیں:-

اِنِّىْ بَاعِثٌ نَبِيًّا اُمِّيًّا أَفْتَحُ بِهٖ اٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا وَّأَعْيُنًا عُمْيًا مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَمُهَاجَرُهٗ بِطَيْبَةَ وَمُلْكُهٗ بِالشَّامِ (الٰى قوله) وَأَجْعَلُ أُمَّتِهِمْ خَيْرُ أُمَّةٍ (الٰى قوله) أَخْتِمُ بِكِتَابِهِمُ الْكُتُبَ وَبِشَرِيْعَتِهِمُ الشَّرَائِعَ وَبِدِيْنِهِمُ الْأَدْيَانَ، الحديث.

(رواہ ابونعیم فی الدلائل ص:۱۶ والسیوطی فی الدر المنثور ج:۳ ص:۱۱۴)

ترجمہ:- میں ایک نبیٔ اُمی بھیجنے والا ہوں جس کے ذریعے سے میں بہرے کانوں اور بند دِلوں اور اندھی آنکھوں کو کھول دُوں

گا، ان کی جائے پیدائش مکّہ، اور ہجرت گاہ مدینہ اور اقتدار شام میں ہوگا، (اس کے بعد فرمایا) اور ان کی اُمت کو بہترین اُمت بناؤں گا، ان کی کتاب پر آسمانی کتابیں اور ان کی شریعت پر تمام شریعتیں اور ان کے دِین پر تمام اَدیان ختم کردُوں گا۔

حضرت دانیال علیہ السلام

اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ: اَرضِ بابل سے بنی اسرائیل کی خلاصی کا سبب بخت نصر کا ایک طویل خواب ہوا ہے، جس میں اس نے ایک عظیم الشان بت دیکھا تھا، جس کا سر آسمان میں اور پاؤں زمین میں ہیں، اس کے اُوپر کا حصہ سونے کا، اور درمیانی چاندی کا اور نیچے کا حصہ تانبے کا اور دونوں پنڈلیاں لوہے کی اور پاؤں مٹی کے ہیں، اچانک آسمان سے ایک پتھر آیا جو اس کے سر کی چوٹی پر پڑا جس سے اس کا ریزہ ریزہ ہوکر چاندی، سونا لوہا، تانبہ سب ایک ہوگیا، پھر دیکھا کہ یہ آسمانی پتھر بڑھ رہا ہے یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے اس نے تمام زمین کو گھیر لیا، اور سوائے آسمان اور اس پتھر کے کچھ نظر نہیں آتا، جس کی تعبیر اس زمانے کے نبی حضرت دانیال علیہ السلام نے مفصل بیان فرمائی، جس کے چند کلمات یہ ہیں:-

> وہ پتھر جو بت کے سر پر پھینکا گیا وہ اللہ کا دِین ہے، جو اس اُمت کے سر پر آخر زمانے میں ڈالا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ ایک نبیٔ اُمی عرب سے بھیجے گا، جس کے ذریعے سے تمام اُمم و اَدیان کو زیر و زبر کردیا جائے گا، جس طرح اس پتھر نے بت کو زیر و زبر کردیا۔ (اَز دلائل ابونعیمؒ ص:۲۰)

اور یہی روایت سیوطیؒ نے خصائص جلد:۱ صفحہ:۲۴ میں بھی مفصل نقل فرمائی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کی شہادت اور اُس کا قابلِ دید واقعہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں اور ابن

مالکؓ بادشاہِ رُوم مقوقس کے یہاں پہنچے، مقوقس نے ہم سے پوچھا کہ: تم یہاں تک کیسے پہنچے؟ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب تو درمیان میں تھے، انہوں نے تمہیں روکا نہیں؟ ہم نے کہا کہ: ہم دریا کے کنارے کنارے چلے آئے، ہمیں بھی یہی خوف دامن گیر تھا۔

پھر اس نے پوچھا کہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں جس دِین کی دعوت دی تم نے اس کے متعلق کیا معاملہ کیا؟ ہم نے کہا کہ: ہم میں سے کسی نے بھی اُن کی دعوت قبول نہیں کی۔ اس نے پوچھا: کیوں؟ ہم نے کہا: وہ ایک نیا دِین لے کر آئے ہیں جس پر ہمارے باپ دادا عامل نہیں، اور نہ بادشاہ (یعنی آپ) اور ہم اسی طریقے پر ہیں جس پر ہمارے آباء واجداد گزرے ہیں۔

پھر مقوقس نے کہا کہ: اچھا اُن کی قوم (قریش) نے اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ ہم نے کہا کہ: نوعمر لوگ اُن کے متبع ہوگئے، اور جو لوگ مخالف تھے انہوں نے مختلف مواقع میں کئی مرتبہ مقابلہ کیا، کبھی میدان اُن کے ہاتھ رہا اور کبھی اس نے فتح پائی۔

پھر مقوقس نے کہا کہ: کیا تم مجھے سچ سچ بتاسکتے ہو کہ وہ لوگوں کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ: اُن کی دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں، جس کا کوئی شریک نہیں، اور ان تمام معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباء واجداد پوجا کرتے تھے، اور نماز وزکوٰۃ کی تعلیم دیتے ہیں۔

مقوقس نے پوچھا: نماز اور زکوٰۃ کیا چیز ہیں؟ کیا اُن کے لئے کوئی وقت اور کوئی عدد مقرّر ہے؟ ہم نے کہا: ہاں! وہ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں، جن کے لئے خاص خاص نام بھی ہیں، اور وہ بیس مثقال سونے میں سے چالیسواں حصہ ادا کرتے ہیں، اسی طرح سے مفصل زکوٰۃ کے اَحکام سنائے۔

اس نے پوچھا کہ: پھر وہ یہ مالِ زکوٰۃ لے کر کہاں خرچ کرتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ: وہ فقراء میں تقسیم کردیتے ہیں، اور وہ صلۂ رحمی اور ایفاءِ عہد کا حکم کرتے ہیں، اور یہ کہ سود لینا، زنا کرنا، شراب پینا حرام ہے، اور جو جانور اللہ کے نام پر ذبح نہ

کیا جائے اس میں سے نہیں کھاتے۔

مقوقس نے کہا: بیشک وہ نبی ہیں، جو تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں، اور اگر وہ قبط اور رُوم کے پاس تشریف لاتے تو وہ آپؐ کا اِتباع کرتے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کو اس کا اَمر فرمایا ہے۔ اور تم نے جو کچھ حالات و اوصاف اُن کے بیان کئے ہیں یہ سب وہی اوصاف ہیں جن پر انبیائے سابقین مبعوث ہوئے ہیں اور قریب ہے کہ انجام اُن کے ہاتھ ہوگا، یہاں تک کہ ایک متنفس اُن سے جھگڑنے والا نہ رہے گا، اور ان کا دِین ہر اس حد تک غالب آجائے گا جہاں تک اُونٹ اور گھوڑے جاسکتے ہیں، اور جہاں تک انسانوں کی آبادی ہے، اور قریب ہے کہ ان کی قوم اُن سے نیزوں کے ساتھ مدافعت کرے گی۔

ہم نے کہا کہ: اگر تمام انسان بھی اُن کے دِین میں داخل ہوجائیں تب بھی ہم داخل نہ ہوں گے۔ یہ سن کر مقوقس نے (نفرت سے) سر ہلایا اور کہا کہ: تم لہو و لعب میں ہو۔

پھر مقوقس نے پوچھا کہ: اُن کا نسب کیسا ہے؟ ہم نے کہا کہ: وہ نسب میں اَشرف ہیں۔ اس نے کہا کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام انبیاء اسی طرح اپنی قوم میں شریف نسب سے بھیجے جاتے ہیں۔

پھر پوچھا کہ: اُن کے سچ بولنے کا کیا حال ہے؟ ہم نے کہا کہ: اپنی سچائی کی وجہ سے تمام عرب میں ''امین'' کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ سن کر کہنے لگا کہ: تم اپنے معاملے میں پھر سے غور کرو، کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ تم سے سچ بولے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے؟

پھر کہا کہ: کن کن لوگوں نے آپؐ کا اِتباع کیا؟ ہم نے کہا: نوعمر لوگوں نے، مقوقس نے کہا کہ: وہ اور حضرت مسیح علیہ السلام تمام انبیائے سابقین کی طرح ہیں۔

پھر پوچھا کہ: یثرب کے یہود نے اُن کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس لئے کہ وہ اہلِ توراۃ ہیں۔ ہم نے بیان کیا کہ: انہوں نے مخالفت کی، تو اس نے اُن کا مقابلہ کیا، بعض کو قتل کیا اور بعض کو قید، اور وہ سب منتشر ہوگئے۔

یہ سن کر کہنے لگا کہ: وہ حاسد ہیں، حسد کی وجہ سے مخالفت کی، ورنہ وہ بھی اُن کے حال کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ ہم جانتے ہیں۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہم اُن کے پاس سے اُٹھے، اور ایک ایسی بات سن کر اُٹھے جس نے ہمیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منقاد و مطیع بنادیا تھا، اور ہم نے آپس میں کہا کہ: عجمی بادشاہ باوجود بُعد تعلقات کے اُن کی تصدیق کرتے ہیں اور اُن سے ڈرتے ہیں، اور ہم اُن کے رشتہ دار اور پڑوسی ہونے کے باوجود اُن کے دِین میں داخل نہیں ہوتے، حالانکہ وہ ہمیں دعوت دینے کے لئے ہمارے گھروں میں تشریف لائے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اسکندریہ میں مقیم رہا، اور کوئی کنیسہ (گرجا) نہیں چھوڑا جس میں جاکر انہوں نے وہاں کے قبطی اور رُومی پادریوں سے دریافت نہ کیا ہو کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا کیا صفات اپنی کتابوں میں پاتے ہو؟

کنیسہ ابی غنی میں ایک بڑا مشہور پادری تھا جس کو متبرک سمجھ کر لوگ اپنے مریضوں کو دُعا پڑھوانے کے لئے اس کے پاس لاتے تھے، اور میں دیکھتا تھا کہ وہ پانچ نمازیں نہایت خشوع وخضوع سے پڑھتا تھا، میں نے اس سے دریافت کیا کہ:-

أَخْبِرْنِيْ هَلْ بَقِيَ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ؟ قَالَ: نَعَمْ! وَهُوَ اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ أَحَدٌ وَّهُوَ نَبِيٌّ قَدْ أَمَرَنَا عِيْسٰى بِاتِّبَاعِهٖ وَهُوَ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ الْعَرَبِيُّ اسْمُهٗ أَحْمَدُ لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ فِيْ عَيْنَيْهِ حُمْرَةٌ، الحديث.

(رواہ ابونعیم فی الدلائل ص:۲۰، ۲۱)

ترجمہ:- مجھے بتلاؤ کہ کیا انبیاء میں سے کوئی نبی باقی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! اور وہی آخر الانبیاء ہیں، اُن کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں، وہ نبی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں اُن کے اِتباع کا حکم فرمایا ہے، وہ نبیٔ اُمی عربی

ہیں، اُن کا نام احمد ہے، نہ دراز قد ہیں نہ پست قد (بلکہ درمیانہ)، اُن کی آنکھوں میں سرخی ہے (اس کے بعد اور بہت سے اوصاف بیان کئے)۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے اس کے کلام کو خصوصاً اور دُوسرے پادریوں کے کلمات عموماً یاد رکھے، اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام واقعہ سنایا اور مشرف باسلام ہوگیا، فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

ہمیں اس جگہ اس تمام واقعے سے صرف وہ سطریں مقصود تھیں جو عربی عبارت میں نقل کی گئی ہیں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت کا کلی اختتام بتلایا گیا ہے، لیکن ناظرین کی دِلچسپی کے لئے پورا واقعہ نقل کردیا، جو فائدے سے خالی نہیں۔

اور بلال بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں ایک دفعہ تجارت کے لئے ملکِ شام کی طرف چلا، جب میں شام کے گرد و نواح میں پہنچا تو اہلِ کتاب میں سے ایک شخص ملا جس نے پوچھا کہ: کیا تمہارے یہاں کسی نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے پوچھا کہ: تم اُن کی صورت پہچانتے ہو؟ میں نے اقرار کیا، یہ سن کر وہ مجھے اپنے گھر لے گیا، میں اس کے گھر پہنچا، تو اندر داخل ہوتے ہی ٹھیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر نظر پڑی، ایک آدمی آپؐ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہے، میں نے اس سے دریافت کیا کہ: یہ شخص جو آپؐ کی پشت کی جانب کھڑا ہے کون ہے؟ اس نے جواب دیا:-

اِنَّهٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ اِلَّا کَانَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ اِلَّا ھٰذَا فَاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَھٰذَا الْخَلِیْفَةُ بَعْدَهٗ۔ (رواہ الطبرانی کذا فی الکنز ج:۶ ص:۲۸۱)

ترجمہ:- بات یہ ہے کہ اس سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کے بعد کوئی اور نبی نہ ہو سوائے اس کے کہ اُن کے بعد کوئی نبی نہیں، اور یہ شخص جو پیچھے کھڑے ہیں ان کے خلیفہ ہیں۔

بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: اب جو میں نے غور کیا تو پیچھے والی تصویر ٹھیک ابوبکر صدیقؓ ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ صحیفۂ ابراہیمؑ میں لکھا ہوا ہے:-

اِنَّهٗ كَائِنٌ مِّنْ وُّلْدِكَ شُعُوْبٌ وَّشُعُوْبٌ حَتّٰى يَأْتِيَ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ الَّذِيْ يَكُوْنُ خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ.

(خصائصِ کبریٰ للسیوطیؒ ج:۱ ص:۹)

ترجمہ:- آپ کی اولاد میں قبائل در قبائل ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ نبیٔ اُمی آجائیں، جو خاتم الانبیاء ہوں گے۔

اور ابنِ جریرؒ اپنی تفسیر میں ابوالعالیہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دُعا کی:-

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ الاٰية، قَدِ اسْتُجِيْبَ لَكَ وَهُوَ كَائِنٌ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ.

یعنی اے ہمارے ربّ! ان میں ایک رسول بھیج .... الخ، تو بذریعہ وحی اُن کو یہ جواب دیا گیا کہ آپ کی دُعا قبول ہوگئی اور وہ رسول آخری زمانے میں ہونے والے ہیں۔

اور امام بیہقیؒ بروایت عمرو بن الحکم نقل فرماتے ہیں کہ میرے آباء و اجداد سے ایک ورق محفوظ چلا آتا تھا جو جاہلیت میں نسلاً بعد نسلٍ وراثت میں منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ دینِ اسلام ظاہر ہوا، پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو لوگ یہ ورق آپؐ کی خدمت میں لائے، پڑھوایا گیا تو اس میں یہ عبارت لکھی تھی:-

بِسْمِ اللهِ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ هٰذَا الذِّكْرُ لِاُمَّةٍ تَأْتِيْ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ يَسْبَلُوْنَ أَطْرَافَهُمْ وَيَأْتَزِرُوْنَ عَلٰى أَوْسَاطِهِمْ وَيَخُوْضُوْنَ الْبِحَارَ اِلٰى أَعْدَائِهِمْ فِيْهِمْ صَلٰوةٌ لَوْ كَانَتْ فِيْ قَوْمِ نُوْحٍ مَا أُهْلِكُوْا بِالطُّوْفَانِ، وَفِيْ عَادٍ مَّا أُهْلِكُوْا

بِالرِّیْحِ، وَفِیْ ثَمُوْدَ مَا اُھْلِکُوْا بِالصَّیْحَةِ.

(خصائصِ کبریٰ ج:۱ ص:۱۶)

ترجمہ:- اللہ کے نام پر شروع ہے اور اسی کا قول حق ہے، یہ ذکر ہے اس اُمت کا جو آخر زمانے میں آئے گی، جن کے لباس کے اطراف چھوٹے ہوئے ہوں گے اور اپنی کمروں پر تہبند باندھیں گے اور دُشمنوں کے مقابلے کے لئے دریاؤں میں گھس پڑیں گے، ان میں ایسی نماز ہوگی کہ اگر قومِ نوحؑ میں یہ نماز ہوتی تو وہ طوفان سے ہلاک نہ ہوتے، اور اگر قومِ عاد میں ہوتی تو وہ ہوا کے طوفان سے ہلاک نہ ہوتے، اور اگر قومِ ثمود میں ہوتی تو وہ ہولناک آواز سے ہلاک نہ کئے جاتے۔

جب یہ ورق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھا گیا تو اس کے مضمون کو سن کر آپؐ خوش ہوئے۔

اور زید بن عمرو بن نفیلؓ جو علمائے اہلِ کتاب میں سے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وفات پاگئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و صفات بیان کیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا:-

اِنِّیْ بَلَغْتُ الْبِلَادَ کُلَّھَا أَطْلُبُ دِیْنَ اِبْرَاھِیْمَ وَکُلٌّ اَسْأَلُ مِنَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَالْمَجُوْسِ یَقُوْلُ ھٰذَا الدِّیْنُ وَرَاءَکَ وَیَنْعِتُوْنَ مِثْلَ مَا نَعَتُّہٗ لَکَ وَلَمْ یَبْقَ نَبِیٌّ غَیْرُہٗ.

(خصائصِ کبریٰ ج:۱ ص:۲۵)

ترجمہ:- میں دینِ ابراہیمؑ کی طلب میں تمام شہروں میں پہنچا، اور یہود و نصاریٰ اور مجوس میں جس کسی سے پوچھتا تھا یہی جواب دیتا تھا کہ یہ دِین تم سے آگے آنے والا ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہی اوصاف بیان کرتے تھے جو میں نے تم سے بیان کئے ہیں، اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ان کے سوا کوئی نبی باقی نہیں رہا۔

اور محدّث ابونعیمؒ حضرت سعد بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہودِ بنی قریظہ و بنی نضیر کے پادری، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کیا کرتے تھے، جب کوکبِ احمر طلوع ہوا تو سب نے متفقہ طور پر کہا:-

اِنَّهٗ نَبِیٌّ وَّاِنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَاسْمُهٗ اَحْمَدُ.

(خصائص ج:۱ ص:۲۷)

ترجمہ:- محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں، اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور آپؐ کا نام احمد ہے۔

نیز ابونعیمؒ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ مدینہ کے ایک ٹیلے پر تھے، اچانک یہ آواز سنی:-

یَا اَهْلَ یَثْرَبَ! قَدْ ذَهَبَتْ وَاللهِ نُبُوَّةُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ هٰذَا نَجْمٌ قَدْ طَلَعَ بِمَوْلِدِ اَحْمَدَ وَهُوَ نَبِیٌّ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ مُهَاجَرُهٗ اِلٰی یَثْرَبَ. (خصائص ج:۱ ص:۲۷)

ترجمہ:- اے اہلِ یثرب! خدا کی قسم بنی اسرائیل کی نبوّت جاتی رہی، یہ ستارہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کے ساتھ طلوع ہوا ہے، اور وہ آخر الانبیاء ہیں، اور ان کی ہجرت کی جگہ یثرب ہے۔

امام بیہقیؒ اور طبرانیؒ اور ابونعیمؒ اور خرائطیؒ خلیفہ بن عبدہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن محمد بن عدی بن ربیعہ سے پوچھا کہ: زمانۂ جاہلیت میں تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیسے رکھ دیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ: جو بات تم نے مجھ سے دریافت کی ہے، میں نے خود اپنے والد سے دریافت کی تھی، انہوں نے اس کا یہ واقعہ سنایا کہ:-

قبیلۂ بنی تمیم کے ہم چار آدمی شام کے سفر کے لئے نکلے، جن میں ایک میں تھا، اور دُوسرے سفیان بن مجاشع بن آدم، اور تیسرے یزید بن عمرو بن ربیعہ، اور چوتھے اُسامہ بن مالک بن خندف، جب ہم ملکِ شام پہنچے تو ایک تالاب پر اُترے، جس کے

کنارے پر درخت کھڑے تھے، ہمیں دیکھ کر ایک پادری ہمارے پاس آیا اور پوچھا: تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا کہ: قبیلۂ مضر کی ایک جماعت ہے، اس نے کہا:-

اِمَّا اَنَّہٗ سَوْفَ یُبْعَثُ مِنْکُمْ وَشِیْکًا نَبِیٌّ فَسَارِعُوْا اِلَیْہِ وَخُذُوْا بِحَظِّکُمْ مِّنْہُ تَرْشُدُوْا فَاِنَّہٗ خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ.

ترجمہ:- تمہارے قبیلے میں عنقریب ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں، تم ان کی طرف جلدی پہنچو، اور اپنا حصۂ دِین ان سے لے لو، تم ہدایت پاؤگے، کیونکہ وہ آخری نبی ہیں۔

ہم نے پوچھا کہ ان کا کیا نام ہے؟ انہوں نے "محمد" بتلایا، جب ہم وہاں سے واپس آئے تو اتفاقاً ہم چاروں کے چار لڑکے پیدا ہوئے، ہم میں سے ہر ایک نے اپنے لڑکے کا نام اس طمع پر "محمد" رکھ دیا کہ شاید یہ وہی نبی ہوجائیں۔

(خصائصِ کبریٰ ج:۱ ص:۲۳)

حضرت یعقوب علیہ السلام

ابنِ سعدؒ محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر یہ وحی نازل فرمائی:-

اِنِّیْ اَبْعَثُ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ مُلُوْکًا وَّاَنْبِیَاءَ حَتّٰی اَبْعَثَ النَّبِیَّ الْحَرَمِیَّ الَّذِیْ تَبْنِیْ اُمَّتُہٗ ھَیْکَلَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ وَھُوَ خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ وَاسْمُہٗ اَحْمَدُ. (خصائص ج:۱ ص:۹)

ترجمہ:- میں آپ کی ذُرِّیت میں بادشاہ اور انبیاء پیدا کروں گا یہاں تک کہ حرم والے نبی مبعوث ہوں جن کی اُمت ہیکل بیت المقدس کو بنائے گی اور وہ خاتم الانبیاء ہوں گے اور ان کا نام "احمد" ہوگا۔

مسئلہ زیرِ بحث پر تمام شرعی حجتیں اور اُن کے متعلقات کافی طور پر پیش کرنے کے بعد اُن آزاد خیال لوگوں کی ضیافتِ طبع کے لئے کچھ سامان عقلی حکمتوں کا بھی پیش کر کے حجت تمام کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جن کے یہاں آزادی کے معنی ہی دِین و مذہب سے بیزاری ہے، جنھیں قرآن و حدیث سے شفاء نہیں ہوتی، اگرچہ ایسے حضرات سے کیا توقع ہے کہ وہ ہماری عرض داشت پر بھی کان لگائیں، لیکن ۔

حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتامِ نبوّت کی عقلی دلیلیں

مسئلہ ختمِ نبوّت کے متعلق قرآنِ حکیم کا ناطق فیصلہ، احادیثِ نبویہ کی تصریحات، اِجماعِ صحابہؓ اور پھر سینکڑوں علمائے سلف کے اقوال ناظرین کے سامنے آچکے ہیں، اور یہی تین اُصول ہیں جن سے عقیدے کے مسائل ثابت ہوسکتے ہیں۔ چوتھے درجے میں قیاس بھی شرعی حجت ہے، لیکن اوّل تو بابِ عقائد میں قیاس محض حجت نہیں سمجھا جاتا، دُوسرے قیاسِ فقہی معتبر ہونے کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ جس حکم کو قیاس سے ثابت کیا جاتا ہے وہ قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہو، اور نہ صحابہ کا اجماع اس پر ہوا ہو، بلکہ یہ تینوں حجتیں جس حکم سے خاموش ہوں، صرف وہی قیاس سے ثابت کیا جاتا ہے، اس لئے قیاسِ فقہی اس مسئلے میں پیش نہیں کیا جاسکتا، منصوصات اور منقولات کی عقلی حکمتیں ہر وقت بیان کی جاسکتی ہیں۔

اگرچہ قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہؓ و سلفؒ کے اتنے بڑے ذخیرے کے سامنے آجانے کے بعد ایک سلیم الطبع سچا مسلمان تو یہی کہے گا کہ ۔

شد از حقائقِ عرفاں دلم خزینۂ راز
گراف فلسفیاں کے بہ نیم فلس خرم

پُر است گوشِ من از لہجۂ ملک چو مسیح
کجا مشوش خاطر شود نہیق خرم

اور حقیقت یہی ہے کہ کسی مسئلے کی حقیقت اگر منکشف ہوسکتی ہے اور کسی تحقیق میں اگر شفاءِ صدر ہوسکتی ہے تو اس کا راستہ نورِ نبوّت اور وحیٔ الٰہی کے سوانہیں، پائے استدلال نے کبھی اس میدان کو طے نہیں کیا، جن لوگوں نے محض اپنی عقل کو کافی سمجھ کر تحقیق کے میدان میں قدم رکھا ہے، عمر بھر ناکامی اور نامرادی کے ساتھ حیران و پریشان پھرنے کے بعد انہیں بھی وہی کہنا پڑا ہے جو دانائے رُوم نے فرمایا تھا ؎

آزمودم عقل دُور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

الغرض قرآن وحدیث، اِجماع اور آثارِ صحابہؓ پیش کرنے کے بعد کسی مسلمان کے لئے حاجت نہیں کہ عقلی حکمتیں پیش کرنے کا انتظار کرے، بلکہ اس کے نزدیک ساری عقلی حکمتیں اور عقلیں اس ایک حکمت پر قربان ہیں کہ جب ایک ذاتِ مقدس کو آفتاب سے زیادہ روشن علامات کے ذریعہ خدا کا رسول تسلیم کرلیا تو پھر جزئی حکم میں اس سے حکمت یا علت پوچھنا عقل اور حکمت کے خلاف ہے، کیونکہ وہ ایسی کامل اور مکمل عقل کا متبع ہے جس کے سامنے ساری دُنیا کی عقلیں ہیچ ہیں، جس کے نشاط میں وہ کہہ اُٹھتا ہے ؎

افلاطون کاشکے می دید یونانے کہ من دارم

اس کا سینہ ایک ایسی حکمت سے معمور ہے جس کے سامنے ساری حکمتیں گرد ہیں ؎

دلے دارم جواہر خانۂ عشق است تحویلش
کہ دارد زیرِ گردوں میر سامانے کہ من دارم

الحاصل ضرورت نہ تھی کہ شرعی حجتوں کو پیش کرنے کے بعد ہم اس میدان میں قدم رکھتے، لیکن دو وجہ سے اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اوّل تو یہ کہ نقل کو جب عقل کے ساتھ مطابق کرکے دِکھلایا جاتا ہے تو یہ حکم دِل میں اُتر جاتا ہے، اور اس پر عمل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ دُوسرے یہ کہ مرزائیوں کی ابلہ فریب تحریفات نے جیسا

کہ قرآن و حدیث پر اپنا جال پھیلانا چاہا ہے، ایسے ہی یہ بھی ذہن نشین کرنے کی کوشش کی ہے کہ ختمِ نبوّت کا عقیدہ عقل کے خلاف ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کو گھٹانے والا ہے ۔

چشمِ بد اندیش کہ برکندہ باد

عیب نماید ہنرش در نظر

اس لئے ضرورت ہوئی کہ ان کا یہ طلسم توڑ کر عقلی طور بھی یہ دِکھلا دیا جائے کہ ختمِ نبوّت عین مقتضائے عقل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ امتیازی فضیلت ہے جو آپؐ کی شان کو تمام انبیاء ورُسل سے بڑھا دیتی ہے۔

مرزائیوں نے اس باب میں بزور خطابت جو کچھ مسلمانوں کے قلوب میں ڈالنے کی کوشش کی ہے اُس کا خلاصہ دو یا تین باتیں ہیں۔

اوّل:- یہ کہ نبوّت ایک رحمت ہے، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتمِ نبوّت قرار دیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ رحمۃ للعالمین کے آتے ہی دُنیا سے رحمت منقطع ہوگئی، یہ اچھی برکت ہوئی کہ رحمت کا خاتمہ ہوگیا، اور قیامت تک اس کا دروازہ بند ہوگیا، اور یہ صریح توہین ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

دوم:- یہ کہ قدیم سے عادۃ اللہ اس پر جاری ہے کہ جب دُنیا میں گمراہی غالب آئی، لوگ صراطِ مستقیم سے ہٹنے لگے تو اپنی رحمتِ کاملہ سے کوئی نبی مبعوث فرمادیا۔

آج بھی جبکہ دُنیا پر ظلم و جور کی حکومت ہے، کفر وضلالت کی گھٹائیں عالم پر چھا گئی ہیں، نبوّت کی ضرورت پیدا ہوگئی، اُدھر خداوند عالم کی رحمت میں کمی نہیں، اس لئے عادۃ اللہ کے مطابق ضرور کوئی نبی مبعوث ہونا چاہئے۔

سوم:- انبیائے سابقین میں سے جو اُولوالعزم انبیاء گزرے ہیں، ان کے ماتحت بہت سے انبیاء انہی کی شریعت کی نشر و اشاعت کے لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں جس سے ان کی عظمتِ شان ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ ایک بادشاہ کے ماتحت جس قدر خود مختار سلطنتیں اور ریاستیں، رجواڑے ہوتے ہیں اسی قدر اس بادشاہ کی عظمت ثابت ہوتی ہے اور شاہ کے بجائے اس کو شہنشاہ کہا جاتا ہے۔ اس فطری قاعدے کا مقتضاء

بھی یہ ہے کہ سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بجائے انقطاعِ نبوّت کے انبیائے ماتحت کی اس قدر کثرت ہو جو انبیائے سابقین سے بھی بڑھ جائے۔

یہ چند کلمات ہیں جن کو دِلفریب صورت سے مسلمانوں کے سامنے پیش کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان اور فضیلتِ مطلقہ کے حامی ہیں، اور ختمِ نبوّت کا عقیدہ اس کے خلاف ہے۔

ان سب باتوں کا اجمالی اور مختصر جواب تو یہ ہے کہ ختمِ نبوّت کا عقیدہ (جیسا کہ ہم اُوپر ثابت کر آئے ہیں) ہم نے خود تصنیف نہیں کیا، بلکہ اس عظیم الشان رسول کے بھیجنے والے نے اور خود رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ ہمیں بتلایا ہے ہم نے تسلیم و انقیاد کو اپنا فرض سمجھ کر قبول کرلیا۔

بارہا گفتہ ام و باد دگر منگویم
کہ من گم شدہ ایں رہ نہ بخود می پویم
در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استادِ ازل گفت ہما می گویم

تو اگر بالفرض عقیدۂ ختمِ نبوّت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بڑی عظمت ظاہر نہیں ہوتی، تو کس کو حق پہنچتا ہے کہ خدا اور اس کے رسول پر زبردستی کر کے اس عظمت سے زائد کوئی عظمت آپؐ کے لئے ثابت کرے جو خداوندِ عالم نے آپؐ کو عنایت فرمائی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ جس کو خدائے قدوس نے عقل و فہم کا کوئی حصہ عنایت فرمایا ہے وہ بلا تأمل سمجھ سکتا ہے کہ ختمِ نبوّت ایک ایسی فضیلت اور انتہائی عظمت ہے کہ ایک نبی کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی عظمت نہیں ہوسکتی، جس کی تفصیل مرزائیوں کے بیاناتِ مذکورہ کی ترتیب پر ذیل میں عرض کی جاتی ہے۔

اَمرِ اوّل کے متعلق گزارش ہے کہ نبوّت کا رحمت ہونا تو مُسلَّم ہے اور یہ بھی تسلیم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس رحمت کے خاتم ہیں، لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ دُنیا اب رحمت سے خالی رہ جائے گی اور رحمۃ للعالمین کا وجود دُنیا کے لئے (معاذ اللہ)

رحمت بن جائے گا، صرف مرزائی فہم اور مرزائیت کی برکات میں سے ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر رحمت کے مختلف چھوٹے چھوٹے دروازے بند کر کے ایک اتنا بڑا پھاٹک کھول دیا جائے جس سے سارے عالم کی تربیت اور پرورش ہو سکے تو کیا اس کو زحمت کہا جائے گا یا انتہائی درجے کی عظیم الشان رحمت؟ اور کیا یہ دُنیا سے رحمت کا انقطاع سمجھا جائے گا یا ساری دُنیا کا رحمت سے لبریز ہو جانا؟

اگر چھوٹی چھوٹی گولوں اور نالیوں کو بند کر کے ایک عظیم الشان نہر، یا معمولی وقتی اور مقامی نالیوں کو بند کر کے ایک عالمگیر جھڑی لگادی جائے تو اس کو دُنیا کے لئے خشک سالی کہا جائے گا یا حیاتِ دائم کا پیغام؟

ٹمٹماتے ہوئے بے شمار چراغوں کو اُٹھا کر اگر اتنا بڑا برقی گیس قائم کردیا جائے جس کی روشنی تمام چراغوں کے مجموعے سے کہیں زائد ہو تو ان چراغوں کا ختم ہونا اور اندھیر کا باعث ہوگا یا پہلے سے زیادہ روشنی کا؟ یا اَن گنت ستارے غائب ہو کر آفتابِ عالم تاب سامنے آجائے تو یہ ظلمت کا سبب ہوگا یا پہلے سے کہیں زائد نور کا؟ فَمَا لِهٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۔

ابتدائے عالم سے رحمتِ نبوّت جزوی صورت سے محدود زمانہ اور محدود مکان کے لئے دُنیا میں آتی رہی، ایک خطے میں موسیٰ علیہ السلام خدا کی رحمت بن کر خلق اللہ کی تربیت کرتے ہیں، تو دُوسرے میں شعیب علیہ السلام اسی خدمت کو انجام دیتے ہیں، ایک ملک میں اگر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی صورت میں رحمتِ خداوندی جلوہ گر ہوتی ہے تو دُوسرے میں لوط علیہ السلام اسی رحمت کا پیکر بن کر آتے ہیں، اسی طرح زمانے کے اعتبار سے ایک زمانے میں آدم علیہ السلام ہیں تو دُوسرے میں نوح علیہ السلام، ایک قرن میں ابراہیم علیہ السلام اَحکامِ الٰہی کی تبلیغ کرتے ہیں تو دُوسرے میں موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے یہ خدمت سپرد ہوتی ہے۔

آخر میں یہ عنایاتِ الٰہیہ اور رحمتِ حق کا اقتضاء ہوتا ہے کہ اب وہ عالمگیر رحمت دُنیا میں بھیج دی جائے جو تمام رحمتوں کا سرچشمہ اور تمام انوار و برکات کا خزانہ ہے۔

وَلَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکَرٍ
اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

یہ عالمگیر رحمت نبی الانبیاء سیّد الاوّلین والآخرین خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ میں ظاہر ہوئی، جو تمام انبیاء ورُسل کے کمالات کی جامع اور اس کی مصداق ہے۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

انبیائے سابقین علیہم السلام اپنی اپنی حد میں سب شمعِ ہدایت تھے، لیکن جب یہ ماہتاب روشن ہوگیا تو سب کی روشنی اس کی روشنی میں مغلوب ہوگئی، اور اب سارے عالم کی تنویر کے لئے تنہا یہی کافی ہوگیا۔

گو شمع بکنجے بنش کز رخت امشب
کاشانۂ ما را ہمہ مہتاب گرفت ست

یا یوں کہئے کہ انبیائے سابقین علیہم السلام نجومِ ہدایت تھے جو اپنی اپنی حد اور اپنے اپنے درجے کے مطابق عالم سے ظلمتِ کفر مٹانے میں مصروف تھے، ایک وہ وقت آیا کہ ارہاصاتِ[1] خاتم الانبیاء کی صبحِ صادق نمودار ہوئی، اور پھر آفتابِ نبوّت جلوہ آرا ہوگیا، تو وہ ستارے سب اپنی اپنی جگہ پر اُسی آب و تاب کے ساتھ ہونے کے باوجود آفتاب کی روشنی میں ظاہر نہیں ہوسکتے، اور اب سارے عالم کی نظریں صرف اسی کرۂ نور کو دیکھتی ہیں اور اسی کی ضیاء گستری پر عالم کے ظلمت ونور کا مدار ٹھہر گیا۔

رات محفل میں ہر ایک مہ پارہ گرم لاف تھا
صبح دم خورشید جب نکلا تو مطلع صاف تھا

اب کوئی مرزائی ہی ہوگا تو ان شمعوں یا ستاروں کے غائب ہونے پر ماتم

(۱) نبی کی عظمتِ شان اور سچائی ثابت کرنے کے لئے جو واقعات بطور خرقِ عادت رُونما ہوئے ان میں جو عطائے نبوّت سے پہلے ظاہر ہوں ان کو "ارہاص" کہتے ہیں، اور جو بعد عطائے نبوّت کے صادر ہوں ان کا نام "معجزہ" ہے۔

کرے گا اور یہ سمجھے گا کہ: ''ہائے اب دُنیا نور سے خالی رہ جائے گی'' ایک بصیر انسان تو اس عالمگیر روشنی کو اپنا فخر سمجھ کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے سوا کوئی کام نہیں کرسکتا۔

مرزائیوں سے میرا سوال

اس کے بعد میں خود مرزائیوں سے دریافت کرتا ہوں جس طرح آپ کی مزعومہ نبوّت غیرتشریعی ایک رحمت ہے، اسی طرح تشریعی نبوّت اور شریعتِ مستقلّہ اور کتبِ سماوی کا نزول وحیٔ ملکی وغیرہ کو غالباً آپ بھی زحمت نہ کہہ سکیں گے، بلکہ چار و ناچار رحمت ہی کہنا پڑے گا، اور ساتھ ہی آپ کو اقرار ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے بعد تشریعی نبوّت اور شریعتِ جدیدہ کتبِ ساویہ کے نزول کا انقطاع بالکلیہ ہوچکا ہے، تو کیا جو الزام آپ ہم پر لگاتے ہیں وہی آپ پر نہیں لوٹ آیا کہ حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کے لئے (نعوذ باللہ) انقطاعِ رحمت کا سبب ہوگئے، اگر رحمتِ شریعت کے انقطاع سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان اور رحمۃ للعالمین ہونے میں فرق نہیں آتا تو غیرتشریعی نبوّت کے انقطاع سے بھی نہیں آسکتا۔

الغرض نبوّتِ تشریعی کی رحمت و برکت کا انقطاع جو آپ کو بھی مُسلّم ہے، جو آپ اس کا جواب دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے اپنی مزعومہ غیرتشریعی نبوّت کے لئے بھی خیال فرمالیں اور بس۔

اَمرِ دوم کے متعلق مختصراً یہ گزارش ہے کہ بیشک ابتدائے عالم سے سنت اللہ یوں ہی جاری رہی ہے کہ کفر و ضلالت عالم کا احاطہ کرلے اور حق و باطل کا امتیاز نہ رہے تو خداوندِ عالم اپنی رحمتِ کاملہ سے کوئی نبی مبعوث فرمادیتے ہیں۔

لیکن موجودہ زمانے میں اس میں دو وجہ سے کلام ہے، اوّل تو یہ تسلیم نہیں کہ عالم کفر و ضلالت نے اس طرح گھیر لیا ہو کہ کفر و اسلام میں امتیاز نہ رہے، طالبِ ہدایت کو ہدایت کرنے والے موجود نہ ہوں، کیونکہ یہ بات جس طرح واقعات و مشاہدات کے خلاف ہے، اسی طرح حضرت خاتمیت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی

کے بھی خلاف ہے جس میں ارشاد ہے:-

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ تَعَالٰى وَيَنْزِلَ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ.

(مسندِ احمد ج:۴ ص:۴۲۹ ورجالہ کلہم ثقات)

ترجمہ:- میری اُمت میں ہمیشہ ایک جماعت حق پر قائم رہے گی جو اپنے مقابل پر غالب رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا اَمر آجائے اور عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں۔

ادھر واقعات و مشاہدات بتلاتے ہیں کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت باوجود بُعدِ زمان و مکان کے آج بھی اپنی اُمتِ مرحومہ کی تربیت میں اسی طرح مصروف ہے، زمانے پر شرک و بدعات کی گھٹائیں چھا جانے کے باوجود آفتابِ نبوّت کی ضیاء گستری نے دن کو رات نہیں ہونے دیا، اس قدر روشنی باقی ہے کہ بصیر آنکھیں اچھے بُرے اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرسکیں۔

انبیائے سابقین علیہم السلام اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ستاروں اور آفتاب کی سی ہے، آفتاب پر کتنا ہی ابر محیط ہوجائے، مگر اس کی ظلمت شگاف شعاعیں تمام موادِ غلیظ کو پھاڑتی ہوئی عالم میں نورافشانی سے باز نہیں رہتیں، اور ستاروں پر جب گھٹا چھا جائے تو عالم اُن کی روشنی سے محروم ہوجاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ انبیائے سابقین علیہم السلام کے بعد جب کفر و ضلالت کا اَبرِ غلیظ عالم پر محیط ہوتا تو کفر و اسلام کا امتیاز مٹ جاتا تھا، اور اسی لئے بعثتِ نبوّت کی احتیاج ہوتی تھی، اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب وہی ضلالت کی گھٹائیں اُٹھیں اور آفاقِ عالم پر چھاگئیں تو بیشک مذہبی مطلع غبار آلود ہوگیا، لیکن بہرحال دن ہی رہا، اندھیری رات نہیں ہوگی۔

الغرض آفتابِ نبوّت آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیاء گستری عالم میں آج بھی اسی طرح وقفِ عام ہے، اس آفتاب کی شعاعیں اگر ایک زمانے تک صدیقؓ و فاروقؓ اور ذی النورینؓ و مرتضیٰؓ کی صورت میں جلوہ افروز ہیں تو آج بھی علماء

وصلحائے اُمت کی صورت میں اسی خدمت کو انجام دیتی ہیں جس کے لئے عہدِ قدیم میں انبیاء تشریف لاتے تھے، یہ صرف خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وفضیلت ہے کہ آپؐ کی اُمت کے افراد وہ کام کرتے ہیں جو انبیائے سابقین کیا کرتے تھے، سعید اور خوش نصیب لوگ اس سے آج بھی اسی طرح بہرہ اندوز ہوتے ہیں جیسے پہلے ہوتے تھے۔

ہست مجلس براں قرار کہ بود

ہست مطرب براں ترانہ ہنوز

اس لئے اس آفتاب کے ہوتے ہوئے نہ کوئی مشعل روشن ہوسکتی ہے اور نہ اس کی ضرورت۔

اور دُوسرے اگر ضرورت بھی تسلیم کرلی جائے اور موجودہ زمانے کو عہدِ قدیم کے زمانۂ فترت[1] سے کوئی امتیاز نہ رکھا جائے تو اوّل تو یہ خود سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادتِ مطلقہ اور نبوّتِ شاملہ و عامّہ کے منافی ہے، اور اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو یہ کیا ضروری ہے کہ جب کبھی دُنیا میں کفر وضلالت کی ظلمت عام ہوجائے تو ضرور نبی مبعوث ہوئے، کیونکہ یہ سنت اللہ اسی وقت تک ہے جب تک کہ اس کو عالم کا قیام منظور ہے، اور جب اس عالم کی اَجلِ مقدور پوری ہوجائے اور خلاقِ عالم کو یہی منظور ہو کہ اب اس قوم کا قصہ طے کیا جائے اور قیامت قائم ہو، تو پھر لامحالہ بعثتِ انبیاء کا سلسلہ قطع کرنا ضروری ہوگا، ورنہ قیامت کے آنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہوسکتی۔

کیونکہ ادھر تو احادیث میں یہ تصریح ہے کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب دُنیا میں کوئی ''اللہ، اللہ'' کہنے والا باقی نہ رہے گا، اور ادھر آپ کے خیال کے مطابق یہ ضروری ہے کہ جب لوگ خدائے تعالیٰ سے غافل ہونے لگیں تو کوئی نبی مبعوث ہوکر خدا کی یاد دوبارہ تازہ کردے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ ابدالآباد تک عالم پر کوئی وقت ایسا نہ آئے جس میں کوئی ''اللہ، اللہ'' کرنے والا نہ رہے، اور جب ایسا کوئی وقت نہ آئے گا تو حسبِ تصریحاتِ احادیث قیامت بھی نہ آئے گی۔

---

(۱) ''فترت'' وہ زمانہ کہلاتا ہے جو ایک نبی کی وفات کے بعد دُوسرے نبی کی بعثت کے درمیان ہو۔۱۲

خلاصہ یہ کہ غلبۂ کفر و شرک اور فسق و فجور کے وقت انبیاء کے مبعوث فرمانے پر سنت اللہ جاری ہونا مُسلّم ہے، لیکن یہ اسی وقت تک ہے جب تک بقائے عالم مقصود ہو، اور جبکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے اور مبعوث ہونے سے اس عالم کی پیدائش کا مقصد پورا ہوچکا تو اَب قانونِ فطرت کے مطابق یہ دربار ختم ہوجانا چاہئے اور اس کی یہی صورت ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو۔

اَمرِ سوم کے متعلق یہ عرض ہے کہ کسی نبی کے ماتحت یا اُن کے ساتھ دُوسرے انبیاء کا مبعوث ہونا یہ اُن کی عظمتِ شان کو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بڑھاتا، کیونکہ تصریحاتِ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام پہلے نبی کے کام کی تکمیل اور ان کی امداد کے لئے مبعوث ہوتے تھے، جس سے حضرت خاتمیت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ذاتی کمال کی بدولت مستغنی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام کی بعثت کا جو سبب قرآنِ حکیم نے بیان فرمایا ہے وہ خود اسی مضمون کا شاہد ہے، فرماتے ہیں:-

سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِأَخِیکَ.

ہم تمہارے بازو تمہارے بھائی کے ذریعہ مضبوط کریں گے۔

اور خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوّت کے لئے جو دُعا فرمائی ہے اس میں بھی اپنی بعض کمزوریوں کا عذر پیش کرکے بطور امداد اُن کو مبعوث کرنے کی درخواست کی ہے:-

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَّقْتُلُوْنِ. (الشعراء:۱۳،۱۴) هٰرُوْنَ أَخِي. اشْدُدْ بِهٖٓ أَزْرِیْ. (طٰہٰ:۳۰،۳۱)

ترجمہ:- اور قومِ فرعون کا میں نے جرم کیا ہے، اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کردیں۔ اس لئے میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو بھی مبعوث فرمادیجئے تاکہ اُن کے ذریعہ میں اپنی قوّت کو مستحکم کرسکوں۔

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت، ہمت اور کمالاتِ نبوّت کا انتہائی درجہ چونکہ کسی اور نبی کی اعانت کا محتاج نہ تھا، اس لئے ضرورت نہ ہوئی کہ آپؐ کے ساتھ یا بعد میں کوئی نبی مبعوث کیا جائے۔

رہا یہ خیال کہ ایک بادشاہ کے ماتحت بہت سی خود مختار سلطنتیں اور ریاستیں ہونا اس کی عظمت کی دلیل ہے، اوّل تو نبوّت کو ظاہری سلطنت پر قیاس کرنا محض بے معنی ہے اور یہی اجتہاد ہے تو عجب نہیں کہ یہ لوگ خداوندِ عالم کی عظمت اور قدرت کو بھی اس وقت تک کامل نہ مانیں جب تک کہ اس کے ماتحت اور بہت سے چھوٹے چھوٹے خدا نہ ہوں۔ (والعیاذ باللہ العلی العظیم)

اور اگر ملک الملوک کی شہنشاہی کے لئے ماتحت معبودوں کا ہونا ضروری نہیں تو اسی سلطنتِ الٰہیہ کے خلیفہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت اور نبی الانبیاء ہونے کے لئے بھی آپؐ کے ساتھ یا بعد میں اور انبیاء کا ہونا ضروری نہیں۔

اس کے علاوہ اگر ذرا عقل سے کام لیا جائے تو ان خود مختار سلطنتوں کا وجود بادشاہ کے لئے باعثِ عظمت اس وقت ہوسکتا ہے جبکہ اُن کے تمام اختیارات اس بادشاہ کے دیئے ہوئے اور اسی کے اختیارات میں مدغم ہوں، اور جو ایسا نہیں تو "دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند" ایسی ہی صورتوں کے لئے مشہور ہے، اس بادشاہ میں اگر ہمت و طاقت ہے تو ایسے خود مختار کا وجود کبھی پسند نہیں کرسکتا جس کے اختیارات خود اس کی عنایات پر موقوف نہ ہوں۔

ادھر نبوّت ایسی چیز نہیں کہ ایک انسان دُوسرے انسان کو عطا کردے، یا ایک نبی (خواہ وہ نبوّت میں کتنا ہی بلند مرتبہ رکھتے ہوں) دُوسرے کو نبی بنادیں، بلکہ یہ وہ منصب ہے جو بلاواسطہ خداوندِ قدوس کی جانب سے فائز ہوتا ہے۔

ایسی حالت میں کسی دُوسرے نبی کا ساتھ مبعوث ہونا یا بعد میں اُن کے ماتحت مبعوث ہونا پہلے نبی کی زیادہ عظمت کو ثابت نہیں کرتا۔

اور اگر اس سے بھی قطع نظر کیجئے تو یہ بھی غلط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت دُوسرے انبیاء نہیں ہیں، کیونکہ بتصریحات قرآن و حدیث تمام انبیاء و

مرسلین آپؐ کے ماتحت اور آپؐ کے ہی جھنڈے کے نیچے ہیں، اور اسی بناء پر آپؐ کو نبی الانبیاء کہا جاتا ہے، ہاں! یہ مزید فضیلت ہے کہ اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یا بعد میں بطور امداد انبیاء مبعوث ہوتے تھے، اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادتِ مطلقہ اور کمالِ مستغنی عن الامداد کو واضح کرنے کے لئے آپؐ کے کل ماتحت انبیاء پہلے مبعوث ہوچکے، اور آپؐ سب کے بعد میں تشریف لائے، فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَلْفَ اَلْفَ صَلَوَاتٍ۔

قادیانیوں سے ایک سوال

اس کے بعد ہم مرزا صاحب اور مرزائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر واقعی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اسی پر موقوف تھی کہ آپؐ کے ماتحت غیرتشریعی طور پر انبیاء مبعوث ہوں تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ جس قدر انبیاء حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دُوسرے انبیاء کے ماتحت مبعوث ہوئے ہیں، آپؐ کے ماتحت اُن سب سے زیادہ مبعوث ہوتے؟ حالانکہ مرزا صاحب اپنی تصانیف میں صاف لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں میرے سوا کوئی نبی نہیں ہوا۔ تو یہ اچھی عظمت ہوئی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ موسیٰ علیہ السلام کے ماتحت تو ہارون علیہ السلام جیسے جلیل الشان پیغمبر اور اُن کے بعد اُن کے بہت سے امثال مبعوث ہوں اور حضرت خاتمیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ساڑھے تیرہ سو برس میں صرف ایک نبی پیدا ہو، اور وہ بھی اس شان کے کہ اُن کی علمی، عملی، اخلاقی زندگی انہیں ایک ادنیٰ مسلمان بلکہ ایک باوقار انسان بھی ثابت نہیں کرسکتی، معاذ اللہ، یہ صریح توہین ہے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی، لَعَنَ اللّٰہُ مَنِ ادَّعَاھَا۔

قانونِ فطرت بھی ختمِ نبوّت کا مقتضی ہے

کائناتِ عالم پر سرسری نظر ڈالنے والا دُنیا میں دو چیزیں دیکھتا ہے، ایک وحدت، دُوسری کثرت۔ لیکن جب ذرا تأمل کیا جائے اور نظر کو عمیق کیا جائے تو معلوم

ہوتا ہے کہ ان دونوں میں بھی وحدت ہی اصل الاُصول ہے، جتنی کثرتیں سطحی نظر میں سامنے آتی ہیں وہ بھی کسی وحدت کے سلسلے میں بندھ کر قائم ہیں، اور جو کثرت کسی وحدت پر منتہی اور وحدت میں منسلک نہیں اس کا شیرازۂ وجود منتشر ہوکر قریب ہے کہ عدم میں شامل ہوجائے، اس لئے ایسی کثرت کو موجود کہنا بھی فضول ہوگا۔

مثال کے لئے دیکھئے کہ جب ہم آسمان کی طرف نظر اُٹھاتے ہیں تو اس کے محیرالعقول طول وعرض میں بے شمار کثرتیں کھپی ہوئی دِکھائی دیتی ہیں، لیکن جب ان کثرتوں کے سلسلے میں نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کثرتیں ایک ہی مرکز کے ساتھ وابستہ ہیں، اور ایک ہی محور پر حرکت کر رہی ہیں، اور اگر ان کا سلسلہ اس وحدت پر منتہی نہ ہوتا تو یہ نظامِ سماوی کسی طرح باقی نہ رہ سکتا تھا۔

آسمان سے نیچے اُتر کر موالیدِ ثلاثہ میں بھی یہی فطری قانون نافذ ہے، جمادات کے ذرّہ ذرّہ پر نظر ڈالو تو کس قدر بے شمار کثرتیں سامنے آتی ہیں، لیکن وہ سب بھی اسی طرح ایک وحدت میں منسلک ہیں، اور جب رشتۂ اِنسلاک ٹوٹتا ہے تو اس کے لئے موت کا پیام ہوتا ہے۔

نباتات میں بے شمار شاخیں، پتے اور پھل پھول نئے نئے رنگ اور نئی نئی وضع میں کثرت کی شان لئے ہوئے دِکھائی دیتے ہیں، لیکن اگر ان کی انتہاء ایک جڑ کے ساتھ وابستہ نہ ہوتو فرمایئے کہ اس باغ و بہار کی عمر کتنی رہ سکتی ہے؟

حیوانات میں ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک اور تین سو ساٹھ جوڑوں کی کثرت موجود ہے لیکن اگر یہ سب ایک رشتۂ وحدت میں منسلک نہ ہوں تو یہی اس کی موت ہے۔

اس کے بعد دُنیا میں تمام مشینوں، انجنوں، گاڑیوں، برقی تاروں اور واٹر وَرکس کے نلوں وغیرہ وغیرہ پر نظر ڈالئے تو سب کو اسی قانونِ فطرت کی جکڑبند سے آباد پائیں گے، اور جب کسی انجن کے کل پُرزے اُس کی رُوح (اسٹیم) سے علیحدہ ہوں، یا گاڑیوں کا باہمی ربط ٹوٹے یا برقی تاروں کا اِتصال بجلی کے خزانے کے ساتھ نہ رہے، یا پانی کے نل واٹر وَرکس سے منقطع ہوجائیں تو اُن کا وجود بھی بے کار ہے۔

کائناتِ عالم کی ان مثالوں پر نظر کر کے جو قانونِ قدرت ذہن نشین ہوتا ہے، نبوّت اور رسالت بھی اس سے علیحدہ نہ ہونی چاہئے، بلکہ عالم کی تمام نبوتوں کا سلسلہ بھی کسی ایسی نبوّت پر ختم ہونا چاہئے جب سب سے زیادہ اَقویٰ و اَکمل ہو اور جس کے ذریعے سے نبوتوں کی کثرت ایک وحدت پر منتہی ہوکر اپنے وجود کو قائم اور مفید بناسکے، اور مُسلّم ہے کہ اس سیادت و فضیلت کے حق دار صرف حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوسکتے ہیں، جن کی سیاست پر انبیائے سابقین علیہم السلام اور اُن کی کتبِ سماویہ اور پھر اُن کی اُمتیں خود گواہ ہیں، جن کی تصریحات ابھی آپ ملاحظہ فرماچکے ہیں۔

اور یہی رمز ہے اس میثاق میں جو تمام انبیاء و رُسل سے لیا گیا کہ اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائیں تو آپؐ پر ایمان لائیں اور آپؐ کی مدد کریں، ارشاد ہے:-

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ.

ضرورت آپؐ پر ایمان لائیں اور آپؐ کی مدد کریں۔

اور اس میثاق کی تصدیق و سیادت کو ثابت کرنے کے لئے خداوندِ عالم نے دو مرتبہ دُنیوی حیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جمع فرمایا، اور یہ سیادت اس طرح ظاہر فرمائی کہ آپؐ تمام انبیاء علیہم السلام کے امام ہوئے، جس کا مفصل واقعہ اسراء و معراج کے تحت میں تمام کتبِ حدیث میں صحیح و معتبر روایات سے منقول ہے، پھر آخرِ زمانہ میں انبیائے سابقین علیہم السلام میں سب سے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا صریح طور پر متبع بنا کر بھیج دیا، تاکہ اس میثاق پر صاف طور سے عمل ہوجائے۔

اور پھر قیامت میں شفاعتِ کبریٰ کے ذریعہ تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت واضح فرمائی جائے گی۔ الغرض عقل و حکمت اور قانونِ فطرت کا اقتضاء ہے کہ تمام نبوتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر ختم ہوجائیں۔

قانونِ فطرت کی دُوسری نظیر

دُنیا کی اکثر چیزوں پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک مقصد کے پورا کرنے کے لئے سینکڑوں اسباب و آلات کام میں آتے ہیں، اور ایک زمانۂ دراز ابتدائی مقدمات طے کرنے میں صَرف ہوتا ہے، سب سے آخر میں اصل مقصود کی صورت نظر آتی ہے۔

مثال کے لئے درختوں کو دیکھئے اور بیج بونے کے وقت تک تمام درمیانی مراحل پر تفصیلی نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ ان تمام کاوشوں کا اصلی مقصود یہ تھا جو آج سامنے آیا ہے۔

اسی طرح تمام کائنات کی پیدائش کا اصلی مقصد اور تمام نبوتوں کا خلاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور قانونِ فطرت کے موافق آخر میں تشریف لائے ہیں۔

اسی مضمون کو سندی شیخی و اُستاذی حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ صاحبؒ صدر المدرّسین دارالعلوم دیوبند نے اس بلیغ شعر میں ادا فرمایا ہے ؎

اے ختمِ رُسل اُمتِ تو خیر الأمم بود
چوں ثمرہ کہ آید ہمہ در فصل نضیری

تیسری نظیر

اسی طرح شاہی درباروں پر نظر ڈالو کہ ایک مدّت پہلے سے اس کا انتظام کرنے کے لئے سینکڑوں بڑے چھوٹے حکام برسرِ کار آتے ہیں، لیکن ان سب کا اصلی مقصد سلطانی دربار کے لئے راستہ ہموار کرنا ہوتا ہے، اور اسی لئے جب دربار کا وقت آتا ہے اور بادشاہ تختِ سلطانی پر جلوہ افروز ہوکر مقاصدِ دربار کی تکمیل کرتا ہے تو اس کے بعد اور کسی کا انتظار باقی نہیں رہتا، اور اسی پر دربار ختم ہوجاتا ہے۔

مسئلۂ زیرِ بحث میں بھی اسی طرح سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ

نبوّت کا ختم ہو جانا بالکل قانونِ فطرت اور مقتضائے عقل کے موافق ہے۔

اسی قسم کی سینکڑوں نظیریں ذرا تأمل سے ہر شخص نکال سکتا ہے۔

قرآن و حدیث اور اِجماعِ اُمت اور اقوالِ سلف اور پھر عقلی وجوہ کا جس قدر ذخیرہ اب تک اس رسالے میں جمع ہو چکا ہے ایک بصیرت والی آنکھ اور سماعت والے کان کے لئے کفایت سے بہت زائد ہے، اور ازلی بدبخت کا کوئی علاج نہیں۔

أرجوا أن ينفعني والمسلمين به

وهو ولى التوفيق وخير الرفيق فى كُلّ مضيق

مسئلہ زیر بحث
یعنی ختمِ نبوّت پر میرے گواہ

أُولٰٓئِکَ أَشْهَادِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعَتْنَا یَا غُلَامُ الْمَجَامِعُ

آخر میں ہم اپنے اُن گواہوں کی فہرست پیش کرتے ہیں جن کی شہادتیں اس رسالے میں موقع بموقع قلم بند ہوچکی ہیں، تاکہ ناظرین خود مقدمے کا فیصلہ کرسکیں، اور ہر شخص اپنی عاقبت کو پیشِ نظر رکھ کر کسی ایک جانب کو اختیار کرنے سے پہلے دیکھ لے کہ میں کس گروہ میں داخل ہوتا ہوں، اور کس کو چھوڑتا ہوں؟

خداوندِ عالم جل ذکرہٗ ومجدہٗ

سب سے پہلے خدائے جل وعلا کا کلامِ پاک ہمارا گواہ ہے (وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا) جس نے نہ صرف دوچار آیتوں میں بلکہ پوری ننانوے آیات میں صراحۃً واشارۃً اس مسئلے کو بیان فرماکر ہر تأویل وتخصیص کا راستہ بند کردیا ہے، اور جن میں کسی ایک جگہ اشارہ بلکہ شبہ اور وہم بھی اس معنی کا نہیں ہوتا جو مرزا صاحب اور اُن کے متبعین نے ایجاد کئے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام

یہ برگزیدہ جماعت جس کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار سے کم نہیں، جب اُن میں سے کوئی رسول دُنیا میں آیا اس نے اپنے فرائضِ منصبی میں اس کو بھی اہم ترین فرض سمجھا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور آپؐ پر ہر قسم کی نبوّت کے اختتام کا اعلان کردے، جیسا کہ بحوالہ رُوح المعانی اخذِ میثاق کی تفسیر میں گزر چکا ہے،

کہ ازل میں انبیاء علیہم السلام سے جو میثاق لیا گیا تھا، اس میں یہ بھی داخل تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کا دُنیا میں اعلان فرمادیں۔

اس لئے ہر نبی اور رسول کا فرض تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت کے اعلان کے ساتھ اس کو بھی بیان کردیں کہ آپؐ ہی خاتم الانبیاء ہیں، اور آپؐ کے بعد اور کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

چنانچہ اس مقدس جماعت نے اس کی تکمیل کی، جن میں سے حضراتِ ذیل کی تصریحات اُن کی آسمانی کتب وصحائف سے ابھی نقل کی جاچکی ہیں:-

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

اس جماعت نے بھی مطلقاً انقطاعِ رسالت ونبوّت کی خبر دی، کوئی اشارہ بھی اس طرف نہ کیا کہ کوئی قسم غیرتشریعی یا ظلّی یا بروزی پھر بھی باقی رہے گی، اُن کے بعد خود

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لائے تو آپؐ نے دوسَودس[۲۱۰] احادیث میں اس مسئلے کو مختلف عبارات اور مختلف عنوانات سے مختلف مجالس میں اس طرح بیان فرمایا کہ مسئلے کا کوئی پہلو یا اس کی کوئی قید وشرط مخفی نہ رہی۔

لیکن ان تمام احادیث کے طویل دفتر میں بھی کہیں نہ بیان کیا گیا کہ اِختتامِ نبوّت سے ہماری مراد صرف شریعتِ جدیدہ کا اِختتام ہے، غیرتشریعی یا ظلّی، بروزی طور پر کوئی قسم نبوّت کی ہمارے بعد بھی باقی رہے گی۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ بہت سی احادیث میں صراحۃً ہر قسم کی نبوّت کا اِنقطاع صاف طور پر بیان کرکے تمام اُن تحریفات کی جڑ کاٹ دی جو مرزا صاحب اور اُن کی اُمت نے ایجاد کی ہیں۔

صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین

میرے گواہوں کی چوتھی قسط صحابہؓ وتابعینؒ کی وہ مقدس جماعت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوقاتِ اوّلین وآخرین سے افضل ہیں، جن میں سے ترانوے[۹۳]

حضرات کی شہادتیں اس رسالے میں قلم بند ہوچکی ہیں، لیکن ہمیں ان کے بیانات سے بھی کوئی لفظ ایسا نظر نہیں پڑتا جس میں تشریعی، غیرتشریعی، یا ظلّی بروزی، یا لغوی مجازی نبوّت کی تفصیل کرکے کسی قسم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی باقی بتلایا گیا ہو، بلکہ نہایت وضاحت کے ساتھ جمیع اَقسامِ نبوّت کے اِختتام کا اعلان کرکے مدعیٔ نبوّت کے کفر و اِرتداد کے حکم پر اِجماع کیا گیا ہے۔

حضراتِ محدثینؒ

ہمارے گواہوں کی پانچویں قسط وہ حضراتِ محدثینؒ ہیں جنھوں نے احادیثِ نبویہ کے ایک ایک لفظ نہیں بلکہ ایک ایک زیر و زبر کی تحقیق کے لئے سینکڑوں، ہزاروں میل کے سفر قطع کئے، اور اپنی عمر کے لیل و نہار ان کے الفاظ کی تحقیق اور معانی کی تشریح میں صَرف کرکے ایسا منقّح اور صاف کردیا کہ کسی شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اس جماعت سے اَڑسٹھ حضرات کی شہادتیں اس مقدمے میں پیش کی جاچکی ہیں، لیکن ان میں بھی کسی کی زبان سے نہ نکلا کہ اِختتامِ نبوّت باقی ہے، بلکہ انہوں نے پہلے حضرات سے زیادہ وضاحت سے ہر قسم کی نبوّت و وحی کا انقطاع اور ہر مدعیٔ نبوّت کے کفر و اِرتداد کا حکم دیا۔

حضراتِ مفسرینؒ

میرے شہداء کی چھٹی قسط حضراتِ مفسرین ہیں، جنھوں نے قرآنِ کریم کے ایک ایک حرف بلکہ زیر و زبر اور حرکت و وقف کی تشریح و تفسیر کے لئے اپنی عمروں کو وقف کرکے آیاتِ فرقانیہ کو اس طرح واضح فرمادیا کہ کسی شبہ کا راستہ باقی نہ رہے، جن میں سے پچیس حضرات کی شہادتیں اسی رسالے میں گزرچکی ہیں۔ اس مقدس جماعت نے بھی اس معمے کو حل نہ کیا جو مرزاجی اور اُن کی اُمت کا مدعا ہے، بلکہ (معاذ اللہ) اُمت کو اس گمراہی اور غلطی میں رہنے دیا جس میں اَب تک تمام حضراتِ سابقین نے چھوڑا تھا، یعنی کسی نے نہ فرمایا کہ ختمِ نبوّت سے فقط شریعتِ جدیدہ کا اختتام مقصود ہے، بعض اَقسامِ نبوّت اور بھی باقی رہیں گی۔

حضرات فقہائےؒ مذاہبِ اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ

مسئلۂ زیرِ بحث اگرچہ اُصولی مسئلہ ہونے کی وجہ سے فقہاء کے فرائض سے علیحدہ ہے، لیکن کہیں کہیں ضمنی طور پر کلماتِ کفر اور موجباتِ اِرتداد کو بیان کرتے ہوئے ان حضرات نے بھی اس سے تعرض کیا ہے، جن میں سے مذاہبِ اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکہ، حنابلہ کے دس حضرات کی عبارتیں نقل کی جاچکی ہیں، جن میں ہر مدعیٔ نبوّت اور اس کی تصدیق کرنے والوں کو ہی کافر و مرتد نہیں بتلایا گیا بلکہ اس شخص کو بھی باتفاق کافر کہا گیا جو مدعیٔ نبوّت کے دعوے میں سچائی کا احتمال بھی پیدا کرے۔

یہ حضرات اگرچہ بال کی کھال نکالنے والے ہیں، مگر انہوں نے بھی کوئی تفصیل نہ فرمائی، کہ یہ سنگین جرم (کفر) صرف اس شخص پر عائد ہے جو نبوّتِ مستقلّہ اور شریعتِ جدیدہ کا مدعی ہو، یا اس کی تصدیق کرنے والا ہو، غیرتشریعی یا ظلّی بروزی یا لغوی یا مجازی طور پر اگر کوئی دعویٰ کرے یا اس کی تصدیق کرے تو وہ اس میں داخل نہیں۔

حضراتِ متکلمینؒ

گواہانِ ختمِ نبوّت کی ساتویں قسط حضراتِ متکلمینؒ ہیں، جن میں سے سولہ[16] حضرات کے بیانات قلم بند کئے گئے ہیں، اُن حضرات کے یہاں اگرچہ بات بات پر اور حرف حرف پر بحث ومباحثہ کا بازار گرم ہے، ایک عبارت میں جتنے احتمالات عقلی طور پر ہوسکتے ہیں ان کے یہاں تقریراً یا تردیداً تمام زیرِ بحث آجاتے ہیں، لیکن ان میں بھی کسی کے منہ سے یہ نہیں نکلا کہ ختمِ نبوّت سے صرف شریعتِ جدیدہ ومستقلّہ کا اختتام مقصود ہے، غیرتشریعی طور پر نبوّت بعد میں بھی ہوسکتی ہے۔

صوفیائے کرامؒ

آخر میں ہم وہ گواہ پیش کرتے ہیں جن کے مقالات و حالات مقامِ نبوّت کے اظلال ہیں جن کے علوم و معارف کا میدان صرف اوراقِ کتب نہیں، بلکہ الہامِ رحمانی اور مکاشفات بھی اُن کے مشعلِ راہ ہیں، جن میں سے دس[10] حضرات کی شہادتیں

ابھی درج کی گئی ہیں۔

اس نکتہ رس اور دقیقہ سنج جماعت نے بھی اُمت کو یہ اطلاع نہ دی کہ اصطلاحِ شریعت اور قرآن و حدیث میں جس کو نبوّت کہا جاسکتا ہے اس کی کوئی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی باقی رہے گی، بلکہ علمائے ظاہر اہلِ سنت والجماعت کے عقائد اور بیانات کے مطابق انہوں نے بھی مطلقاً ہر قسم کی نبوّت کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھا اور سمجھایا۔

الغرض ابتدائے آفرینش سے آج تک انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ اور علماء وصلحاء کی بے شمار جماعتیں جس چیز کی گواہی دیتی چلی آئیں اور کسی نے اس میں تأویل و تخصیص کی شاخ نہ نکالی بلکہ اپنے اطلاق پر تسلیم کیا اور کرایا، آج اگر کوئی شخص ان سب کے خلاف اس میں تحریف کرنے لگے تو اس کے سوا کیا کہا جائے ۔

سرِ خدا کہ عارف و زاہد کسے نہ گفت

در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

اور میں تو پھر وہی عرض کروں گا جو پہلے کرچکا ہوں، کہ اگر حق و ہدایت ان حضرات انبیاءؑ وصحابہؓ وغیرہم کے راستے کے سوا کہیں اور ہے تو مجھے ایسے حق کی ضرورت نہیں، میں ایسی ہدایت سے معافی چاہتا ہوں ۔

وَرَشَادِیُ اِنْ یَّکُنْ فِیْ سَلْوَتِیْ

فَدَعُوْنِیْ لَسْتُ أَرْضٰی بِالرَّشَادِ

ترجمہ:- اور میری ہدایت اگر اسی میں مضمر ہے کہ میں ان حضرات سے علیحدہ ہوجاؤں تو تم مجھے چھوڑ دو، میں ایسی ہدایت کا خواہاں نہیں۔

اور نہایت شرحِ صدر کے ساتھ کہوں گا کہ اگر ان حضرات کا اتباع گمراہی ہے تو وہ گمراہی ہی میرا مذہب ہے، مجھے اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں، وَلَنِعْمَ مَا قَالَ الشَّافِعِیُّ ۔

اِنْ کَانَ رِفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ
فَلْیَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اِنِّیْ رَافِضٌ

ترجمہ:- اگر آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا نام رافضیت ہے تو جن و انس گواہ رہیں کہ میں بھی ایسا رافضی ہوں۔

اگر کسی مجنوں کے نزدیک یہ سارے افضل الخلائق، خلاصۂ کائنات (معاذ اللہ) گمراہ ہیں تو میں تنہا ہدایت پا کر کیا کروں گا۔

وَمَا أَنَا اِلَّا مِنْ غَزِیَّةَ اِنْ غَوَتْ
غَوَیْتُ وَاِنْ تَرْشُدْ غَزِیَّةُ أَرْشُدْ

ترجمہ:- میں قبیلۂ غزیہ کا ایک فرد ہوں، اگر غزیہ سب گمراہ ہوئے تو میں بھی گمراہ ہوں، اور اگر وہ ہدایت پر ہیں تو میں بھی ہدایت پر ہوں۔

قادیانیوں کی خدمت میں
ایک دردمندانہ ومخلصانہ گزارش

سب سے پہلے تو یہ حلفیہ گزارش ہے کہ واللہ باللہ ثم باللہ کہ مجھے مرزا صاحب اور اُن کے متبعین سے کوئی بغض یا عناد نہیں، اور جو اوراق اس بحث میں سیاہ کئے ہیں ان کی غرض نہ اپنی حرف دانی کا اظہار ہے، اور نہ اُن مغلظات گالیوں کا بدلہ لینا جو مرزا صاحب اور اُن کے متبعین نے ہمارے بزرگوں کو اپنی تصانیف میں دی ہیں، کیونکہ ان سب کا جواب تو ہمارے نزدیک یہ ہے:-

وَقُلْ لِغُلَامٍ اِنْ شَتَمْتَ سُرَاتَنَا

فَلَسْنَا بِشَتَّامِیْنَ لِلْمُتَشَتِّمِ

ترجمہ:- اور مرزا غلام سے کہہ دو کہ اگر تم نے ہمارے بزرگوں کو گالیاں دیں تو دو، ہم تو گالیاں دینے والے کو گالیاں دینے والے نہیں۔

بلکہ اِخلاص کے ساتھ آپ حضرات کے سامنے دِینِ انبیاءؑ اور قرآن و حدیث اور صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ اور علمائے سلف و خلف کے عقائد، مسئلہ ختمِ نبوّت کے متعلق پیش کرنا تھا، جس میں ایک حد تک رَبِّ القوی والقدر نے ان ضعیف ہاتھوں اور ناکارہ دِل و دماغ کو کامیاب فرمایا، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

خدا کے لئے سمجھو کہ اگر تم سب کے سب مرزا صاحب نہیں ان سے بھی کسی ادنیٰ آدمی کو نبی بلکہ خدا تسلیم کرلو، اور تمام نصوصِ قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہؓ و سلفؒ کو ٹھکرادو تو ہمارا کیا بگڑتا ہے، اور کروڑوں کافر دُنیا میں اس سے زیادہ شریعتِ اسلام کی

توہین کرنے والے موجود ہیں، ان میں چند ہزار کا اضافہ اور سہی، ہر شخص کو اپنی قبر میں سونا اور اپنے کئے کو بھگتنا ہے، لَھُمْ مَا کَسَبُوْا وَلَکُمْ مَا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔

ہاں! دِل میں درد ہوتا ہے جب دیکھتے ہیں کہ اپنے دست و بازو کٹ رہے ہیں، لوگ غیروں کو اپنا بنانے میں مشغول ہیں، اور مسلمان اپنے بھی غیر ہوتے جاتے ہیں۔

خدا کے لئے اپنی جانوں اور ایمانوں پر رحم کرو، اور ان اوراق کو تعصب و خودغرضی سے علیحدہ ہوکر دیکھو، اور پھر اپنے ضمیر سے پوچھو کہ کیا ان بینات ونصوص اور براہینِ واضحہ کے بعد بھی کسی غیرتشریعی یا ظلی یا بروزی یا لغوی یا مجازی یا جزوی یا غیرمستقل نبوّت کا وجود اسلامی روایات سے نکلتا ہے، یا ہر اس چیز کا جس کو شریعت و ملتِ اسلام میں ''نبوّت'' کہا جاتا ہے، کلّی اِنقطاع آفتاب کی طرح واضح ہوجاتا ہے؟ یہ ہماری گزارش ہے، ماننا نہ ماننا آپ کے قبضے میں ہے۔

وَمَا التَّوْفِیْقُ اِلَّا مِنَ اللہِ وَمَا الْھِدَایَۃُ اِلَّا مِنْہُ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ

اَللّٰھُمَّ أَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

وقد تم بعون اللہ تعالیٰ سبع عشرۃ من شوّال المکرّم ۱۳۴۵ھ

ضحوۃ یوم الأربعاء ۔

ستبقی خطوطی فی الدفاتر برھۃ

وانملتی تحت التراب رمیم

العبد الضعیف

محمد شفیع الدیوبندی

۱۷رشوال ۱۳۴۵ھ

ضمیمہ نمبرا

مسیحِ موعود کی پہچان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی:

اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے آخری دور میں بہ تقاضائے حکمتِ الٰہیہ دجالِ اکبر کا خروج مقدّر ومقرّر تھا، جس کے شر سے تمام انبیائے[(۱)] سابقین علیہم السلام اپنی اپنی اُمتوں کو ڈراتے آئے تھے، اور حسبِ تصریحاتِ احادیثِ متواترہ اس کا فتنہ تمام اگلے پچھلے فتنوں سے اَشد ہوگا، اس کے ساتھ ساحرانہ قوتیں اور خوارقِ عادات بے شمار ہوں گے۔

اسی کے ساتھ زمرۂ انبیاء میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص شان اور خاتم الامم کے ساتھ خاص عنایاتِ حق کے اظہار کے لئے باقتضائے حکمتِ الٰہیہ یہ بھی مقدّر ومقرّر تھا کہ فتنہ بال سے اُمت کو بچانے اور دجال کو شکست دینے کے لئے حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دوبارہ اس دُنیا میں نزول فرمائیں گے جو اپنی مخصوص شانِ مسیحی سے مسیح دجال کا خاتمہ کریں گے۔

خروجِ دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات اُمتِ مرحومہ کے آگے آنے والے تمام فتن اور واقعات میں سب سے اہم تھے، اسی اہمیت کے پیشِ نظر اپنی اُمت پر سب سے زیادہ رحیم وشفیق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان واقعات

---

(۱) اخرجہ ابوداؤد عن انس رضی اللہ عنہ..... کذا فی جمع الفوائد مترجم ج:۴ ص:۴۷۶۔ ۱۲ منہ

کی تبیین و تعیین میں اور مسیح دجال اور مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی علامات و نشانات بتلانے میں انتہائی تفصیل و توضیح سے کام لیا ہے، سو۱۰۰ سے زیادہ احادیث ہیں جو مختلف اوقات میں صحابہؓ کے مختلف مجامع میں مختلف عنوانات کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات و علامات اور بوقتِ نزول اُن کی مکمل کیفیات کا اظہار فرمایا۔

یہ احادیث درجۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، اکابر محدثینؒ نے ان کو متواتر قرار دیا ہے، اور خبرِ متواتر سے جو چیز ثابت ہو اس کا قطعی اور یقینی ہونا تمام اہلِ عقل اور اہلِ دِین کے نزدیک باتفاق مُسلَّم ہے۔

ان تمام احادیثِ معتبرہ کو احقر نے اپنے عربی رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں جمع کر دیا ہے، اور اس میں ہر حدیث پر نمبر ڈال دیئے ہیں، اس رسالے میں صرف حدیث کا نمبر اور کتاب کا حوالہ دینے پر اکتفاء کیا گیا ہے، اور اِن شاء اللہ کسی وقت ان احادیث کو مع ترجمہ وتشریح بھی شائع کر دیا جائے گا۔[1] علاوہ ازیں خود قرآنِ کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جتنی علامات اور نشانیاں بتلائی ہیں اتنی کسی رسول اور نبی کے متعلق نہیں بتلائیں، یہاں تک کہ خود سرورِ کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن اُترا ہے ان کی بھی مادّی اور جسمانی علامات و نشانات قرآن نے اس تفصیل سے نہیں بتلائے، تمام انبیاء علیہم السلام کے درمیان صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا یہ معاملہ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں اس پر مزید در مزید اضافہ بلاشبہ اس لئے تھا کہ آخر زمانہ میں ان کا اس اُمت میں تشریف لانا مقدّر و مقرّر تھا۔ اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ اُن کی علامات و نشانات اُمت کو ایسی وضاحت سے بتلا دیئے جائیں کہ پھر کسی کو کسی اشتباہ والتباس کی ادنیٰ گنجائش نہ رہے۔ اس رسالے میں جمع کی ہوئی تمام علامات ونشانات کو دیکھنے کے بعد ہر شخص یہ کہہ اُٹھے گا کہ کسی انسان کی تعیین کے لئے اس سے زیادہ نشانات و

---

(۱) اب یہ ترجمہ وتشریح کا کام برخوردار عزیز مولوی محمد رفیع عثمانی سلمہٗ مدرّس دارالعلوم کراچی نے کر دیا ہے، جو "علاماتِ قیامت اور نزولِ مسیح" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ محمد شفیع ۳۰ رصفر ۱۳۹۴ھ

علامات نہیں بتلائے جاسکتے۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام میں سے اس کام کے لئے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتخاب میں شاید یہ حکمت بھی ہو کہ اُن کی پیدائش اور خلقت و تربیت تمام بنی نوعِ انسان سے جدا ایک خاص معجزانہ طریق پر ہوئی ہے، اُن کے حالات کسی دُوسرے انسان کے ساتھ ملتبس اور مشتبہ ہو ہی نہیں سکتے۔

الغرض قرآن و حدیث(۱) نے آخرِ زمانہ میں آنے والے مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی تعیین اور اس میں پیدا ہونے والے ہر التباس و اشتباہ کو رفع کرنے کے لئے اس قدر اہتمام فرمایا کہ اُس سے زیادہ اہتمام عادۃً ناممکن ہے، تاکہ کوئی جھوٹا مدعی اپنے آپ کو مسیحِ موعود کہہ کر اُمت کو گمراہ نہ کرسکے۔

لیکن شاباش ہے قادیانی مرزا غلام احمد کو کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے اس تمام اہتمام کے مقابلے میں اکھاڑا جمادیا اور ان میں بیان کی ہوئی تمام چیزوں پر پانی پھیر کر خود مسیحِ موعود بن بیٹھے، اور اس سے زیادہ حیرت اُن لوگوں پر ہے جنھوں نے قرآن و حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے کے دعویدار ہوتے ہوئے ان کو مسیحِ موعود مان لیا، لیکن اس اُمت میں سے کسی شخص کا مسیح موعود بننا بغیر اس کے ممکن نہیں تھا کہ قرآن و حدیث کی قائم کی ہوئی تمام مضبوط و مستحکم بنیادوں کو اُکھاڑ کر ایک نیا دِین، نئی ملت بنائی جائے، اس لئے مرزا صاحب نے:-

ا:- اُمت کے اِجماعی عقیدہ اور قرآن و حدیث کی تصریحات کے خلاف یہ دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوچکی، اُن کی قبر کشمیر میں ہے۔

۲:- پھر یہ دعویٰ کیا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دوبارہ اس دُنیا میں نہیں آئیں گے، بلکہ ان کا شبیہ و مثیل آئے گا۔

۳:- پھر وہ شبیہ و مثیل خود بننے کی کوشش جاری فرمائی۔

---

(۱) قرآن مجید سے نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا مکمل ثبوت حضرت الاستاذ العلامہ مولانا سیّد محمد انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ کی کتاب ''عقیدۃ الاسلام فی نزول عیسیٰ علیہ السلام'' میں، اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور کی کتاب ''کلمۃ اللہ فی حیاتِ رُوح اللہ'' میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، اور اس مسئلے سے متعلق احادیث احقر کے عربی رسالہ ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' میں مذکور ہیں۔ ۱۲ منہ

۴:- اور چونکہ حسبِ تصریح قرآن و حدیث و اجماعِ اُمت ہر قسم کی نبوّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوچکی ہے، اب کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا، عیسیٰ علیہ السلام تو پہلے نبی ہیں اُن کا آنا ختمِ نبوّت کے منافی نہیں تھا، اگر کوئی ان کا مثیل وشبیہ آئے تو مسئلۂ ختمِ نبوّت اُس کی راہ میں حائل ہوتا ہے، اس لئے اس اِجماعی مسئلے کی تحریف کرنا پڑی اور نبوّت کی خودساختہ قسمیں بناکر بعض اَقسام کا سلسلہ جاری قرار دیا۔

۵:- آخرکار خود نبی و رسول بن گئے۔

۶:- دعوائے نبوّت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جو اُن کو نہ مانے وہ کافر قرار دیا جائے، اس کے نتیجے میں اپنی ایک مٹھی جماعت کے سوا اُمت کے ستر کروڑ مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا۔

۷:- اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی مدعیٔ نبوّت کے ماننے والے اور نہ ماننے والے ایک ملت نہیں ہوسکتے، کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ کسی نبی کے ماننے والے بھی مسلمان کہلائیں اور اُس کو جھوٹا سمجھنے والے بھی مسلمان رہیں، اس طرح ملتِ اسلامیہ کے ٹکڑے کرکے ایک علیحدہ ملت کی تعمیر کی گئی۔ یہ سارے کفریات اس کے نتیجے میں آئے کہ قرآن و حدیث کی بے شمار تصریحات کے خلاف اپنے آپ کو مسیحِ موعود قرار دیا۔

اس لئے احقر نے اس مختصر رسالے میں آخرِ زمانہ میں آنے والے مسیح علیہ السلام کی تمام نشانیاں اور علامات بحوالہ قرآن و حدیث جمع کردی ہیں، تاکہ ہر دیکھنے والا ایک نظر میں دیکھ لے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جو علامات بیان کی ہیں، قادیانی مرزا صاحب میں اُن میں سے کوئی موجود ہے یا نہیں؟

ہم نے سہولت کے لئے ان حالات وعلامات کو ایک جدوَل کی صورت میں پیش کیا ہے جس کے ایک خانے میں آنے والے مسیح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی علامات ذکر کی گئی ہیں، دُوسرے خانے میں اُن کا حوالہ قرآن و حدیث سے دیا گیا ہے، احادیث کی عبارت طویل تھی اس لئے تمام احادیث کو مع ترجمہ کے حصہ دوم (ختم النبوۃ فی الحدیث) میں لکھا گیا ہے، ان پر نمبر ڈال دیئے ہیں، اس جدوَل میں صرف حدیث کا نمبر لکھا جائے گا، جس کو اصل حدیث دیکھنا ہو اس نمبر کے حوالے سے

حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں، تیسرے خانے میں مرزا صاحب کے حالات و علامات کا مقابلہ دِکھلانا تھا۔

مگر ہمیں تو ان علامات میں سے کوئی بھی مرزا صاحب میں نظر نہیں آئی، بلکہ صراحۃً اُس کے مخالف علامات و حالات معلوم ہوئے، مخالف حالات اور وہ بھی ذاتی اور گھریلو معاملات سے متعلق اگر بیان کئے جائیں تو دیکھنے والے شاید اُس کو تہذیب کے خلاف سمجھیں۔

اس لئے ہم نے یہ خانہ سب جگہ خالی چھوڑ دیا ہے کہ مرزا صاحب کو مسیحِ موعود ماننے والے خدا کو حاضر و ناظر جان کر ایمان داری سے اس خانہ کو خود پُر کریں۔

شاید اللہ تعالیٰ اسی کو اُن کے لئے ذریعۂ ہدایت بنادیں۔

وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللہِ بِعَزِیْزٍ.

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ
مدرّس دارالعلوم دیوبند
شعبان ۱۳۴۵ھ

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

ذٰلِکَ عِیسَی ابنُ مَریَمَ قَولَ الحَقِّ الَّذِی فِیهِ یَمتَرُونَ.

مسیحِ موعودؑ کا نام، کنیت اور لقب

۱	آپ کا نام عیسیٰ ہے، علیہ السلام۔	ذٰلِکَ عِیسَی ابنُ مَریَمَ.	
۲	آپ کی کنیت عیسیٰ بن مریم ہے۔	ذٰلِکَ عِیسَی ابنُ مَریَمَ قَولَ الحَقِّ.	
۳	آپ کا لقب مسیح ہے۔	اِنَّ اللہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَةٍ مِّنهُ.	
۴	آپ کا لقب کلمۃ اللہ ہے۔	اُسمُهُ المَسِیحُ عِیسَی ابنُ مَریَمَ.	
۵	آپ کا لقب، روح اللہ ہے۔	اُسمُهُ المَسِیحُ عِیسَی ابنُ مَریَمَ.	

مسیحِ موعودؑ کے خاندان کی پوری تفصیل

۶	آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مریم ہے	ذٰلِکَ عِیسَی ابنُ مَریَمَ	
۷	آپ بغیر باپ کے بقدرت خداوندی صرف ماں سے پیدا ہوئے۔	اَنّٰی یَکُونُ لِی غُلَامٌ وَّلَم یَمسَسنِی بَشَرٌ.	
۸	آپ کے نانا عمران علیہ السلام ہیں۔	مَریَمَ ابنَتَ عِمرَانَ الَّتِی	
۹	آپ کی نانی امرأۃ عمران (حنّہ) ہیں۔	اِذ قَالَتِ امرَاَةُ عِمرَانَ	

۱۰	آپ کے ماموں ہارون ہیں۔[1]	یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ	
۱۱	آپ کی نانی کی یہ نذر کہ اس حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ بیت المقدس کے لئے وقف کروں گی۔	اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا.	
۱۲	پھر حمل سے لڑکی کا پیدا ہونا۔	فَلَمَّا وَضَعَتْهَا الآیة.	
۱۳	پھر ان کا عذر کرنا کہ یہ عورت ہونے کی وجہ سے وقف کے قابل نہیں۔	اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی.	
۱۴	اُس لڑکی کا نام مریم رکھنا۔	اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ.	

والدہ مسیح موعود علیہ السلام حضرت مریمؑ کے بعض حالات

۱۵	مسِ شیطان سے محفوظ رہنا۔	اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِکَ.	
۱۶	ان کا نشوونما غیر عادی طور پر ایک دن میں سال بھر کے برابر ہونا۔	وَاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا.	
۱۷	مجاورینِ بیت المقدس کا مریم کی تربیت میں جھگڑنا اور حضرت زکریّا کا کفیل ہونا۔	اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ.	
۱۸	ان کو محراب میں ٹھہرانا اور ان کے پاس غیبی رزق آنا۔	کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا.	
۱۹	زکریّا کا سوال اور مریم کا جواب کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔	قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ.	
۲۰	فرشتوں کا اُن سے کلام کرنا۔	اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ	
۲۱	ان کا اللہ کے نزدیک مقبول ہونا۔	اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰکِ.	

---

(۱) ہارون سے اس جگہ ہارون نبی علیہ السلام مراد نہیں، کیونکہ وہ تو مریمؑ سے بہت پہلے گزر چکے تھے، بلکہ ان کے نام پر حضرت مریمؑ کے بھائی کا نام ہارون رکھا گیا تھا۔ (هکذا رواه مسلم والنسائی والترمذی مرفوعًا)۔

۲۲	ان کا حیض سے پاک ہونا۔	وَطَهَّرَكِ.	
۲۳	تمام دُنیا کی موجود عورتوں سے افضل ہونا۔	وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ.	

حضرت مسیح علیہ السلام کے ابتدائی حالات استقرارِ حمل وغیرہ

۲۴	مریم کا ایک گوشے میں جانا	اِذِ انْتَبَذَتْ	
۲۵	اس گوشے کا شرقی جانب میں ہونا۔ ان کا پردہ ڈالنا۔	مَكَانًا شَرْقِيًّا. فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا.	
۲۶	ان کے پاس بشکلِ انسانی فرشتے کا آنا۔	فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا.	
۲۷	مریم کا پناہ مانگنا۔	اِنِّيْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ.	
۲۸	فرشتے کا من جانب اللہ ولادتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دینا۔	لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا.	
۲۹	مریم کا اس خبر پر تعجب کرنا کہ بغیر صحبتِ مرد کے کیسے بچہ ہوگا؟	اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلَامٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ.	
۳۰	فرشتے کا من جانب اللہ یہ پیغام دینا کہ اللہ تعالیٰ پر یہ سب آسان ہے۔	قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ.	
۳۱	بحکمِ خداوندی بغیر صحبتِ مرد کے اُن کا حاملہ ہونا۔	فَحَمَلَتْهُ.	
۳۲	دَردِ زہ کے وقت ایک کھجور کے درخت کے نیچے جانا۔	فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ.	

آپؑ کی ولادت کس جگہ اور کس طرح پر ہوئی؟

۳۳	مسکونہ مکان سے دُور ایک باغ کے گوشے میں ولادت ہوئی۔	فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا.	
۳۴	حضرت مریم ایک کھجور کے درخت کے تنے پر ٹیک لگائے ہوئے تھیں۔	اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ.	

۳۵	ولادت کے بعد مریم کا بوجہ حیاء کے پریشان ہونا اور لوگوں کی تہمت سے ڈرنا۔	قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا.	
۳۶	درخت کے نیچے سے فرشتے کا آواز دینا۔	فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَا.	
۳۷	کہ گھبراؤ نہیں اللہ نے تمہیں ایک سردار دیا ہے۔	اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا.	
۳۸	ولادت کے بعد حضرت مریم کی غذا تازہ کھجوریں۔	تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا.	
۳۹	حضرت مریم کا آپ کو گود میں اُٹھا کر گھر لانا۔	فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ.	
۴۰	ان کی قوم کا تہمت رکھنا اور بدنام کرنا۔	يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا.	
۴۱	حضرتِ مریم سے رفع تہمت کے لئے من جانب اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام فرمانا اور یہ فرمانا کہ میں نبی ہوں۔	قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا.	

حضرت مسیحِ موعودؑ کے خصائص

۴۲	مسیحِ موعود کا مُردوں کو بحکم خدا زندہ کرنا۔	وَاُحْيِ الْمَوْتٰى.	
۴۳	برص کے بیمار کو شفا دینا۔	اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ.	
۴۴	مادرزاد اندھے کو بحکمِ الٰہی شفا دینا۔	ایضاً	
۴۵	مٹی کی چڑیوں میں بحکمِ الٰہی جان ڈالنا۔	فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ	
۴۶	آدمیوں کے کھائے ہوئے کھانے کو بتا دینا کہ کیا کھایا تھا؟	وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ.	

۴۷	جو چیزیں لوگوں کے گھروں میں چھپی ہوئی رکھی ہیں اُن کو بن دیکھے بتا دینا۔	ایضاً	
۴۸	کفارِ بنی اسرائیل کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کرنا اور حفاظتِ الٰہی۔	وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ.	
۴۹	کفار کے نرغے کے وقت آپ کو آسمان پر زندہ اُٹھانا۔	اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ.	

حضرت مسیحِ موعودؑ کا حلیہ

۵۰	آپ کا وجیہ ہونا	وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ.	
۵۱	آپ کا قد و قامت درمیانہ ہے۔	حدیث نمبر۱۰ بروایت ابوداوٗدؒ وابنِ ابی شیبہؒ وابنِ حبانؒ وصححہ ابن حجر فی الفتح۔	
۵۲	رنگ سفید سرخی مائل ہے۔	ایضاً	
۵۳	بالوں کی لمبائی دونوں شانوں تک ہوگی۔	ایضاً	
۵۴	بالوں کا رنگ بہت سیاہ چمک دار ہوگا، جیسے نہانے کے بعد بال ہوتے ہیں۔	ایضاً	
۵۵	بال گھنگرالے ہوں گے۔	ایضاً (بعض روایات میں ہے کہ سیدھے بال ہوں گے جیسا کہ حدیث نمبر۱۵ میں ہے، ممکن ہے کہ اختلاف دو وقتوں کے لحاظ سے ہو)	
۵۶	صحابہؓ میں آپ کے مشابہ عروہؓ بن مسعود ہیں۔	ایضاً	
۵۷	آپ کی خوراک لوبیا اور جو چیزیں آگ پر نہ پکیں۔	حدیث نمبر۲۷ رواہ دیلمی	

آخرِ زمانہ میں آپؑ کا دوبارہ نزول

۵۸	قربِ قیامت میں پھر آسمان سے اُترنا	حدیث نمبرا الغایت نمبر۵ ۷	
۵۹	نزول کے وقت آپ کا لباس دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔	حدیث نمبر۱۰ ابوداؤدؒ وغیرہ۔	
۶۰	آپ کے سر پر ایک لمبی ٹوپی ہوگی۔	حدیث نمبر۴۸ ابن عساکرؒ	
۶۱	آپ ایک زرہ پہنیں گے۔	حدیث نمبر۶۸ درمنثور	

بوقتِ نزول آپؑ کے بعض حالات

۶۲	دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے اُتریں گے۔	حدیث نمبر۵ مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، احمدؒ۔	
۶۳	آپ کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا جس سے دجال کو قتل کریں گے۔	حدیث نمبر۴۸ ابنِ عساکرؒ۔	
۶۴	اُس وقت جس کسی کافر پر آپ کے سانس کی ہوا پہنچ جائے گی وہ مرجائے گا۔	حدیث نمبر۵ صحیح مسلم۔	
۶۵	سانس کی ہوا اتنی دُور تک پہنچے گی جہاں تک آپ کی نظر جائے گی۔	ایضاً	

مقامِ نزول اور وقتِ نزول کی مکمل تعیین وتوضیح

۶۶	آپ کا نزول دمشق میں ہوگا۔	حدیث نمبر۵ مسلمؒ	
۶۷	دمشق کی جامع مسجد میں نزول ہوگا۔	ایضاً	
۶۸	جامع مسجد دمشق کے بھی شرقی گوشے میں نزول ہوگا۔	ایضاً	
۶۹	نمازِ صبح کے وقت آپ نازل ہونگے۔	ایضاً	

بوقتِ نزول حاضرین کا مجمع اور اُن کی کیفیت

۷۰	مسلمانوں کی ایک جماعت مع امام مہدیؓ کے مسجد میں موجود ہوگی، جو دجال سے لڑنے کے لئے جمع ہوئے ہوں گے۔	حدیث نمبر ۷ مسلمؒ	
۷۱	ان کی تعداد آٹھ سو مرد اور چار سو عورتیں ہوں گی۔	حدیث نمبر ۶۹ دیلمیؒ	
۷۲	بوقتِ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام یہ لوگ نماز کے لئے صفیں دُرست کرتے ہوئے ہوں گے۔		
۷۳	اس جماعت کے امام اس وقت حضرت مہدیؓ ہوں گے۔	حدیث نمبر ۱۳ و ۴۱ تا ۴۳	
۷۴	حضرت مہدیؓ عیسیٰ علیہ السلام کو اِمامت کے لئے بلائیں گے اور وہ اِنکار کریں گے۔	حدیث نمبر ۳ مسلمؒ و احمدؒ	
۷۵	جب حضرت مہدیؓ پیچھے ہٹنے لگیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام ان کی پشت پر ہاتھ رکھ کر انہیں کو اِمام بنائیں گے۔	حدیث نمبر ۱۳ ابوداؤدؒ، ابنِ ماجہؒ، ابنِ حبانؒ، ابنِ خزیمہؒ	
۷۶	پھر حضرت مہدیؓ نماز پڑھائیں گے۔	حدیث نمبر ۴۱ ابونعیمؒ	

بعد نزول آپؑ کتنے دنوں دُنیا میں رہیں گے؟

۷۷	آپ چالیس سال دُنیا میں قیام فرمائیں گے۔	حدیث نمبر ۱۰ ابوداؤدؒ، ابنِ ابی شیبہؒ، احمدؒ، ابنِ حبانؒ، ابنِ جریرؒ	

بعد نزول آپؑ کا نکاح اور اولاد

۷۸	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں نکاح ہوگا۔	حدیث نمبر۳۷ فتح الباری و نمبر۵۸، حدیث نمبر۱۰۱ کتاب الخطط للمقریزی	
۷۹	بعدِ نزول آپ کے اولاد ہوگی۔	حدیث نمبر۳۷ مذکور	

نزول کے بعد مسیحِ موعودؑ کے کارنامے

۸۰	آپ صلیب توڑیں گے یعنی صلیب پرستی کو اُٹھادیں گے۔	حدیث نمبرا بخاریؒ و مسلمؒ	
۸۱	خنزیر کو قتل کریں گے یعنی نصرانیت کو مٹائیں گے۔	حدیث نمبرا بخاریؒ و مسلمؒ	
۸۲	آپ نماز سے فارغ ہوکر دروازۂ مسجد کھلوائیں گے اور اس کے پیچھے دجال ہوگا۔	حدیث نمبر۱۳	
۸۳	دجال اور اس کے ساتھیوں سے جہاد کریں گے۔	ایضاً	
۸۴	دجال کو قتل فرمائیں گے۔	ایضاً	
۸۵	دجال کا قتل اَرضِ فلسطین میں بابِ لُدّ کے پاس واقع ہوگا۔	ایضاً	
۸۶	اس کے بعد تمام دُنیا مسلمان ہوجائے گی۔	ایضاً	
۸۷	جو یہودی باقی ہوں گے چن چن کر قتل کردیئے جائیں گے۔	ایضاً	
۸۸	کسی یہودی کو کوئی چیز پناہ نہ دے سکے گی۔	ایضاً	

۸۹	یہاں تک کہ درخت اور پتھر بول اُٹھیں گے کہ ہمارے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے۔	ایضاً	
۹۰	اس وقت اسلام کے سوا تمام مذاہب مٹ جائیں گے۔	حدیث نمبر۱۰ ابوداؤدؒ، احمدؒ، ابنِ ابی شیبہؒ، ابنِ حبانؒ، ابنِ جریرؒ	
۹۱	اور جہاد موقوف ہوجائے گا، کیونکہ کوئی کافر ہی باقی نہ رہے گا۔	حدیث نمبرا بخاریؒ و مسلمؒ	
۹۲	اور اس لئے جزیہ کا حکم بھی باقی نہ رہے گا۔	حدیث نمبر۴ مسندِ احمد	
۹۳	مال و زر لوگوں میں اتنا عام کردیں گے کہ کوئی قبول نہ کرے گا۔	حدیث نمبرا مذکور	
۹۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کی اِمامت کریں گے۔	حدیث نمبر۴ مسلم، مسندِ احمد	
۹۵	حضرت مسیح مقام فج الروحاء میں تشریف لے جائیں گے۔	حدیث نمبر۴ مسلم، مسندِ احمد	
۹۶	حج یا عمرہ یا دونوں کریں گے۔	ایضاً	
۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر تشریف لے جائیں گے۔	ایضاً درمنثور	
۹۸	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سلام کا جواب دیں گے، جس کو سب حاضرین سنیں گے۔	ایضاً	

مسیحِ موعودؑ لوگوں کو کس مذہب پر چلائیں گے؟

۹۹	آپ قرآن و حدیث پر خود بھی عمل کریں گے اور لوگوں کو بھی اس پر چلائیں گے۔	حدیث نمبر۵۵ اشاعہ	

مسیحِ موعودؑ کے زمانے میں ظاہری و باطنی برکات

۱۰۰	ہر قسم کی دِینی و دُنیوی برکات نازل ہوں گی۔	حدیث نمبر۵، مسلمؒ، ابوداوٗدؒ، ترمذیؒ، مسندِ احمدؒ	
۱۰۱	سب کے دِلوں سے بغض وحسد اور کینہ نکل جائے گا۔	حدیث نمبر۱ مسلمؒ وغیرہ	
۱۰۲	ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ ایک جماعت کے لئے کافی ہوگا۔	حدیث نمبر۵ مذکور	
۱۰۳	ایک دُودھ دینے والی اُونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کے لئے کافی ہوگی۔	ایضاً	
۱۰۴	ایک دُودھ والی بکری ایک قبیلے کے لئے کافی ہوجائے گی۔	ایضاً	
۱۰۵	ہر ڈنک والے زہریلے جانور کا ڈنک وغیرہ نکال دیا جائے گا۔	حدیث نمبر۱۳ ابوداوٗدؒ، ابنِ ماجہؒ	
۱۰۶	یہاں تک کہ ایک لڑکی اگر سانپ کے منہ میں ہاتھ دے گی تو وہ اس کو نقصان نہ پہنچائے گا۔	ایضاً	
۱۰۷	ایک لڑکی شیر کو بھگادے گی اور وہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکے گا۔	ایضاً	
۱۰۸	بھیڑیا، بکریوں کے ساتھ ایسا ہی رہے گا جیسے کتا، ریوڑ کی حفاظت کے لئے رہتا ہے۔	ایضاً	
۱۰۹	ساری زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے۔	ایضاً	
۱۱۰	صدقات کا وصول کرنا چھوڑ دیا جائیگا۔	ایضاً	

یہ برکات کتنی مدّت تک رہیں گی؟

۱۱۱	یہ برکات سات سال تک رہیں گی۔	حدیث نمبر۶ مسلمؒ واحمدؒ، حاکمؒ	

لوگوں کے حالاتِ متفرقہ جو مسیحِ موعودؑ کے وقت میں ہوں گے

۱۱۲	رُومی لشکر مقامِ اعماق یا وابق میں اُترے گا۔	حدیث نمبر۷ مسلمؒ	
۱۱۳	اُن سے جہاد کے لئے مدینہ منوّرہ سے ایک لشکر چلے گا۔	ایضاً	
۱۱۴	یہ لشکر اپنے زمانے کے بہترین لوگوں کا مجمع ہوگا۔	ایضاً	
۱۱۵	ان کے جہاد میں لوگوں کے تین ٹکڑے ہوجائیں گے۔	ایضاً	
۱۱۶	ایک تہائی حصہ شکست کھائے گا۔	ایضاً	
۱۱۷	ایک تہائی شہید ہوجائے گا۔	ایضاً	
۱۱۸	ایک تہائی فتح پاجائیں گے۔	ایضاً	
۱۱۹	قسطنطنیہ فتح کریں گے۔	ایضاً	

پہلے خروجِ دجال کی غلط خبر مشہور ہونا

۱۲۰	جس وقت وہ غنیمت تقسیم کرنے میں مشغول ہوں گے تو خروجِ دجال کی غلط خبر مشہور ہوجائے گی۔	حدیث نمبر۷ مسلمؒ	
۱۲۱	لیکن جب یہ لوگ ملکِ شام میں واپس آئیں گے تو دجال نکل آئیگا۔	ایضاً	

اس زمانے میں عرب کا حال

۱۲۲	عُرب اس زمانے میں بہت کم ہوں گے اور سب کے سب بیت المقدس میں ہوں گے۔	حدیث نمبر۱۳ ابوداوٗدؒ، ابنِ ماجہؒ	

لوگوں کے بقیہ حالات

۱۲۳	مسلمان دجال سے بچ کر افیق پہاڑ پر جمع ہوجائیں گے (یہ پہاڑ ملکِ شام میں ہے)۔	حدیث نمبر۱۶ احمدؒ، حاکمؒ، طبرانیؒ	
۱۲۴	اس وقت مسلمان سخت فقر و فاقہ میں مبتلا ہوں گے، یہاں تک کہ بعض لوگ اپنی کمان کا چلہ جلاکر کھاجائیں گے۔	ایضاً	
۱۲۵	اس وقت اچانک ایک منادی آواز دے گا کہ تمہارا فریادرس آگیا۔	ایضاً	
۱۲۶	لوگ تعجب سے کہیں گے کہ یہ توکسی پیٹ بھرے ہوئے کی آواز ہے۔	ایضاً	

غزوۂ ہندوستان کا ذکر

۱۲۷	ایک مسلمانوں کا لشکر ہندوستان پر جہاد کرے گا اور اس کے بادشاہوں کو قید کرلے گا۔	حدیث نمبر۴۶ ابونعیمؒ	
۱۲۸	یہ لشکر اللہ کے نزدیک مقبول اور مغفور ہوگا۔	ایضاً	
۱۲۹	جس وقت یہ لشکر واپس ہوگا تو عیسیٰ علیہ السلام کو ملکِ شام میں پائیگا۔	ایضاً	
۱۳۰	بنی عباس اس وقت گاؤں میں رہیں گے۔	حدیث نمبر۴۹ ابنِ نجارؒ	
۱۳۱	اور سیاہ کپڑے پہنیں گے۔	ایضاً	
۱۳۲	اور ان کے متبعین اہلِ خراسان ہوں گے۔	ایضاً	

۱۳۳	لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اعتماد پر تمام دُنیا سے مستغنی ہوجائیں گے۔	ایضاً	

مسیحِ موعودؑ کے زمانے کے اہم واقعات

آپؑ کے نزول سے پہلے دجال کا خروج

۱۳۴	شام و عراق کے درمیان دجال نکلے گا۔	حدیث نمبر۵ مذکور	

دجال کی علامات

۱۳۵	اس کی پیشانی پر ''کافر'' اس صورت میں لکھا ہوگا: ک، ف، ر۔	حدیث نمبر۳۱ مسندِ احمد	
۱۳۶	وہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔	ایضاً	
۱۳۷	داہنی آنکھ میں سخت ناخنہ ہوگا۔	ایضاً	
۱۳۸	تمام دُنیا میں پھر جائیگا، کوئی جگہ باقی نہ رہے گی جس کو وہ فتح نہ کرے۔	ایضاً	
۱۳۹	البتہ حرمین، مکہ و مدینہ اُس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔	ایضاً	
۱۴۰	مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے ہر راستے پر فرشتوں کا پہرہ ہوگا، جو دجال کو اندر نہ گھسنے دیں گے۔	حدیث نمبر۱۳	
۱۴۱	جب مکہ و مدینہ سے دفع کردیا جائے گا تو ظریب احمر میں سنجہ (کھاری زمین) کے ختم پر جاکر ٹھہرے گا۔	ایضاً	

۱۴۲	اس وقت میں تین زلزلے آئیں گے جو منافقین کو مدینہ سے نکال پھینکیں گے اور تمام منافق مرد و عورت دجال کے ساتھ ہوجائیں گے۔	حدیث نمبر۳۱ مسندِ احمد	
۱۴۳	اس کے ساتھ ظاہری طور پر جنت و دوزخ ہوگی مگر حقیقت میں اُس کی جنت دوزخ اور دوزخ جنت ہوگی۔	ایضاً	
۱۴۴	اُس کے زمانے میں ایک دن سال بھر کے برابر اور دُوسرا مہینہ کے برابر اور تیسرا ہفتہ کے برابر ہوگا، اور پھر باقی ایام عادت کے موافق ہوں گے۔	ایضاً	
۱۴۵	وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا جس کے دونوں ہاتھوں کا درمیانی فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا۔	ایضاً	
۱۴۶	اس کے ساتھ شیاطین ہوں گے جو لوگوں سے کلام کریں گے۔	ایضاً	
۱۴۷	جب وہ بادل کو کہے گا، فوراً بارش ہوجائے گی۔	حدیث نمبر۵ مذکور	
۱۴۸	اور جب چاہے گا تو قحط پڑ جائے گا۔	ایضاً	
۱۴۹	مادرزاد اندھے اور اَبرص کو تندرست کردے گا۔	حدیث نمبر۳۸ طبرانیؒ	
۱۵۰	زمین کے پوشیدہ خزانوں کو حکم دے گا تو فوراً باہر آکر اس کے پیچھے ہوجائیں گے۔	ایضاً	

۱۵۱	دجال ایک نوجوان آدمی کو بلائے گا اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے بیچ سے کردے گا اور پھر اُس کو بلائے گا تو وہ صحیح سالم ہوکر ہنستا ہوا سامنے آجائے گا۔	ایضاً	
۱۵۲	اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جن کے پاس جڑاؤ تلواریں اور ساج ہوں گے۔	حدیث نمبر۱۳ ابوداوٗدؒ، ابنِ ماجہؒ وغیرہ	
۱۵۳	لوگوں کے تین فرقے ہوجائیں گے، ایک فرقہ دجال کا اِتباع کرے گا، اور ایک فرقہ اپنی کاشت کاری میں لگا رہے گا اور ایک فرقہ دریائے فرات کے کنارے پر اس کے ساتھ جہاد کرے گا۔	حدیث نمبر۷۰ ابن ابی شیبہؒ، عباس بن حمیدؒ، حاکمؒ، بیہقیؒ، ابنِ ابی حاتمؒ	
۱۵۴	مسلمان ملکِ شام کی بستیوں میں جمع ہوجائیں گے اور دجال کے پاس ایک ابتدائی لشکر بھیجیں گے۔	ایضاً	
۱۵۵	اس لشکر میں ایک شخص ایک سرخ (یا سیاہ، سفید) گھوڑے پر سوار ہوگا اور یہ سارا لشکر شہید ہوجائے گا، ان میں سے ایک بھی واپس نہ آئے گا۔	ایضاً	

دجال کی ہلاکت اور اس کے لشکر کی شکست

۱۵۶	دجال جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔	حدیث نمبر۱۳ مذکور	

۱۵۷	اُس وقت تمام یہودیوں کو شکست ہوگی۔	حدیث نمبر۱۳ و۱۴	

یأجوج مأجوج کا نکلنا اور ان کے بعض حالات

۱۵۸	اللہ تعالیٰ یأجوج مأجوج کو نکالے گا جن کا سیلاب تمام عالم کو گھیر لے گا۔	حدیث نمبر۵ مذکور	
۱۵۹	اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام مسلمانوں کو طور پہاڑ پر جمع فرمائیں گے۔	ایضاً	
۱۶۰	یأجوج مأجوج کا ابتدائی حصہ جب دریائے طبریہ پر گزرے گا تو سب دریا کو پی کر صاف کردے گا۔	ایضاً	
۱۶۱	اس وقت ایک بیل لوگوں کے لئے سَو۱۰۰ دینار سے بہتر ہوگا (بوجہ قحط کے یا دُنیا سے قلتِ رغبت کی وجہ سے)۔	ایضاً	

مسیحِ موعودؑ کا یأجوج مأجوج کے لئے بددُعا فرمانا اور ان کی ہلاکت

۱۶۲	اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام یأجوج مأجوج کے لئے بددُعا فرمائیں گے۔	حدیث نمبر۵ مذکور	
۱۶۳	اللہ تعالیٰ اُن کے گلوں میں ایک گلٹی نکال دے گا جس سے سب کے سب دفعۃً مرے ہوئے رہ جائیں گے۔	ایضاً	

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جبلِ طور سے اُترنا

۱۶۴	اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر جبلِ طور سے زمین پر اُتریں گے۔	حدیث نمبر ۵ مذکور	
۱۶۵	مگر تمام زمین یاجوج ماجوج کے مُردوں کی بدبو سے بھری ہوئی ہوگی۔	ایضاً	
۱۶۶	حضرت عیسیٰ علیہ السلام دُعا فرمائیں گے کہ بدبو دُور ہوجائے۔	ایضاً	
۱۶۷	اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جس سے تمام زمین دُھل جائے گی۔	ایضاً	
۱۶۸	پھر زمین اپنی اصلی حالت پر پھولوں اور پھلوں سے بھر جائے گی۔	ایضاً	

مسیحِ موعودؑ کی وفات اور اس سے قبل و بعد کے حالات

۱۶۹	حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو فرمائیں گے کہ میرے بعد ایک شخص کو خلیفہ بنائیں جس کا نام مُقعد ہے۔	حدیث نمبر ۵۵ الاشاعۃ للبرزنجی	
۱۷۰	اس کے بعد آپ کی وفات ہوجائے گی۔	حدیث نمبر ۵۵ و نمبر ۱۵ مسندِ احمد و حافظ	
۱۷۱	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر میں چوتھی قبر آپ کی ہوگی۔	ایضاً	
۱۷۲	لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعمیلِ ارشاد کے لئے مُقعد کو خلیفہ بنائیں گے۔	ایضاً	

۱۷۳	پھر مُقعد کا بھی انتقال ہوجائے گا۔	ایضاً	
۱۷۴	پھر لوگوں کے سینوں سے قرآن اُٹھالیا جائے گا۔	ایضاً	
۱۷۵	یہ واقعہ مُقعد کی موت سے تین سال بعد ہوگا۔	ایضاً	
۱۷۶	اس کے بعد قیامت کا حال ایسا ہوگا جیسے کوئی پورے نو مہینے کی حاملہ کہ معلوم نہیں کب ولادت ہوجائے۔	ایضاً	
۱۷۷	اس کے بعد قیامت کی بالکل قریبی علامات ظاہر ہوں گی۔	ایضاً	

ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ.

مسیحِ موعود علیہ السلام کی مکمل سوانحِ حیات اور عمر بھر کے کارنامے اور ان کے مسکن و مدفن کو پورا جغرافیہ اس تفصیل و تحقیق کے ساتھ قرآنی آیات اور حدیثی روایات میں جب ایک سمجھ دار آدمی کے سامنے آتا ہے تو خود بخود یہ سوال پیدا ہوجاتا ہے کہ لاکھوں انبیاء علیہم السلام کی عظیم الشان جماعت میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے کہ اُن کے تذکرہ کو قرآن و حدیث نے اتنی زیادہ اہمیت دی ہے کہ کسی اور نبی کے لئے اس کا عشرِ عشیر بھی مذکور نہیں، یہاں تک کہ سیّد الاوّلین والآخرین خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ طیبات اور سیرت و شمائل بھی قرآنِ عزیز میں اس تفصیل و توضیح کے ساتھ نظر نہیں آتے، حالانکہ تمام انبیاء و رُسل کی جماعت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت و عظمت باجماعِ اُمت ثابت ہونے کے علاوہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے مقاصد میں بتصریحِ قرآن مجید یہ بھی ایک اہم مقصد ہے کہ دُنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا اعلان فرماتے ہوئے آپ کی سیادت کا سکہ قلوب پر بٹھلادیں۔ ان حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرے کی یہ اہمیت ضرور کسی بڑی مصلحت و حکمت پر مبنی ہے۔

پھر جب ذرا تأمل سے کام لیا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ خصوصی اہمیت بھی اُن عنایاتِ الٰہیہ کا نتیجہ ہے جو اَزل سے اُمتِ اُمیہ کی قسمت میں مقدّر ہوچکی تھی اور حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمۃ للعالمین کا ایک مظہر ہے، جس نے اُمت کے لئے مذہبی شاہراہ کو اتنا ہموار اور صاف کرچھوڑا ہے کہ اُس کا لیل و نہار برابر ہے، اس راستے کے قدم قدم پر ایسے نشانات بتلادیئے ہیں کہ چلنے والے کو کہیں التباس پیش نہیں آسکتا۔

یعنی قیامت تک جتنے قابلِ اقتداء انسان پیدا ہونے والے تھے اُن میں اکثر کے نام لے لے کر اُن کی مفصل کیفیات پر اُمت کو مطلع فرماویں تاکہ اپنے اپنے وقت میں یہ بزرگانِ دین ظاہر ہوں تو اُمت ان کے قدم لے اور اُن کے افعال و اقوال کو اپنا اُسوہ بنائے۔

پھر ارشاد و ہدایت کے سلسلے میں چونکہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوّت کی شانِ امتیاز رکھتے ہیں، اس لئے اُن کے ذکر کی اہمیت سب سے زیادہ ہونا لازمی تھی، کیونکہ نبی کی شان تمام دُنیا سے برتر ہے، اُس کی ادنیٰ توہین و تنقیص کا اشارہ بھی کفرِ صریح ہے۔ تمام مرشدین اور مجدّدینِ اُمت کی شخصی معرفت میں اگر کوئی شبہ باقی بھی رہے تو بجز اس کے کہ اُن کی برکات و فیوض سے محرومی ہو، اُمت کے ایمان کا خطرہ نہیں ہے۔ بخلاف مسیحِ موعود علیہ السلام کے کہ اگر اُن کی علامات اور پہچان میں کوئی شبہ کا موقع یا التباس کی گنجائش رہے اور اُمتِ مرحومہ اُن کو نہ پہچانے تو یہاں کفر و ایمان کا سوال پیدا ہوجاتا ہے اور اُمت آپ کی توہین و تنقیص میں مبتلا ہوکر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور پھر دجالی فتنوں اور یأجوج مأجوج کی بلاؤں کا شکار ہوجائے۔

اس لئے رحمۃ للعالمین کا فرض تھا کہ مسیحِ موعود کی پہچان کو اتنا روشن فرمادیں کہ کسی بصیر انسان کو اُن سے آنکھ چرانے کی مجال نہ رہے، خدا کی ہزاراں رحمتیں اور بے شمار دُرود اُس حریص بالمؤمنین اور رؤف و رحیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے اس مسئلے کو اتنا صاف اور روشن فرمادیا کہ اس سے زیادہ عادۃً ناممکن ہے۔

دُنیا میں ایک شخص کی تعریف اور پہچان کے لئے اس کا نام اور ولدیت و

سکونت وغیرہ دو تین اوصاف بتلا دینا ایسا کافی ہوجاتا ہے کہ پھر اُس میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ ایک کارڈ پر جب یہ دو تین نشان لکھ دیئے جاتے ہیں تو مشرق سے مغرب میں ٹھیک اپنے مکتوب الیہ کے پاس پہنچتا ہے اور کسی دُوسرے کو یہ مجال نہیں ہوتی کہ اس پر اپنا حق ثابت کردے یا چٹھی رساں سے یہ کہہ کر لے لے کہ میں ہی اس کا مکتوب الیہ ہوں۔

لیکن ہمارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف انہیں نشانات کے بتلا دینے پر اکتفاء نہیں فرمایا، بلکہ مسیحِ موعود کے نام کی جو چٹھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں دی ہے اُس کی پشت پر پتہ کی جگہ ان کی ساری سوانح عمری اور شمائل و خصائل، حلیہ، لباس اور عملی کارنامے بلکہ اُن کے مقامِ نزول اور جائے قرار اور مسکن و مدفن کا پورا جغرافیہ تحریر فرما دیا ہے، اور پھر اسی پر بس نہیں فرمائی بلکہ آپ کا شجرۂ نسب اور آپ کے متعلقین اور متبعین تک کے احوال کو مفصل لکھ دیا ہے۔

مگر افسوس کہ اس پر بھی بعض قزّاق اس فکر میں ہیں کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تمام کوشش پر (خاکش بدہن) خاک ڈال کر اس چٹھی کو قبضا لیں اور اس طرح دُنیا میں مسیحِ موعود بن بیٹھیں۔

مرزائیوں سے چند سوال

مجھ کو یہ پوچھنا ہے مرزا سے یہ کبھی ہوش میں بھی آتے ہیں

وہ لوگ جو ناواقفیت یا کسی مغالطے و غلط فہمی سے مرزائیت کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں، میں ان کو خدا اور اُس کے رسول کا واسطہ دے کر دِلی خیرخواہی اور ہمدردی سے عرض کرتا ہوں کہ یہ دِین و آخرت کا معاملہ ہے، ہر شخص کو اپنی قبر میں اکیلا جانا اور حساب دینا ہے، کوئی جتھا اور جماعت وہاں کام نہ آئے گی، خدا کے لئے ہوش میں آئیں اور عقلِ خداداد سے کام لیں اور سمجھیں کہ کیا مرزا غلام احمد صاحب اُنہیں اوصاف و علامات اور نشانات کے آدمی تھے جو سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیحِ موعود کی پہچان کے لئے اُمت کے سامنے رکھے ہیں۔

*:- کیا مرزا جی کا نام ''غلام احمد'' نہیں بلکہ ''عیسیٰ'' ہے؟

❊:- کیا اُن کی والدہ کا نام ''چراغ بی'' نہیں بلکہ ''مریم'' ہے؟

❊:- کیا ان کے والد ''غلام مرتضیٰ'' نہیں، بلکہ بے باپ کی پیدائش ہیں؟

❊:- کیا اُن کا مولد ''قادیان'' جیسا کوردہ نہیں، بلکہ ''دمشق'' ہے؟ یا قادیان، دمشق کے ضلع یا صوبے میں واقع ہے؟

❊:- کیا ان کا مدفن ''قادیان'' نہیں بلکہ ''مدینہ طیبہ'' ہے؟

❊:- کیا اُن کے نانا ''عمران'' اور ماموں ''ہارون'' اور نانی ''حنّہ'' ہیں؟

❊:- کیا اُن کی والدہ کی تربیت حضرت مریم کی طرح ہوئی؟ اور کیا ان کی نشوونما ایک دن میں اتنا ہوا ہے جتنا ایک سال میں بچے کا ہوتا ہے؟ کیا اُن کے پاس غیبی رزق آتا تھا؟ کیا فرشتے اُن سے کلام کرتے تھے؟

❊:- کیا مرزا جی کی پیدائش جنگل میں کھجور کے درخت کے نیچے ہوئی؟

❊:- کیا اُن کی والدہ نے پیدائش کے بعد درختِ کھجور کو ہلا کر کھجوریں کھائی تھیں؟

❊:- کیا مرزا جی نے کسی مُردے کو زندہ کیا ہے؟

❊:- کیا انہوں نے کسی برص کے بیمار یا مادر زاد اندھے کو خدا سے اِذن پاکر شفاء دی ہے؟

❊:- کیا مٹی کی چڑیوں میں بحکمِ خداوندی جان ڈالی ہے؟

❊:- کیا وہ آسمان پر گئے ہیں اور پھر اُترے ہیں؟

❊:- کیا اُن کے سانس کی ہوا سے کافر مرجاتے تھے؟ (۱)

❊:- کیا اُن کی سانس کی ہوا اتنی دُور پہنچتی تھی جہاں تک اُن کی نظر پہنچے؟

❊:- کیا وہ دمشق کی جامع مسجد میں گئے ہیں؟

❊:- کیا اُن کا نکاح حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم میں ہوا ہے؟

---

(۱) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مرزا جی میں باوجود مسیح یا مثیلِ مسیح کے دعوے کے یہ وصف نہ ہوا، ورنہ ساری دُنیا خالی ہوجاتی، کیونکہ یہود ونصاریٰ اور ہنود واقعی کافر ہیں ہی، مرزا جی کے نزدیک دُنیا کے کروڑوں مسلمان بھی کافر ہیں۔ دیکھو حقیقۃ الوحی ص:۱۷۹، واربعین نمبر۴ ص:۶، وسیرت الابدال ص:۴۱، انجامِ آتھم ص:۶۲ وغیرہ۔ ۱۲ منہ

✽ :- کیا انہوں نے دُنیا سے صلیب پرستی اور نصرانیت کو مٹایا ہے یا اور ان کے زمانے میں نصرانیت کو ترقی ہوئی ؟

✽ :- کیا اُن کے زمانے میں اُن تین اوصاف کا دجال نکلا ہے جو بحوالہ احادیث ہم نے نقشے میں درج کئے ہیں؟

✽ :- کیا انہوں نے ایسے دجال کو حربہ سے قتل کیا ہے؟

✽ :- کیا انہوں نے اوران کی جماعت نے یہودیوں کو قتل کیا ہے؟

✽ :- کیا کسی نے ان کے زمانے میں پتھروں اور درختوں کو بولتے دیکھا ہے؟

✽ :- کیا انہوں نے مال و دولت کو اتنا عام کردیا ہے کہ اب کوئی لینے والا نہیں ملتا؟ یا اور افلاس، فقر و فاقہ اور ذلت ان کے قدموں کی برکت سے دُنیا میں پھیل گئے؟

✽ :- کیا آسمانی برکات پھلوں اور درختوں میں اس طرح ظاہر ہوئیں کہ ایک انار ایک جماعت کے لئے، ایک بکری کا دُودھ ایک قبیلے کے لئے کافی ہوجائے؟

✽ :- کیا انہوں نے لوگوں کے قلوب میں اِتحاد و اِتفاق پیدا کیا یا نفاق و خلاف کی طرح ڈالی؟

✽ :- کیا بغض وحسد لوگوں کے قلوب سے اُٹھ گیا یا اور زیادہ ہوگیا؟

✽ :- کیا بچھو سانپ وغیرہ کا زہر بے کار ہوگیا؟

✽ :- کیا مرزاجی کو حج یا عمرہ یا دونوں کرنا نصیب ہوا ہے؟

✽ :- کیا مرزاجی کبھی مسلمانوں کو لے کر کوہِ طور پر تشریف لے گئے ہیں؟

✽ :- کیا ان کے زمانے میں یأجوج مأجوج نکلے ہیں؟ کیا اُن کے مُردوں سے تمام زمین آلودۂ نجاست و بدبو ہوئی اور مرزاجی کی دُعا سے بارش نے اس کو دھویا ہے؟

✽ :- کیا مرزاجی نے کسی مُقعد نامی آدمی کو خلیفہ بنایا ہے؟

✽ :- کیا مرزاجی کو مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہوئی ؟

الغرض مسیح موعود کے حالات و نشانات کا مکمل نقشہ بحوالہ قرآن و حدیث آپ کے سامنے ہے، آنکھیں کھول کر ایک ایک نشان اور ایک ایک علامت کو مرزا صاحب میں تلاش کیجئے اور خدا تعالیٰ نظروں سے غائب ہے تو مخلوق ہی سے شرمایئے کہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چٹھی جس پر یہ نشانات اور یہ پتہ لکھا ہوا ہے، آپ کس کے سپرد کرتے ہیں؟ اور اگر کہیں غلام احمد سے مراد عیسیٰ اور چراغ بی سے مریم اور دمشق اور مدینہ سے قادیان اور نصرانیت کے مٹانے سے مراد اُس کی ترقی اور عزّت سے مراد ذلت ہے، تو اس خانہ ساز مرزائی لغت پر قرآن اور احادیثِ نبویہ کی اس تحریف بلکہ ان کا مضحکہ بنانے کو کیا واقعی تمہاری عقل قبول کرتی ہے؟ اور کیا دُنیا میں کوئی انسان اس پر راضی ہوسکتا ہے؟ اور اگر تحریفات و تأویلات اور استعارات کی یہی گرم بازاری ہے تو پھر کیا دُنیا کا کوئی کام یا کوئی معاملہ دُرست رہ سکتا ہے؟

ہم تو جب جانیں کہ مرزا صاحب یا اُن کی اُمت کسی عیسیٰ نامی دمشقی آدمی کا ایک کارڈ چٹھی رساں سے یہ کہہ کر وصول کرلیں کہ آسمان میں قادیان ہی کا نام دمشق ہے اور میرا ہی نام عیسیٰ ہے، اور چراغ بی ہی کا نام مریم ہے، کبھی یہ کہہ کر دیکھو کہ چٹھی رساں اور ساری دُنیا تمہیں کیا کہے گی؟

ہاں! مگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس چٹھی کو لاوارث سمجھ کر راستے میں اُڑانا چاہتے ہیں، مگر یاد رہے کہ آج بھی آپؐ کے وہ وارث موجود ہیں جو آپؐ ہی کی لکیر کے فقیر ہیں، اور اسی کو اپنی بادشاہی سمجھتے ہیں اور اسی عہد پر جان دے دینے کو اپنی فلاحِ دارین جانتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باندھ چکے ہیں ؎

اگرچہ خرمنِ عمرم غمِ تو داد بباد بخاک پائے عزیزت کہ عہد نشکستم

اس لئے ہم بعون اللہ تعالیٰ ببانگِ دہل کہتے ہیں کہ مرزائی اُمت کتنا ہی زور لگائے مگر یہ والا نامہ اُسی مکتوب الیہ کو ملے گا جس کے نام آج سے تیرہ سو برس پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا اور بروایت ابوہریرہؓ ان کو سلام پہنچایا ہے۔

واللہ باللہ! ہمیں مرزا صاحب سے کوئی عداوت نہیں، کون چاہتا ہے کہ گھر آئے ہوئے مسیح کو اور ان کی مسیحائی کو ٹھکرادے، بالخصوص ایسے وقت جبکہ قوم کو مسیح کی

سخت حاجت ہے، مگر بات وہی ہے کہ مسیح تو ماننے کے لئے تیار ہیں مگر کوئی مسیحائی بھی تو دکھلائے ۔

ہوں میں پروانہ مگر شمع تو ہو رات تو ہو | جان دینے کو ہوں موجود کوئی بات تو ہو
دِل بھی حاضر سرِ تسلیم بھی خم کو موجود | کوئی مرکز ہو کوئی قبلۂ حاجات تو ہو
دِل تو بے چین ہے اظہارِ ارادت کے لئے | کسی جانب سے کچھ اظہارِ کرامات تو ہو
دِل کشا بادۂ صافی کا کسے ذوق نہیں | باطن افروز کوئی پیر خرابات تو ہو

مسلمانو! آپ کی مذہبی غیرت وحمیت اور خداداد عقل وفہم کو کیا ہوا کہ آپ کو مشاہدات اور بدیہیّات کے انکار کی طرف بلایا جاتا ہے، اور آپ ذرا عقل سے کام نہیں لیتے ۔

اے کشتۂ ستم! تری غیرت کو کیا ہوا؟

خدا کے لئے ذرا ہوش میں آؤ اور اس فتنے کے انجام پر نظر ڈالو کہ اگر یہی مرزائی لغت اور قادیانی زبان اور اس کے عجیب استعارات رہے تو قرآن و حدیث اور مذہبِ اسلام کا تو کہنا کیا، ساری دُنیا کا گھروندہ اور عالم کا نظام برباد ہوجائے گا۔ ایک شخص اگر زید کے گھر پر دعویٰ کرے کہ یہ میرا ہے، اور مرزا صاحب کی طرح کہے کہ آسمانی دفتروں میں میرا ہی نام "زید" لکھا ہوا ہے اور مالکِ مکان کی جتنی علامات اور نشانات سرکاری کاغذوں میں درج ہیں اُن سب کا مستحق برنگِ استعارات میں ہوں، تو بتلایئے کہ آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟ اسی طرح اگر ایک مرد کسی غیرمنکوحہ عورت پر اسی حیلے سے اپنی بی بی ہونے کا دعویٰ کرے، یا کوئی عورت اسی مرزائی استعارہ کے بل پر کسی غیرمرد کو اپنا خاوند بتائے، یا کوئی ملازم دُوسرے ملازم کی تنخواہ وصول کرلے، یا کوئی بھنگی بادشاہی محل میں گھس کر شاہی بیگمات کو اسی مرزائی فلسفے کی طرف دعوت دے، یا ایک قتلِ عمد کا مجرم اپنا جرم اسی مرزائی استعارات کے ذریعہ کسی دُوسرے غریب کے سر ڈال دے اور کہے کہ آسمانی دفتروں میں اسی کا نام وہ ہے جو قاتل کے لئے لکھا ہوا ہے، تو فرمایئے کہ مرزائی اُصول اور اُن کے استعارات کی دُنیا کو جائز رکھتے ہوئے کسی کو کیا حق ہے کہ ان لوگوں کی زبان بند کرسکے یا ہاتھ روک

سکے؟ اور جب نوبت اس پر پہنچ گئی تو خود سمجھئے کہ دین و مذہب تو کیا، خود دُنیاداری کے بھی لالے پڑجائیں گے۔

الغرض دُنیا کے تمام معاملات بیع و شراء، لین دین، نکاح و طلاق، جزاء و سزا میں ایک شخص کی تعیین کے لئے جب اس کا نام اور ولدیت و سکونت وغیرہ دو چار وصف ذکر کردیئے جاتے ہیں تو اس شخص کی تعیین وتمیز ایسی حتمی اور یقینی ہوجاتی ہے کہ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہتی اور کسی دُوسرے کی مجال نہیں ہوتی کہ اس کے احوال و اقوال کو اپنی طرف منسوب کرسکے اور اُس کی مملوکات میں تصرف کرسکے، نہ یہاں کوئی استعارہ چل سکتا ہے نہ مجاز، دُنیا کے تمام کارخانے اسی اُسلوب پر قائم ہیں۔

غضب ہے کہ جس شخص کے متعلق خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دوچار نہیں، دس بیس نہیں، ایک سَو اَسّی (۱۸۰) علامات ونشانات اُمت کو بتلائے ہوں، اُمت کو اب بھی اُس کی تعیین میں شبہ رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف وصریح ارشادات کو استعارات ومجاز کہہ کر ٹال دے ۔

ہرگز باور نمے آید زروئے اعتقاد　　　　ایں ہمہ ہا گفتن ودِینِ پیمبر داشتن

بلکہ بلاشبہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح تکذیب اور قرآن وحدیث کو جھٹلانا ہے (نعوذ باللہ منہ)۔

یا اللہ تو ہماری قوم کو عقل دے اور عقل سے کام لینے کی توفیق دے کہ اس جیسے بدیہیات کے انکار میں مبتلا نہ ہوں۔

وَاللّٰہُ الْھَادِیْ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ

العبد الضعیف

محمد شفیع دیوبندی غفرلہٗ ولوالدیہ ومشائخہ

مدرّس دارالعلوم، دیوبند

شعبان ۱۳۴۶ھ

ضمیمہ نمبر۲

دعاویٔ مرزا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی
خُصُوۡصًا عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الۡمُجۡتَبٰی وَمَنۡ بِھَدۡیِہٖ اھۡتَدٰی

یوں تو مہدی بھی ہو عیسیٰ بھی ہو سلمان بھی ہو
تم سب کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

دُنیا میں بہت سے گمراہ فرقے پیدا ہوئے اور آئے دن ہوتے رہتے ہیں، لیکن مرزائی فرقہ ایک عجیب چیستان ہے کہ اس کے دعوے اور عقیدے کا پتہ آج تک خود مرزائیوں کو بھی نہیں لگا، جس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ اس فرقے کے بانی مرزا قادیانی نے خود اپنے وجود کو دُنیا کے سامنے اس شکل وصورت میں پیش کیا ہے اور اس نے اس طرح کے دعاوی کئے کہ خود اُن کی اُمت بھی اس شبہ میں پڑگئی کہ ہم اپنے گُرو کو کیا کہیں؟ کوئی تو ان کو نبی صاحبِ شریعت بھی کہتا ہے، اور کوئی غیرتشریعی نبی مانتا ہے، اور کسی نے ان کی خاطر ایک نئی قسم کا نبی لغوی تراشا ہے اور ان کو مسیحِ موعود، مہدی اور لغوی یا مجازی نبی کہتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا وجود ایک ایسی چیستان ہے جس کا حل نہیں، انہوں نے اپنی تصانیف میں جو کچھ اپنے متعلق لکھا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے یہ متعین کرنا بھی دُشوار ہے کہ مرزا صاحب انسان ہیں یا اینٹ، پتھر؟ مرد ہیں یا عورت؟ مسلمان ہیں یا ہندو؟ مہدی ہیں یا حارث؟ ولی ہیں یا نبی؟ فرشتے ہیں یا دیو؟ جیسا کہ دعویٔ مندرجہ رسالۂ ہذا سے معلوم ہوتا ہے۔

نوٹ:- اگر کوئی مرزائی یہ ثابت کردے کہ یہ عبارت مرزا صاحب کی نہیں تو فی عبارت دس روپیہ انعام۔

مرزائیوں کے تمام فرقوں کو کھلا چیلنج

دعوے کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مرزائی اُمت کے تینوں فرقے مل کر قیامت تک یہ بھی متعین نہیں کرسکتے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ کیا ہے؟ اور وہ کون ہیں اور کیا ہیں؟ دُنیا سے اپنے آپ کو کیا کہلوانا چاہتے ہیں؟

لیکن جب ہم ان کی تصانیف کو غور سے پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دعوے میں اختلاط و اختلاف بھی ان کی ایک گہری چال ہے، وہ اصل میں خدائی کا دعویٰ کرنا چاہتے تھے لیکن سمجھے کہ قوم اُس کو تسلیم نہیں کرے گی، اس لئے تدریج سے کام لیا۔ پہلے خادمِ اسلام مبلغ بنے، پھر مجدّد ہوئے، پھر مہدی ہوگئے، اور جب دیکھا کہ قوم میں ایسے بیوقوفوں کی کمی نہیں جواُن کے ہر دعوے کو مان لیں گے تو پھر کھلے بندوں نبی، رسول، خاتم الانبیاء وغیرہ سب ہی کچھ ہوگئے، اور ہونہار مرد نے اپنے آخری دعویٰ (خدائی) کی بھی تمہید ڈال دی تھی جس کی تصدیق عبارت مذکورۂ ذیل نمبر۲۶ لغایت نمبر۳۰ سے بخوبی ہوتی ہے۔ لیکن قسمت سے عمر نے وفا نہ کی ورنہ مرزائی دُنیا کا خدا بھی نئی روشنی اور نئے فیشن کا بن گیا ہوتا، خود مرزا صاحب کی عباراتِ ذیل میں اس تاریخی ترقی اور اس کے سبب پر ہمارے دعوے کے گواہ ہیں،

''نصرۃ الحق'' صفحہ:۵۳ پر فرماتے ہیں:-

> میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت، وحیٔ الٰہی ایک مسیحِ موعود کا دعویٰ تھا۔ (۱)

اور پھر فرماتے ہیں:-

> علاوہ اس کے اور مشکلات یہ معلوم ہوئے ..... کہ بعض اُمور اس دعویٰ میں ایسے تھے کہ ہرگز اُمید نہ تھی کہ قوم ان کو قبول کرسکے

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۱ ص:۶۸۔

اور قوم پر تو اس قدر بھی اُمید نہ تھی کہ وہ اس اُمر کو تسلیم کر سکیں کہ بعد زمانۂ نبوّت وحی غیر تشریعی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور قیامت تک باقی ہے، لیکن میرے اس دعویٰ کو..... الخ۔ (۱)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مرزا صاحب ختمِ نبوّت کے قائل تھے اور کسی نبی تشریعی یا غیر تشریعی کو نہیں مانتے تھے اور اپنے آپ کو نبی نہیں کہتے تھے اور بعد میں اَرزانیٔ غلہ نے نبی بنادیا۔ دیکھو حقیقۃ الوحی ص:۱۲۸ و ۱۵۰:۔ (۲)

اسی طرح اَوائل میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابنِ مریم سے کیا نسبت ہے؟ وہ نبی تھے اور خدا کے بزرگ مقرّبین میں سے، اور اگر کوئی اَمر میری فضیلت کے متعلق ظاہر ہوتا تھا تو میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا تھا، مگر بعد میں جو خدائے تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اُس نے مجھے اس عقیدے پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔

اس کے بعد ہم مرزا صاحب کے دعاوی خود اُس کی تصانیف سے مع حوالۂ صفحات نقل کرتے ہیں، جو دعویٰ متعدّد کتابوں اور مختلف مقامات پر موجود ہیں، بغرضِ اِختصار عبارت تو ان میں سے ایک ہی نقل کردی گئی ہے باقی کے حوالۂ صفحات درج کردیئے گئے ہیں۔

نقل عبارتِ مرزا مع حوالۂ کتابِ مرزا

مبلغِ اسلام اور مصلح ہونے کا دعویٰ

یہ عاجز مؤلف براہینِ احمدیہ حضرت قادرِ مطلق جل شانہ کی طرف سے مأمور ہوا ہے کہ بنی اسرائیل کے مسیح کی طرز پر کمال مسکینی و فروتنی اور غربت و تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے۔ (خط مندرجہ مقدمہ براہینِ احمدیہ ص:۸۲)

(۱) ایضاً ج:۲۱ ص:۶۷۔ (۲) ایضاً ج:۲۲ ص:۱۵۲، ۱۵۳۔

مجدّد ہونے کا دعویٰ

اب بتلادیں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں ہے تو پھر کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدّد ہونے کا ایسا دعویٰ کیا جیسا اس عاجز نے کیا۔

(ازالۂ اوہام ص:۱۵۴ خورد حصہ اُولیٰ ص:۶۶ کلاں)(۱)

محدّث ہونے کا دعویٰ

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُمت کے لئے محدّث ہوکر آیا ہے، اور محدّث ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوّت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ (توضیح المرام ص:۱۸ خورد)(۲)

اِمامِ زماں ہونے کا دعویٰ

میں لوگوں کے لئے تجھے اِمام بناؤں گا تو ان کا رہبر ہوگا۔

(حقیقۃ الوحی ص:۷۹(۳)، ضرورۃ الامام ص:۲۴(۴)، کتاب البریہ ص:۷۶)

خلیفۂ الٰہی اور خدا کا جانشین ہونے کا دعویٰ

میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنا جانشین بناؤں تو میں نے آدم کو یعنی تجھے پیدا کیا۔ (کتاب البریہ ص:۷۶)(۵)

مہدی ہونے کا دعویٰ

(اشتہار معیار الاخبار و ریویو آف ریلجنز، نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء وغیرہ) یہ دعویٰ مرزا صاحب کی اکثر تصانیف میں بکثرت موجود ہے اس لئے نقلِ عبارت کی حاجت نہیں۔

حارث مددگارِ مہدی ہونے کا دعویٰ

واضح ہو کہ یہ پیشین گوئی جو ابوابِ صحیح میں درج ہے کہ ایک شخص حارث نام یعنی حارث ماوراء النہر سے یعنی سمرقند کی طرف سے نکلے گا جو آلِ رسول کو تقویت دے گا جس کی امداد اور نصرت ہر ایک مؤمن پر واجب ہوگی اِلہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۱۷۹۔ (۲) ایضاً ج:۳ ص:۶۰۔ (۳) ایضاً ج:۳ ص:۲۲۷۔
(۴) ایضاً ج:۱۹ ص:۴۹۵۔ (۵) ایضاً ج:۱۳ ص:۱۰۵۔

ہے کہ یہ پیشین گوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا دراصل یہ دونوں پیشین گوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔

(ازالۂ اوہام ص:۷۹ خورد، ص:۳۳ کلاں)(۱)

نبی اُمتی اور بروزی اور ظلّی یا غیر تشریعی ہونے کا دعویٰ

اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس سے بروزی رنگ کی نبوّت مجھ کو عطا کی گئی۔

(اشتہار ''ایک غلطی کا ازالہ'' منقول از ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص:۲۶۸، چشمۂ معرفت ص۳۲۴)(۲)

نبوّت و رسالت اور وحی کا دعویٰ

سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء ص:۱۱)(۳)

حق یہ ہے کہ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ کہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ۔ (براہینِ احمدیہ ص:۴۹۸، نیز یہی مضمون اربعین ص:۴ وص:۶، اور نزول المسیح ص:۹۹، حقیقۃ الوحی ص:۱۰۲ و ۱۰۷، وانجام آتھم ص:۶۲، وحقیقۃ النبوۃ مصنفہ مرزا محمود ص:۲۰۹ و۲۱۴ وغیرہ وغیرہ کتابوں میں بکثرت موجود ہے)

اپنی وحی کے بالکل قرآن کے برابر واجب الایمان قطعی ہونے کا دعویٰ

میں خدا کی تیئس۲۳ برس کی متواتر وحی کو رَدّ کیسے کرسکتا ہوں، میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہوچکی ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص:۱۵۰، ۲۱۱،(۴) انجامِ آتھم ص:۶۲)

سارے عالم کے لئے مدارِ نجات ہونے کا دعویٰ اور یہ کہ اپنی اُمت کے سوا اُمتِ محمدیہ کے چالیس کروڑ مسلمان کافر و جہنمی ہیں

کفر دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے اور

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۱۴۱۔ (۲) ایضاً ج:۲۳ ص:۳۴۰۔ (۳) ایضاً ج:۱۸ ص:۲۳۱۔ (۴) ایضاً ج:۲۲ ص:۱۵۴، ۲۲۰۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دُوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیحِ موعود کونہیں مانتا اور باوجود اتمامِ حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتاب میں بھی تاکید پائی جاتی ہے، پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے، اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص:۱۷۹)(۱)

اور اس بات کو قریباً نو برس کا عرصہ گزر گیا جب میں دہلی گیا تھا اور میاں نذیر حسین غیرمقلد کو دعوت دِینِ اسلام کی گئی۔ (اربعین(۲) نمبر۴ ص:۱۱، یہی دعویٰ سیرت الابدال ص:۱۴۱، انجام آتھم وغیرہ میں بھی مذکور ہے اور فرماتے ہیں:) اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے مدارِ نجات ٹھہرایا۔ (اربعین نمبر۴ ص:۶)(۳) اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے: "هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ"۔ (اعجازِ احمدی ص:۷)(۴)

مستقل تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ اور یہ کہ وہ احادیثِ نبویہ پر حاکم ہے جس کو چاہے قبول کرے اور جس کو چاہے رَدّی کی طرح پھینک دے

(اس مذکورہ بالا عبارت میں نبوّت تشریعی کے ساتھ یہ بھی دعویٰ ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے مصداق نہیں جو صریح کفر ہے، اور فرماتے ہیں) اور اگر یہ کہو کہ صاحبِ شریعت افتراء کرکے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتی تو اوّل تو یہ دعویٰ بلادلیل ہے، خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی، ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے، جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند اَمر و نہی بیان کئے وہی صاحبِ شریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم نہیں کیونکہ میری وحی میں اَمر بھی ہے اور نہی بھی مثلاً یہ الہام: **قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ذلک أزكى لهم**، یہ براہینِ احمدیہ میں درج ہے، اور اس

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۱۸۵۔ (۲) اربعین نمبر۴، رُوحانی خزائن ج:۱۷۔ (۳) رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۴۳۵۔ (۴) ایضاً ج:۱۹ ص:۱۱۳۔

میں اَمر بھی ہے اور نہی بھی ہے اور اس میں تئیس ۲۳ برس کی مدت بھی گزر گئی اور ایسے ہی اب تک میری وحی میں اَمر بھی ہوئے اور نہی بھی ....الخ۔ (اربعین نمبر۴ ص:۶[1] پر فرماتے ہیں:) چونکہ میری وحی میں اَمر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری اَحکام تجدید بھی اس لئے ....الخ۔ (اربعین نمبر۲ ص:۳۶ میں بھی یہ دعویٰ موجود ہے) اور ہم اس کے جواب میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعوے کی بنیاد حدیث نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی، ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دُوسری حدیثوں کو ہم رَدّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔

(اعجازِ احمدی ص:۳۰[2]، وتحفہ گولڑویہ ص:۱۰)

اپنے لئے دس لاکھ معجزات کا دعویٰ

اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیحِ موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشانات ظاہر کئے جو تین[3] لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ (اور براہینِ احمدیہ حصہ پنجم ص:۵۶[4] میں دس لاکھ تعداد معجزات شمار کی ہے، تتمہ حقیقۃ الوحی ص:۶۸، ایضاً ص:۱۳۶، ایضاً ص:۱۳۷، براہینِ احمدیہ حصہ پنجم ص:۵۶،[5] ایضاً ص:۵۸)

تمام انبیائے سابقین سے افضل ہونے کا دعویٰ اور سب کی توہین

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کردیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی حجت پوری کردی ہے اب چاہے کوئی قبول کرے چاہے نہ کرے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص:۱۳۶[6]، وص:۱۳۷)

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۴۳۵۔ (۲) ایضاً ج:۱۹ ص:۱۴۰۔ (۳) تتمہ حقیقۃ الوحی ص:۶۸، رُوحانی خزائن ج:۲۲ ص:۶۸۔ (۴) رُوحانی خزائن ج:۲۱ ص:۷۲۔ (۵) ایضاً۔ (۶) ایضاً ج:۲۲ ص:۵۷۴۔

آدم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

(لکھتے ہیں کہ:) خدا تعالیٰ نے ان کو اس کلام میں آدم علیہ السلام قرار دیا ہے: "یٰآدَمُ اسْکُنْ أَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ"۔

(اربعین نمبر۳ ص:۲۳(۱)، ونزولِ المسیح ص:۹۹ وکتاب البریہ(۲) ص:۸۶)

ابراہیم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

"وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلّٰی" اس کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب اُمتِ محمدیہ میں بہت فرقے ہوجائیں گے تب آخر زمانے میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان تمام فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا جو اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔

(اربعین نمبر۳ ص:۳۲ و رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۴۲۱)

حضرت نوح، یعقوب، موسیٰ، داوٴد، شیث، یوسف، اسحاق، یحییٰ، اسماعیل علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

میں آدم ہوں، شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داوٴد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا مظہرِ اتم ہوں یوں ظلّی طور پر محمد اور احمد ہوں۔　(حاشیہ حقیقۃ الوحی(۳) ص:۷۲، نزول المسیح ص:۴(۴))

عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

اس خدا کی تعریف جس نے مسیح ابنِ مریم بنایا۔ (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص:۷۲(۵)، اربعین ص:۳۱ وص:۳۲(۶)، یہ دعویٰ تو تقریباً سب ہی کتابوں میں موجود ہے)

عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ اور اُن کو مغلظات بازاری گالیاں

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو　　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص:۲۰(۷))

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۴۷۷، ج:۱۷ ص:۴۱۰۔ (۲) ایضاً ج:۱۳ ص:۱۰۵۔ (۳) ایضاً ج:۲۲ ص:۷۶۔ (۴) ایضاً ج:۱۸ ص:۳۸۲۔ (۵) ایضاً ج:۲۲ ص:۷۵۔ (۶) ایضاً ج:۱۷ ص:۴۲۱۔ (۷) ایضاً ج:۱۸ ص:۲۴۰۔

خدا نے اس اُمت میں سے مسیحِ موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے، مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مسیح ابنِ مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہرگز نہ دِکھلاسکتا۔ (حقیقۃ الوحی ص:۱۴۸، وص:۱۵۳)(۱)

آپ کا خاندان نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں زناکار کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (حاشیہ ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۷)

پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی کیوں نام رکھا۔ (ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۴)

یہ یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔ (حاشیہ ضمیمہ انجامِ آتھم ص:۵، ازالہ کلاں ص:۳، اعجازِ احمدی ص:۱۳ و۱۴، ازالۂ اوہام ص:۱۳۲ و۱۳۳، وکشتیٔ نوح ص:۱۶)

نوح علیہ السلام سے افضل ہونے کا دعویٰ اور ان کی توہین

اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دِکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں وہ نشانات دِکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔ (حقیقۃ الوحی ص:۱۳۷)(۲)

مریم علیہا السلام ہونے کا دعویٰ

پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا اور بعد اس کے ظاہر کیا کہ اس مریم میں خدا کی طرف سے رُوح پھونکی گئی ہے، اور پھر فرمایا کہ رُوح پھونکنے کے بعد مریمی مرتبہ عیسوی مرتبہ کی طرف منتقل ہوگیا اور اس طرح مریم سے عیسیٰ پیدا ہوکر ابنِ مریم کہلایا۔ (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص:۷۲(۳)، حاشیہ براہینِ احمدیہ ص:۴۹۶، وکشتیٔ نوح ص:۴۶، ۴۷، وازالہ کلاں ص:۱۷۳ و۴۱۸)

عبارتِ مرزا مع حوالہ کتاب وصفحات مصنفہ مرزا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کا دعویٰ

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واسطے کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہوکر اور اس

(۱) ایضاً ج:۲۲ ص:۱۵۲، ۱۵۸۔ (۲) ایضاً ج:۲۲ ص:۵۷۵۔ (۳) ایضاً ص:۷۵۔

نام محمد واحمد سے مسمّٰی ہوکر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی۔ (ایک غلطی کا ازالہ ضمیمہ حقیقۃ النبوۃ ص:۳۶۵)۔ بارہا بتلاچکا ہوں کہ بموجب آیت **اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم** بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں۔ (اور ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص:۵۸ و۷۹ و۸۱ و۸۶ میں اکثر ان اوصاف کو اپنے لئے ثابت کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہیں، نیز ازالہ ص:۳۵۳ میں بھی)۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضلیت کا دعویٰ

(ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی تعداد صرف ہزار لکھی ہے (تحفہ گولڑویہ(۱) ص:۴۰) اور پھر اپنے معجزات کی تعداد براہین احمدیہ(۲) حصہ پنجم ص:۵۶ پر دس لاکھ بتلائی ہے) **لہ خسف القمر المنیر وان لی غسا القمران المشرقان اتنکروا**۔ اس کے لئے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے) چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں اب کیا تو انکار کرے گا۔ (اعجاز احمدی(۳) ص:۷۱، اس میں آپؐ پر افضلیت کے دعوے کے ساتھ معجزۂ شق القمر کا انکار اور توہین بھی ہے)۔

میکائیل علیہ السلام ہونے کا دعویٰ

اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے۔
(۴)
(حاشیہ اربعین نمبر۲ ص:۲۵)

خدا کے مثل ہونے کا دعویٰ، اپنے بیٹے کے خدا کا مثل ہونے کا دعویٰ، خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ، اپنے اندر خدا کے اُتر آنے کا دعویٰ، خود خدا ہونا بحالتِ کشف اور زمین و آسماں پیدا کرنا

اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کے مانند۔
(۵)
(حاشیہ اربعین نمبر۳ ص:۲۵)

انا نبشرک بغلام مظھر الحق والعلی کأن اللہ نزل من السماء۔
(۶)
(استفتاء ص:۸۵)

---

(۱) رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۱۵۳۔ (۲) ایضاً ج:۲۱ ص:۷۲۔ (۳) ایضاً ج:۱۹ ص:۱۸۳۔ (۴) ایضاً ج:۱۷ ص:۴۱۳۔ (۵) ایضاً ج:۱۷ ص:۴۱۳۔ (۶) استفتاء ص:۱۲ے۔

أنت منی بمنزلة أولادی۔ (حاشیہ اربعین نمبر۴ ص:۱۹)[1]

(آپ کو اِلہام ہوا) آواہن۔ (جس کی تفسیر کتاب البریہ[2] ص:۷۶ پر خود ہی یہ کرتے ہیں کہ:) خدا تیرے اندر اُتر آیا اور میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ (پھر فرماتے ہیں) اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ (پھر فرماتے ہیں:) اور اس حالت میں یوں کہہ رہا ہوں کہ ہمیں ایک نیا نظام اور آسمان اور نئی زمین چاہئے تو میں نے پہلے آسمان و زمین کو اجالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب وتفریق نہ تھی، پھر میں نے منشاءِ حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں پھر میں نے آسمانِ دُنیا کو پیدا کیا اور کہا: انا زیّنّا السماء الدنیا بمصابیح۔ پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے، پھر میری حالت کشف سے اِلہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا: أردتُ أن استخلف فخلقتُ اٰدم انا خلقنا الانسان فی أحسن تقویم۔ یہ اِلہامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پر ظاہر ہوئے۔ (کتاب البریہ ص:۷۸ و ۷۹، و آئینہ کمالاتِ[3] اسلام ص:۵۶۴، و اخبار الحکم قادیان مؤرخہ ۲۴رجنوری ۱۹۰۵ء)

مرزا جی میں حیض کا خون ہونا اور پھر اس کا بچہ ہوجانا

منشی الٰہی بخش کی نسبت یہ اِلہام ہوا یہ لوگ خونِ حیض تجھ میں دیکھنا چاہتے ہیں یعنی ناپاکی اور پلیدی اور خباثت کی تلاش میں ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ جو اپنی متواتر نعمتیں جو تجھ پر ہیں دِکھلاوے اور خونِ حیض سے تجھے کیونکر مشابہت ہو اور وہ کہاں، تجھ میں پانی ہے پاک تغیرات نے اس خون کو خوبصورت لڑکا بنادیا اور وہ لڑکا جو اس خون سے بنا میرے ہاتھ سے پیدا ہوا۔ (حاشیہ اربعین نمبر۴ ص:۱۹)[4]

حاملہ ہونا

(عبارتِ مذکورہ حاشیہ حقیقۃ الوحی و کشتیٔ نوح ص:۴۷ و حاشیہ براہینِ احمدیہ

---

(۱) رُوحانی خزائن ص:۴۵۲۔ (۲) کتاب البریۃ ص:۸۴ و ۸۵ و رُوحانی خزائن ص:۱۰۲، ۱۰۳۔
(۳) ج:۵ ص:۵۶۴۔ (۴) رُوحانی خزائن ج:۱۷ ص:۴۵۲۔

حصہ پنجم ص:۴۹٦)۔

حجرِ اَسود ہونے کا دعویٰ، بیت اللہ ہونے کا دعویٰ

(اِلہام یہ ہے:) یکے پائے من می بوسید ومن می گفتم کہ حجرہ اسود منم۔

(حاشیہ اربعین نمبر۴ ص:۱۵)

خدا نے اپنے اِلہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے۔

(حاشیہ اربعین نمبر۴ ص:۱۵،[۱] ریویو آف ریلجنز جلد:۵ نمبر٦ بابت اپریل۱۹۰۲ء)

کرشن ہونے کا دعویٰ، آریوں کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ

(حقیقۃ الوحی ص:۸۵) آریہ لوگ ... کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہوں اور یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خدا نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے آریوں کا بادشاہ۔[۲]

(نبی اور عیسیٰ تو اپنی زبانی بن گئے مگر بادشاہت میں زبانی جمع خرچ سے کام نہیں چلتا اس لئے پھر فرمایا:) اور بادشاہت سے مراد صرف آسمانی بادشاہت ہے۔

---

(۱) ایضاً ج:۱۷ ص:۴۴۵۔ (۲) ایضاً ج:۲۲ ص:۵۲۲۔